شعبہ تحقیق و تصنیف
ادارہ اشاعتِ اسلام

ناقابلِ یقین سچے واقعات

★ یورپی تہذیب کی تباہی کے واقعات
★ اللہ کے عذابات کے موجودہ دور کے واقعات
★ مجاہدین کے ساتھ اللہ کی مدد کے واقعات
★ یورپی پاپ سنگروں کے قبول اسلام کی داستانیں
★ عجائبات قدرت
★ جنات کے سچے واقعات
★ سنتوں کے جدید مشاہدات
★ عذابِ قبر کے دہشت ناک واقعات

تحقیق و ترتیب
محمد انور بن اختر

کتاب کا نام : نا قابل یقین سچے واقعات
مؤلف : محمد انور بن اختر
سن اشاعت : 2007ء
با اہتمام : خاور افتخار
ناشر : ادارہ اشاعت اسلام کراچی
قیمت : 240

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

منجانب: ادارہ اشاعت اسلام

اسٹاکسٹ

نفیس اکیڈمی قصر مریم، گولی لین نمبر 3 نزد مسجد مقدس، اردو بازار، کراچی۔ فون 2722080(021)

ملنے کا پتہ

کراچی:
1) زمزم پبلشرز اردو بازار
2) مکتبہ السعید شاہ فیصل کالونی
3) نور محمد کارخانہ آرام باغ
4) بیت القرآن، اردو بازار
5) علمی کتاب گھر اردو بازار
6) ڈسکاؤنٹ بک شاپ، اردو بازار
7) کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال
8) ادارۃ الانوار، بنوری ٹاؤن
9) بیت الکتب گلشن اقبال
10) مکتبہ العربیہ، بنوری ٹاؤن
11) مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
لاہور: 12) مکتبہ رحمانیہ، لاہور
13) المیزان اردو بازار لاہور
14) مکتبہ الحسن اردو بازار، لاہور
15) اسلامی کتب خانہ اردو بازار، لاہور
16) مکتبہ الحرمین انارکلی بازار
17) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
18) ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
19) مشتاق بک کارنر اردو بازار
20) کشمیر بکڈ پو تلہ گنگ روڈ چکوال
21) شمع بک ایجنسی اردو بازار
حیدر آباد: 22) مکتبہ اصلاح و تبلیغ
23) مکتبہ دار الخیر اردو بازار
اکوڑہ خٹک: 24) مکتبہ رحیمیہ
25) مکتبہ علمیہ
راولپنڈی: 26) کتب خانہ رشیدیہ
27) مکتبہ صفدریہ
28) مکتبہ محمودیہ
ملتان: 29) مکتبہ امدادیہ
کوئٹہ: 30) مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ

﴿باب نمبر: ۲۰﴾

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! ناقابلِ یقین سچے واقعات کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آج سے چھ ماہ قبل یہ کتاب شائع ہوئی تھی اس وقت اس کا بالکل اندازہ نہیں تھا کہ علمی حلقوں میں یہ کتاب قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ ممتاز اہلِ علم اسے سراہیں گے۔

اللہ کالا کھ لاکھ شکر اور احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناکارہ کو اس قابل بنایا کہ چند نصیحت آموز واقعات کو جو بکھرے ہوئے تھے۔ چن چن کر ایک کتابی شکل میں ترتیب دینے کا شرف بخشا۔ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ بات کو مثال سے جلد سمجھتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے قرآن پاک میں کئی امثال اور واقعات ذکر فرمائے ہیں، اگر تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو ہمیں روشن اخلاق اور عظیم الشان واقعات کے ایسے بے نظیر تذکرے دیکھنے کو ملیں گے۔ جنہیں پڑھ کر ہر دور کے لوگوں کی زندگی میں اسلامی رنگ پیدا ہوتا ہے۔

قصے اور واقعات روحانی غذا کی مانند ہوتے ہیں جو یقین کو مستحکم کر کے روح کو ایک پاکیزہ ماحول سے روشناس کراتے ہیں۔

الحمد للہ! دوسرے ایڈیشن میں قارئین کے اصرار پر کچھ ابواب کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اور حق تعالیٰ سے میری یہی دعا ہے کہ وہ اس کام میں اخلاص پیدا فرما کر میرے لیے باعثِ اجر و ثواب بنائے اور اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مؤلف کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

آخر میں گزارش ہے اگر پڑھنے کے دوران کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ تیسرے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔

بندہ احقر

محمد انور بن اختر

۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

۶ اپریل ۲۰۰۲ء

باب نمبر:۱

اللہ کے عذابات کے واقعات

ترکی میں قرآن پاک کی توہین کرنے پر عذاب الٰہی کا اچانک نزول:

ترکی کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کی عبرت انگیز تفصیلات:

ترکی میں گذشتہ سال اگست میں آنے والے زلزلے کے حوالے سے بعض ترکی اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات انتہائی عبرتناک ہیں تفصیلات کے مطابق ترکی کی بحریہ کے کسی اڈے میں جو ساحل سمندر سے بالکل متصل تھا، رقص و سرود کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس کے شرکاء تین ہزار کے لگ بھگ تھے، وہاں ناچنے اور گانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی، اور شراب و کباب کی خوب محفل جمی، ایک فنکشن کے لیے اسرائیل سے خصوصی طور پر یہودی ناچنے اور گانے والی لڑکیاں درآمد کی گئیں جو انتہائی بے حیا تھیں فنکشن میں ۳۰ سے زائد ترکی جرنیل شریک تھے، بتایا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ انتہائی بے حیائی اور فحش مناظر پر مبنی مجلس جاری تھی۔ کہ ایک ترکی جنرل نے ایک کیپٹین کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا اور اس سے پڑھنے کو کہا۔ جب اس نے پڑھا تو اس سے اس کی تفسیر پوچھی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد مذکورہ جنرل نے قرآن کریم کے نسخے کو لے لیا اور پھاڑ کر ناچتے ہوئے یہودی اور ترکی لڑکیوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا، ساتھ یہ بھی کہا کہ اس قرآن کو نازل کرنے والا کہاں ہے؟ حالانکہ اس میں یہ بھی ہے کہ ہم نے اس قران کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اس قرآن کو اتارنے والا کہاں ہے؟ جو اس کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے گا؟ اس دوران اس قرآن کریم کو لانے والے کیپٹن پر انتہائی خوف طاری ہو گیا، اچانک وہ تیزی سے بحری اڈے سے باہر آ گیا، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اس بحری اڈے پر آنے والے عذاب کے ابتدائی لمحات کا چشم دید گواہ بن سکے، اس کے بعد انتہائی عبرت آموز واقعات اور مناظر پیش آئے، بتایا جاتا ہے کہ اچانک ایک خوفناک روشنی

نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے بعد سمندر پھٹ پڑا اور اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ ساتھ ہی لوگوں کی بھٹنے کی خوفناک آوازیں بھی آنے لگیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پورے بحری اڈے کو اٹھا کر سمندر کے بیچ سے اٹھنے والی خوفناک لہروں کے درمیان پھینک دیا، اس کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں شریک ترکی، امریکی، اور اسرائیلی فوجیوں اور ناچنے گانے والیوں کی لاشوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئیں، تمام تر وسائل ہونے کے باوجود اب تک وہ لاشیں سمندر سے باہر نہ آسکیں۔ قران کریم کی بے حرمتی کر کے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے انتقام لے لیا، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

اس واقعہ میں اگرچہ حق تعالیٰ نے نہ صرف کل انسانیت کو بلکہ تمام مسلمانوں کو نہایت عبرت اموز سبق دینے کے لیے اپنے زبردست غصہ کا اظہار کیا ہے جس سے پہلی بات ثابت ہوئی کہ قرآن پاک واقعی اللہ کی ہے اور اللہ ہی کی آسمانی کتاب ہے، کیوں کہ اگر یہ اللہ کی چیز اور اس کی آسمانی کتاب نہ ہوتی تو اللہ کو شاید غصہ بھی نہ آتا؟ کیا کسی مصنف یا مؤلف کی کتاب کی بے حرمتی و بے ادبی کرنے پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا ہے؟ ظاہر ہے انسانی عقل و شعور کے اعتبار سے غصہ اسی کو آتا ہے جس کی چیز ہے۔ یہ بات نہیں کہ چیز کسی کی خراب و برباد ہو مگر اس پر غصہ کسی اور کو آئے! دوسری بات یہ ہے کہ کسی چیز کی جس درجہ شہرت والی چیز کی بے حرمتی و بے ادبی ہوگی اتنے ہی درجہ و شدت کا اس کو غصہ بھی آئے گا۔ یہاں پر محفل رقص و سرور میں قرآنِ پاک کی جس کا اس محفل سے کوئی رابطہ کوئی واسطہ یا تعلق بھی نہ تھا، جس درجہ سنگین گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ اسی وجہ پر اللہ کے شدید و سنگین غصہ نے وہ کام دکھایا کہ ہزاروں رقاصاؤں اور عیاشی کرنے والے انسان کی نعشوں کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ (ماہنامہ [illegible])

عبرت کے مناظر:

بھارت میں لاتور کے زلزلے [illegible] کے ظالمین نے بابری مسجد شہید کرنے والے ظالم نکلے اور ترکی میں زلزلے نے سیکولرازم کا منہ کالا کر دیا۔

عہدِ جدید کی ستم شعار عبرت ناک داستان:

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض کو نوعِ انسان کا مسکن اور ذریعہ معاش بنایا مگر بدنہاد اور ظلم کے خوگر لوگ یہاں دوسرے انسانوں اور اپنے ہی بھائیوں پر ظلم وستم ڈھاتے اور ہر حد سے گزر جاتے ہیں۔ ایسے ظالموں کو آخرت میں دردناک عذاب تو ملے گا ہی، مگر قدرت اکثر اس دنیا میں بھی ان کو نمونہ عبرت بنادیتی ہے۔ عہدِ حاضر کے چند عبرت ناک مناظر ملاحظہ کیجیے:

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''کاروانِ زندگی'' حصہ ششم میں لکھتے ہیں:

''سورت، مہاراشٹر کا ایک قدیم شہر اور تجارتی مرکز ہے۔ کسی زمانہ میں یہ، حال کے بمبئی کی طرح مسافرینِ حرم اور قاصدینِ حج کے بحری سفر کی بندرگاہ بھی تھی۔ ستمبر ۱۹۹۴ء میں یہاں مہیب طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی جس کی تفصیلی اطلاعات روزانہ (بمبئی میں) ملتی تھیں۔ سورت فرقہ ورانہ فساد اور آزاری کا مسلم دشمنی اور شرم ناک دست درازیوں اور تعدیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ بابری مسجد کی شہادت میں بھی اس کا لاتور کی طرح بڑا حصہ رہا ہے۔''

یاد رہے بھارت کے جنونی اور متعصب ہندوؤں نے دھاوا بول کر ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا کی تاریخی بابری مسجد شہید کردی تھی۔ اس وحشیانہ کارروائی میں صوبہ مہاراشٹر کے قصبے لاتور اور سورت کے ہندو پیش پیش رہے تھے۔ سانحہ بابری مسجد کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کو ایک خوف ناک زلزلے نے مہاراشٹر کا خاصا علاقہ زیر وزبر کردیا۔ اس زلزلے میں تیس ہزار افراد مارے گئے۔ سب سے زیادہ تباہی لاتور میں ہوئی اور بابری مسجد کی شہادت میں حصہ لینے والے ہزاروں ہندو غنڈے لقمہ اجل بن گئے۔ پھر ایک سال بعد سورت میں طاعون کی مہلک وبا پھیل گئی اور ان ظالموں کی آبادیاں خاص طور پر اس کی زد میں آئیں جنھوں نے بابری مسجد شہید کروائی تھیں یا شیطانی فعل میں حصہ لیا تھا۔ ان ہی دنوں سورت کی ایک صاحبِ علم شخصیت مولوی مجیب اللہ (جامعہ حسینیہ، راندیر) نے سید ابوالحسن علی ندوی کے نام خط میں لکھا:

''طاعونی شکل میں بیماریاں ان ہی علاقوں میں ہیں اور ان ہی لوگوں کا صفایا ہو رہا ہے جنہوں نے بابری مسجد کو شہید کروایا یا سورت کے فساد میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور بہیمانہ سلوک کر کے ماؤں بہنوں کو بے پردہ کیا اور ان کی بے عزتی کی۔ لاکھوں آدمی سورت شہر چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ شہر میں عجیب سماں ہے جو زندگی میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ علاقے کے علاقے سنسان اور وحشت ناک بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان الحمدللہ محفوظ ہیں۔''

مولانا ابوالحسن علی ندوی مزید لکھتے ہیں:

''سورت میں غیر مسلم پانچ ہزار سے زیادہ مرے ہیں اور سات آٹھ لاکھ آدمی سورت چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ کام دھندا بالکل ٹھپ ہو گیا ہے۔ دو ایک مسجدیں (ہندو فسادیوں کے ہاتھوں سے) ویران ہو گئی تھیں، اب اس جگہ کے غیر مسلم آ کر ہاتھ جوڑتے ہیں کہ آ کر مسجد میں اذان و نماز قائم کرو۔ بتایا جاتا ہے کہ طاعون سے متاثر علاقوں سے لوگوں کے ٹولے کے ٹولے قبرستان میں آ کر قبروں کے پاس کھڑے ہو کر معافی مانگتے ہیں اور راندیر میں علماء کے پاس قرآن مجید کی آیتوں کا تعویذ لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

سورت کے اس طاعون کی خبروں اور ان کی عالمگیر اشاعت کے باعث بھارت اور دوسرے ممالک کے درمیان ہوائی پروازوں پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ علاقے میں اس طاعون کی بڑی شہرت اور دہشت پھیلی۔ یہ عبرت کا منظر تھا۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

اور کتنی نشانیاں زمین و آسمان میں ہیں جن کے پاس سے لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔''

آذربائیجان کا عبرت آموز واقعہ، غیرت نے اسے جانباز بنادیا:

ظالموں نے قرآن پاک کا اٹھا کر دور پھینک دیا:

حیدر آذربائی جان کے دارالسلطنت باکو کے رہنے والے تھے۔ دیندار، با اصول اور خوشحال تھے۔ معمولات کے پابند تھے، لیکن طبعی طور پر وہ بہت کمزور اور نفسیاتی خوف کا شکار رہے تھے، وہ ہر چیز سے ڈرتے تھے، یہاں تک کہ چوہوں، بلیوں اور کیڑے مکوڑوں سے بھی خوفزدہ رہتے تھے۔

جاڑے کے دنوں میں ان کا یہ حال ہوتا کہ وہ گوشہ نشین ہو جاتے تھے۔ سردی لگنے کا خوف دامن گیر رہتا تھا۔ زیادہ تر لحاف اوڑھے لیٹے رہتے تھے۔ دروازہ اگر کھلا رہ گیا تو بند کرنے کی بھی قدرت نہیں ہوتی تھی کہ تیز ہوا کا جھونکا نہ لگ جائے، جب تیز ہوا چلتی اور اس سے جو سیٹیاں بجتیں، تو یہ اس کو جن و شیطان تصور کرتے، اور اسی ڈر سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھتے اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کی ہمت کرتے، کپکپی طاری ہو جاتی یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ یہ ٹھنڈک کی شدت سے ہے یا واقعی خوف و دہشت سے، اسی طرح زندگی کا بڑا حصہ گزر گیا۔

بال سفید ہونے لگے۔ مگر برابر اپنی اسی حالت پر قائم رہے۔ ہر چیز سے ڈرتے اور گھبراتے رہتے تھے۔ جس وقت رات کو ٹہل رہے ہوتے، خوفناک تصورات ان کے ذہن میں آنے لگتے کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے، کوئی ان کی باتیں سن رہا ہے، بعض وقت یہ احساس اتنا بڑھتا کہ تیزی سے بھاگنے لگتے اور سانس پھولنے لگتا اور خیالی تصویریں اسی طرح ان کا تعاقب کرتی رہتیں۔ رات کا ایک ایک لمحہ ان کے لیے ایسا ہی ہوتا اور دشوار سے دشوار ہوتا جاتا اسی طرح وہ اس کا اظہار کرتے تھے اور اپنے دوستوں سے بیان کرتے کہ آج یہ واقعہ پیش آیا۔ جو محض ان کے خیال کی پیداوار ہوتا۔

جب گرمی کے ایام آتے تو بھی ان کے خوف و دہشت میں کمی نہیں ہوتی اور فرضی خیالات جو انہیں خوفزدہ کرتے تھے مثلاً ہواؤں کا ڈر، درختوں کی ٹہنیوں کا ہلنا، پھر ان کے ٹکرانے سے آوازوں کا نکلنا، ان کی حالت جوں کی توں برقرار رہتی۔ فرضی باتیں ان کو سنائی دیتیں اور وہ دوسروں کو داستانیں سناتے، ان کو موت کا بھی بڑا خوف تھا۔

جس سے انہیں کسی طرح چین و سکون میسر نہیں آتا جب کہ گرمی سکون و اطمینان

جمال وخوش مزاجی اور نرمی ورقت کا موسم ہے اور یہ جن وانس کے خوش وخرم ہونے کے ایام ہیں۔ چڑیاں اس میں چہچہاتی ہیں، بلبل کے نغمے بلند ہوتے ہیں، خوشگوار پانی اپنے ٹھہراؤ اور جماؤ کے بعد پھر موجیں مارتا ہے، جس کی صاف شفاف چمک پھر دکھائی دیتی ہے اور یہ وہ ایام ہیں جس میں سکڑنے کے بعد پھیلاؤ آتا ہے۔

مگر ان کا حال سب سے مختلف ہوتا اور یہ ان ساری خوشگواریوں اور لطف اندوز ہونے سے محروم رہتے اور ان حسین وخوشگوار لمحات سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے تھے جب کہ رات کا سکون ان کو مزید پریشانی میں مبتلا کر دیتا اور یہ خیال یقین میں بدل جاتا کہ رات کے سکون میں ہی تو جن وشیطان نکلتے ہیں اور دن میں سورج کی گرمی ان کو باہر نکلنے نہیں دیتی۔

ان کی اس بے چارگی پر ان کے دوستوں کو افسوس ہوتا اور فکر مند رہتے اور ترس کھاتے اور اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ اس لیے کہ وہ نفسیاتی مریض تھے، فرضی خیالات انہیں کھائے جا رہے تھے۔ ان کا حال عجیب تھا، ہر چیز ان کو روکتی اور حرکت وعمل سے باز رکھتی اور یہ بات انہیں قید کئے ہوئے تھی، آزاد ہو کر بھی قید تھے، اور ان کا یہ ڈر و خوف انہیں بالکل زمین کی پستی کی طرف لیے جا رہا تھا اور وہ راحت کے وسائل سے کوئی فائدہ نہ اٹھا پاتے تھے۔

حالاں کہ یہ ایک اچھے، صحیح اور صاف ستھرے دماغ کے اور رقیق القلب شخص تھے۔ بھلائی کے کاموں کو پسند کرنے والے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے، مگر دل کمزور، کاش کہ یہ طبیعت نہ ہوتی، اور جب ہے تو اس سے نکلنے کی استطاعت ہوتی، ان کے دوست واحباب انہیں بہت سمجھاتے اور اس خوف کے دائرہ سے نکلنے کے لیے تدبیریں سمجھاتے لیکن ساری تدبیریں بیکار ثابت ہوئیں۔

ایک دن خلاف عادت رات کو تاخیر سے ایک ضروری کام سے مجبور ہو کر وہ اپنے کسی دوست سے ملنے نکلا، راستہ میں ایک غیر آباد علاقہ تھا، وہاں گھنے درخت تھے، انہیں کچھ دور چلنے کے بعد معلوم ہوا کہ پولیس والے احاطہ کئے ہوئے ہیں، اس منظر سے یہ ڈر گئے اور راستہ بدل دیا۔ دوسری طرف راستہ میں قریب ہی چند لڑکوں کو دیکھا زور وشور سے کھیل رہے ہیں، یہ ادھر سے رخ بدل کر چلے، وہ راستہ ویران تھا وہاں ایک دم سے چند

ٹھگوں نے انہیں گھیر لیا، جن کے چہرے سے قساوت ظاہر ہو رہی تھی، وہ لوگ ان کو درختوں کے پاس گھسیٹ کر لے گئے، اور ان سے پوچھ گچھ شروع کی کہ ان کے پاس کیا مال ہے۔

ایک نے سخت و تند لہجہ میں کہا تمہارے پاس جو کچھ مال ہو نکال دو، انہوں نے اپنی وہ سونے کی انگوٹھی اتار دی، جو انہیں ورثہ میں ملی تھی، اور ان لوگوں کے حوالہ کر دی۔

دوسرے نے کہا۔ روپئے پیسے کہاں ہیں، جو کچھ جیب میں ہو نکال دو، انہوں نے بغیر کسی تردد کے جو کچھ جیب میں تھا نکال دیا۔ ان کی جیب میں ایک چھوٹا سا قرآن کریم بھی تھا۔ جس سے یہ اپنے دل کو سکون پہنچاتے تھے اور سفر و حضر میں ساتھ رکھتے اور تلاوت کرتے تھے اور اس سے اپنے اندر ایمان و قوت پاتے تھے اور جو ان کے لیے اندھیری خوفناک راتوں میں سکون قلب اور عافیت کا باعث ہوتی تھی، ان بدبختوں میں سے ایک نے اس مصحف مبارک کو لیا اور اس کو اپنے لیے بے فائدہ سمجھ کر دور پھینک دیا۔ (العیاذ باللہ)

قرآن شریف کے ساتھ یہ اہانت اور گستاخی دیکھ کر ان پر جیسے بجلی گر پڑی اور ان میں آگ بھڑک اٹھی ان کے لیے یہ ناقابل برداشت فعل تھا۔ ان کا نفس بے قرار ہو گیا اور دل بے چین ہو گیا کچھ دیر وہ سکتہ کے عالم میں رہے اس کے بعد ان کو ایک کرنٹ کا جھٹکا محسوس ہوا ان کو محسوس ہوا کہ اگر قرآن مجید کا بھی وہ دفاع نہیں کر سکتے تو اس زندگی سے کیا فائدہ۔ عمر ایک دفعہ ختم ہوتی ہے بار بار نہیں، عزت نفس کے لیے آدمی جان دے دیتا ہے تو قرآن تو قرآن ہے جو نفس سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ ہمارے رب کا کلام ہے اس کی زندگی میں اب وہ لمحہ آ گیا تھا جو زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔

ان سے برداشت نہ ہو سکا۔ اسلامی غیرت اور دینی حمیت جاگ اٹھی اور ان کی مشہور زمانہ بزدلی پر غالب آ گئی۔ غیر شعوری طور پر ایک بڑا پتھر اٹھایا اور ان میں سے ایک کو نشانہ بنایا نشانہ نے خطا نہیں کیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا دوسرا پتھر اٹھایا اور دوسرے کو نشانہ بنایا وہ بھی وہیں گرا پڑا۔

اتنے میں آس پاس کے لوگ اور کچھ فاصلوں پر کھڑے پولیس والے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے ان بھاگنے والوں کو گھیر لیا اور ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان

سے وہ نقدی جو انہوں نے لوٹی تھی۔ ان کو واپس دلائی گئی اور ان ٹھگوں کو جیل بھیج دیا گیا۔

پس ہمارے اس غیور اور باہمیت دوست نے قرآن کریم اٹھایا اور اس پر جو گرد و غبار اور مٹی لگ گئی تھی اسے صاف کیا اور اس کو بوسہ دیا۔ ان کو ان کی کھوئی ہوئی متاع، مال، قرآن کریم جو ان کو بہت محبوب تھا اور جس کے لیے انہوں نے یہ اقدام کیا واپس مل گیا۔ اس کے ساتھ انہیں شجاعت و غیرت کا چھپا ہوا جوہر بھی واپس مل گیا جو ساری زندگی ان سے چھٹا ہوا تھا۔

اس اسلامی غیرت اور دینی حمیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا شخص جو ایک بزدل شخص مشہور تھا اس ایک واقعہ نے اس کے اندر بہادری کے جوہر کھول دیئے اور بزدلی کے دروازے بند کر دیئے اب وہ ایک جری، بلند ہمت انسان بن گئے اور انہوں نے اس کے بعد شجاعت کی زندگی کا بقیہ حصہ گزارا۔

اسلامی غیرت اور دینی حمیت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے آگے پہاڑ بھی چٹیل میدان معلوم ہوتا ہے۔

احکام خداوندی کی خلاف ورزی کا عبرتناک انجام:

ایڈز اور ایبولا کے بعد ھاگ وائرس، جس کا شکار چند روز میں خنزیر نظر آنے لگا!

کولمبیا اور برازیل کا سچا واقعہ:

ایڈز اور ایبولا جیسے خطرناک وائرس کے بعد دنیا کو اب ایک اور خطرناک اور عجیب و غریب وائرس کا سامنا ہے، یہ وائرس جسے ''ہاگ'' یا ''کوچینو'' کا نام دیا گیا ہے کولمبیا اور برازیل میں نمودار ہوا ہے اس وائرس کا شکار ہونے والا انسان یا تو مر جاتا ہے یا پھر چند روز میں اس کا چہرہ سور نما ہو جاتا ہے، سائنس داں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی ایسی ویکسین تیار کی جائی جو اس خطرناک وائرس کو ختم کر سکے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس وائرس کا ابتدائی ہدف کولمبیا اور برازیل تھا۔ ماہرین کے مطابق ایڈز اور ایبولا کی طرح اس وائرس نے بھی سب سے پہلے منطقہ حارہ بارانی جنگلات میں کام کرنے والے محنت کشوں کو نشانہ بنایا، سائنس داں کہتے ہیں کہ یہ

وائرس سب سے پہلی دریائے ایمزن کے طاس میں پائے جانے والے جنگلی سوروں اور تاپیر "وسطی اور جنوبی امریکہ میں پایا جانے والا ایک دم دار جانور جو تین فٹ اونچا اور چھ فٹ لمبا ہوتا ہے" میں پھیلا اور اس کی بعد یہ انسان کو منتقل ہوگیا۔ واضح رہے کہ ہاگ وائرس کھانسنے، چھینکنے اور جسمانی رطوبتوں کے ملاپ سے ایک سے دوسرے شخص کو منتقل ہو جاتا ہے۔ ماہرین اس بیماری کو طاعون کے مماثل قرار دے رہے ہیں۔

اس وائرس کا شکار بدقسمت شخص شروع میں تیز بخار میں مبتلا ہوتا ہے اس کے بعد اسے جوڑوں میں شدید درد اور سوجن کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے ان ابتدائی علامات کے بعد مریض کے اندرونی اعضاء سے جسم کے اندر ہی خون رسنے لگتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ناک، آنکھوں اور مسوڑھوں سے خون بہنے لگتا ہے عام طور پر اس وائرس کا نشانہ بننے والے ۹۳ فیصد افراد موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور جو بدقسمت یا خوش قسمت زندہ بچ جاتے ہیں وہ کسی عفریت سے کم نظر نہیں آتے کیوں کہ یہ لوگ انسان کم اور سور زیادہ نظر آتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک کم از کم ۳۴۲۷ افراد اس وائرس کا شکار ہو چکے ہیں۔ زندہ بچ جانے والے مریضوں کی جلد موٹی ہو جاتی ہے۔ ناک اور کان کی لمبائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اس حد تک موٹی لمبی اور بدہیئت ہو جاتی ہے کہ اس میں اور سور کی تھوتھنی میں کوئی فرق نہیں رہتا اس کے علاوہ وہ بال کھردرے اور موٹے ہو جاتے ہیں ان کی رنگت بھی بدل جاتی ہے جلد میں نوکیلے ابھار بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو چھوٹے سینگوں کی طرح نظر آتے ہیں، ڈاکٹر بیرن کاز کے مطابق انسانی جسم میں آنے والی یہ خوفناک تبدیلی محض چند روز میں مکمل ہو جاتی ہے اور مریض خواہ مرد ہو یا عورت اس کی شکل سور جیسی ہو جاتی ہے۔ اس مرض یا وائرس کا یہ پہلو انتہائی دردناک ہے کہ اس مرض کا شکار ایک قابل نفرت انسان بن جاتا ہے۔ میں نے کئی واقعات دیکھے ہیں کہ ایک شخص جو سب کو پیارا تھا اس بیماری مین مبتلا ہو کر سب کا پیار اور محبت کھو بیٹھا لوگ ایسے شخص سے دور بھاگتے ہیں یہاں تک کہ ڈاکٹر بھی اس کے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں۔ میں نے اس طرح کی خوفناک بیماری اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی ہاگ وائرس سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۸۱۷ ہو چکی ہے جو زندہ بچ گئے ہیں وہ موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں کولمبیاء کی پبلک ہیلتھ ایجنسی نے اس وائرس سے متاثرہ افراد کی مختلف

اقسام کی رطوبتیں ملک کی اعلیٰ یونیورسٹیوں اور لیبارٹریوں کو بھجوائی ہیں اس ضمن میں امریکہ کے ماہرین سے بھی رجوع کیا گیا ہے، سائنسداں اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ پہلے اس کا تعین کیا جانا چاہئے کہ یہ وائرس کس طرح عمل میں آتا ہے کیوں کہ اس کے بعد ہی اس وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لیے کوئی دوا یا ویکسین تیار کی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر بیرن کاز کا کہنا ہے کہ ''ہمیں اس وائرس پر انتہائی سرعت سے قابو پانا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ہم اس کوشش میں ناکام رہے تو آنے والے چند سالوں میں یہ خوفناک بیماری پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے، ایسا ہوا تو پھر کرہ ارض پر ہر طرف سور نما انسان ہی نظر آئیں گے۔'' (بحوالہ ماہنامہ علم وادب بنگلور)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ کیا آج ہمارا گھر ٹی، وی اور ریڈیو کے ذریعہ ایسی محافل کا انعقاد کر کے شریعت اسلامیہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی نہیں کر رہا ہے، آیئے! آج ہی ہم عہد کریں کہ ہم اپنے گھروں کو ان بلاؤں سے پاک کریں گے۔ نمازوں کی پابندی اور تلاوت کلام پاک کو عام کر کے خداوند قدوس کی خوشنودی حاصل کریں گے۔ دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہم تمام لوگوں کو احکامات الٰہی کا پابند بنائے اور ان تمام شرور و بلاؤں سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

عذاب الٰہی کے چند مناظر:

گذشتہ صفحات میں جس عذاب الٰہی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس نے کس طرح سابقہ قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا؟ اس کے چند عبرت ناک نمونے درج ذیل ہیں:

دنیا میں جس طرح نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح مصائب کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''کشکول'' میں علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''المدہش'' سے مصائب وحوادث کے چند واقعات نقل کئے ہیں جو دنیا میں مختلف ادوار میں پیش آچکے ہیں۔

قحط:

۱۸ھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بارش کا ایسا قحط پڑا کہ ہوا میں

بجائے غبار اڑنے کے راکھ اڑتی نظر آتی تھی۔ اسی لیے اس سال کا نام الرمادہ ہو گیا۔ وحشی جانور بھوک پیاس سے عاجز ہو کر انسان کے پاس آجاتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ گھی دودھ اس وقت تک نہ کھاؤں گا۔ جب تک قحط رفع نہ ہو، اور عام مسلمان یہ چیزیں نہ کھانا شروع کر دیں۔ ۶۴ھ میں بصرہ کے اندر شدید طاعون آیا کہ امیر بلدہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو اس کا جنازہ اٹھانے کے لیے چار آدمی نہ ملے۔ ۹۶ھ میں طاعون جارف کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسی طاعون میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اسی لڑکے مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد سو (۱۰۰) سے کچھ زائد تھی اس واقعہ میں مرنے والوں کو قبرستان تک لے جانا اور قبر میں دفن کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس لیے جب سارے گھر والے مر جاتے تو سب کو ایک مکان میں بند کر کے ان کا دروازہ اینٹ گارے سے بند کر دیا جاتا تھا۔

۱۳۱ھ میں طاعون آیا تو پہلے دن میں ستر ہزار، دوسرے دن ان سے کچھ زائد ہلاک ہوئے اور تیسرے دن سب ٹھنڈے ہو گئے۔ ۳۳۴ھ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ اپنے بچوں کو ذبح کر کے کھانے لگے اور مردار جانور کھائے جانے لگے اور چند روٹیوں کے بدلے بڑی بڑی جائیدادیں فروخت کر دی گئیں۔ معز الدولہ امیر وقت کے لیے بیس ہزار روپے میں ایک کُر گیہوں کے خریدے گئے۔ (ایک کُر ہمارے وزن سے تقریباً اسی من ہوتا ہے) جس کے حساب سے دوسو روپیہ کا ایک من اور پانچ روپے کا ایک سیر ہوتا ہے۔

۴۴۸ھ میں قحط اس قدر شدید برپا ہوا کہ پانچ سیر غلہ سات گنی میں اور ایک انار ایک گنی میں ملتا تھا۔ ایک ککڑی ایک گنی میں فروخت ہوتی تھی۔ اور مصر سے خبر پہنچی کہ تین چوروں نے ایک گھر میں نقب لگایا۔ صبح کے وقت تینوں مرے ہوئے پائے گئے تھے۔ ایک دروازہ پر، دوسرا سیڑھی پر، تیسرا کپڑوں کی بندھی ہوئی گھٹڑی پر۔

۴۶۲ھ میں اس قدر شدید قحط اور وبا پڑی کہ آدمی آدمی کو کھانے لگے اور بادام اور شکر روپیہ کی روپیہ میں آنے لگی۔ اس قحط میں وزیر ایک روز اپنے گھوڑے سے ایک جگہ اترا تو تین آدمیوں نے دوڑ کر گھوڑے کو ذبح کیا اور کچا گوشت کھانے لگے۔ اس پر وزیر نے ان تینوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ صبح کو دیکھا گیا کہ ان تینوں کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔

گوشت کو دوسرے بھوکے کھا گئے۔

نعوذ باللہ من الافات والحوادث

زلزلے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد میں ۲۰ھ میں زلزلہ آیا۔ پھر ۹۴ھ میں چالیس روز تک زلزلہ جاری رہا۔ اور بڑے بڑے مکانات گر گئے اور شہر انطا کیہ بالکل منہدم ہو گیا اور ۲۳۳ھ میں شہر غولہ زلزلہ سے زیروزبر ہو گیا اور سارے شہر میں سوائے ایک آدمی کے کوئی نہ بچا۔ اس کے قریب قریب انطا کیہ میں زلزلہ آیا تو بیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ اور ۲۳۴ھ میں بغداد، کوفہ، بصرہ، واسط وعبدان میں ایک ایسی تیز ہوا چلی کہ جس نے کھیتیاں جلا دیں۔ بازار بند ہو گئے۔ باون روز تک یہی ہوا چلتی رہی۔

۲۳۸ھ میں طاہر بن عبداللہ نے خلیفہ وقت امیر المؤمنین متوکل باللہ کے دربار میں ایک پتھر بھیجا جو طبرستان کے اطراف میں آسمان سے گرا تھا۔ جس کا وزن آٹھ سو چالیس درہم کے برابر تھا۔ اس کے گرنے کا دھما کہ بارہ بارہ میل تک سنا گیا اور پانچ ہاتھ زمین میں گھستا چلا گیا۔ ۲۴۰ھ میں ایک ہوا بلادِ تبرک سے نکلی جو ''مرو'' میں پہنچی تو ایک بڑی آبادی زکام میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگئی اور بلادِ مغرب سے خطوط آئے کہ قنبروان کی بستیوں میں سے تیرہ بستیاں زمین میں دھنس گئی ہیں اور سوائے دو آدمیوں کے کوئی نہیں بچا اور یہ بچنے والے بھی بالکل سیاہ رنگ کے ہو گئے تھے۔ جب شہر قنبروان میں آئے تو لوگوں نے ان کو نکالا کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو۔ حاکم بلدہ نے ان کے لیے شہر کے باہر مکان بنوا دیا، ۲۴۱ھ میں واحفان میں زلزلہ آیا۔ ۲۵ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور یمن میں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کی جگہ چلا گیا۔ حلب میں ایک جانور جو کہ کوے سے بڑا، گدھ سے چھوٹا۔ ایک درخت پر آ کر ٹھہرا اور چالیس مرتبہ یہ آواز دی (اتقو اللّٰہ، اتقو اللّٰہ، اتقو اللّٰہ) یعنی اللہ سے ڈرو، اللہ اللہ، چالیس آوازیں دے کر اڑ گیا۔ حاکم بلدہ کے پاس پانچ سو آدمیوں نے اس کی آواز سننے کی گواہی دی۔

۲۴۵ھ میں انطا کیہ میں زلزلہ آیا۔ جس سے ڈیڑھ ہزار مکانات منہدم ہو گئے۔ اور اہل انطا کیہ گھروں، روشندانوں اور دریچوں سے نہایت خوفناک آوازیں سنتے تھے۔

اور تینس میں نہایت خوفناک آوازیں سنی گئیں جو بہت عرصہ تک باقی رہیں۔ جس سے بڑی مخلوق ہلاک ہوگئی۔ ۲۴۵ھ میں ایک بستی پر سیاہ وسفید پتھروں کی بارش ہوئی۔

۸۸ھ میں مقام دنبل میں زلزلہ آیا (دنبل موصل کے قریب ایک شہر ہے) صبح کو دیکھا گیا تو شہر کا اکثر حصہ خاک کا ڈھیر بن چکا تھا۔ گری ہوئی عمارتوں کے نیچے سے ایک لاکھ پچاس آدمی مردہ نکالے گئے۔ ۲۱۹ھ میں حجاج کا ایک قافلہ راستہ گم کر کے کسی طرف جا نکلا، وہاں جنگل میں بہت سے آدمی پتھر بنے ہوئے دیکھے گئے اور ایک عورت پتھر کے تنور پر کھڑی دیکھی گئی اور تنور میں جو روٹی تھی وہ بھی پتھر ہوگئی تھی۔ استغفر اللہ۔

آج بھی وہی اللہ ہے اور اسی طرح مکمل صفات کا مالک ہے۔ اور وہی نظام مگر متذکرہ بالا واقعات باعثِ عبرت ہیں بصیرت والوں کے لیے۔ ہر برائی پورے عروج پر ہے۔ نامعلوم کس وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ ڈھیل دے رہے ہیں۔ نہ ہم اقوامِ ماضی سے زیادہ قوی الجسم ہیں، نہ ذہین، نہ حسین وجمیل، افسوس ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو خواہشات نفسانیہ وشہوانیہ کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ (بشکریہ مجلہ ملتان شمارہ نمبر: ۱۵۲)

باب نمبر: ۲
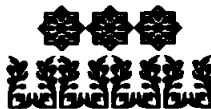
قرآن مجید کی حقانیت کے

عجیب واقعات ومشاہدات

۱۔ شعلوں میں گھرے گھر سے قرآن پاک پرواز کر گیا، ڈیرہ مراد جمالی میں درجنوں افراد نے کھلی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھا:

۲۔ خدا کی شان آگ سے جھگیوں کا سارا سامان جل گیا لیکن قرآن پاک کا نسخہ محفوظ رہا:

قرآن مجید کو مٹانے کے لیے عیسائی، یہودی، قادیانی اور ان کے پالتو ادارے پوری قوت سے سرگرم عمل ہیں جب برصغیر میں انگریز حکمران تھا تو یہ قرآن مجید ہی تھا جو ان کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکتا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے پہلے تو یہ پروگرام بنایا کہ پورے برصغیر سے قرآن مجید مسلم گھرانوں سے چھین کر یا خرید کر سمندر میں پھینک دیا جائے جس پر عمل بھی کیا۔ علاوہ ازیں علماء کرام کو قتل کیا گیا تا کہ قرآنی علوم کے وارثوں کا برصغیر سے خاتمہ ہو جائے۔

خدا بھلا کرے علماء حق کا کہ انہوں نے انگریز کی خاطرانہ چالوں کو بھانپ لیا اور پورے برصغیر میں دینی مدارس اور مکاتب قرآنی کا جال بچھا دیا۔ جب انگریز کو اپنی یہ چال کامیاب ہوتی نظر نہ آئی تو انگریز نے ایسے ایجنٹ تلاش کرنا شروع کر دیئے جو ان کے مقاصد پورا کر سکتے ہوں۔ انہیں میں قادیان ضلع گورداس پور پنجاب کا مغل خاندان تھا۔ جو انگریز کا شروع دن سے نمک خوار رہا۔ اس خاندان میں انگریز کی نظر مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے مرزا غلام احمد قادیانی پر پڑی۔ انگریز جس ''گوہر نایاب'' کی تلاش میں تھا وہ مرزائے قادیانی کی ذات میں چھپا ہوا نظر آیا۔ وہ ویسے بھی سرکار کا ملازم تھا۔ انہوں نے اس سے سیالکوٹ کی کچہری کی ملازمت چھڑوائی اور، پہلے مبلغ اسلام، پھر مجدد، پھر مہدی اور پھر مسیح کے منصب پر بٹھایا تا کہ اس کے لیے نبوت ورسالت کا

تخت سجا کراس پر بٹھادیا گیا۔

انگریز مسلمانوں کے ایمان کی مضبوطی اور جذبہ جہاد سے خائف تھا۔ ان کا مقصد تھا کہ مسلمانوں کو ایمان سے محروم کر دیا جائے اور ان کے دلوں سے جذبہ جہاد کو کھرچ دیا جائے۔ جب یہ دو چیزیں مسلمانوں میں نہیں ہوں گی تو ہماری حکومت کو برصغیر سے کوئی ختم نہیں کر سکے گا چناں چہ مرزا نے دھوکہ اور فریب دینا شروع کر دیا۔ مغل اسلام اور مناظر اسلام کا روپ دھار کر بے وقوف بنا کر اس نے کچھ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دی۔ اس نے قرآن پاک میں لفظی ومعنوی تحریف کی۔ انگریز کے اشارے پر جہاد کو حرام قرار دیا اور یوں جو لوگ اس کے ساتھ جڑے وہ ایمان جیسی عظیم دولت سے محروم ہو گئے اور ان کے دلوں سے جذبہ جہاد بھی مفقود ہو گیا۔

الغرض کبھی کسی روپ میں اور کبھی کسی روپ میں قرآن مجید کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یوں اعلان فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون.

کہ ہم ہی نے اسے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

انگریز اسے نہ مٹا سکے، یہودی اس کو ختم نہ کر سکے، مرزا قادیانی اپنے تمام تر وسائل اور کوششوں کے باوجود اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو آج بھی اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ قیامت تک کوئی بگاڑ سکتا ہے۔

جب روس نے اپنے نزدیک ترین مسلم ریاستوں پر قبضہ کیا تو اس نے اس پورے علاقے (جو دینی علوم کا گہوارہ تھا) سے قرآن مجید کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔ نادر و نایاب کتب خانے نذر آتش کر دیئے، نماز پڑھنے پر پابندی لگا دی تھی، مسلمان چھپ چھپ کر نماز ادا کرتے تھے، ہر وقت روسی انٹیلی جنس سائے کی طرح مسلط رہتی تھی۔ پھر بھی مسلمانوں نے اپنے دین وایمان کو سینے سے لگائے رکھا۔ وہ قرآن پاک بھی پڑھتے رہے اور نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔ مرور زمانہ کی وجہ سے ان مسلم ریاستوں میں قرآن مجید کے نسخے نایاب ہو گئے۔ علامی مجلس تحفظ ختم نبوت کے وفود گئے یا اور کوئی مسلمان

وہاں جانکلا تو وہاں کے مسلمان ان سے یہی سوال کرتے تھے کہ کیا آپ کے پاس قرآن مجید ہے؟

اس صورت حال کو دیکھ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر خصوصاً حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے وہاں کے لیے قرآن مجید طبع کر کے تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا نہ صرف پروگرام ہی بنایا بلکہ اسے عملی جامہ بھی پہنایا۔ اس وقت مطبوعہ قرآن (جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں) کے علاوہ پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے مہیا کردہ لاکھوں قرآن مجید وہاں تقسیم ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ آئندہ جاری رہے گا۔

یہ چند باتیں تمہیداً عرض کی گئیں۔ اصل مقصد روزنامہ جنگ لاہور میں شائع ہونے والی دو اہم خبروں کی طرف قارئین کو متوجہ کرنا تھا۔ اگر ہم ان خبروں کو قرآن مجید کی صداقت وحقانیت کے دو تازہ نشان قرار دیں تو بجا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ گمراہ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے نشانات دکھلاتا رہتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار بندے بن جائیں اور گمراہی وضلالت سے نکل کر آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں جب کہ ایسے نشانات اہل ایمان کی تقویت ایمان کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کا سچا پیروکار بنائے۔ (آمین) وہ دو خبریں جن کا اوپر ذکر کیا گیا مندرجہ ذیل ہیں۔

شعلوں میں گھرے گھر سے قرآن پاک پرواز کر گیا،

ڈیرہ مراد جمالی میں درجنوں افراد نے کھلی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھا:

ڈیرہ مراد جمالی (نامہ نگار) ڈیرہ مراد جمال کے ایک محلے کے جھونپڑی نما گھر میں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی کہ تیز آندھی سے چنگاریاں اٹھیں، جن سے گھر میں آگ لگ گئی جو آناً فاناً تین ملحقہ گھروں میں پھیل گئی اور شعلے بلند ہونے لگے۔ اس دوران ایک گھر سے قرآن پاک اڑا اور قبلہ کی طرف پرواز کر گیا۔ چمکتی ہوئی شے کی صورت میں اڑتے قرآن پاک کا یہ معجزہ وہاں موجود درجنوں افراد نے دیکھا۔ قرآن پاک آسمان پر

جا کر غائب ہوگیا۔ آتشزدگی سے تینوں گھروں کا سامان جل کر خاکستر ہوگیا۔ فائر بریگیڈ نے موقع پر پہنچ کر آگ پر قابو پالیا۔ (روزنامہ جنگ لاہور۔۳۱ مئی ۱۹۹۳ء)

''خدا کی شان'' آگ سے جھگیوں کا سارا سامان جل گیا مگر قرآن پاک کا نسخہ محفوظ رہا:

لاہور (خصوصی رپورٹر سے) عزیز روڈ کاروار پارک پر گزشتہ روز ۴ بجے کے قریب ۳ جھگیوں میں شدید آگ بھڑک اٹھی، جس سے لاکھوں روپے کا سامان جل کر خاکستر ہوگیا۔ آگ اتنی شدید تھی کہ جھگیوں میں پڑا تمام سامان جل کر مکمل طور پر خاکستر ہوگیا مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ قرآن پاک کی رحل، دراز میں پڑے کرنسی نوٹ، پلاٹ کی رجسٹری، قرآن کی جلد اور حاشیوں تک کاغذ جل گیا لیکن قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں جلا۔ قرآن پاک کے اس نسخے کو حافظ الٰہی بخش مسجد میں رکھا گیا ہے۔ جہاں دیکھنے والوں کا رش ہوگیا اور لوگ خدا کی اس قدرت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جھگیاں غلام محمد وغیرہ کی ملکیت میں تھیں۔ آگ بجھانے کے بعد وقاص چوہدری وغیرہ قرآن پاک کا نسخہ لے کر دفتر ''جنگ'' میں آئے۔ (روزنامہ جنگ لاہور۔۳۱ رجون ۱۹۹۳ء) (۱۰ رمارچ ۱۹۹۰ء)

قرآن کریم کا مذاق اڑانے والے مسیحی داعی کی عبرت ناک موت سے چار گاؤں مسلمان ہوگئے:

سال رواہ جنوری میں شمالی نائیجیریا کے صوبہ غونغولی میں واقع موب نامی گاؤں میں ایک نہایت عبرت ناک اور نصیحت آموز واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل نائیجیریا کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوئی اور متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کی گئی۔

تفصیل اس طرح ہے کہ عمر غیمو نامی ایک شخص جو پیدائشی طور پر عیسائی تھا لیکن مسلمانوں کے اخلاق، سیرت وکردار اور حسن معاشرت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا اس کی حرمانصیبی کہ زیور اسلام سے آراستہ ہونے اور عرصہ دراز تک اسلامی زندگی

گذارنے کے بعد پھر مرتد ہوگیا۔ اور مسیحیت کا علم بردار اور پرجوش خطیب ومبلغ بن گیا، اسلام دشمنی، مسلمانوں کے خلاف مہم جوئی ور پروپیگنڈے، قرآن کی تکذیب، اس کی اہانت وتحقیر انکار واستہزاء زبان درازی، اور طعن وتشنیع اس کا نصب العین اور زندگی کا اہم مشغلہ بن گیا، چناں چہ ایک روز کسی گرجا گھر میں عیسائیوں کے ایک بڑے مجمع کے سامنے حسب معمول اپنے خطاب کے دوران قرآن کی تکذیب اور استہزاء کیا۔ اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات کیے اور اسلام دشمنی کے جذبہ سے سرشار ہوکر کہا کہ اگر قرآن خدا کی نازل کردہ آخری کتاب اور اسلام ایک سچا مذہب ہے تو وہ اس کتاب کے نازل کرنے والے خدا سے التجا کرتا ہے کہ آج اسے زندہ اور صحیح سلامت گھر واپس نہ ہونے دے، قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی کہ کلیسا سے نکل کر گھر جاتے ہوئے راستہ کے ایک چھوٹے سے نالے کو پار کرنے کی کوشش کی مگر پار نہ ہوسکا نالہ میں گر کر مر گیا۔ رفقاء سفر کو اس کی موت پر یقین نہ آیا اور اسے متعدد ہسپتال لے گے، لیکن وہ مر چکا تھا۔ اس عبرت ناک موت سے متاثر ہو کر صوبے کے چار گاؤں مسلمان ہوگئے، دوسرے روز وہ آدمی بھی ہلاک ہوگیا جو اس کی جان بچانے کی کوشش کررہا تھا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ چند سال پہلے اسی صوبہ کے ایک گاؤں میں ایک سفید نام عیسائی مبلغ کے ساتھ پیش آیا جس نے قرآن کا ایک نسخہ جلا کر اس کے ساتھ اہانت آمیز اور گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ جس کی سزا میں اس کے دونوں ہاتھ جل گئے تھے اور اسکے بعد کافی علاج ومعالجہ ہوا لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا قرآن کا اعلان بالکل سچ اور برحق ہے:

قل سیروافی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبة المجرمین. یخادعون اللہ والذین آمنو اوما یخدعون الا انفسهم وما یشعرونO

”وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو لیکن درا صل وہ دھوکہ اپنے آپ کو دیتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔“

گاڑی جل گئی قرآن محفوظ رہا:

اب ہم ایک ایسا واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے قرآن کی عظمت وشان اور اس کا من

جانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران بلوچ رجمنٹ کا ایک ٹرک ڈرائیور اسلحہ و بارود سے بھرا ہوا ایک ٹرک غلطی سے دشمن کے علاقے میں لے گیا، جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے ٹرک کو گولیوں کی بوچھاڑ میں ہی واپس موڑ لیا اور اس کوشش میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ ٹرک کو بحفاظت پاک سرزمین پر لے جائے۔ اسی اثناء میں دشمن کا ایک گرینڈ ٹرک کو لگا جس سے ٹرک کو آگ لگ گئی۔ اسلحہ و بارود نے تباہی پھیلا دی اور ٹرک بھی جل گیا۔

بعد میں ایک سکھ میجر ہماری فوج کے پاس قران حکیم کا ایک نسخہ لے کر آیا۔ اس کے بقول ٹرک کے بونٹ میں سے قران مجید کے دو نسخے صحیح سلامت برآمد ہوئے۔ یعنی پورا ٹرک تو جل گیا لیکن خدا کی حکمت سے کتاب اللہ کے نسخے محفوظ و مامون رہے۔ ان میں سے ایک نسخہ بمعہ ترجمہ کے تھا جسے سکھ میجر نے اپنے پاس رکھ لیا تا کہ اس کا مطالعہ کرے اور دوسرا نسخہ پاک فوج کے حوالے کر دیا۔ یہ نسخہ اب بھی بادشاہی مسجد لاہور کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے جسے بلوچ رجمنٹ نے پیش کیا تھا۔

(سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔ جلد:۳، ص:۸۷)

انگریز پر قرآن سننے کا اثر:

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ ہندوستان میں رام پور کی جیل میں تھے۔ جیل میں دانے دیئے گئے کہ ان کا آٹا پیسو، کہا گیا کہ عطاء اللہ تو باغی ہے، اس لیے تیری یہی سزا ہے کہ تو آج چکی پیس۔ بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے مزہ آیا۔ میں نے رومال اتار کر رکھ دیا، وضو کر کے، بسم اللہ پڑھ کے میں نے چکی بھی پیسنی شروع کر دی اور سورہ یسین کی تلاوت بھی شروع کر دی۔ بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن کو سوز سے اور آواز سے پڑھا تو سپرنٹنڈنٹ جیل قریب تھا، وہ اپنے گھر سے نکل کر آیا اور قریب آ کر روتا ہوا کھڑا ہو گیا اور جیل کا دروازہ کھلوا دیا، کہنے لگا:

"عطاء اللہ! تجھے تیرے نبی کی قسم ہے بس کر! اگر تو نے دو آیتیں اور پڑھیں تو میرا جگر پھٹ جائے گا۔"

ایک پائیلٹ کا ایمان:

پاکستانی فضائیہ کے ایک بمبار پائیلٹ کو گردے میں اکثر درد رہا کرتا تھا۔ ڈاکٹروں نے بار بار آپریشن کا مشورہ دیا مگر وہ ملک پر جنگ کے بادل دیکھ کر آپریشن سے بچتا رہا کہ ۶ ستمبر ۶۵ء کو دشمن نے حملہ کر دیا۔

فضائیہ کے عملے کو معلوم تھا کہ فلاں پائیلٹ درد گردہ سے بدحال ہو جاتا ہے ایسے غیر یقینی پائیلٹ کے ساتھ جنگ کے دوران کوئی بھی شخص Navigator بننے کو تیار نہ تھا۔ اس کے جذبہ کو دیکھ کر ایک نوجوان تیار ہو گیا اور یہ بھارتی ٹھکانوں پر بمباری کرنے جاتا رہا۔ درد گردہ سے بچنے کے لیے پرواز سے پہلے اور دوران اور واپسی پر وہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتا رہا۔

اللّٰہ نور السموت والارض. (النور:۳۵)

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔"

سترہ روزہ جنگ کے دوران اسے ایک مرتبہ بھی گردہ میں تکلیف نہیں ہوئی اور جب امن چین ہو گیا تو اس کا آپریشن ہوا۔ دونوں گردوں میں سے ۱۹ پتھریاں نکالی گئیں۔

ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ۱۹ پتھریوں والے گردے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے کوئی بھی جسمانی مشقت کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام کی شفا کی برکت سے یہ شخص دوسروں سے زیادہ سرگرم رہا اور دشمن کے ٹھکانوں کو تباہ کرنے میں اس کی کارگزاری تندرست ساتھیوں سے کم نہ رہی۔

گولیوں کی بارش میں قرآن میری حفاظت کا ذریعہ بنا:

پاکستان بننے سے پہلے میرے، ایک عزیز دہلی میں رہائش پذیر تھے آج کل کراچی میں رہتے ہیں۔ جب اکتوبر ۱۹۴۷ء میں سارے پنجاب میں فسادات ہو رہے تھے اور دہلی شہر بھی ان کی زد میں آ چکا تھا، وہ بھی اپنے گھر سے نکل کر، پہلے پرانے قلعہ دہلی میں رہے پھر وہاں سے بڑی مشکل سے ریلوے اسٹیشن پہنچے اور لاہور جانے کے لیے دوسرے فساد زدہ لوگوں کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ان کے پاس صرف ایک بیگ تھا جس میں چند کپڑے تھے، اس کے علاوہ ایک چھوٹے سائز کا قرآن مجید تھا جس کو

انہوں نے اپنے سینے پر باندھ رکھا تھا۔

گاڑی آہستہ آہستہ چلتی بلکہ رینگتی ہوئی تین دن میں امرتسر پہنچی۔ راستے میں کئی جگہ ہندو اور سکھ بلوائیوں نے حملے کئے اور مسلمانوں کے مال و جان کو نقصان پہنچایا مگر گاڑی کسی نہ کسی طرح آگے بڑھتی رہی لیکن امرتسر کے اسٹیشن پر رات کے وقت پہنچ کر ایسی رکی کہ دن کے نو بج گئے۔ ڈرائیور اور گارڈ کا کہیں پتہ نہ تھا آخر ہندو اور سکھ فوج اور مسلح بلوائیوں کے گروہ اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ جنہوں نے پہلے تو تمام مسلمانوں کو گاڑی سے پلیٹ فارم پر اتار لیا۔ پھر رائفلوں، مشین گنوں اور برین گنوں سے مسلمانوں پر فائر کھول دیا۔ کیا قیامت کا سماں تھا۔ چاروں طرف مسلح ہندو اور سکھ اور درمیان میں نہتے مسلمان مرد، عورتیں اور بچے جو اپنا کوئی دفاع نہیں کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ جس سے ہو سکا وہ زمین پر لیٹ گیا تاکہ گولیوں کی سیدھی بوچھاڑ سے بچ سکے۔ اس وقت اس کے سوا دفاع کا کوئی طریقہ ممکن ہی نہیں تھا، لیکن میرے وہ عزیز کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر میں بھی لیٹ گیا تو اس سے قرآن مجید کی جو میرے سینے سے بندھا ہوا ہے، بے حرمتی ہوگی اور پھر میں خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا کہ میں نے جان کو کچھ عرصہ تک بچانے کے لیے قرآن مجید کو زمین بوس کر دیا اور جیتے جی قرآن کو سرنگوں ہونے دیا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ چاہے میری جان کو کتنا ہی خطرہ کیوں نہ ہو جب تک جان میں جان ہے میں قرآن مجید کو زمین پر نہیں لگنے دوں گا یہ ارادہ کر کے میں گاڑی کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا دو گھنٹے لگاتار گولیاں چلتی رہیں اور میرے دائیں بائیں اور اوپر سے گزرتی رہیں۔ ریل گاڑی کے اس ڈبے کے شیشے چکنا چور ہو گئے جس کے ساتھ میں کھڑا تھا لیکن نہ تو میرا قدم ڈگمگایا اور نہ مجھے کوئی خراش آئی۔ جب فائرنگ بند ہوئی تو میں نے دیکھا کہ جس جگہ میں ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔ اس کے علاوہ اس ڈبے کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو گولیوں سے چھلنی نہ ہو چکا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی ماہر نشانہ باز نے اپنے معمول کو لکڑی کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے اس کے گرد چاقو ڈر کا حصار کھینچ دیا ہو قرآن مجید کا یہ معجزہ مجھے کبھی نہیں بھول سکتا۔ افسوس آج ہم خدا کی یاد میں غافل ہیں ورنہ خدا تو ہر دم ہمارا محافظ و مددگار ہے۔

(پروفیسر عبدالسلام فاروقی۔ سیالکوٹ)

ایک غیر مسلم پر سورۃ فاتحہ کا اثر:

امریکہ میں جب کوئی آدمی بہت زیادہ سکون محسوس کرتا ہے تو کہتا ہے (I am feeling natural high) کہ میں بہت زیادہ سکون محسوس کر رہا ہوں۔ امریکہ کا ایک امیر آدمی تھا جس کی زندگی میں سکون نہیں تھا۔ اس وجہ سے اس کے سر میں اکثر درد رہتا تھا۔

ہمارے ایک دوست ''مسٹر احمد'' کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں وہاں گئے اور ایک مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ اس مکان کے قریب ہی وہاں کے مقامی لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہوئی تھی۔ مسٹر احمد نے بھی وہاں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ تاہم اس امیر آدمی سے اس کی دوستی ہوگئی۔ اس کا مکان بھی قریب ہی تھا۔

ایک دفعہ مسٹر احمد نماز پڑھنے کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو اس انگریز نے پیچھے سے آواز دے کر کہا، مسٹر احمد! مسٹر احمد! ادھر آئیں، میں آپ کو گانا سنانا چاہتا ہوں۔ مسٹر احمد نے کہا، میں گانا سننے سے نفرت کرتا ہوں اور اب میں نماز کے لیے جا رہا ہوں میں نہیں آسکتا۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے۔ پھر وہی بات دوہرائی۔ بالآخر وہ کہنے لگا، مسٹر احمد! میں آپ کو وہ گانا سنانا چاہتا ہوں جو آپ اس مینار سے روزانہ پانچ مرتبہ سنتے ہو۔

مسٹر احمد فرماتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید اذان کی بات کر رہا ہے۔ چناں چہ میں اس کے پاس آ گیا۔ وہ مجھے اپنے گھر میں ایک تنہا کمرے میں لے گیا۔ اس نے اس کمرے میں ٹیبل پر ایک طبلہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے کمرہ بند کر دیا اور طبلہ بجانا شروع کر دیا۔ میں پریشان تھا کہ جماعت کا وقت نکل جائے گا۔ مگر اس نے تھوڑی دیر کے بعد طبلہ کی سر پر ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھنا شروع کر دی۔ میں تو سمجھ گیا کہ حقیقت میں وہ کیا پڑھ رہا تھا۔ اس نے گانے کی سر بنا کر پوری سورۃ فاتحہ پڑھ دی۔ میں نے بعد میں اس سے پوچھا کہ تو نے یہ گانا کس سے حاصل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے بہت زیادہ ذہنی پریشانی رہتی تھی۔ مصر میں مرے ایک مسلمان دوست رہتے ہیں۔ میں نے ان سے اپنی ذہنی پریشانی بیان کی تو انہوں نے مجھے یہ گانا دیا اور کہا کہ جب تمہیں بہت زیادہ پریشانی ہو تو کسی تنہا کمرے میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرو، تمہیں سکون مل جایا کرے گا۔ اس کے بعد جب بھی مجھے کوئی پریشانی ہوتی ہے تو میں اسی طرح یہاں بیٹھ کر یہ گانا گا لیتا ہوں تو مجھے بہت زیادہ

سکون ملتا ہے۔ اور پھر میں اپنے دوستوں کو بتاتا ہوں کہ : (I am feeling natural high) کہ میں قدرتی طور پر بہت زیادہ سکون محسوس کررہا ہوں۔
میرے دوستو! جو لوگ قرآن پاک کو جانتے نہیں، مانتے نہیں اگر وہ اس کتاب کو پڑھتے ہیں تو ان کو سکون ملتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگیوں میں قرآن پاک کے احکام کو لاگو کرلیں تو کیا ہماری پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔

قرآنی معجزہ:

میرے سر صدیق اکبر مخدوم صاحب مرحوم (ایم ایس فزکس علیگ) پاکستان میں گونگے بہرے بچوں کی تعلیم کے بانی تھے۔ ان کو تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بار ہا باہر کے ممالک میں جانا پڑتا تھا۔ انہوں نے کوئی ۲۵ سال پیشتر مجھے ایک ایمان افروز واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ بہت پہلے میں اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں امریکہ کی یونیورسٹی (غالباً کیلیفورنیا) میں مقیم تھا۔ وہاں میں نے ایک مرتبہ کئی امریکیوں کو پاکستانی کھانے کی دعوت دی۔ میں نے کئی پاکستانی ڈشیں اپنے ہاتھ سے تیار کیں۔ یاد رہے ان دنوں بہت کم پاکستانی امریکہ میں رہتے تھے۔ اور پاکستانی کھانے بہت نایاب تھے۔ امریکی دوستوں نے خوب مزے لے لے کر پاکستانی کھانے کھائے اور دل کھول کر داد دی۔ امریکیوں میں ایک ہیڈ لائبریرین بھی مدعو تھی۔ وہ اتنی خوش ہوئی کہ اس نے ہمیں درج ذیل واقعہ سنایا۔
اس نے بتایا کہ آپ لوگ اس یونیورسٹی کی لائبریری کی شاندار عمارت دیکھتے ہیں۔ کوئی ایک صدی پہلے اسی جگہ لائبریری کی بالکل مختلف بلڈنگ تھی۔ اس بلڈنگ میں خدا جانے کس طرح آگ لگ گئی۔ آگ نے پوری عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ کو علم ہے امریکیوں کو بہت زیادہ لائبریریوں سے عشق ہوتا ہے ان دنوں جو ہیڈ لائبرین تھی۔ اس کا کچھ یہی حال تھا۔ چناں چہ اس نے لائبریری میں سے زیادہ سے زیادہ کتابیں بچانے کی بھرپور کوشش کی اور جان پر کھیل کر لائبریری میں گھس گئی۔ ایک شوکیس میں سے اس کے ہاتھ صرف ایک کتاب لگی۔ اندھیرے اور دھوئیں کی لپیٹ میں وہ یہ کتاب کسی نہ کسی طرح باہر لے آئی۔ باہر آ کر اس نے اور دیگر امریکیوں نے دیکھا کہ وہ کتاب قرآن پاک اللہ کی کتاب تھی۔ سبحان اللہ! جب نئی عمارت تیار ہوگئی تو باقاعدہ

ایک شوکیس میں قرآن مجید کے اس مقدس نسخے کو بڑے احترام کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ شوکیس پر اب بھی یہ تحریر موجود ہے کہ تباہ شدہ لائبریری کی جملہ کتابوں میں سے باقی ماندہ صرف ایک کتاب قرآن پاک!

(۱) میرے زخمی لڑکے کا ٹھیک ہو جانا:

میرا ایک لڑکا سڑک کے حادثے میں شدید زخمی ہو گیا، اس کا آدھا سر کچلا گیا اور اس کو مرگی کے دورے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے دماغ کا بڑا آپریشن تجویز کیا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے ہسپتال سے نکلا، صدقہ کیا، دو رکعت نفل نماز پڑھی اور دعا کی۔
اس عمل میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ جب میں واپس ہسپتال پہنچا تو مرگی کے دورے ختم ہو چکے تھے، آپریشن ملتوی کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر آپریشن کے میرے لڑکے کو شفایاب کر دیا۔

(۲) آیت کریمہ کا اثر:

ہمارے ایک پروفیسر کی ہمشیرہ کو چھ ماہ سے بخار تھا، دنیا کے ہر قسم کے ٹیسٹ اور ادویات پچھلے چھ ماہ سے ہو رہے تھے مگر بخار سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ بی بی میرے وارڈ میں داخل ہوئی، میں نے اسے آیت کریمہ پڑھنے کو کہا اور بی بی کو بتایا کہ دوا اس وقت تک اثر نہیں کرے گی جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ پہلے تو بی بی نے پڑھنے سے ٹال مٹول سے کام لیا مگر جب بخار نے تنگ کیا تو دن رات آیت کریمہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین O** کا ورد شروع کیا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام کی برکت سے بی بی کو سات دن کے اندر شفا دے دی۔

ایک پروفیسر کی مہلک مرض سے شفایابی:

ہمارے ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر کو خطرناک قسم کا یرقان کے مرض لاحق ہو گیا۔ اور وہ میرے زیر علاج تھے۔ ایک دن ایسا آیا کہ ان کو میڈیکل بورڈ نے لاعلاج قرار دے دیا۔

یہ بات کسی نے ان پروفیسر صاحب تک پہنچادی تو انہوں نے باآواز بلند رونا شروع کردیا۔ عصر کے وقت وارڈ کی نرس نے بتایا کہ پروفیسر صاحب بہت رو رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا کیوں کہ وہ حافظ قرآن بھی تھے تو میں نے ان کو سورۂ یٰس اور آیت کریمہ کے فضائل سنائے اور بتایا کہ اگر آپ اس کلام کو یقین سے پڑھیں تو مجھے اللہ کی ذات سے یقین ہے کہ آپ کو شفا ہوگی۔

پروفیسر صاحب نے میری بات مان لی اور رات دن سورۂ یٰس اور آیت کریمہ کا ورد کرتے رہے نرسوں نے بتایا کہ نیند میں بھی پروفیسر صاحب قرآن پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان پروفیسر صاحب کو دو ہفتے کے اندر مکمل شفا ہوگئی، اس قسم کے یرقان کا دنیا بھر میں علاج نہیں ہے۔

سورۂ یٰس کے عملی فائدے (چند حقائق):

کتابوں میں تو کئی بار پڑھا کہ جو سورۂ یٰس کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے، جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے، جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہونے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے جو ایسے شخص کے پاس جو نزع میں ہو پڑھے تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو تو اس کو بچہ جننے میں سہولت ہو جاتی ہے میں نے تقریباً تمام اشخاص پر یٰس پڑھی اور ایسے ہی پایا جیسے کتابوں میں پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام کی برکات کا یقین نصیب فرمادے۔ آمین

ایک مریض کا واقعہ جو نزع کی حالت میں تھا:

میرا ایک مریض نزع کی حالت میں تھا، اس کے چہرے کا رنگ نیلا ہو جاتا، آنکھیں تن جاتیں اور بہت ہی اضطراب میں تھا۔ چناں چہ میں نے آہستہ آہستہ سورۃ یٰس پڑھنی شروع کی اور ڈاکٹروں کو علاج کے بارے میں ہدایات دیتا رہا۔ جب میں نے یٰس ختم کرلی تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا سانس بند ہوگیا اور وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

آخر میں میں نے دیکھا کہ دونوں آنکھوں کے آنسو اس کے رخساروں پر گرے اور ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر آئی۔ یٰس پڑھنے سے پہلے وہ بیچارہ بہت ہی مشکل میں تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی برکت سے نزع کی سختی اس پر آسان کر دی۔

ہوائی سفر کے دوران کا ایک واقعہ:

چند سال قبل ملتان سے کراچی فوکر طیارے پر روانگی ہوئی، نصف گھنٹہ بعد ایک سخت طوفان نے ہمارے طیارے کو گھیر لیا۔ فوکر طیارہ ہلکا ہونے کی وجہ سے ہچکولے کھا رہا تھا اور ہر مسافر پریشان تھا۔ چناں چہ میں نے یٰس پڑھنی شروع کی۔ سخت آندھی ہمارے طیارے کو ہندوستان لے گئی۔ وہاں سے وارننگ سگنل ملنے پر پائلٹ نے واپسی کا رخ کیا اور ہم واپس بخیریت ملتان پہنچ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی برکت سے ہمیں واپس اپنے گھروں میں پہنچا دیا ورنہ کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا تھا۔

تکلیف دہ سفر:

ایک دفعہ جماعت کے ساتھ ہم پہاڑوں پر سفر کر رہے تھے کہ گاڑی خراب ہوگئی۔ تمام جماعت روزے سے تھی اور افطاری کا وقت قریب ہو رہا تھا ساتھ پانی کا قطرہ بھی نہ تھا۔ سب ساتھی گھبرا گئے کیوں کہ جنگل اور پہاڑوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہمارے امیر صاحب نے یٰس پڑھنے کو کہا، بھوک پیاس اور ڈر نے ہمیں کافی پریشان کر رکھا تھا۔ سب جماعت نے یٰس پڑھنے میں حصہ لیا ابھی چند منٹ گذرے ہوں گے کہ ایک خالی گاڑی آ کر ہمارے قریب رک گئی اور ہمیں گاڑی میں سوار ہونے کے لیے کہا گیا۔

ہم سب حیران تھے کہ جنگل بیابان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی پیدا کر دی۔ گاڑی کے ڈرائیور سے دریافت کیا تو اس نے بھی عجیب بات بتائی کہ وہ کسی اور طرف جا رہا تھا مگر راستہ بھول کر اس طرف آ گیا۔ چناں چہ ساری جماعت اللہ کے فضل سے بخیریت منزل پر پہنچ گئی۔

ایک ولی اللہ کا واقعہ:

۱۹۵۲ء میں میں ایم بی بی ایس کا طالب علم تھا۔ ملتان کے ایک باغ میں سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی رات کو تقریر تھی۔ میرے والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے، شیخ نے عشاء کی نماز کے بعد تقریر شروع کی اور جب فجر کی اذانیں ختم ہوئی تو ختم کی۔

رات کے تقریباً ایک بجے اکثر لوگ سونے لگے تو شیخ نے سورۂ یٰس کی تلاوت شروع کی اللہ نے شیخ کی زبان میں اتنا اثر رکھا تھا کہ سارا مجمع جاگ اٹھا، اللہ کے کلام میں اتنا اثر تھا کہ لوگ رو رہے تھے۔

اسی اثنا میں سارے مجمع کے اوپر ایک سفید رنگ کا بادل جو درختوں کی بلندی پر تھا، چھا گیا۔ اس بادل میں سفید سفید روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے والد صاحب سے اس بادل کے متعلق پوچھا تو وہ بھی یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ چناں چہ سارے مجمع نے یہ نظارہ دیکھا۔ قریباً ایک گھنٹہ تک یہ بادل لوگوں پر چھایا رہا۔ جب شیخ نے یٰس ختم کی تو یہ بادل یکدم غائب ہو گیا، اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے بتایا کہ اللہ کی دوسری مخلوق اللہ کا کلام سننے آئی تھی یعنی فرشتے۔

ہندو قرآن سن کر مسلمان ہو گئے:

میرے والد صاحب نے بتایا کہ ۱۹۴۲ء میں راجن پور میں شدھی تحریک زور پکڑ گئی۔ ہندو مسلمانوں کو جبراً ہندو بنا رہے تھے۔ چناں چہ چھ یا سات خاندان ہندو بن گئے، سر پر چوٹیاں رکھ لیں اور مندروں میں جا کر بتوں کی پوجا شروع کر دی۔

مسلمانوں میں بہت اضطراب پھیل گیا۔ راجن پور کا ڈاکٹر سکھ تھا۔ A.C ہندو تھا، اور پولیس بھی ہندو تھی۔ مسلمان کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کی میٹنگ ہوئی اور میرے والد صاحب کو سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو لانے کے لیے بھیجا گیا۔

چناں چہ شاہ صاحب جب راجن پور تشریف لائے تو لوگ ان کی تقریر سننے کے لیے بڑی تعداد میں اکھٹے ہوئے شاہ صاحب نے حسب معمول سورۂ یٰس پڑھی۔ اللہ کے اس کلام کا اتنا اثر ہوا کہ نہ صرف مرتد مسلمان خاندان واپس اسلام میں داخل ہوئے بلکہ کچھ ہندو بھی اللہ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔ ہندوؤں پر شاہ صاحب کا رعب چھا گیا۔ اور

شدھی کی تحریک ختم ہوگئی۔

۱۹۴۵ء میں پھر اس تحریک نے سر اٹھایا۔ راجن پور کے مسلمانوں نے پھر شاہ صاحب کو بلانے کا پروگرام بنایا تو ہندو گوشہ نشین ہو گئے اور شدھی تحریک ختم ہوگئی۔

پہلا واقعہ:

یٰس شریف کو اس موقعہ پر کئی بار آزمایا۔ چند سال قبل میری ایک عزیزہ وضع حمل کے لیے لیبر روم میں داخل ہوئی لیڈی ڈاکٹر نے بتایا کہ بچہ الٹا ہے اور تقریباً ۱۲ گھنٹے میں فراغت ہوگی ابھی کافی دیر ہے میں نے یٰس شریف پڑھ کر بی بی کو پلا دی تو آدھ گھنٹے میں بی بی فارغ ہو کر گھر چلی گئی۔

اس کے بعد لیڈی ڈاکٹر نے جب لیبر روم آنے کے لیے نرس کو فون کیا تو نرس نے بتایا کہ وہ بی بی تو فارغ ہو کر گھر بھی چلی گئی۔ اور کوئی بھی دقت پیش نہیں آئی۔ یہ بات سن کر لیڈی ڈاکٹر نے مجھے فون کیا کہ یہ کیسے ہوا؟ میں نے اس کو یٰس شریف والی بات بتائی تو وہ محترمہ حیران رہ گئی۔

دوسرا واقعہ:

چند ماہ بعد اسی طرح میری ایک عزیزہ کا وضع حمل ہونا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر نے تو ۱۲ گھنٹے کا پروگرام بتایا مگر باری تعالیٰ نے یٰس شریف کی برکت سے بخیریت ایک گھنٹہ کے اندر اندر فارغ کرا دیا۔ اور لیبر روم والی سارے حضرات حیران رہ گئے میں نے ان کو یٰس شریف کی برکات بتائیں تو وہ بہت حیران ہوئے۔

اصل بات دین سے دوری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام کا یقین عطا فرمائے۔ آمین

تیسرا واقعہ:

مولانا محمد اسلم رحمہ اللہ نشتر کالج ملتان کے خطیب رہے ہیں۔ ایک دن ان کی زیارت کے لیے گیا تو وہاں ایک غریب آدمی بیٹھا رو رہا تھا اور مولانا رحمہ اللہ کو بتا رہا تھا کہ اس کی بیوی دو دن سے لیبر روم میں داخل ہے اس کا وضع حمل ہونا تھا، بچہ ٹیڑھا ہونے

کی وجہ سے بہت دیر ہوگئی اب ڈاکٹروں نے بڑا آپریشن تجویز کیا ہے علاج پر کافی رقم خرچ کر چکا تھا اور خون کی دو بوتلیں بھی فراہم کرنا تھیں۔

مولانا نے تھوڑا سا پانی میرے سامنے منگا یا یٰس شریف پڑھی اور مریضہ کو پلانے کے لیے روانہ کر دیا۔ اللہ کی شان یہ پانی پلانے کے فوراً بعد وضع حمل ہو گیا اور آپریشن کے تمام پروگرام ختم ہو گئے۔

دو قبائل میں صلح:

تقریباً ۱۲ سال قبل بٹ گرام سے آگے جبوڑی کے علاقے میں ایک جماعت کے ساتھ جانا ہوا۔ ہماری جماعت کے امیر محکمہ حیوانات کے ڈائریکٹر تھے۔ جبوڑی ایک بہت بڑا پہاڑ ہے جس کی مختلف بلندیوں پر پانچ شہر آباد ہیں اور ہر ایک کی علیحدہ مسجد ہے۔

جونہی ہم اس پہاڑ کے قریب ہوئے تو سب سے پہلے پولیس والوں سے ملاقات ہوئی۔ پولیس والے ہمیں دیکھ کر خوش ہوئے اور بتایا کہ یہاں ایک چشمہ پر جھگڑا چل رہا ہے پچھلے اٹھارہ دن سے دو قبائل میں جنگ جاری ہے بیس آدمی مر چکے ہیں۔ لاکھوں روپے کا اسلحہ ضائع ہو چکا ہے۔ یہ خبر ہمارے لیے پریشان کن تھی۔

ہم نیچے والی مسجد میں داخل ہوئے عصر کا وقت تھا۔ نماز پڑھی اور اس کے بعد فائرنگ شروع ہو گئی۔ اوپر پہاڑ والے نیچے والوں پر گولیاں برسا رہے تھے اور نیچے والے چھپ کر اوپر فائرنگ کر رہے تھے جنگ کا سماں تھا۔ تمام جماعت روزے سے تھی مغرب کی اذان دی کوئی بھی مسجد میں نہ آیا۔ ہمارے کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ کھجور کے ایک دانے سے افطاری کی پانی بھی نہ مل سکا۔

تھوڑی دیر کے بعد فائرنگ رک گئی بازار کھل گئے اور ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ دوسرے دن ایس پی، اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ وہاں آگئے۔ ہماری جماعت سے ملے اور کہا کہ پٹھان، جماعت والوں کی بات مانتے ہیں آپ ان دونوں قبائل میں صلح کرا دیں۔ دونوں قبائل کے بزرگوں کو پولیس نے ملایا ہمارے امیر صاحب اور مجھے صلح کرانے کے لیے بلایا گیا ہم دونوں نے فریقین کی بات سنی پھر دونوں کو صلح کی ترغیب دی اللہ کا واسطہ

دیا۔ کئی گھنٹے تک ہم منتیں کرتے رہے، مگر ناکام رہے۔
ایس پی اور اے سی نے آخر تنگ آ کر ان کو دھمکیاں دیں اور ان دونوں قبائل نے ان کو برا بھلا کہا معاملہ اور بگڑ گیا ہم سب بہت پریشان تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ مل رہا تھا۔ آخر مسجد میں واپس آئے تو فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ ہمارے سامنے ایک آدمی مرا پڑا تھا۔ عصر کا وقت ہوا، مغرب گذر گئی۔ عشاء کا وقت گذر گیا کھانے پینے کو کچھ بھی نہ ملا کیوں کہ بازار بند تھے پانی نہ ملتا تھا اس لیے آدھی رات تک بھوک اور پیاس میں گذارہ کیا۔ افطاری کے لیے کچھ نہ ملا۔
آخر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوئے۔ امیر صاحب نے سورۂ یٰس پڑھ کر دعا کرنے کی ترغیب دی، اکتالیس مرتبہ یٰس شریف پڑھ کر رو رو کر ان دونوں قبائل کی صلح کے لیے دعا کی تمام ساتھی رو رہے تھے۔ دعا ختم ہونے پر فائرنگ بھی ختم ہو گئی مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ بازار کھل گئے۔
ہم نے مقامی ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہم فائرنگ کر رہے تھے کہ یکدم خیال آیا کہ ہم کیا کر رہے اس میں کیا فائدہ؟ یہ خیال دونوں قبائل کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ڈالا اور چند شرائط پر دونوں قبائل میں صلح ہو گئی یہ سب کلام اللہ کی برکت کا نتیجہ تھا۔

کھانا کم ہونے کا خوف اور سورۂ یٰس کا اثر:

ایک اور موقع پر گرمیوں کے موسم میں پہاڑوں پر جماعت کے ساتھ جانا ہوا۔ صبح کے وقت ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک پیدل جانا تھا۔ سفر لمبا تھا ہر ایک نے اپنا اپنا سامان سر پر اٹھایا اور چلنا شروع کر دیا۔ کیوں کہ رمضان کا مہینہ تھا اس لیے آٹا چاول وغیرہ نہ خریدے، مشورے میں یہ طے پایا کہ جہاں جا رہے ہیں وہاں سے خرید لیں گے۔
دوپہر کے وقت نئی پہاڑی پر پہنچے، صرف پانچ مکان اور ایک مسجد تھی، کیوں کہ کھانے پکانے کا نظام میرے ذمہ تھا میں نے راشن چیک کیا تو ایک آدمی کے راشن سے بھی کم چاول اور دال تھی۔ دکان کی تلاش میں نکلے تو معلوم ہوا کہ یہاں تو کوئی دکان نہیں راشن وغیرہ تو اسی پہاڑی پر ملے گا جو ہم صبح کے وقت چھوڑ آئے تھے۔ ہمارا رہبر ہمیں نئی

پہاڑی پر چھوڑ کر واپس چلا گیا اب واپس جانا بھی ناممکن تھا۔
عصر کے وقت چار آدمی اور آ گئے اور انہوں نے رات ہمارے ساتھ ٹھہرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اب جماعت میں کل پندرہ آدمی تھے جن کی افطاری اور سحری کا انتظام کرنا تھا۔ میں بہت ہی پریشان بیٹھا تھا۔ امیر صاحب سے مشورہ کیا انہوں نے میری پریشانی دیکھ کر کھانا پکانے کا چارج لے لیا اور مجھے اور میرے ایک ساتھی کو ساتھ والے جنگل میں جانے کو کہا وہاں سے ہمیں تھوڑے سے جنگلی شہتوت اور زیتون زمین پر پڑا ہوا ملا اٹھا کر لے آئے اور افطاری اس سے کی۔

اب امیر صاحب نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ میں کروں آپ دیکھتے رہیں پوچھیں نہیں کہ کیا کر رہے ہو اور جو کہوں وہ کرو۔ امیر صاحب نے دو بڑے دیگچے پانی سے بھر کر چولہوں پر چڑھا دیئے، ایک میں بس ایک چھٹانک دال چنا اور دوسرے میں دو چھٹانک کے قریب چاول ڈال کر کچھ پڑھنا شروع کیا، اور کھانا تیار ہونا شروع ہو گیا۔
مغرب کی نماز کے بعد دستر خوان لگایا گیا اور پندرہ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، سحری کے وقت بھی امیر صاحب کچھ پڑھ رہے تھے اور دونوں دیگچے چولھوں پر چڑھے ہوئے تھے، چناں چہ سحری بھی پندرہ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھائی۔
فجر کی نماز اور دوسرے اعمال سے فارغ ہو کر جب میں نے دیگچے کھولے تو ان میں دال اور چاول ابھی تک بچے ہوئے تھے، جب سب معمولات سے فارغ ہو گئے تو امیر صاحب نے بتایا کہ آپ کتابوں میں تو پڑھتے ہیں کہ جہاں کھانا کم ہونے کا ڈر ہو یٰس شریف پڑھو۔ آج آپ لوگوں نے اس کا عملی نمونہ دیکھ لیا۔

لاعلاج بچے کا قرآنی علاج:

حضرت مدنی رحمہ اللہ، جن اکابر سے میں نے قرآن وحدیث پڑھی ہے وہ سورۂ فاتحہ کا جب ذکر خیر آتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں سب کو اجازت دیتا ہوں اور آپ بھی اجازت دیجیے کیوں کہ اجازت دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عامل کی قوت ارادی اس میں مؤثر ہوتی ہے جوان کے ایمان کی قوت ہے اگر اجازت ہو وہ نیچے مستقل ہوتی جاتی ہے بہر حال یہ سورۂ فاتحہ آپ آزمائیں۔

یہاں سامنے اسکول میں ایک ماسٹر صاحب پڑھاتے تھے، ماسٹر اقبال صاحب اب وفات پا گئے ہیں، ہمارے محلے میں رہتے تھے ان کا بچہ بالکل سوکھ کر لاغر ہو گیا، ڈاکٹروں نے کہا اس پر زیادہ پیسے نہ خرچ کیجیے، یہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے، آرام سے اس کی جان نکلنے دیجیے، چھوٹا سا بچہ تھا، ڈاکٹروں نے مایوس کر دیا، ویسے ماسٹر اقبال صاحب ہمارے عقیدے کے نہیں تھے، دوسرے خیال کے تھے، انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم اس بچے کو حضرت کے پاس لے جاؤ۔ وہ بچاری بچے کو لے کر ہمارے ہاں آئی تو والدہ مرحومہ نے فرمایا کہ میں قرآن شریف پڑھا کرتی ہوں اور اس میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھا کرتی ہوں تم چالیس دن اس بچے کو پانی پلادو انشاء اللہ، اگر اللہ نے زندگی رکھی ہے تو تم ڈاکٹر کی پرواہی نہ کرو۔ وہ بچاری رو رہی تھی کہ یہ تو بس اب ختم ہے خدا کی شان پہلے دن، دوسرے دن، تیسرے دن فرق پڑتے پڑتے چالیس دن کے بعد بچہ بالکل بھلا چنگا تندرست ہو گیا اور اب وہ دکان کرتا ہے، مجھے ملتا ہے، اللہ کی قدرت مجھے یاد ہے کہ جب چالیس دن گزر گئے تو وہ پھل اور ہار (جس میں نوٹ پروئے ہوئے تھے) والدہ مرحومہ کو پہنانے کے لیے لے کر آئی تو حضرت نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے کہا جی وہ بچہ تھا، سب ڈاکٹروں نے ان بچاروں کو مایوس کر دیا تھا آج یہ الحمدللہ چالیس دن کے بعد بالکل توانا اور صحت مند ہے وہ خاتون کہنے لگی کہ یہ میں والدہ صاحبہ کے کپڑے اور یہ ہار خوشی سے لائی ہوں، حضرت نے فرمایا چوں کہ اللہ کا کلام پڑھ کر دم کیا گیا، کوئی دنیا کا کام نہ تھا نہ اس پر کوئی دمڑی پائی خرچ ہوئی، اس لیے یہ ہار اور یہ کپڑے بالکل اس وقت جائز نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولا تشتروا بایتی ثمناً قلیلاً (البقرۃ:۴۱)

''میری آیتوں کا مول نہ لو۔''

ہم نے تو تمہیں کوئی دوا نہیں دی، کوئی دارو نہیں دیا، کلام اللہ یہ پڑھتی تھیں، تم نہ بھی آتیں تب بھی انہیں پڑھنا تھا، اثر اللہ کے کلام نے کیا، تم خدا کا شکر ادا کرو لیکن اس وقت قطعاً ایک پائی بھی ہمارے اوپر حرام ہے وہ مانتی ہی نہیں تھیں، اوپر حرام ہے وہ مانتی ہی نہیں تھیں، سمجھتی ہی نہیں تھیں کہ جہاں جہاں گئے ہیں تعویزوں کے پیسے لیتے ہیں بہر حال بیچاری جاہل عورت تھی حضرت نے نہیں لینے دیے اسی طرح سینکڑوں واقعات

ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی سورۂ فاتحہ کو آزمانے کی توفیق دیں تو ضرور آزمائیں میری طرف سے سب کو اجازت ہے بلکہ جازت دینے کی بھی اجازت ہے چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ روزانہ مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے اگر میم کے نیچے زیر لگا کر اور الحمدللہ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بہت اچھا ہے یعنی **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ** اس سورۂ کی سات آیتیں ہیں اور ہر دفعہ میم کے نیچے زیر لگا کر ملا کر پڑھیں گے تو اس کے اثرات بہت زیادہ ہوں گے۔ (حوالہ مجلس ذکر)

قرآن کریم کا ایک عجیب معجزہ:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایسا عظیم الشان کلام ہے جس کے معجزے ہر دور میں نظر آتے رہے، ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ اس عاجز کو امریکہ میں کچھ وقت گزارنے کا موقعہ ملا۔ اس وقت مصر کے مشہور قاری عبدالباسط، جن کی کیسٹیں آپ اکثر سنتے رہتے ہیں، وہ بھی وہاں تشریف لائے۔ کچھ ایسا سلسلہ بنا کر مختلف محفلوں میں وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے اور یہ عاجز کہیں اردو میں کہیں انگلش میں، جیسا مجمع ہوتا تھا اسی کے حساب سے کچھ باتیں عرض کر دیا کرتا تھا۔ اسی انداز سے مختلف جگہوں پر پروگرام ہوتے رہے۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ قاری عبدالباسط کتنا ڈوب کر قرآن پڑھتے تھے۔ اللہ کریم نے ان کو آواز بھی ایسی دی تھی کہ جو ان کی زبان سے قرآن سنتا تھا وہ عش عش کر اٹھتا تھا۔ ان کو اس عاجز سے اتنی محبت تھی کہ وہ میرا نام لے کر مجھ سے بات نہیں کرتے تھے، بلکہ جب بھی بات کرنا ہوتی تو وہ مجھے "رجل صالح" کہہ کر بات کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا، قاری صاحب!! آپ اتنا مزے کا قرآن مجید پڑھتے ہیں، آپ نے بھی کبھی قرآن مجید کا معجزہ دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگے، قرآن کا ایک معجزہ؟ معلوم نہیں کہ میں نے قرآن مجید کے سینکڑوں معجزے آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا، کوئی ایک تو سنا دیجیے۔ تو یہ واقعہ انہوں نے خود سنایا۔

قرآن پاک کی تاثیر کا ایک واقعہ:

قاری صاحب فرمانے لگے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب جمال عبدالناصر مصر کا

صدر تھا۔ اس نے رشیا (روس) کا سرکاری دورہ کیا۔ وہاں پر کمیونسٹ حکومت تھی۔ اس وقت کمیونزم کا طوطی بولتا تھا۔ دنیا اس سرخ انقلاب سے گھبراتی تھی۔ دنیا میں اس کو ریچھ سمجھا جاتا تھا۔ آج تو اس سپر پاور کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی برکت سے صفر پاور بنا دیا ہے...... جمال عبدالناصر ماسکو پہنچا۔ اس نے وہاں جا کر اپنے ملکی امور کے بارے میں کچھ ملاقاتیں کیں، ملاقاتوں کے بعد انہوں نے تھوڑا سا وقت تبادلہ خیالات کے لیے رکھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ آپس میں گپیں مارنے کے لیے بیٹھ گئے۔ جب آپس میں گپیں مارنے لگے تو ان کمیونسٹوں نے کہا، جمال عبدالناصر! تم کیا مسلمان بنے پھرتے ہو، تم ہماری سرخ کتاب کو سنبھالو۔ جو کمیونزم کا بنیادی ماخذ تھا، تم بھی کمیونسٹ بن جاؤ، ہم تمہارے ملک میں ٹیکنالوجی کو روشناس کرا دیں گے، تمہارے ملک میں سائنسی ترقی بہت زیادہ ہو جائے گی اور تم دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ اسلام کو چھوڑو اور کمیونزم اپنا لو۔ جمال عبدالناصر نے انہیں اس کا جواب دیا تو سہی مگر دل کو تسلی نہ ہوئی۔ اتنے میں وقت ختم ہو گیا اور واپس آ گیا۔ مگر دل میں کسک باقی رہ گئی کہ نہیں مجھے اسلام کی حقانیت کو اور بھی زیادہ واضح کرنا چاہیے تھا، جتنا مجھ پر حق بنتا تھا میں اتنا نہیں کر سکا۔ دو سال کے بعد جمال عبدالناصر کو ایک مرتبہ پھر رشیا (روس) جانے کا موقعہ ملا۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے صدر کی طرف سے لیٹر ملا کہ آپ نے تیاری کرنی ہے، اور میرے ساتھ ماسکو جانا ہے، کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ قاری عبدالباسط کی تو ضرورت پڑے سعودی عرب میں، عرب امارات میں، پاکستان میں، جہاں مسلمان بستے ہیں۔ ماسکو اور رشیا جہاں خدا بیزار لوگ موجود ہیں دین بیزار لوگ موجود ہیں وہاں قاری عبدالباسط کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ خیر تیاری کی اور میں صدر صاحب کے ہمراہ وہاں پہنچا۔

وہاں انہوں نے اپنی میٹنگ مکمل کی۔ اس کے بعد تھوڑا سا وقت تبادلہ خیالات کے لیے رکھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے کہ اس مرتبہ جمال عبدالناصر نے ہمت سے کام لیا اور ان سے کہا کہ یہ میرے ساتھی ہیں جو آپ کے سامنے کچھ پڑھیں گے، آپ سنئے گا۔ وہ سمجھ نہ پائے کہ یہ کیا پڑھے گا۔ وہ پوچھنے لگے کہ یہ کیا پڑھے گا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ قرآن پڑھے گا۔ انہوں نے کہا، اچھا پڑھے۔ فرمانے لگے کہ مجھے اشارہ ملا اور میں نے پڑھنا شروع

کیا۔ سورۂ طٰہٰ کا وہ رکوع پڑھنا شروع کر دیا جسے سن کر کسی دور میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ایمان لے آئے تھے۔

مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى .... اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ

فرماتے ہیں کہ میں نے جب دو رکوع تلاوت کر کے آنکھ کھولی تو میں نے قرآن کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سامنے بیٹھے ہوئے کمیونسٹوں میں سے چار یا پانچ آدمی آنسوؤں سے رو رہے تھے۔ جمال عبدالناصر نے پوچھا، جناب! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم تو کچھ نہیں سمجھے کہ آپ کے ساتھی نے کیا پڑھا ہے مگر پتہ نہیں کہ اس کلام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ ہمارا دل موم ہو گیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگ گئیں۔ اور ہم کچھ بتا نہیں سکتے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا، سبحان اللہ، جو قرآن کو مانتے نہیں، قرآن کو جانتے نہیں اگر وہ بھی قرآن سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کی طاقت کا عجیب واقعہ:

ایک مرتبہ یہ سیہ کار سفینہ حجاز سے سفر عمرہ و زیارت پر روانہ ہوا تو کچھ رقم تھی جو زادِ راہ کے طور پر پاس تھی۔ عدن سے گزر کر خیال آیا تو اپنی اہلیہ محترمہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا آپ ہی کے پاس تھی۔ میرے دل کو ذرا سی بھی بے اطمینانی نہ ہوئی، بچے سو رہے تھے، میں نے سورۂ والضحیٰ پڑھنا شروع کی اور چلنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے ایک پرانی جراب آئی تو یاد آیا کہ وہ رقم اس میں رکھی تو تھی۔ پھر تصور میں ایک ڈرم نظر آیا میں نچلی منزل پر چلا گیا وہاں ایک خلاصی بیٹھا تھا، کہنے لگا یہاں کوئی نہیں ہے، میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور غسل خانے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا، اس نے کہا ذرا ٹھہریئے، میں نے پھر توجہ نہ کی اور اندر چلا گیا۔ سورۂ والضحیٰ کا ورد جاری تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ڈرم کونے میں موجود ہے، اس کے اندر کچرا وغیرہ بھرا ہوا تھا، میں نے جھک کر دیکھا تو وہی جراب پانی میں لت پت موجود تھی۔ اس کو اٹھایا اور لے کر باہر نکل آیا وہ خلاصی جلدی سے

اندر گیا۔ ڈرم اٹھا کر جمع شدہ کچرا سمندر میں پھینک دیا اور ڈرم خالی کر کے پھر وہیں رکھ دیا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو جو بھی نوٹ یا سکے آئے اس کو دے دیئے وہ میرے پاؤں پر گر پڑا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کہا دیکھو بھائی! ہمارے مذہب میں اس طرح کرنا گناہ ہے۔ سجدہ اور رکوع خداوند تعالیٰ کا حق ہے۔ اگر دو منٹ دیر ہو جاتی یا اس خلاصی کے کہنے سے میں رک جاتا تو وہ رقم سمندر میں چلی گئی ہوتی۔ اس کا خیال یہی ہوگا کہ ان کے اندر جانے سے پہلے میں صفائی کر دوں، اہلیہ محترمہ کو بتایا تو وہ حیران رہ گئیں اور اللہ کا شکر ادا کیا پھر صابن سے دھو کر صاف کر کے سکھاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کس قدر طاقت ہے! سبحان اللہ۔

(حوالہ: جانشین شیخ التفسیرؒ کے تبلیغی دورہ اٹک، اکوڑہ خٹک اور نوشہرہ کے تاثرات (رتبہ مؤلف) مطبوعہ خدام الدین ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء)

باب نمبر: ۳

یورپی تہذیب کی تباہی کے
عبرت ناک واقعات

برطانیہ میں ۵ برس کے بچوں کو بے حیاء بنانے کا منصوبہ:

دارالعلوم کی ہیلتھ سلیکٹ کمیٹی نے کہا ہے کہ سکولوں میں ۵ برس کی عمر کے بچوں کو جنسی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ زندگی میں بعد اذاں لڑکیوں کے حاملہ ہونے کے خطرات کو کم کیا جا سکے۔

برطانیہ میں آٹھ، نو سال کے بچوں کو جنسی تعلیم دینے اور جنس کی تفصیلات سے واقف کرانے پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے دونوں گروپوں کا بھرپور اتفاق ہے اور برطانوی وزیر تعلیم بھی تقریباً اس پر حامی بھر چکے ہیں چند دن قبل ایک مشہور برطانوی گویا کے ایڈز میں مبتلا ہونے اور مرنے سے دو دن قبل اپنے فحش افعال کا اعتراف کرنے کی خبریں بہت عام رہی ہیں۔ عالمی خبروں اور برطانوی اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئیں تھیں۔ جس سے برطانوی مفکروں کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دی گئی ہے کہ فحش افعال پر پابندی لگانے کے بجائے ایڈز سے بچاؤ کا واحد طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے معصوم ذہنوں کو جنس سے واقف کرا دیا جائے تاکہ وہ سب کچھ کر سکیں اور ایڈز سے بچ جائیں۔ سمندروں میں چھلانگ تو لگائیں مگر کپڑے نہ بھیگیں۔ آگ میں کود پڑیں مگر بدن زخمی اور جلنے نہ پائے۔

ابھی کل تک تو اسی بات کا رونا رویا جا رہا تھا کہ بارہ تیرہ سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسیات سے واقف کرایا جائے تاکہ عفت و عصمت کی خرید و فروخت کا دروازہ کھل جائے۔ ان کی ہمت افزائی کے لیے گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کی اصطلاح جاری کی گئی۔ مانع حمل آلات کی سپلائی کے عام اور مفت دینے کے مطالبے کئے گئے۔ عصمت کی خرید و فروخت کو قانونی قرار دینے کے لیے دارالعلوم میں بل پیش کرنے کے منصوبے

بنائے گئے جب دوستی اور فحاشی کے ثمرات برآمد ہونے لگے تو زانیہ کو کنواری ماں کا اعزاز بخشا گیا۔ الگ مکان اور رقوم کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ اور آزادی کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا اس کی ہر طرح حوصلہ افزائی ہوتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکے اور لڑکیاں اسکول اور کالج جانے کی بجائے ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ اسقاط حمل ہونے لگے اور نئی نئی بیماریوں نے برطانوی مفکروں کو ایک عجیب مخمصے میں مبتلا کر دیا۔ اس کے باوجود بھی والدین کو اپنے نونہالوں کے ان گندے کرتوتوں پر شرم آنے کی بجائے فخر ہونے لگا اور ماں باپ کی موجودگی میں بھی دل بستگی کا سامان پیدا کر لینا کوئی عیب کی بات نہ رہی۔

لیکن اب معاملہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا نہیں کہ جنہیں سائنس یا ایڈز کی خطرناک بیماری کے علاج اور سد باب کے بہانے ان غلط راہوں کو انتخاب کرنے پر مجبور کیا گیا تھا بلکہ اب معاملہ ان معصوم بچوں کا ہے جو ابھی پانچ سال کے ہیں۔ مگر مغربی معاشرے کے یہ بوجھ بجھکو فیصلہ فرما رہے ہیں کہ ان بچوں کو بھی جنسی تعلیم دی جائے اور جنسیات کے موضوع پر کچھ بتلا دیا جائے۔ نتیجہ واضح ہے کہ یہی معصوم بچے ابھی سے شرم و حیا کا لباس اتار کر بے حیائی و بدتمیزی کی راہ اپنالیں گے اور کل کو یہی قوم کے ناسور اور گندے کیڑے بن جائیں گے۔

امریکی لڑکیاں تباہی کی طرف:

مرسی کا المیہ تمام امریکہ کی نوجوان نسل کا المیہ ہے امریکہ کی یہ نوجوان نسل معاشرے کی عائد کردہ پابندیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نسل کا کہنا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا تھا اور موجودہ تمام پابندیاں جو لگائی گئی ہیں خود انسان نے اپنے آپ پر لگائی ہیں۔ اگر ان ''مصنوعی'' پابندیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ تو انسان بہت خوش رہ سکتا ہے۔ دنیا میں خوشی امن اور سکون ہوگا۔ اور انسان انسان کا خون نہیں بہائے گا.........قدرت کی بنائی ہوئی دنیا میں پیسے کو کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مرسی ۱۷ سال کی حسین وجمیل بھولی بھالی لڑکی تھی۔ اس کی نیلی اور غلافی آنکھیں اور بھورے بال دیکھنے والے کو بھولپن کا ایک عجیب احساس دلائی تھیں۔ آج مرسی گھر سے

بھاگی ہوئی ہے نیویارک کے "ہپی لینڈ" میں زندگی گزار رہی ہے۔ وہ امریکہ کے شدید ترین نشوں کی عادی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اب شدید سے شدید نشہ بھی اس پر اثر نہیں کرتا تاہم اس کے جسم میں اتنی نشے والی اشیاء جا چکی ہیں کہ بغیر نشہ کے بھی ہر وقت نشہ میں چور رہتی ہے۔ مرسی کا المیہ تمام امریکہ کا المیہ ہے۔ نشے کے سہارے تمام دنیاوی بندھنوں سے آزاد زندگی گزارنے والے ان بچوں کو "ہپی" کے نام سے پکارا جاتا ہے کیوں کہ ان کا کہنا ہے۔ کہ وہ دنیا کو خوشی مہیا کرنے آئے ہیں۔ وہ امریکہ کی گولیوں اور راکٹوں کو پھولوں اور نشہ آور گولیوں سے تبدیل کرنے کے خواہش مند ہیں۔

مرسی نے جب اپنے گھر بار کو خیر باد کہا۔ اس وقت وہ بہت شرمیلی اور گھریلو لڑکی تھی۔ جس نے ایک کچھوا پال رکھا تھا۔ جسے اس کے باپ نے ہلاک کر دیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد اس کے باپ نے اسے سزا دینے کے لیے اس کی آلوؤں اور خربوزوں کی کیاریاں اجاڑ دیں۔ مرسی کا باپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس پر چیخا کرتا تھا مرسی کا ایک لڑکا دوست تھا۔ لیکن اس کے باپ کو اس کے لمبے بال پسند نہیں تھے۔ اس لیے اسے گھر سے نکال دیا۔ چناں چہ مرسی نے اپنی اس زندگی کو خیر باد کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ سترہ سال کی عمر ہونے سے قبل ہی اس نے اپنے کچھ کپڑے اپنے سوٹ کیس میں رکھے اور اپنی بلی کو لے کر گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ راستے میں بلی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیوں کہ مرسی خود ہی بھوکی رہتی تھی۔ وہ بلی کا پیٹ کہاں سے بھرتی۔ مرسی کا کہنا ہے کہ اسے اپنی بلی سے بے پناہ عشق تھا۔ نیویارک کے "ہپی لینڈ" میں مرسی موٹر سائیکل پر سواری کرنے والے ایک گروہ کے ہاتھ لگ گئی۔ یہ گروہ خود کو "دھتکارے" ہوئے کہنے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ یہ لوگ ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتے ہیں اس لیے مرسی وہاں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی۔ مرسی کو نشے سے بہت خوف آتا تھا۔

یہاں سے بھاگ کر مرسی ایک ۲۸ سالہ جوان کے ہاتھ لگی جو ہر قسم کے نت نئے نشے مہیا کرنے کا کاروبار کرتا تھا۔ اس نے مرسی کو ہر قسم کا نشہ مفت مہیا کرنا شروع کر دیا۔ چناں چہ کچھ ہی عرصہ بعد مرسی چرس، بھنگ، افیون، گانجا، ایس ٹی پی، ایل ایس ڈی مارینا اور تھیاڈرین کی عادی ہو گئی۔ مرسی کا یہ المیہ امریکہ کی تمام نوجوان نسل کا المیہ ہے آج امریکہ میں میں ہپی لڑکے اور لڑکیاں شہروں میں جنگلوں میں، غاروں میں غرض ہر

جگہ ہپی لینڈ بنا کر زندگی گذار رہے ہیں۔
ان بستیوں میں کسی قسم کے قانون اور کسی قسم کی پابندی کا گذر نہیں ہوا ہے۔ جانوروں کی طرح جنسی تعلقات عام ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی شرم نہیں کی جاتی۔ دنیا کی اس سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ قوم کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں نشے میں چور ایک دوسرے کی بانہوں میں نڈھال پڑے رہتے ہیں وہ اپنے اس نشے سے کبھی کبھی ہوش میں آتے ہیں۔ اور وہ ہوش بھی بے ہوشی ہی کے برابر ہے۔ یہ لوگ نہانے دھونے اور کپڑوں کے استعمال سے بے نیاز ہیں۔ حجام کا ان کی زندگی میں کوئی تصور نہیں ہے بس ایک گونہ بے خودی انہیں دن رات چاہئے...... کون جانے وہ ان نت نئے نشوں کے استعمال سے اپنی زندگی کا کونسا پہلو چھپانا چاہتے ہیں۔ وہ کس چیز سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ کسی کو معلوم نہیں البتہ یہ سب کہتے ہیں کہ ہم دنیا کو امن اور خوشی کا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

زخموں کے رنگ:

مرسی ان نشوں کے عادی ہونے کے بعد ''ہپی لینڈ'' کا ایک اہم جزو بن چکی ہے۔ لیکن اس کی مشکلات صرف نشوں پر ہی ختم نہیں ہوئیں بلکہ یہ تو اس کی مشکلات کی ابتدا تھی ایک بار سفر کے دوران مرسی چلتی کار سے گر پڑی۔ اور اس کی ٹانگ کو لہے پر سے اتر گئی۔ اس کے ۲۸ سالہ ''استاد'' نے اس کی ٹانگ چڑھانے کی کوشش کرنے سے قبل اسے مارفین کا انجکشن لگایا۔ لیکن ٹانگ کا جوڑ چڑھ نہ سکا اور ٹانگ گلنے لگی۔ مرسی اور اس کے استاد دونوں کا خیال تھا کہ اس کے زخموں کے رنگ بہت خوبصورت تھے۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا۔ کہ یہ ایک ناسور ہے''
ٹانگ میں کیڑے پڑ چکے ہیں۔ مرسی دو ہفتے تک ہسپتال میں رہی وہاں سے چھٹی ہونے پر وہ نیوز پورٹ کے میلہ میں شرکت کے لیے گئی۔ اس وقت وہ مارفین کی بھی عادی ہو چکی تھی۔ جب سے اب تک مرسی ۲۵ مختلف ہاتھ بدل چکی ہے۔ اسے جب کھانے کو کچھ ملتا ہے۔ تو کھا لیتی ہے۔ سڑکوں پر بھیک مانگتی ہے۔ اگر کپڑوں کی ضرورت محسوس ہو تو ''ہپی لینڈ'' کے اسٹور سے مفت کپڑے حاصل کرتی ہے۔ نشے کے لیے اس کے

دوست غم خوار بہت ہیں اور اسے ہر قسم کا نشہ مفت ملتا ہے۔

وہ کہتی ہے۔اب نشے کے لیے میں زندہ ہوں۔۲۴ گھنٹے نشہ میں مدہوش رہتی ہے اور انہیں مزید تیز کرنے کے لیے کوڈین استعمال کرتی ہے۔۔۔۔۔مرسی کی منہ سے نکلا ہوا ہر دوسرا لفظ نشہ ہوتا ہے۔

امریکی کتا:

پچھلے برس اسی موسم میں سان فرانسسکوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے پورے امریکی معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا، لوگ گھروں سے باہر آ گئے، انتظامیہ چیخ اٹھی اور قانون وانصاف کے ادارے تلافی کے لیے دوڑ پڑے۔واقعہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ایک گھر میں تین ''افراد'' رہتے تھے، ۳۲ سالہ بل، اس کا آٹھ برس کا بیٹا جم اور ان دونوں کا مشترکہ کتا ٹم، ایک اتوار کو بل اور ٹم (کتا) کرکٹ کھیل رہے تھے۔بل شارٹ لگاتا، ٹم بھاگتا ہوا جاتا اور بال منہ میں اٹھا کر لے آتا۔بل اسے پھر ٹھوکر مارتا اور ٹم اس کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوتا۔کھیل ہی کھیل میں کسی بات پر ٹم ناراض ہو گیا، اس کی حیوانی خصلت بیدار ہو گئی۔اس نے بال کے پیچھے بھاگنے سے انکار کر دیا اور لان میں ایک طرف بیٹھ کر غرانے لگا۔اسی اثناء میں ننھا جم گھر میں داخل ہوا اور حسب معمول کتے کو ''کس'' کرنے کے لیے اس کی طرف بھاگا، ٹم بری طرح چڑا بیٹھا تھا، جوں ہی جم ٹم کے قریب پہنچا، کتے نے چھلانگ لگائی اور اپنے تیز نکیلے دانت جم کے گال پر گاڑ دیئے۔بچے نے چیخ ماری، بل بلا لے کر فوراً اس کی طرف دوڑا لیکن اس کے پہنچنے تک ٹم جم کا ایک گال چبا چکا تھا۔ بل آخر باپ تھا، بیٹے کا زخم برداشت نہ کر سکا۔ایک ہی لمحے میں اس کی پدرانہ محبت کتے سے انسیت پر غالب آ گئی۔اس نے اشتعال میں بلا ہوا میں لہرایا اور ٹم کے سر پر دے مارا، کتے کے منہ سے عف کی آواز نکلی، وہ فرش پر گرا پڑا، اس نے ٹانگیں پھیلائیں، چند تیز تیز سانس لیے اور جان دے دی۔

بل کا ایک ہمسایہ باڑ کے پیچھے سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، اس نے فوراً مجاز اتھارٹیز کو فون کیا، ابھی بل بیٹے کے زخم دھو ہی رہا تھا، پولیس موقع واردات پر پہنچ گئی، جائے وقوعہ کی تصاویر لیں، آلہ قتل برآمد کیا، مجرم کے فنگر پرنٹس لیے، زخمی بچے کو ہسپتال داخل کر

آیا، جب کہ بل کو گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا، اگلے رز جب یہ واقعہ اخبارات میں شائع ہوا تو پورا امریکی معاشرہ سراپا احتجاج بن گیا، جانوروں کے حقوق کی تنظیموں نے جلوس نکالے، عوام نے قاتل کو پھانسی چڑھانے کا مطالبہ کیا اور اخبارات نے اس ظلم پر اداریئے لکھے، آنے والے دنوں میں یہ احتجاج اتنی بڑی تحریک کی صورت بن گیا کہ امریکی انتظامیہ سارے کام چھوڑ کر ''بل ٹم کیس'' نمٹانے پر مجبور ہوگئی۔ عدالت میں بل اور ٹم کے وکلاء نے دلائل کے انبار لگا دیئے بل کا ذہنی معائنہ کرایا گیا، انسانی جذبات اور اشتعال کے ماہرین سے رائے لی گئی، گواہوں کے طویل بیانات ہوئے جس کے بعد جیوری نے بل کو نفسیاتی مریض قرار دے کر معاف کر دیا تاہم اسے باقی زندگی کتوں کے حقوق کے لیے وقف کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔

اس سارے کیس کا سب سے خوبصورت پہلو کیلیفورنیا کے ایک اخبار کا سروے تھا جس میں سٹیٹ کے چار لاکھ شہریوں نے شرکت کی، اخبار کے مطابق سروے میں شریک ۳ لاکھ ۱۶ ہزار ۱۴۳ افراد کا کہنا تھا وہ اس سانحے کے بعد بے خوابی کا شکار ہو چکے ہیں کیوں کہ وہ جونہی آنکھیں بند کرتے ہیں، ان کے تخیل میں ٹم آ جاتا ہے اور اس کی حسرت اور یاس سے بھری آنکھیں ان سے سوال کرتی ہیں، میرا جرم تو اتنا خوفناک نہیں تھا، مجھے کیوں مارا گیا، کیا اس ملک میں جانوروں کے لیے لڑنے والا کوئی شخص نہیں بچا؟

جب امریکہ میں بل ٹم کیس چل رہا تھا تو میں نے سان فرانسسکو میں مقیم اپنے ایک دوست سے اس کی ساری تفصیلات منگوائیں، اس نے کمال مہربانی کرتے ہوئے مجھے نہ صرف مقتول ٹم کی تصاویر بھجوا دیں بلکہ ان دلائل کی کاپیاں بھی روانہ کر دیں جو ٹم کے وکیل نے بل کو قاتل ثابت کرنے کے لیے عدالت میں دیئے تھے۔ میں یہ سارا مواد اپنی کتابوں کی الماری میں رکھ کر بھول گیا، آج صبح میں نے سال بعد عراق پر امریکی حملوں کے بارے میں ایک رپورٹ کی تلاش میں الماری کھولی تو آنجہانی ٹم کی تصویر پھسل کر میرے قدموں میں آ گری۔

میں نے ٹم کی نم ہونے والی آنکھوں سے پوچھا ''یار ٹم ۲۸ گھنٹوں میں عراق پر ۲۰۰ حملے ہوئے، بی ون طیاروں سے بغداد کے گھروں اور ہسپتالوں پر دو ہزار بم گرائے گئے برطانوی جہازوں نے مظلوم، کمزور اور نہتے شہریوں پر ۵ سو کروز میزائل پھینکے، سینکڑوں

لوگ مر گئے، سینکڑوں ہی زخمی ہوئے لیکن سان فرانسسکو سے نیویارک تک اور واشنگٹن سے لاس اینجلس تک کیوں کسی شخص نے احتجاج نہیں کیا، کسی نے شیم شیم کے نعرے کیوں نہیں لگائے، کیوں، آخر کیوں؟" ٹم نے پلکیں اٹھائیں، اس کی مردہ پتلیوں میں روشنی کوندی، اس کی ڈھلکی گردن میں حرکت بیدار ہوئی، اس نے اپنے پنجے سیدھے کئے اور ایک قہقہہ لگا کر بولا، "اس لیے میرے دوست کہ عراق میں انسان تھے ٹم نہیں، مسلمان تھے کتے نہیں۔" (بشکریہ "روزنامہ جنگ")

نیند کیوں خراب کی؟ بیٹے نے ماں کو مار ڈالا:

بیجنگ (فارن ڈیسک) رات کو نیند میں خلل ڈالنے کی وجہ سے مشتعل ہونے والے چینی باشندے نے اپنی ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اسٹیٹ میڈیا کی رپورٹ کے مطابق چین کے رہائشی ۲۰ سالہ شخص زی کی نیند رات کے ایک بجے اس وقت خراب ہوگئی جب اس کی والدہ اور ایک ٹیکنیشن اپنے گھریلو فیکس کی مرمت کر رہے تھے مرمت سے پیدا ہونے والی آوازوں نے اس کی نیند اڑا دی اور بے زاری کے عالم میں اپنے کمرے سے نکل کر فیکس مشین تک پہنچا اور فیکس مشین کو اوپر کی منزل سے نیچے پھینک دیا مشین کے گرنے کی آواز سن کر رات کو علاقے میں گشت کرنے والے پولیس کے افراد ان کے مکان تک پہنچ گئے، معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر پولیس نے معاملہ رفع دفع کر دیا پولیس کے جانے کے بعد زی کی والدہ نے اس کو کوسنا شروع کر دیا جس پر مشتعل ہو کر زی باورچی خانے میں جا کر سبزی کاٹنے کی چھری لے آیا اور ماں پر بے در پے وار کر کے اس کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔

یورپین معاشرے بچے پیدا کرنے کے لیے حیوانوں کی راہ پر:

شفا خانہ حیوانات میں بھینسوں، گائیوں اور گھوڑیوں کی بار آوری کے لیے اعلیٰ نسل کے نر جانوروں کے سپرم بذریعہ انجکشن استعمال کئے جاتے تھے۔ یورپ کا حیوانی معاشرہ جو اس سے بچا ہوا تھا، اب اس میدان میں بھی کود پڑا ہے تاکہ حیوانیت کی کسی شکل سے وہ محروم نہ رہے اس سلسلے کی تازہ خبر برطانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ دی ٹائمز آف انڈیا کے

مطابق ایک مرد جو ۱۹۹۵ء میں فوت ہوا۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کے (Sperm) لے لیے گئے اور فریز کر کے محفوظ کر لیے گئے برطانیہ نے ۱۹۹۱ء میں جو قانون بنایا، وہ یہ ہے کہ کسی مرد کے سپرم اس کی اجازت سے ہی لیے جا سکتے ہیں۔ اب یہاں بات صرف اتنی تھی کہ اس سے اجازت نہیں لی گئی تھی مگر مذکورہ مرد جس کا نام سٹیفن ہے اس کی بیوہ ''ڈیانے بلڈ'' نے عدالت میں مقدمہ درج کرا دیا کہ وہ اپنے خاوند کے سپرم کی وارث ہے چناں چہ لوگوں کی ہمدردیاں اسے حاصل ہو گئیں تھیں اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا اور ۳۰ جون کے خلیج ٹائمز کے مطابق اس عورت نے حاملہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

قارئین کرام! اب مسئلہ تو یہ ہے کہ سپرم کسی کا اور عورت کوئی اور...... پھر مرد کو فوت ہوئے کئی سال گزر گئے اور اس کی اولاد پیدا ہو رہی ہے۔ وراثت کے مسائل، ہمدردیاں، خاندان۔ غرض یہ سارے رہے سہے بندھن بھی ٹوٹ رہے ہیں اور پھر کیا ہوگا۔ لامحالہ جس طرح مویشی زندہ رہ رہے ہیں یہی حال انسانی معاشروں کا یورپ میں ہو جائے گا کہ جو پہلے ہی ہو چکا ہے۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔ آہ! انسانوں کے معاشرے کو حیوانی معاشرے کی طرف سرپٹ دوڑایا جا رہا ہے۔ ہے کوئی جو اس رفتار کے آگے بند باندھ دے ہے؟'' (مجلہ الدعوۃ اگست ۱۹۹۸ء)

برطانیہ کی جسم فروش ماڈل گرلز:

''برطانیہ میں ماڈل گرلز جسم فروشی کے ذریعے سالانہ ۸۰ سے ۹۰ لاکھ پاؤنڈ کماتی ہیں۔ برطانوی مصنف مائیکل گراس نے اپنی تازہ ترین کتاب ''ماڈل'' میں انکشافات کیے ہیں، کہ برطانیہ میں نوخیز اور خوبصورت لڑکیوں نے ماڈلنگ کو عصمت فروشی کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے اور یہ دھندہ ایک مکمل صنعت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس سے منسلک لڑکیوں کی آمدنی کسی بھی بڑے بزنس مین کی سالانہ آمدنی سے کم نہیں، اور بعض اوقات ان کی آمدنی اس سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ کتاب میں لکھا گیا ہے، کہ یہ ماڈل گرلز اپنے گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لیے پورا عملہ رکھتی ہیں، اور خاص طور پر بیروزگار نوجوان لڑکے زیادہ سودمند ثابت ہوتے ہیں، جو معمولی تنخواہ کے عوض، ''لین دین'' کے معاملات انتہائی

خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔'' (بحوالہ ''بیدار ڈائجسٹ'' لاہور، اکتوبر ۱۹۹۵ء)

امریکہ میں ۴۰ فیصد بچے شادی سے پہلے پیدا ہوتے ہیں:

مغربی معاشرہ زندگی بھر کے ساتھ رہنے پر یقین نہیں رکھتا، دوسری اور تیسری شادی کا نتیجہ بھی طلاق ہے۔

میاں بیوی دونوں کماتے ہوں تو کسی ایک کی اہمیت باقی نہیں رہتی، اکانومسٹ کی رپورٹ۔

لیڈی ڈیانا کی ماں نے خاوند کو چھوڑا تو قانونی طور پر دو بچوں کی تحویل سے محروم ہوگئی۔

طلاق یافتہ جوڑوں کے بچے زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں، علیحدگی کا سب سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

لاہور (قومی اخبار نیوز) شادی، میاں بیوی کے ایجاب وقبول کا بندھن ہزاروں سال پرانا ہے لیکن اب مغربی ملکوں میں جنہیں تہذیب کے فروغ کا دعویٰ ہے۔ یہ بندھن ٹوٹ گیا ہے، بااثر برطانوی جریدے اکانومسٹ نے چار نئی کتابوں کے حوالے سے جو ریویو شامل اشاعت کیا ہے اس کے مطابق امریکہ میں چالیس فیصد بچے، عورت اور مرد کی شادی کے رشتے سے پہلے پیدا ہوتے ہیں اور پچھلے پچاس برسوں سے کئی مغربی ملکوں میں اس رجحان نے تقویت حاصل کرلی ہے جس میں باقاعدہ شادی سے پہلے مرد اور عورت اکٹھے رہتے ہیں علاوہ ازیں یہ تصور کہ شادی زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے مغربی معاشرے میں معدوم ہوگیا ہے امریکہ میں پہلی شادی کیا، اکثر اوقات دوسری اور تیسری شادی بھی طلاق پر منتج ہوتی ہے اکانومسٹ نے لکھا ہے کہ چاروں کتابوں میں یہ نہیں بتایا گیا کہ آخر شادی کے رشتے میں کیا قباحت ہے جو اتنے عرصہ تک جاری رہنے کے باوجود بھی ختم ہوجاتا ہے؟ ایک مصنفہ میریلین یالم نے اپنی کتاب اے ہسٹری آف دی وائف میں اس کا جواب دیا ہے جو فروری میں فروخت کے لیے پیش ہوگئی۔

(پبلشر ہارپر کولنز صفحات ۴۸۰)

میریلین یالم کا کہنا ہے کہ شادی کا صدیوں پرانا مقصد یہ تھا کہ میاں اپنی بیوی کی

اقتصادی ضرورت پوری کرے جس کے جواب میں بیوی اس کا اور بچوں کا خیال رکھتی تھی مگر نیا ماڈل یہ ہے کہ میاں اور بیوی دونوں کام کر کے کماتے ہیں۔ دوسری کتاب ''اے ہسٹری آف میرج اینڈ دی نیشن کی مصنفہ نینسی ایف کوٹ کا کہنا ہے کہ زیادہ وقت نہیں گزرا جب عورت قانون کے تحت مرد کی غلام تھی جب لیڈی ڈیانا کی ماں سابق اکاؤنٹس التمورپ نے اپنے خاوند کو چھوڑا تو وہ بچوں کو تحویل میں لینے سے بھی محروم ہوگئی مس کوٹ ہیل یونیورسٹی میں ہسٹری کی پروفیسر ہے اس نے ۱۸۵۰ء کے ایک مقولے کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق سیاسی و سماجی نظام میں مرد اپنی بیوی کی نمائندگی کرتا ہے اس لیے وہ اسے زدوکوب کرسکتا ہے مصنفہ لینڈا اے ویٹ اور میگی گلاگر نے اپنے مشترکہ کتاب دی کیس فار میرج میں بتایا کہ شادی ایک ایسی ضرورت ہے جو عورت اور مرد کی قسمت برقرار رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک گھر میں یہ دونوں فرد مشترکہ اخراجات میں بچت بھی کر سکتے ہیں اور ان کا معیار زندگی بہتر ہوتا ہے چوتھی کتاب دی ان ایکس پیکٹڈ لیگیسی آف ڈائیورس جو جوڈیتھ ایس والرسٹین، جولیا ایم لیوس اور سانڈرا بلیکس لی نے اس المناک حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ طلاق یافتہ جوڑوں کے بچوں کو بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

امریکہ میں طالبات کی عصمت دری...... حیران کن اعداد و شمار:

واشنگٹن پوسٹ کا کالم نگار تھامس لکھتا ہے، کہ نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کے واقعات امریکہ میں خطرناک حد تک پہنچ چکے ہیں۔ امریکہ کی گیارہ ریاستوں میں ریسرچ سٹڈی کی گئی۔ اس ریسرچ کے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں، ان کے مطابق عصمت دری کا شکار ۵۰ فیصد خواتین کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہوتی ہیں، اور ۲۵ فیصد تو ۱۲ سال سے بھی کم عمر کی بچیاں ہیں۔ ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ بچوں کے خلاف جنسی جرائم کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت مشکل ہے، کیوں کہ اکثر واقعات رپورٹ نہیں ہوتے یا پھر بیشتر واقعات میں گھر کے افراد، رشتے دار یا دوست ملوث ہوتے ہیں۔

امریکہ کی تین ریاستوں میں جسٹس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کئے گئے سروے میں جو امداد و شمار سامنے آئے ہیں ان کے مطابق بارہ سال سے کم عمر بچیوں میں سے ۲۰ فیصد بچیاں اپنے پڑوسیوں کی ہوس کا شکار ہوئیں ۴۶ فیصد کو رشتے داروں اور ۳۰ فیصد کو

دوستوں نے شکار کیا۔صرف ۴ فیصد بچیوں کی اجنبیوں نے عصمت دری کی۔"

(بحوالہ "بیدار ڈائجسٹ" ستمبر ۹۴ ص ۱۴۰)

گیارہ سالہ لڑکا دنیا کا کم عمر ترین باپ بن جائے گا:

لندن (اے ایف پی) برطانیہ کی ایک ۱۱ سالہ لڑکے سٹیورٹ نے اپنی ۱۵ سالہ ہمسائی حاملہ کردی۔خبر رساں ایجنسی کے مطابق بچے کی پیدائش کے بعد سٹیورٹ دنیا کا کم عمر ترین باپ بن جائے گا۔("نوائے وقت" ۲۰/۸/۱۹۹۷)

جب پرائمری اسکولوں میں بھی طلبہ کو بطور نصاب جنسی تعلیم دی جائے گی، انہیں مزے کی جگہوں سے سبقاً آگاہ کیا جائے گا۔جنسی افعال فلموں میں دکھائے جائیں گے۔ٹی وی پر فحش مناظر عام ہوں گے۔۱۵ سال کی عمر تک کے نوجوان سزاؤں سے مستثنیٰ ہوں گے۔جنسی مجرموں سے نفسیاتی مریضوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔تو اس شہوت بھری سزا کے خوف سے آزاد فضا میں یہی گل کھلیں گے۔

میں تیرے پیار میں پاگل: بے وفا محبوبہ کے گوشت سے تکے بنا لیے:

جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سوپ بنایا اور فروخت کر دیا، مونیکا ڈینیل کے گھر پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔

ڈینیل کے دوستوں نے سرابلتا دیکھ کر پولیس کو اطلاع کر دی، دماغی حالت صحیح نہ ہونے کے پیش نظر سخت سزا نہ دی۔

نیویارک (قومی اخبار نیوز) امریکہ میں جنونی شخص ڈینیل ریک وٹز نے اپنی محبوبہ کی بے رخی پر ناراض ہو کر اس کی تکہ بوٹی بنا ڈالی، سرابال کر سوپ بنایا اور بیچ دیا۔تفصیلات کے مطابق ۱۹۸۹ء میں اس کی ملاقات ۲۶ سالہ مونیکا بیرلی سے ہوئی دونوں ایک ساتھ رہنے لگے۔کچھ عرصہ بعد مونیکا نے اس کے گھر پر قبضہ کر کے اسے گھر سے نکل جانے کے لیے کہا جس پر طیش میں آ کر ریک وٹز نے اسے مکا رسید کر دیا جس کے باعث وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگئی جس پر گھبرا کر اس نے اس کے جسم کے ٹکڑے کر کے تکہ بوٹی بنا ڈالی اور سوپ بنا کر بیچ دیا۔

دوسرے روز وہ مونیکا کا سراباں رہا تھا کہ اس کے دوست پہنچ گئے اور سرا بلتا دیکھ کر پولیس کو اطلاع کر دی یوں جنونی ریک وڑ گرفتار ہو گیا۔ عدالت نے اس کی دماغی حالت خراب ہونے کے پیش نظر اسے کوئی سخت سزا نہیں دی۔

برطانوی نانیوں کی پریشانیاں:

برطانیہ میں ''نانی ماؤں'' کی پریشانی میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی بیٹیوں کی طلاق یا شوہر سے علیحدگی کے بعد ان کے بچوں کو یعنی نواسے، نواسیوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری ان پر آن پڑتی ہے۔ مڈل سیکس یونیورسٹی کے شعبہ کمیونٹی اسٹڈیز کے محققین نے ایک تفصیلی جائزے کے بعد کہا کہ نانیوں کی جانب سے اپنے نواسوں اور نواسیوں سے خوشگوار تعلقات کی شرح میں ۶۸ فیصد کمی ہو کر اب صرف ۶۰ فیصد رہ گئی ہے۔ لندن کے اخبار ٹائمز سے بات چیت کرتے ہوئے اس ریسرچ کے سربراہ جیوف ڈینچ نے کہا کہ ایسے بچوں کی تعداد ۲۹ فیصد سے بڑھ کر ۴۲ فیصد ہو گئی ہے جن کی ماؤں کو یا تو طلاق ہو چکی ہے یا پھر وہ اپنے شوہروں سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔ اس بڑھتی ہوئی شرح کے باعث ان بچوں کی نانیوں پر ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اور وہ اس سے اب بیزار ہونے لگی ہیں۔ ڈینچ نے اس اسٹڈی کے سلسلہ میں جن ۹۵۰ نانیوں سے ملاقاتیں کیں ان میں سے ۳۷ فیصد نے کہا کہ انہیں بچوں کی نگرانی کے لیے وقت دینا پڑتا ہے۔ ڈینچ نے کہا کہ طلاق ہونے کے بعد زیادہ تر عورتیں دوبارہ ملازمت کرنے لگتی ہیں، اس لیے ان کے بچوں کی دیکھ بھال ان کی نانیوں کے حوالے ہو جاتی ہے۔

یورپ کی تنہا خواتین:

برطانوی ہفت روزہ ''دی لینسٹ'' نے اپنی ایک رپورٹ جاری کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ۷۰ فیصد خواتین جو اپنے شوہروں سے الگ رہتی ہیں اپنے ساتھی کے ساتھ رہنے والی خواتین کی بنسبت جلد وفات پا جاتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ترقی پذیر ممالک میں اس کی شرح افسوسناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ سویڈن میں ۲۰ فیصد خاندان ایسے ہیں جن کی سرپرستی تنہا فرد کر رہا ہے۔ ان میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔ نیشنل بورڈ آف ہیلتھ اینڈ

ویلفیئر اینڈ یوٹاہا یونیورسٹی کے وبائی ماہرین نے ۹۰۱۱۱ تنہا خواتین اور ۶۲۲۳۶۸ شادی شدہ خواتین کے درمیان شرح اموات کا جائزہ لیا ہے ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۵ء کی رائے شماری میں بتایا گیا کہ تنہا خواتین ایک خاص جسمانی اور مالی دباؤ کا شکار ہوجاتی ہیں۔اس دباؤ اور ڈپریشن کے باعث ان کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔انہوں نے بتایا کہ بیوہ خواتین زیادہ تر کام میں مصروف رہتی ہیں اور ان کے کام کرنے کا وقت بڑھ جاتا ہے۔ایسی خواتین میں خودکشی کا خطرہ چار گناہ زیادہ اور گھریلو جھگڑے اور شراب نوشی سے موت کا خطرہ پانچ گناہ زیادہ ہوتا ہے۔تاہم انہوں نے کہا کہ بیوہ خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد معاشرہ میں مالی، معاشرتی اور صحت کے نقصانات ظاہر کرتی ہے۔

بیوی محبت کے لیے وقت نہیں دیتی: (شوہر نے بیوی پر مقدمہ دائر کردیا)

روم (انٹرنیشنل ڈیسک) اٹلی میں ایک عدالت میں گزشتہ دنوں ایک انتہائی دلچسپ مقدمہ زیر سماعت آیا۔جس کے دوران ایک شخص نے بیوی کے غلط رویہ کے باعث طلاق کا دعویٰ کردیا ہے۔اس شخص کا کہنا تھا کہ اس کی بیوی اس سے ''محبت'' نہیں کرتی ہے۔اور وہ جب بھی وہ اس سے محبت کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ پہلے ٹائم لو پھر محبت کریں گے۔اس شخص فریدریکو کے مطابق اس کی بیوی عمر میں بہت چھوٹی ہے اور بہت نخرے کرتی ہے۔دوسری جانب بیوی کا کہنا کہ وہ اپنے شوہر سے ٹائم طے کرنے کا تقاضا اس لیے کرتی ہے کہ اپنے آپ کو ذہنی طور پر ''محبت'' کرنے کے لیے تیار کرسکے۔مقدمہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جج اس شخص کے موقف سے بہت متاثر ہوا اور اس نے فیصلہ فریدریکو کے حق میں کیا اور یوں دونوں کے درمیان طلاق ہوگئی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔۲رجولائی ۲۰۰۰ء)

امریکی ریاست ورمونٹ نے ہم جنس پرست جوڑوں کو عام شادی شدگان جیسے حقوق دے دیئے:

نیویار (اے ایف پی) امریکہ کی ریاست ورمونٹ کی انتظامیہ نے ایک قانون نافذ کیا ہے جس کے تحت ہم جنس پرست جوڑوں کو وہی سہولتیں دی جائیں گی جو عام شادی

شدہ جوڑوں کو دی گئی ہیں۔ نئے قانون کی رو سے ہم جنس پرست کو شادی شدگان جیسے حقوق اور فوائد حاصل ہوں گے۔ نئے متنازعہ بل کے مخالفین ریاستی اسمبلی میں بحث کے دوران بل کی منظوری روکنے میں ناکام رہے۔ ہم جنس پرستوں کی یونین بنانے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔۲رجولائی ۲۰۰۰ء)

اجنبی ہمسائے مغربی تہذیب:

ایک حالیہ سروے سے معلوم ہوا ہے امریکہ میں بسنے والی آبادی کا حال یہ ہے کہ ۲۷ فیصد لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ان کے ساتھ والے گھر میں کون رہتا ہے۔

(ماخوذ: دی آیج آف مسنگ انفارمشن)

مغربی معاشرہ کی بے حسی:

اخباری اطلاعات کے مطابق ہیمبرگ کا ایک جرمن پانچ سال تک ٹی وی کے سامنے آرام دہ چیئر پر مردہ پڑا رہا، اس کا ٹی وی چلتا رہا حتیٰ کہ کرسمس کی لائٹیں بھی آن رہیں، کسی ہمسایہ کو بھی اسکی موت کا علم نہیں ہوسکا۔ پولیس اور فائر بریگیڈ کے عملہ نے اس کے گھر کا دروازہ توڑا تو اندر سے اس کا ڈھانچہ ملا جس کے قریب بیئر کی نصف بوتل اور ۱۹۹۳ء کا ایک اخبار پڑا تھا جس کے ٹی وی پروگرام والے صفحات کھلے تھے، اس کا اپنے خاندان سے رابطہ کٹ گیا تھا، جب کہ ہمسایوں نے بھی اس کے بارے میں چھان بین نہیں کی، نہ ہی پتہ چلانے کی کوشش کی کہ کرسمس کی لائٹیں پانچ سال تک اس کے گھر کی کھڑکی میں کیوں آن رہی۔ وہ کونسل کے مکان میں رہتا تھا، مکان کا کرایہ دیگر بلز وغیرہ براہ راست بینک سے ادا ہوتے رہے، جب اس کے پیسے ختم ہوگئے کونسل والے مکان کا کرایہ لینے کے لیے آئے، دروازہ نہ کھلنے پر انہوں نے پولیس کو مطلع کیا، یاد رہے کہ جرمن کے لوگ تنہائی پسند ہیں، وہ اپنے علاوہ کسی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، حتیٰ کہ ہمسایوں کے بارے تک نہیں جانتے کہ یہ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں؟

قارئین کرام! اس سے مغربی معاشرہ کی بے حسی ملاحظہ فرمائیں جو خود غرضی اپنی ذات سے باہر کی بالکل نہیں سوچتے، انہیں اگر فکر ہوتی ہے تو اپنے بارے میں سوچتے اور

اپنی قوم اور ملک کے بارے میں سوچتے مگر یہ انسانی حقوق کا واویلا کرتے ہیں تو صرف اپنے لوگوں کے لیے، یہ آزادی، کا مطالبہ کرتے ہیں تو صرف اپنے افراد کے لیے دوسرے پھنس جائیں، اغوا ہو جائیں، قتل ہو جائیں بھوک وافلاس سے مر جائیں انہیں کوئی غرض نہیں،

حقیقی ماں نے جعل سازی سے بیٹے کے ساتھ شادی کرلی:

مغربی تہذیب کا کارنامہ ملاحظہ ہو۔ جب ایک شخص کو معلوم ہوا ہے کہ وہ چھ برسوں سے اپنی ماں کا خاوند ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ڈینی سلیوین کو اس حقیقت سے اس کے ایک رشتہ دار نے آگاہ کیا اور اس نے پولیس میں رپوٹ درج کرادی۔ پولیس نے جب اس کی ماں ۴۳ سالہ میری باس کو گرفتار کیا تو اس نے کہا۔ کہ اس نے اپنے بیٹے سے شادی کرنے کا جرم اس لیے کیا، کیوں کہ میں نہیں چاہتی کہ اس کے بیٹے پر کسی دوسری عورت کی حکومت ہو۔ اب اس ماں پر ڈینی سی میں مقدمہ چلایا جائے گا جس کی سزا ۲۰۱ سال ہو سکتی ہے۔

ڈینی جب سات برس کا تھا تو اسے ایک خاندان نے گود لے لیا۔ جب ڈینی جوان ہوا، تو اس نے اپنے عزیز واقارب کی تلاش شروع کردی اور اس نے اپنے عزیز واقارب کو تلاش کرلیا۔ انہوں نے ڈینی سے اس کی ماں کا تعارف ایک ایسی عورت کی حیثیت سے کرایا جو اس کی ماں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس عورت نے اپنی اصل شناخت کو چھپایا اور اس کے ساتھ مل کر اس کی ماں کی تلاش شروع کردی اور اس کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھانا شروع کردیں۔ اس وقت ڈینی کی عمر ۲۰ سال اور اس خاتون کی عمر ۳۴ برس تھی۔ ڈینی نے شادی کا پیغام دیا جو اس کی ماں نے قبول کرلیا، ور ان کی شادی ہوگئی۔ ۶ برسوں کے بعد جب مقامی پروسیکوٹر ڈان کک نے ڈینی کو صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

نوٹ: اگر آپ حضرات یورپی معاشرہ کی اصل حقیقت جاننا چاہتے ہیں تو بندہ کی کتاب ''یورپی تہذیب تباہی کے دھانے پر'' ضرور پڑھیے۔

باب نمبر:۴

جنات کے سچے واقعات

جنات کن لوگوں کو تنگ کرتے ہیں:

جعلی عاملوں نے اپنی دکان داریاں چمکانے کے لیے جنات کے ہاتھوں پہنچنے والے نقصانات کی فرضی داستانیں اور خوفناک قصے مشہور کر رکھے ہیں۔ اس کی بدولت وہ پریشان حال اور مجبور لوگوں سے بھاری رقوم حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جنات بلاوجہ کسی کو تنگ نہیں کرتے۔ عملیات کے میدان میں سالہا سال کے ذاتی تجربات کی روشنی میں، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صرف چار ایسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر جنات انسانوں کو پریشان یا نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو عملیات اور وظائف کے ذریعے جنات کو تسخیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اکثر ناتجربہ کاری کی بنا پر جب وہ عمل الٹ ہوجاتا ہے یا مکمل نہیں ہوتا تو جنات اس عامل پر حاوی ہوجاتے ہیں اور اس عامل کو مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے ہیں۔

جنات کے سایہ کے اثر کا شکار ہونے والوں کی دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں غیر شعوری طور پر غلطی سے جنات کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی لیکن جنات انتقامی کارروائی پر اتر آتے ہیں اور مختلف طریقوں سے تنگ کرتے ہیں۔

جنات کے سایہ کی تیسری قسم میں عامل حضرات تعویذات یا عملیات کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر جنات کی ڈیوٹیاں لگادیتے ہیں۔ تو جنات ہر طرح سے پریشان کرتے ہیں اور آسانی کے ساتھ پیچھا نہیں چھوڑتے۔

چوتھی اور آخری قسم کی نوعیت ذرا مختلف ہے۔ اس کی زیادہ تر شکار صرف عورتیں ہوتی

ہیں۔

عام طور پر جنات کسی خوب صورت عورت پر اس کے حسن کی بدولت مسلط ہو جاتے ہیں لیکن انہیں نقصان نہیں پہنچاتے۔ اگر انہیں نکالنے کی کوشش کی جائے تو سخت مزاحمت کرتے ہیں۔ اگلے صفحات میں جنات کے سایہ کی حقیقت علامت اور اس کے علاج کا تفصیل سے ذکر آئے گا۔ جسے پڑھ کر ہر شخص فائدہ اٹھا سکے گا۔ جب کہ یہاں صرف ان واقعات کو بیان کروں گا جسے پڑھ کر اوپر بیان کی گئی جنات کے سایہ کی اقسام کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

پہلا واقعہ:

آج سے ۲۵ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میرے گھر سے کچھ فاصلے پر آرمی کیمپنگ گراؤنڈ تھی۔ وہاں چوں کہ آبادی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لیے بہت کم ہی لوگ اس راستے کو استعمال کرتے۔ ایک دن میں اپنے گھر کے نیچے خراد پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ۱۴ سال تھی زمین پر بے ہوشی کی حالت میں گرا ہوا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی ماں اس کے قریب بیٹھی رو رہی تھی اور اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ بہت سے لوگ تماشا دیکھنے کے لیے ارد گرد اکھٹے ہو گئے۔ کوئی اسے جوتا سونگھا رہا تھا شاید اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور کوئی کچھ کہہ رہا تھا ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق مشوروں سے نواز رہا تھا۔ میں نے اپنے عملیات کے ذریعے وہ منظر دیکھ لیا جو وہاں موجود عام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ تھا۔ ایک سکھ جن نے اس لڑکے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے پکڑ رکھا تھا۔ اس اچانک تکلیف کے باعث لڑکا حواس باختہ ہو کر تڑپ رہا تھا۔ اسی دوران قریبی ہائی اسکول میں چھٹی ہو گئی اور تماشائیوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میں نے تمام لوگوں کو سمجھا کر اس لڑکے سے دس دس فٹ دور کر دیا۔ اس کے بعد میں اس سکھ جن سے مخاطب ہوا اور کہا اس کم سن بچے کا کیا قصور ہے اس کو چھوڑ دو۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں یہاں درخت کے نیچے بیٹھا کھانا کھا رہا تھا تو اس لڑکے نے اس میں پیشاب کر دیا۔ اس لیے میں اسے سزا دے رہا ہوں۔ اس دوران میں نے اس کی منت سماجت بھی کی اور دھمکیاں بھی دیں لیکن وہ کسی صورت ماننے پر تیار نہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے

ایک لڑکے سے کاغذ اور پنسل لے کر ایک تعویذ لکھا اور اس کو دکھایا کہ میرے پاس تمہارا علاج موجود ہے لیکن وہ بہت ڈھیٹ نکلا اور کہنے لگا آپ مجھے چاہے جلا دیں لیکن میں اس لڑکے کو نہیں چھوڑوں گا اس وقت میرے پاس ایک ایسا علم تھا جس کو میں مشکل وقت میں آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا کرتا تھا۔ یہ ایک ایسا وظیفہ تھا کہ کوئی طاقتور سے طاقتور جن بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہرتا تھا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ بغل میں ہاتھ رکھ کر وظیفہ دہرانا اور پھر ہاتھ پر پھونک مار کر ہاتھ جن کی طرف کر دینا۔ جب میں نے آخر میں یہ عمل دہرایا تو وہ ہاتھ جوڑنے لگا کہ بس بس اور اس نے دوڑ لگا دی، میں نے دو موکل اس کے پیچھے دوڑائے اور وہ اسے پکڑ کر لے آئے۔ پھر اس نے بہت معافیاں مانگیں اور منت سماجت کی پہلے وہ اس جگہ کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔ اب اس نے اپنا مقام تبدیل کرنے کی حامی بھر لی اور آئندہ کسی کو تنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اس تمام منظر کو وہاں پر موجود بہت بڑے ہجوم نے دیکھا۔ اس کے بعد لڑکا ہوش میں آ گیا۔ میں نے اس کو ایک تعویذ لکھ کر دیا اور کہا کہ اسے گلے میں لٹکا لینا آئندہ کبھی بھی کوئی جن تمہارے قریب نہیں آئے گا۔

جنات نکالنے کا عجیب واقعہ:

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم سفر کر رہا تھا، راستہ میں ایک شخص اس کے ساتھ آملا، جب یہ اپنے شہر کے قریب پہنچا جس میں اِس نے جانا تھا تو طالب علم سے کہا میرا تجھ پر ایک حق اور ذمہ ہے میں جن ہوں مجھے تم سے ایک کام ہے، طالب علم نے کہا وہ کیا؟ اس جن نے کہا جب تو فلاں گھر میں جائے گا تو وہاں مرغیوں کے درمیان میں ایک مرغ کو بھی پائے گا تو اس کے مالک کا پوچھ کر اس کو خرید لے اور ذبح کر دے۔ طالب علم نے کہا اے بھائی مجھے بھی تم سے ایک کام ہے۔ جن نے پوچھا وہ کیا؟ طالب علم نے کہا جب شیطان سرکش ہو اس میں جھاڑ پھونک دم وغیرہ کچھ فائدہ نہ دیں اور آدمی کو پریشان کر دے تو اس کا علاج کیا ہے؟ جن نے کہا چھوٹی دم والے بارہ سنگے کی کھال ایک عدد اتاری جائے اور جن والے آدمی کے ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں کو مضبوطی سے باندھ دیا جائے پھر سداب بری کا تیل نکال کر اس کے

ناک کے داہنے نتھنے میں چار مرتبہ اور بائیں نتھنے میں تین مرتبہ ڈال دیں تو اس کا جن مر جائے گا اور کوئی دوسرا بھی اس کے پاس نہ آسکے گا۔ وہ طالب علم کہتا ہے جب میں شہر میں داخل ہوا تو اس مکان میں آیا تو معلوم ہوا کہ بڑھیا کا ایک مرغ ہے میں نے اس سے فروخت کرنے کا کہا تو اس نے انکار کر دیا، تو میں نے اس کو کئی گنا زیادہ قیمت میں خریدا۔ جب میں خرید چکا تو جن نے دور سے مجھے شکل دکھلائی اور اشارہ سے کہا اس کو ذبح کر دے تو جب میں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا۔

تو اس وقت مرد اور عورتیں باہر نکل آئے اور مجھے مارے لگے، یہ مجھے کہتے تھے کہ تو جادوگر ہے، میں نے کہا نہیں میں جادوگر نہیں ہوں، انہوں نے کہا جب سے تو نے مرغ کو ذبح کیا ہے ہماری لڑکی پر جن نے حملہ کر دیا ہے؟ تو میں نے ان سے چھوٹی دم والے بارہ سنگے کی ایک کھال اور سداب بری کا تیل منگوایا، جب میں نے اس جن کا بتایا ہوا عمل کیا تو وہ جن چیخ پڑا اور کہا کیا میں نے تمہیں یہ عمل اپنے خلاف بتلایا تھا؟ پھر میں نے اس کی ناک میں تیل کے قطرے ڈالے تو اسی وقت وہ جن مر کر گر پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو شفا بخشی اور کوئی شیطان اس کے بعد اس کے پاس نہ آیا۔

جنی کا ایک لڑکے پر تسلط:

ایک مرتبہ میں قریبی غلہ منڈی کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ وہاں نماز کے بعد بہت سے نمازی ہجوم کی شکل میں کھڑے تھے۔ جب میں ان کے قریب ہوا تو ۱۸ سال کا ایک لڑکا زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک نمازی کہنے لگا کہ اسے مرگی کی دورہ پڑ گیا ہے۔ کوئی اس کے کان میں اذان کہہ رہا تھا کوئی اسے جوتا سونگھا رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ مرگی کے مریض کے کان میں اذان کہنے سے مریض سنبھل جاتا ہے۔

اس لڑکے کے پاس کوئی وارث بھی موجود نہ تھا۔ جب میں نے جاننے کی کوشش کی کہ یہ مرگی ہے یا کچھ اور ہے تو اصل حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ ایک جنی نے اس لڑکے کو قابو کیا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں کی منت سماجت کر کے انہیں پیچھے پیچھے ہٹایا اور اس کے بعد اس لڑکے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے پکڑ لیا۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے جن آسانی کے ساتھ گرفت میں آ جاتا ہے، جب میں نے لڑکے کو دم کرنا شروع کیا تو جنی

بول پڑی۔ میں نے اسے کہا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اس بیچارے کو کیوں تنگ کر رہی ہو تو وہ کہنے لگی، مجھے کوئی تکلیف نہیں بلکہ مجھے بھیجا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ بچہ فلاں جگہ شادی کرنے سے انکار کر رہا ہے اس لیے اس کا دماغ درست کرنے کے لیے اس لڑکی کے گھر والوں نے عامل کے ذریعے میری ڈیوٹی اس پر لگائی ہے کہ میں اسے اس لڑکی کے ساتھ شادی پر مجبور کروں میں نے کچھ دیر اس کی منت سماجت کی جب وہ کسی طرح ماننے پر تیار نہ ہوئی تو میں اپنے موکلوں کو اس کے سامنے لایا وہ اس کی طرف بڑھے تو وہ معافیاں مانگنے لگی اور آئندہ تنگ نہ کرنے کا وعدہ کر کے چلی گئی جب بچے کو ہوش ایا تو میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ گھر سے سبزی لینے کے لیے آیا تھا اور اس قسم کے دورے اسے پہلے بھی پڑتے ہیں۔ میں نے اس بچے کو اپنا ایڈریس بتایا اور کہا کہ یہ اپنے والدین کو بتا دینا اور انہیں کہنا کہ اگر تمہیں دوبارہ اس قسم کی تکلیف ہو تو میرے ساتھ رابطہ کر لیں۔ اس لڑکے نے گھر جا کر سب کچھ بتا دیا۔

تقریباً ۲۰ دن بعد اس لڑکے کو دوبارہ دورہ پڑ گیا اس کے گھر والے اس لڑکے کو لے کر میرے پاس آ گئے اس لڑکے کی قسمت اچھی نکلی کہ اس وقت میرے استاد عبدالقیوم میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں تمام واقعہ سے آگاہ کیا کہ یہ ایک جننی ہے جو ایک مرتبہ پہلے بھی معافی مانگ کر گئی ہے اور دوبارہ تنگ کرنے کے لیے آ گئی ہے۔ میں نے انہیں اس جننی کا نام بتایا اور کہا کہ یہ بہت ڈھیٹ قسم کی ہے۔ آپ ہی اس کا علاج کریں۔ میرے استاد کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور نہ ہی زیادہ وقت لگا انہوں نے اپنے موکلوں کو حاضر کیا انہوں نے ایک ہی جھٹکے میں اسے قید کر لیا۔ اس طرح اللہ نے اس بچے پر اپنا فضل کیا اور اس کی جان بچ گئی۔ وہ بچہ آج بھی صحت مند اور بالکل ٹھیک ہے دوبارہ اسے کبھی جنات کے سایہ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

مؤکلات کے ذریعے پہلوان کی قلابازیاں:

موکلات کے ذریعے کمالات تو بہت دکھائے جا سکتے ہیں لیکن ایک چھوٹا سا واقعہ جسے بطور شغل ایک عامل کے لیے سرانجام دینا معمولی بات ہے اس قسم کی کرامات کو دکھا کر آج کل کے عامل بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ میرے پاس میرے پیشے کا استاد بھائی مجھے ملنے کے لیے آیا۔ اسے میرے بارے میں کچھ علم نہیں تھا کہ میں عملیات میں بھی مہارت حاصل کر چکا ہوں۔ ہم دونوں کسی کام کے سلسلے میں جا رہے تھے کہ راستے میں پہلوانوں کے اکھاڑے کے پاس سے گزر ہوا ہم کچھ دیر کے لیے پہلوانوں کی کشتی دیکھنے کے لیے رک گئے۔ میرے دوست نے طاقتور پہلوان کے متعلق کہا کہ اس نے کشتی جیت لینی ہے۔ میں نے کہا اگر یہ کمزور پہلوان جیت جائے تو پھر کیا خیال ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ عاملوں کے پاس جب کچھ ہوتا ہے تو انہیں غصہ بہت جلد آتا ہے۔ فطری بات تھی مجھے بھی غصہ آ گیا۔ میں نے ایک موکل کی ڈیوٹی لگائی کہ کمزور پہلوان کے ساتھ تعاون کرو اور طاقتور پہلوان کا براحشر کر دو۔ میرے دوست کو کچھ علم نہیں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے طاقتور پہلوان نے قلابازیاں کھانی شروع کر دیں اور کمزور پہلوان نے مار مار کر طاقتور پہلوان کو منٹوں میں ہرا دیا۔ اس طرح کمزور پہلوان جیت گیا اور طاقتور پہلوان دیکھتا رہ گیا۔ کمزور پہلوان بہت خوش تھا۔ میرا دوست بھی بہت حیران اور شرمندہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہو گیا۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ آج تو یہ موکل کی وجہ سے جیت گیا مگر کل کلاں کسی اصلی مقابلے میں دوبارہ اس کا سامنا اس پہلوان سے ہو گیا تو یہ بے چارہ کیا کرے گا۔ (جنات اور جادو کے سربستہ راز عبید اللہ طارق ڈار)

خطرناک جن بیوی کی حکایت:

حضرت ابو یوسف سروجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مدینہ منورہ میں ایک شخص کے پاس آئی اور کہا کہ ہم تمہارے گھروں کے پاس اترے ہوئے ہیں تم مجھ سے نکاح کر لو، تو اس نے اس سے نکاح کر لیا۔ جب رات ہوتی تو یہ عورت کی شکل میں اس کے پاس آ جاتی۔ ایک مرتبہ وہ اس کے پاس آئی اور کہا کہ ہم نے اب چلے جانا ہے تم مجھے طلاق دے دو۔ ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے اس عورت کو دانے چنتے ہوئے دیکھا جو دانے والوں سے گرے تھے، اس نے کہا کیا تو دانے چن رہی ہے؟ تو اس نے مرد کی طرف آنکھ اٹھائی اور اس سے کہا تم نے مجھے کس آنکھ سے دیکھا ہے؟ مرد نے کہا۔ اس آنکھ سے۔ تو اس عورت نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا جس سے اس کی آنکھ بہہ پڑی۔

شہید جن سے خوشبو:

حضرت معاذ بن عبیداللہ بن معمر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا میں آپ کو ایک عجیب بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

ہم ایک وسیع بیابان میں تھے کہ ہمارے سامنے دو بگولے آئے ایک ایک طرف سے دوسرا دوسری طرف سے، پھر ان کی مڈبھیڑ ہوئی اور مقابلہ ہوا پھر وہ الگ الگ ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان میں سے ایک وزن زائد تھا پھر میں ان کے اکھاڑے کی جگہ پر گیا تو وہاں پر بہت سے سانپ پڑے ہوئے تھے، ان سے زیادہ میری آنکھوں نے کوئی چیز نہیں دیکھی، ان میں سے ایک سانپ سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی اور وہاں پر ایک باریک زرد رنگ کا سانپ بھی پڑا تھا میں ان کو الٹنے پلٹنے لگا تا کہ دیکھوں کہ یہ خوشبو کس سانپ سے آ رہی ہے۔ تو وہ خوشبو اسی زرد باریک سانپ سے آ رہی تھی، مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اس کی کسی نیکی کی وجہ سے ہے تو میں نے اس کو اپنی پگڑی میں لپیٹا اور دفن کر دیا۔ اس کے بعد میں جا رہا تھا کہ ایک منادی کی میں نے آواز سنی جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے بندے! تم نے یہ کیا کیا ہے؟ میں نے اس کو وہ کچھ بتا دیا جو کچھ میں نے دیکھا تھا، اس نے کہا تم نے درست کیا، یہ جنات کے قبیلے بنو شیعان اور بنو آقیش تھے۔ ان کی آپس میں مڈبھیڑ اور لڑائی ہوئی اور ان کے مقتولین میں سے ایک وہ بھی تھا، جس کو تم نے دیکھا اور یہ شہید ہوا ہے اور یہ ان (جن) حضرات میں سے تھا جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کو سنا تھا۔ (از امام جلال الدین سیوطیؒ)

چور جن کا واقعہ:

حضرت ابوالاسود دلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے گذارش کی کہ آپ مجھے اس شیطان کا قصہ سنائیں جس کو آپ نے گرفتار کیا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات مسلمین کا نگران مقرر فرمایا، تو میں نے ان کھجوروں کو ایک کمرہ میں رکھ دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ کھجوریں کم ہو رہی ہیں تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کی تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ شیطان ہے جو کھجوریں اٹھا رہا ہے، تو میں اس کمرہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ کو بند کر دیا تو ایک بہت بڑی تاریکی آ کر دروازہ پر چھا گئی پھر اس نے ہاتھی کی شکل اختیار کی پھر ایک اور شکل اختیار کی۔ پھر دروازہ کے شگاف سے داخل ہو گئی تو میں نے بھی ہمت باندھ لی، اس نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں تو میں نے اس پر چھلانگ لگا کر پکڑ لیا اور ہاتھ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا اے دشمنِ خدا! تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں بوڑھا ہوں، عیالدار ہوں، فقیر ہوں اور نصیبین کے جنات میں سے ہوں اس بستی میں جس میں تمہارا نبی مبعوث ہوا ہے پہلے ہم رہا کرتے تھے۔ جب ان کو مبعوث کیا گیا تو ہمیں یہاں سے نکال دیا گیا۔ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حضرت جبرائیل تشریف لائے اور اس واقعہ کی اطلاع فرما دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر ایک منادی نے ندا کی کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، تو میں اٹھ کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ما فعل اسیرک** تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سارا واقعہ) عرض کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوبارہ آئے گا تم تیار رہو۔

تو میں پھر اس کمرہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا اور وہ پھر آ گیا اور دروازہ کے شگاف سے داخل ہو کر کھجوریں کھانا شروع کر دیں تو میں نے پھر اسی طرح کیا جیسا کہ پہلی مرتبہ کیا تھا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں دوبارہ ہرگز نہیں آؤں گا۔ میں نے کہا اے دشمن خدا! تو نے کہا نہیں تھا کہ میں دوبارہ بالکل نہیں آؤں گا؟ اس نے کہا اب ہرگز نہیں آؤں گا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص سورۂ بقرہ کے آخری حصہ کی تلاوت کرے گا تو ہم جنات میں سے کوئی بھی اس رات میں اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

ایک جن کا ایک عورت سے محبت کا واقعہ:

کسی آدمی نے کہا میں نے ایک دفعہ یہ کلمات کہے تھے۔ ایک شخص نے کہا میں نے جب یہ کلمات آسمان سے سنے ہیں کسی سے نہیں سنے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا، ایک دفعہ میں کسریٰ کی طرف گیا۔ میری عدم موجودگی میں ایک شیطان میری شکل و

صورت اور حرکات وسکنات کے ساتھ میری بیوی کے ساتھ معاشرت رکھنے لگا۔ اس نے آواز بھی میری طرح اختیار کر رکھی تھی۔ اس لیے میری اہلیہ کو اس کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہوا۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو اس نے خوشی کا اظہار نہ کیا اور پہلے کی طرح اپنے آپ کو آراستہ نہ کیا میں نے تعجب کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگی۔ تم کہیں نہیں گئے تھے۔

پھر وہ شیطان میرے پاس آیا اور کہنے لگا، میں ایک جن ہوں۔ مجھے تمہاری بیوی سے محبت ہوگئی تھی۔ میں تیری شکل میں اس کے پاس آتا رہا تم ناراض نہ ہونا۔ دو چیزوں میں سے ایک اختیار کرلو۔ یا رات تمہارے لیے اور دن میرے لیے یا رات میرے لیے اور دن تمہارے لیے۔ میں ڈر گیا اور اپنے لیے دن منتخب کرلیا ایک رات وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں نے تمہاری بیوی کے پاس رات گذاری ہے۔ اب آسمان کے قریب جا کر عالم بالا کی باتیں اور راز چرانے کے لیے میری باری ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم چوری چھپے باتیں سن لیتے ہوں؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم میرے ساتھ آنا چاہتے ہو؟ میں نے ہاں کردی۔ اگلی رات وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا منہ دوسری طرف کرو۔ میں نے چہرہ دوسری طرف کرلیا جب دوبارہ اس کی طرف دیکھا تو وہ ایک خنزیر کی شکل میں تھا۔ اس کے دو پر تھی۔ اس نے مجھے اپنی پشت پر سوار کرلیا۔ اس کی گردن پر خنزیر کی طرح کے بال تھے۔ اس نے کہا ان بالوں کو مضبوطی سے پکڑلو۔ تم عجیب وغریب اشیاء دیکھو گے۔ مجھ سے علیحدہ نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر اس نے اوپر کی طرف پرواز کی، حتی کہ آسمان سے جا کر چمٹ گیا۔ میں نے کسی ہاتف غیبی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "**لاحول ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان، ومالم یشاء اللہ لم یکن**" وہ مجھے لے کر زمین پر اترا اور آبادی کے پیچھے مجھے چھوڑ گیا۔ میں نے وہ کلمات یاد کرلیے۔ صبح میں اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ پھر جب وہ شیطان آیا تو میں نے یہی کلمات دہرا دیئے۔ اس شیطان کی حالت خراب ہونے لگی۔ میں ان کلمات کو دہراتا رہا، حتی کہ وہ راکھ بن گیا۔ (جنوں کی دنیا)

جن نکالنے کا عجیب واقعہ:

ابو یاسین کہتے ہیں کہ بنی سلیم قبیلہ کا ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور حضرت حسن بصری

رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا تم نے ان کو کیا کہنا ہے؟ اس نے کہا میں دیہات کا رہنے والا ہوں، میرا ایک بھائی اپنی قوم میں سب سے بڑا پہلوان تھا۔ اس کو ایک ایسی مصیبت نے گھیرا کہ ٹلنے کا نام نہ لیتی تھی، حتیٰ کہ ہم نے اس کو لوہے میں جکڑ دیا، اس دوران میں ہم باہمی باتیں کہہ رہے تھے کہ ایک ہاتف نے کہا ''السلام علیکم'' ہم نے اس کو جواب تو دیا لیکن ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔ ان (جنات) نے کہا ہم تمہارے پڑوسی ہیں ہم نے تمہارے پڑوسی بننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔ لیکن ہمارے ایک بے وقوف نے تمہارے اس ساتھی کا مقابلہ کیا تو ہم نے اس کو چھوڑ دینے کا کہا لیکن اس نے انکار کر دیا، جب ہمیں اسکا علم ہوا تو ہم نے چاہا کہ آپ لوگوں سے معذرت کرلیں۔ پھر اس کے بھائی (یعنی مجھ) سے کہا جب فلاں دن ہو تو اپنی قوم کو جمع کرلو اور اس کو جکڑ کر باندھ لو اگر یہ تم پر غالب آجائے تو تم کبھی بھی اس (کے جن اور اس پر) قابو نہیں پاسکو گے۔ اس کے بعد اس کو ایک اونٹ پر بٹھلا کر فلاں وادی میں لے آؤ اور اس (وادی) کی سبزی لے کر کوٹ دو پھر اس کو اس پر لیپ کر دو، اس بات کا خاص خیال رہے کہ وہ تم سے چھوٹنے نہ پائے۔ اگر وہ چھوٹ گیا تو تم کبھی بھی اسپر غالب نہیں آسکو گے۔

میں نے کہا اللہ تم پر رحمت فرمائے مجھے اس وادی اور اس سبزی کا کون بتلائے گا؟ کہا جب یہ دن آئے تو تم ایک آواز سنو گے تم اس آواز کے پیچھے پیچھے آجانا۔ چناں چہ جب وہ دن آیا تو میں نے اس کو ایک اونٹ پر بٹھایا تو میرے سامنے سے ایک آواز آئی اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہوگیا، پھر اس نے کہا اس وادی میں اتر جاؤ پھر کہا اس سے سبزی سے لو اور ایسا ایسا کرو۔

ہم نے ویسا ہی کیا جب وہ دوا اس کے پیٹ میں پہنچی تو وہ اس جن سے اور اپنی مصیبت سے آزاد ہوگیا اور اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس رہنما جن نے کہا اب اس کا راستہ چھوڑ دو اور اس کے زنجیر کھول دو۔ میں نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ یہ منہ چھوڑا کر بھاگ نہ جائے۔ اس نے کہا قسم بخدا یہ جن اب قیامت تک اس کے پاس نہیں آئے گا۔

میں نے کہا خدا تم پر رحم کرلے تو نے تو ہم پر احسان کیا ہے اب ایک چیز رہ گئی ہے وہ بھی بتلاتے جاؤ۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟

میں نے کہا جب تو نے ہمیں تسلی دی تھی تو میں نے نذر مان لی تھی کہ اللہ تعالیٰ اگر

میرے بھائی کو صحت عطا کرے گا تو میں ناک میں نکیل ڈال کر حج کا سفر پیدل کروں گا۔

اس نے کہا یہ ایسی بات ہے جس کا ہمیں علم نہیں لیکن میں تمہیں بتلاتا ہوں تم اس وادی سے اترو اور بصرہ جاؤ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھو وہ نیک آدمی ہیں۔

(بحوالہ تاریخ جنات وشیاطین)

امام احمد رحمہ اللہ کا جن نکالنے کا واقعہ:

ابوالحسن علی بن احمد بن علی عسکری رحمہ اللہ کے دادا کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسجد میں بیٹھا تھا ان کے پاس متوکل (بادشاہ) نے اپنا ایک وزیر بھیجا کہ وہ آپ کو اس کی اطلاع کرے کہ شہزادی کو مرگی ہوگئی ہے اور گذارش کرے کہ آپ اس کے لیے صحت کی دعا کریں۔ تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے وضو کرنے کے لیے کھجور کے پتے کے تسمہ کا لکڑی کا جوتا اتارا اور اس وزیر سے فرمایا امیر المؤمنین کے گھر جاؤ اور اس لڑکی کے سر کے پاس بیٹھو اور اس (جن) کو کہو امام احمد فرما رہے ہیں تمہیں اس لڑکی سے نکل جانا پسند ہے یا (احمد سے) ستر جوتے کھانا پسند ہے؟ تو وہ وزیر اس جن کے پاس گیا اور اس کو یہ پیغام سنایا تو اس کو اس سرکش جن نے لڑکی کی زبان سے کہا ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، اگر امام احمد ہمیں عراق میں نہ رہنے کا حکم فرمائیں تو ہم عرق بھی چھوڑ دیں گے وہ تو اللہ کے فرمانبردار ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے ساری مخلوق اس کی فرمانبردار ہوتی ہے۔ پھر وہ اس لڑکی سے نکل گیا اور لڑکی تندرست ہوگئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔

رافضی پر جنات:

حسین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں منیٰ میں ایک مرگی والے مجنون سے ملا جب وہ کسی فریضہ کی ادائیگی یا ذکر اللہ کا ارادہ کرتا اس کو مرگی ہو جاتی تو میں نے بھی اسے وہی کہا جو لوگ کہتے تھے کہ اگر تم یہودی ہو تو موسیٰ علیہ السلام کا واسطہ، اگر تم عیسائی ہو تو عیسیٰ علیہ السلام کا واسطہ اور اگر مسلمان ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں تم اس کو چھوڑ دو،

انہوں نے کہا ہم نہ تو یہودی ہیں نہ عیسائی ہم نے دیکھا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے اس لیے ہم نے اس کو ایسے اہم فرائض سے روک دیا ہے۔ (تاریخ جنات و شیاطین امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کو تعلیم دینے والے جن:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے فرماتے ہوئے سنا میں ایک دن سفر میں نکلا اور ایک پہاڑ کے صحن میں تاریک رات نے گھیر لیا وہاں میرا کوئی انیس نہ تھا۔ اچانک مجھے رات کے درمیان سے کسی منادی نے ندا کی کہ "اندھیروں میں دل نہیں پگھلنے چاہئیں بلکہ محبوب (اللہ تعالیٰ) کے حاصل نہ ہونے کے خوف سے نفوس کو پگھلنا چاہئے۔" حضرت سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا اور پوچھا مجھے جن نے ندا کی ہے یا انسان نے؟ کہا بلکہ اللہ پر ایمان رکھنے والے مومن جن نے، اور میرے ساتھ میرے بھائی (مومن جنات) بھی ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ان کے پاس بھی وہ (ایمان) ہے جو تمہارے پاس ہے؟ کہا جی ہاں بلکہ ان کے پاس مجھ سے زیادہ (ایمان) ہے۔ تو ان میں سے دوسرے نے مجھے آواز دی "بدن سے خدا کا غیر اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک کہ دائمی طور پر بے گھر نہ رہا جائے" میں نے دل میں کہا ان کی بات کتنے اونچے درجہ کی ہے، تو تیسرے نے مجھے پکارا کہ:

"جو اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس رہتا ہے اس کو کسی قسم کا فکر نہیں رہتا۔"

تو میری چیخ نکل گئی اور میں بے ہوش ہو گیا چناں چہ مجھے خوشبو سونگھے بغیر افاقہ نہ ہوا۔ چناں چہ ایک پھول میرے سینہ پر رکھا ہوا تھا میں نے اس کو سونگھا تو ہوش آیا میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے، کوئی وصیت بھی کرو، تو ان سب نے کہا اللہ تعالیٰ تقوے اختیار کرنے والوں کے دلوں کو ہی جلا بخشنا چاہتے ہیں جو غیر خدا کی طمع کرے گا اس نے ایسی جگہ طمع کی جو طمع کے قابل نہ تھی، اور جو مریض ہمیشہ ڈاکٹر کے چکر لگائے وہ بیمار ہی رہتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے الوداع کیا اور چلے گئے، میں اس گھڑی کی برکت کلام ہمیشہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔ (بحوالہ تاریخ جنات و شیاطین)

ایک صحابی جن کی وفات کا واقعہ:

حضرت کثیر بن عبداللہ ابو ہاشم تاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابورجاء عطار رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا کہ آپ کے پاس ان جنات صحابہ کرام کا علم ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا تھا؟ تو وہ مسکرائے اور فرمایا میں وہ بات بتلاتا ہوں جس کو میں نے خود دیکھا اور سنا ہے وہ یہ کہ ہم ایک سفر میں تھے جب ایک پانی کی جگہ پر اترے اور اپنے خیمے نصب کئے اور میں دوپہر کے آرام کرنے کو چلا گیا۔ خیمہ میں میرے سامنے ایک سانپ لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا برتن لیا اور اس پر پانی چھڑکنے لگ گیا تو اس کو سکون ہو گیا۔ جب ہم نے نماز عصر ادا کی تو وہ مر گیا اور میں نے اپنے تھیلے سے ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا نکالا اور اس کو لپیٹ دیا اور گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا اور باقی دن اور رات ہم سفر میں مصروف رہے جب دن چڑھا اور ہم ایک پانی کی جگہ اترے اور خیمے لگائے اور میں دوپہر کے آرام کے لیے چلا گیا تو میں نے دو مرتبہ "السلام علیکم" کی آواز سنی۔ یہ لوگ ایک یا دس یا سو یا ہزار نہیں تھے بلکہ اس سے کہیں زیادہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ کہنے لگے "ہم جنات ہیں اللہ تمہیں برکت دے تم نے ہمارا ایک ایسا کام کیا ہے جس کا بدلہ چکانے کی ہم میں طاقت نہیں" میں نے پوچھا میں نے تمہارا کون سا کام کیا ہے؟ کہنے لگے وہ سانپ جو تمہارے پاس فوت ہوا تھا وہ ان آخری حضرات سے تھا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ (بحوالہ تاریخ جنات و شیاطین)

جنات پر شاہ صاحب کی دہشت اور رعب کا اثر:

شاہ صاحب کے حیرت انگریز واقعات میں سے ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ضلع ساہیوال میں بچوں کا شاید ایک مڈل اسکول تھا اس اسکول میں جنات کا بہت بڑا ڈیرہ تھا۔ جو بچہ اس اسکول میں غلطی سے پیشاب کر دیتا جنات اس کا جینا محال کر دیتے، اکثر بچے رات کو اٹھ کر روتے تمام بچے اور استاد اسکول میں سارا دن سہمے رہتے ان سب حالات کا علم شاہ صاحب کو اپنے ایک مرید کے ذریعے ہوا۔ اس نے شاہ صاحب سے درخواست کی کہ اگر اس مسئلہ کا کوئی حل نکل آئے تو بہت سے بچے بلاوجہ پہنچنے والی تکلیف

سے بچ جائیں گے۔ اس لیے آپ کسی دن وقت نکال کر اس اسکول میں تشریف لائیں اور جنات کو وہاں سے نکالیں۔ شاہ صاحب نے اسے تسلّی دی اور کہا کہ انشاء اللہ میں وہاں خود جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتری کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

ایک دن شاہ صاحب نے اچانک پروگرام بنایا اور ساہیوال کے قریب اس اسکول میں پہنچ گئے تمام بچے پڑھائی میں مشغول تھے۔ شاہ صاحب نے اپنے مقامی مرید سے کہا کہ ہیڈ ماسٹر کو بتائیں کہ ہم کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ جب ہیڈ ماسٹر کو شاہ صاحب کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگا کہ ہم نے جنات سے نجات حاصل کرنے کے لیے بہت بڑے بڑے عامل بلائے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ لہٰذا آپ کوئی ایسا تجربہ نہ کریں جس سے ہمیں بعد میں پریشانی اٹھانی پڑے۔ شاہ صاحب نے ہیڈ ماسٹر کو تسلی دی اور کہا کہ میرے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف دھیان کریں جس طرح یہ سب ایک جیسی نہیں اسی طرح اللہ نے اپنے تمام بندوں کو ایک جیسی خصوصیات سے نہیں نوازا۔ آپ نے ہمیں یہاں آنے کا پیغام نہیں بھیجا اس لیے جنات آپ کو کچھ نہیں کہیں گے میں اپنی مرضی سے صرف ان معصوم بچوں پر خدا ترسی کی وجہ سے خود یہاں آیا ہوں اور انشاء اللہ آج تمام جنات یہاں سے نکال کر جاؤں گا۔ ہیڈ ماسٹر نے بمشکل رضا مندی کا اظہار کیا اور شاہ صاحب سے کہا کہ ٹھیک ہے آپ اپنے عمل کا آغاز کریں۔

شاہ صاحب نے تمام بچوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ آج آپ نے اسکول میں تمام جگہوں پر پیشاب کرنا ہے کوئی جگہ اس سے محفوظ نہ رہے۔ بچے پہلے ہی بہت ڈرے ہوئے تھے کہنے لگے کہ باباجی ہم نے یہ کام ہرگز نہیں کرنا، جنات نے تو ہمیں رات کو سونے نہیں دینا۔ شاہ صاحب نے بچوں کو تسلی دی اور سمجھایا کہ میں یہاں موجود ہوں اور جنات کو بھی معلوم ہے کہ تم یہ کام کس کے حکم پر کر رہے ہو اس لیے اگر کچھ نقصان ہوگا تو اس کا سب سے پہلا شکار میں ہوں گا۔ شاہ صاحب کے سمجھانے پر چند بچے آمادہ ہو گئے اور انہوں نے شاہ صاحب کی ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ابھی صرف پانچ بچوں نے ہی پیشاب کیا تھا کہ شاہ صاحب نے باقی بچوں کو اشارے سے منع کر دیا کہ ذرا ٹھہر جائیں بات بن گئی ہے۔

اس عمل کا یہ فائدہ ہوا کہ اس اسکول کے جنات کا سب سے بڑا سردار فوراً شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور منتیں شروع کر دیں کہ شاہ صاحب ہمیں ان بچوں کے ہاتھوں کیوں ذلیل کروا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمہیں اپنی بےعزتی کا اتنا احساس ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ تمہاری وجہ سے یہ معصوم بچے خوف و ہراس میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کو کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔

جنات نے شاہ صاحب سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ دنوں کی مہلت دی جائے تاکہ ہم کوئی نیا ٹھکانہ تلاش کر سکیں۔ سب سے پہلے انہوں نے سات دن کی مہلت طلب کی اور کہا کہ اس کے بعد ہمارا کوئی ساتھی کبھی اس اسکول میں نہیں آئے گا اور ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ شاہ صاحب نے اتنی زیادہ مہلت دینے سے انکار کر دیا جنات اور شاہ صاحب کے دوران مذاکرات جاری رہے اور بالآخر ایک گھنٹہ کی مہلت پر دونوں فریق رضامند ہو گئے۔

شاہ صاحب نے جنات سے کہا کہ اگر تمہارے کسی ساتھی نے کسی بچے کو راستے میں یا گھر جا کر تنگ کیا تو پھر اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا اور اسے سخت سزا دی جائے گی۔ جنات نے یہ شرط بھی تسلیم کر لی اس کے بعد شاہ صاحب وہاں ایک گھنٹہ تک موجود رہے۔ یہ تمام گفتگو جو جنات اور شاہ صاحب کے درمیان ہوئی اسے کوئی دوسرا نہیں سن سکتا تھا۔ یہ تمام باتیں شاہ صاحب نے بعد میں بتائیں کہ جنات کے ساتھ کس طرح معاملہ طے ہوا۔

ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد شاہ صاحب نے ہیڈ ماسٹر کو خوشخبری سنائی کی جنات نے آپ کا اسکول خالی کر دیا ہے اس کے بعد بچوں سے کہا کہ جہاں دل چاہتا ہے پیشاب کریں۔ میں یہاں موجود ہوں اس کا مقصد بچوں کے دل سے خوف دور کرنا تھا۔ بعد میں ہیڈ ماسٹر نے شاہ صاحب کو بتایا کہ جنات ہمیں اسکول میں لیٹرین نہیں بنانے دیتے تھے۔ ہم نے بہت مرتبہ بچوں کی سہولت کے لیے اسکول میں لیٹرین بنانے کی کوشش لیکن ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جب مستری صبح لیٹرین بنا کر جاتے اور ہم اگلے دن صبح اسکول آ کر دیکھتے تو حیران رہ جاتے کہ وہاں پر لیٹرین کے بجائے ملبہ پڑا ہوتا تھا، اسکول میں لیٹرین نہ ہونے کی وجہ سے تمام بچوں اور اساتذہ کو دور کھیتوں میں پیشاب

کرنے کے لیے جانا پڑتا۔شاہ صاحب نے انہیں یقین دلایا کہ اب انشاء اللہ ایسا کوئی مسئلہ درپیش نہیں آئے گا آپ جو چاہیں سو کریں اگر کوئی جن کسی بچے یا استاد کو تنگ کرے تو صرف مجھے اطلاع کر دیں۔مگر اللہ کے فضل سے اس کے بعد اس اسکول میں امن و امان رہا۔تمام بچے اور اساتذہ جنات کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

جادو ایک علم ہے اور انسان اسے سیکھ سکتا ہے۔کالے علم کا رنگ کالا نہیں ہوتا، بلکہ کالا کہتے ہیں ظلمت کو، گھپ اندھیرے کو، کفر کو، شرک کو، اور اللہ کی ذات کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا، یہ ہے کالے علم کی مختصر تعریف، جادوئی عملیات کرنے والے عاملوں کے پاس اپنی حاجات لے کر جانے والے اور پھر ان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنے والے اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھیں۔

(جنات اور جادو کے سربستہ راز بحوالہ)

خوبصورت جن بیوی کا واقعہ:

(علامہ شبلی بدرالدین) مؤلف (آکام المرجان) فرماتے ہیں ہمیں جناب قاضی القضاۃ جلال الدین احمد بن قاضی القضاۃ حسام الدین رازی حنفی نے بیان کیا کہ میرے والد (قاضی حسام الدین رازی رحمہ اللہ) نے اپنے بیوی بچے مشرق سے لانے کے لیے مجھے سفر پر روانہ کیا، جب میں نے بیرہ کو پار کیا اور بارش نے ہمیں ایک غار میں پناہ لینے اور نیند کرنے پر مجبور کر دیا، میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، پس میں سویا ہوا تھا کہ اچانک کوئی چیز مجھے جگانے لگ گئی، جب میں بیدار ہوا تو میرے پاس درمیانہ قد کی ایک عورت کھڑی تھی اس کی ایک ہی آنکھ تھی طول میں پھٹن کی طرح تھی جسے دیکھ کر میں گھبرا گیا، تو اس نے کہا تم گھبراؤ مت میں تمہارے ساتھ اپنی چاند جیسی بیٹی بیاہنے آئی ہوں۔ تو میں نے گھبرا کر کہا کہ اللہ خیر کرے، پھر میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ میری طرف آرہے ہیں ان کی شکل بھی اس عورت کی طرح تھی ان کی آنکھیں بھی طول میں پھٹی ہوئی تھیں ایک قاضی بھی تھا اور گواہ بھی، پس قاضی نے نکاح کا پیغام دیا اور نکاح پڑھا دیا، جسے میں نے قبول کر لیا، اس کے بعد وہ چلے گئے اور وہ عورت دوبارہ میرے پاس آئی اب اس کے ساتھ ایک حسین لڑکی بھی تھی اس کی آنکھ بھی اس کی ماں کی طرح تھی، اس نے لڑکی کو

میرے پس چھوڑ دیا اور چلی گئی، پس میرا خوف اور وحشت اور بڑھ گئی اور اپنے پاس والوں کو کنکریاں مارنے لگ گیا تا کہ وہ جاگ جائیں لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا تو میں دعا اور انکساری کرنے لگ گیا، پھر کوچ کا وقت آ گیا اور ہم چل پڑے لیکن وہ لڑکی مجھے نہیں چھوڑتی تھی، اسی حالت میں تین دن گزر گئے، جب چوتھا دن ہوا تو وہ عورت آئی جو سب سے پہلے آئی تھی اور کہنے لگی یہ لڑکی شاید تجھے پسند نہیں آئی۔ شاید تو اس سے فراق چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم، اس نے کہا تو پھر اس کو طلاق دے دے (اس طرح سے میں نے اس کو طلاق دے دی) اور وہ چلی گئی، بعد میں میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا۔

پھر اس کے متعلق قاضی شہاب بن فضل اللہ سے پوچھا کہ انہوں نے اس جنیہ عورت سے صحبت کی؟ فرمایا نہیں۔

ایک لڑکی کو اٹھانے کا واقعہ:

امام شعبی رحمہ اللہ حضرت نضر بن عمرو حارثی سے روایت کرتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہماری جانب ایک کنواں تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کو ایک پیالہ دیا کہ اس میں پانی لے آئے، مگر اس نے ہمارے سامنے آنے میں دیر لگا دی، ہم نے اس کو تلاش کیا لیکن تھک گئے اور اس کے ملنے سے ناامید ہو گئے، اللہ کی قسم! میں ایک رات سائبان کی چھت پر بیٹھا تھا کہ میرے سامنے ایک سایہ نظر آیا، جب وہ قریب ہوا تو وہ میری وہی بیٹی تھی۔ میں نے آواز دی میری بیٹی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں آپ کی بیٹی ہوں۔ میں نے پوچھا اے بیٹی تم کہاں تھی؟ اس نے کہا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے مجھے ایک رات کنویں پر بھیجا تھا؟ مجھے ایک جن نے اٹھایا اور اڑا لے گیا۔ پس میں اسی کے پاس ہی رہی۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنات کی ایک جماعت کے درمیان جنگ واقع ہوئی تو اس جن نے میرے ساتھ عہد کیا کہ اگر وہ ان پر کامیاب ہو گیا تو وہ مجھے واپس لوٹا دے گا۔ چناں چہ وہ کامیاب ہوا اور مجھے آپ کے پاس لوٹا دیا۔

میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو اس کا سفید رنگ سیاہی مائل ہو چکا تھا اور اس کے بال گر چکے تھے اور گوشت ختم ہو گیا تھا۔

پھر وہ ہمارے پاس رہی اور تندرست ہوگئی اور اس سے چچازاد نے نکاح کا پیغام دیا تو ہم نے اس کا نکاح کر دیا۔

اس جن نے اس لڑکی کے ساتھ ایک علامت مقرر کر رکھی تھی جب وہ اس کو دیکھتی تھی تو اس کو علم ہو جاتا تھا کہ وہ اس کو اشارہ کر رہا ہے۔

اس لڑکی کا خاوند ہمیشہ اس کو عتاب میں رکھتا تھا۔ اس نے (اپنی بیوی کو) ایک مرتبہ کہا۔

تو جن ہے یا شیطان ہے انسان نہیں ہے، تو اس کو ایک منادی نے آواز دی کہ اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ اگر تو اس کی طرف بڑھا تو میں تیری آنکھیں پھوڑ دوں گا، میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس کی حفاظت کی ہے اور مسلمان ہونے کے بعد دین کے اعتبار سے اس کی حفاظت کروں گا۔ تو اس جوان نے کہا تو ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا ہم بھی تو تمہیں دیکھیں، اس نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ ہمارے دادا نے ہمارے لیے تین چیزوں کا سوال کیا تھا۔

(۱) یہ کہ ہم خود تو دیکھ سکیں لیکن کسی کو دکھائی نہ دیں۔

(۲) یہ کہ ہم نمناک زمین کی سطح میں رہیں۔

(۳) یہ کہ ہمارا ہر ایک بوڑھاپے سے گھٹنوں تک پہنچ کر دوبارہ جوان ہو جائے۔

تو اس نے کہا کیا تو ہمیں چوتھی کے بخار کا علاج نہیں بتلاتا؟ اس نے کہا کیوں نہیں، کیا تو نے مکڑی طرح کا جانور پانی پر دیکھا ہے؟ اس کو پکڑ لے اور اس کی کسی ٹانگ کو روئی کے دھاگہ سے باندھ لے پھر اس کو اپنے بائیں کندھے پر باندھ دے اس نے ایسا ہی کیا اور وہ اس بخار سے ایسا آزاد ہوا جیسے اس کی رسی کھول دی گئی تو اس جوان نے پوچھا اے جن! اس آدمی کا علاج نہیں بتاؤ گے جو وہی ارادہ کرتا ہے جو عورت ارادہ کرتی ہے؟ کہا کیا اس سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے؟ کہا ہاں۔ کہا اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تجھے اس کا علاج بھی بتلا دیتا۔

فائدہ: علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے امام خرائطی رحمہ اللہ کی الہواتف کے حوالہ سے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد اس کو مزید تفصیل سے دوسری روایت سے خرائطی رحمہ اللہ ہی کی الہواتف کے حوالہ سے ذکر کیا

ہے۔اس کو امام ابی الدنیا نے بھی اپنی الہواتف میں خرائطی تک اپنی سند سے ص ۹۵ پر ذکر کیا ہے۔ہم نے تکرار معنی کی وجہ سے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔(حوالہ تاریخ جنات وشیاطین، ص: ۱۹۳)

ناقابل فراموش آسیب زدہ گھر:

ہم نے پچھلے سال کرائے پر ایک مکان لیا تھا۔ان دنوں میرے ایم ایس سی کے سیمسٹرز ہو رہے تھے ایسے دنوں میں مکان کی تبدیلی ذہنی طور پر انسان کو بوجھ لگنے لگتی ہے۔بہر حال یہ مرحلہ طے ہوا تو پتا نہیں کیوں مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اس گھر کے در و بام سے عجیب سی وحشت ٹپکتی ہے۔میں پڑھنے بیٹھتی تھی تو دل میں گھبراہٹ سی طاری ہونے لگتی تھی۔کسی بھی کام کو کرنے میں جی نہیں لگتا تھا۔ایک روز میں نے کھانے کے دوران اس بات کا ذکر ابو سے کیا تو پتا چلا سب کا یہی حال ہے۔ابو نے کہا کہ صبح اٹھ کر روزانہ قرآن کی تلاوت زور زور سے کیا کرو۔سورۃ الناس اور سورۃ الفلق پڑھ کر چاروں کونوں میں پھونکنے سے انسان بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے

ہم نے اس پر عمل شروع کر دیا۔پندرہ، بیس دن تک یہ عمل ہم سب باقاعدگی سے کرتے رہے کسی حد تک دل کو سکون ضرور ملا تھا۔مگر گھر کے وحشت زدہ ماحول میں کوئی تبدیلی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ہم سے پہلے اس گھر میں جو صاحب رہتے تھے ان کا اس گھر میں انتقال ہو گیا تھا اور یہ بات ہم سب کو معلوم تھی کہ تیس سال کی عمر میں وہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے تھے۔ہم سوچ رہے تھے کہ شاید اسی بناء پر ہمارے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔خیر ہم نے قرانِ پاک کی تلاوت جاری رکھی یہ اکیسویں کی شام کا ذکر ہے میں یونیورسٹی سے پرچہ دے کر آئی اور منہ ہاتھ دھونے سیدھی باتھ روم گئی وہاں میری نظر فلش کے نیچے پڑے خون پر پڑی جو ایک ڈھیری کی صورت میں پڑا تھا۔غیر ارادی طور پر میری چیخ نکل گئی۔امی کو جا کر بتایا تو وہ میرے ساتھ اندر آئیں۔فلش کی ٹنکی کے نیچے خون دیکھ کر امی اور میں گھبرا گئیں۔یوں بھی گھر میں ہم تین ہی افراد تھے۔ابو دفتر سے لوٹے نہیں تھے ہم لوگ ڈر گئے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے دانستہ یہ خون یہاں ڈالا ہے۔ہم دونوں ماں بیٹی گھر کو تالا لگا کر خالہ کے گھر

چلے گئے اور ان کو سارا حال بتایا۔

ایک مولانا خالہ کے گھر کے قریب رہتے تھے وہ ہمیں ان کے پاس لے گئیں ہم نے انہیں جب سارا حال بتایا تو کہنے لگے آپ کے گھر میں چھپکلیاں زیادہ ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے آپ اس خون پر کالا کپڑا اور سرسوں کا تیل ڈال کر جلا دیں۔

یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ بے چاری چھپکلیاں کہیں سے خون کیسے لا سکتی ہیں۔ ہم نے خالہ کو ساتھ لیا، گھر واپس آئے۔ خالہ نے کالے کپڑے کو سرسوں کے تیل میں ڈبو دیا اور اس کپڑے کو خون پر ڈال کر آگ لگا دی۔ ذرا سی دیر میں وہاں صرف راکھ رہ گئی جو پانی سے بہادی گئی۔ ابو کے آنے تک خالہ ہمارے ساتھ رہیں۔ ابو نے اپنے طور پر ہمارا ڈر نکالنے کی کوشش کی مگر مجھے باتھ روم جاتے ہوئے بہت ڈر لگنے لگا تھا، باتھ روم کمرے سے ایجڈ تھا اس لیے ہاتھ منہ دھونے کے لیے استعمال ہوتا تھا آہستہ آہستہ ڈر ختم ہوا اور میں باتھ روم جانے لگی۔

اس واقعہ کے ۲۳ دن بعد پھر ایسا ہی وقعہ رونما ہوا ایسا لگا جیسے کسی نے جانور ذبح کر کے اس کے خون کے چھینٹے فلش پر مارے ہوں۔ اس بار خون چھینٹوں کی شکل میں تھا۔ ابو نے ایک بالٹی پانی ڈال کر فلش پر پڑے خون کے چھینٹے صاف کر دیئے۔ یہ سلسلہ تین چار دن کے وقفے سے مہینے بھر تک جاری رہا۔ ہم بھی عادی سے ہونے لگے تھے۔ ایک روز دوپہر کو میں ہاتھ دھونے گئی تو دیوار پر نظر پڑی۔ فلش کے پیچھے والی دیوار پر خون کا ایک بلبلہ سا پھوٹ رہا تھا اور خونی لکیر کی طرح لکیر بناتا ہوا فرش پر رینگنے لگا تھا۔ مجھے فلیش پر دائیں جانب خون کی پچکاری سی نظر آئی جو چند لمحے پہلے نہیں تھی۔ یہ نظارہ ایسا تھا کہ مضبوط دل والا نارمل نہیں رہ سکتا تھا میں چیختی اور چلاتی ہوئی باہر بھاگی ابو اتفاق سے گھر پر ہی تھے انہوں نے خود جا کر یہ نظارہ دیکھا کلمہ پڑھ پڑھ کر انہوں نے پانی کی کئی بالٹیاں اس خون پر ڈالیں اور پھر ہمیں وہاں جانے سے منع کر دیا۔ اگلے روز ابو کسی عامل کو لے کر آئے انہوں نے سارے حالات کا پورا جائزہ لے کر ہمیں مشورہ دیا کہ یہ گھر چھوڑ دیں تو بہتر رہیگا کیوں کہ اس پر کسی نے سفلی عمل کروایا ہوا ہے۔ یہ عمل ایک خاص مدت تک جاری رہے گا اور مکینوں کے لیے عذاب بن سکتا ہے۔

ابو نے ادھر ادھر سے معلومات لیں تو پتا چلا کہ ہم سے پہلے جو صاحب اس مکان

میں رہتے تھے ان کے اپنے دفتری ساتھی سے مخاصمت چل رہی تھی۔ان کے دشمن نے ان پر کالا عمل کروایا تھا وہ جب باتھ روم جاتے تھے تو وہاں کلیجی، اوجھڑی پڑی ملتی تھی۔ ہفتے بھر میں ان کا انتقال ہو گیا۔اس واقعہ کی وجہ سے محلے میں کوئی اس مکان کا رخ نہیں کرتا تھا ہم لوگ آئے تو سب ڈر رہے تھے کہ خدا کو معلوم کہ ہم پر کیا بیتے گی۔

اللہ نے کرم کیا اور ہم کسی نقصان سے محفوظ رہے یہ کلام الٰہی کی برکت تھی جس نے ہمیں محفوظ رکھا تھا۔ ہم نے فوراً وہ گھر چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے پہلے ایسی واقعات صرف سنے یا پڑھے تھے مگر سائنس کی طالبہ ہونے کے ناتے ان پر یقین کبھی نہیں کیا تھا مگر آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جھٹلانے کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ مجھے بعد میں افسوس بھی ہوتا رہا کہ معمولی معمولی مفادات کی خاطر لوگ جانیں لینے کے درپے کیوں ہو جاتے ہیں اور ایسے علوم کی حوصلہ افزائی کیوں کرتے ہیں جو شیطانی عمل ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے شدید خطرات کا باعث ہیں۔

وہ بوڑھا کون تھا؟:

میرا ایک دوست اشرف کنیر انگر میں رہتا ہے۔آج سے سولہ سال قبل اس کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔وہ اپنے ماموں کی شادی میں کنیر انگر سے لاہور جار ہا تھا جس بس میں وہ سوار تھا اسے چلے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چکا تھا دوپہر کا وقت تھا گرمی کافی تھی اور لو بھی چل رہی تھی۔ گاڑی بھی اپنی پوری رفتار سے رواں دواں تھی کہ ایک سنسان جگہ پر ایک ضعیف آدمی لاٹھی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا اس نے بس روکنے کے لیے اشارہ کیا۔ڈرائیور نے بس روکی اور خود اسٹیرنگ پر دونوں بازو ٹیک کر سر کو بھی اوندھا کر لیا کہ سواری کے چڑھنے تک ذرا اونگھ لے۔کنڈیکٹر نے بس رکتی دیکھ کر فوراً دروازہ کھول دیا تا کہ سواری اندر آجائے ،بس رک گئی،بس کو کھڑے ہوئے چند سیکنڈ گزر گئے لیکن کوئی مسافر سوار نہ ہوا تو کنڈیکٹر نے نیچے اتر کر ادھر ادھر دیکھا مگر یہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا بس کے مخالف سمت دیکھا تو وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے ڈرائیور کو آواز دی کہ استاد بس چلاؤ...... یہاں تو کوئی سواری نہیں ہے۔مگر ڈرائیور ٹس سے مس نہ ہوا اس نے دوسری دفعہ کہا چلو استاد لیکن ڈرائیور پھر بھی خاموش رہا آخر اس نے ڈرائیور کے پاس جا

کراس کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کیا ہوگیا ہے استاد چلو، چلتے کیوں نہیں ہو۔ڈرائیور نے پھر بھی جنبش نہ کی تو بس کے دوسرے مسافر بھی ڈرائیور کے پاس آ گئے انہوں نے مل کر ڈرائیور کو اٹھانے کی کوشش کی مگر سب بے سود کیوں کہ اس کی روح تو قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی سب پریشان تھے کہ اچانک یہ سب کیا ہوگیا ہے۔ وہ بوڑھا کون تھا جو اچانک غائب ہوگیا۔کیا وہ عزرائیل تھے۔جنہوں نے بس کھڑی کروا کر ڈرائیور کی روح قبض کی۔ اگر وہ چلتی بس سے ڈرائیور کی جان قبض کرتے تو نہ جانے کتنے اور لوگ بے موت مرتے اور کتنوں کو چوٹیں آتیں۔ خداوند کریم کے بچانے پر سب سواریوں نے اللہ پاک کا شکرادا کیا۔ میں جب بھی یہ واقعہ یاد کرتا ہوں تو عجیب سی کیفیت ہو جاتی ہے کہ موت کا وقت متعین ہے آدمی اس سلسلے میں بالکل بے بس ہے کسی کو نہیں پتا کہ کس وقت کس کا بلاوا آ جائے۔

ناقابل فراموش

وہ آدمی تھا یا بلا تھی:

میرا تعلق ناردرن ایریاز گلگت ڈسٹرکٹ دیا مر وادی داریل سے ہے۔ یہ وادی دیکھنے میں بہت چھوٹی ہے یہاں کے ۹۰ فیصد لوگ ان پڑھ ہیں مگر وادی بہت حسین، سرسبز و شاداب ہے۔

یہاں ۱۹۹۰ء میں داریل میں جشن بہاراں کے سلسلے میں ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں ہزاروں شائقین کھیل دیکھنے آئے تھے۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سپر اسٹار کلب جیت چکی تھی۔ شام کے سائے چھارہے تھے اور مغرب کی اذان ہونے والی تھی کھیل ختم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ چل رہا تھا اچانک میری نظر ایک نوجوان پر پڑی۔ اس نوجوان نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ ہمیں ایک دوسرے کو پہنچاننے میں دیر نہ لگی کیوں کہ ہم کلاس فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے دوست بھی تھے میں آگے بڑھ کر اس سے بغل گیر ہوگیا۔ میں نے سلمان سے

پوچھا۔

"یار وہ شہزاد کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ وہ آج کل کہاں ہے، کیا کر رہا ہے؟"

میری بات سن کر سلمان کی آنکھیں نم ہو گئیں اور سرد بھری آہ بھر کر بولا۔

آج سے دو سال پہلے ستمبر کا مہینہ تھا میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا شہزاد کا چھوٹا بھائی کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرزہ تھا اس نے چٹھی کو آگے بڑھایا میں نے اس سے چٹھی لے لی اور لفافہ چاک کر کے پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔

"اتنا عرصہ ہو گیا تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں انتظار کرتا رہا آج تم سے ملنے کو بہت دل چاہ رہا ہے۔ آجاؤ۔ گپ شپ رہے گی۔ ویسے میں سخت بیمار ہوں ہو سکتا ہے کہ میری تمہاری آخری ملاقات ہو۔"

جب میں شہزاد کے گھر پہنچا تو شہزاد کی امی نے دروازہ کھولا اور انہوں نے مجھے اشارے میں بتایا کہ شہزاد اندر ہے۔ میں شہزاد کے کمرے میں پہنچا تو میرے دل کو دھچکا سا لگا۔ میں کچھ دیر باہر ہی کھڑا رہا۔ اسمارٹ شہزاد ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ میرے آنے کی آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں اور مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بیماری ہے اور اس حال تک کیسے پہنچے۔

اس نے بتایا کہ جولائی کا مہینہ تھا اور گرمی کی چھٹیاں تھیں مجھے اپنے انکل سے ملنے کنبھری جانا پڑا وہاں ایک ماہ رہنے کے بعد میں واپس ہوا صبح کنبھری سے روانہ ہوا تھا مغرب کی اذان کے وقت یشوٹ پہنچا اور وہاں سے اکیلا نکل پڑا۔ آخر کار رات کا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ میں ڈرتے ڈرتے تیز قدموں سے چل رہا تھا کیوں کہ وہاں چیڑ اور صنوبر کے درختوں کا جنگل تھا میں تیز قدموں سے چلتا ہوا رات کے تقریباً ۱۰ بجے ناؤ کوٹ پہنچا اب اس سے آگے بالکل تنگ راستہ تھا ایک طرف پہاڑی سلسلہ اور دوسری طرف دریا تھا مجھے دور سے ایک آدمی نظر آیا۔ وہ کافی موٹا اور سفید کپڑے پہنے سڑک پر چل رہا تھا میں نے دوڑنا شروع کر دیا تا کہ اس کے جلد قریب پہنچ سکوں۔ کافی دوڑنے کے باوجود بھی

میں نے دیکھا کہ اس شخص کے اور میرے درمیان فاصلہ کم نہیں ہو رہا حالاں کہ دیکھنے میں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بہت آہستہ چل رہا ہو۔ میں نے پھر دوڑنا شروع کیا۔ آخر دوڑتے دوڑتے اس تک پہنچ گیا۔ اب یہ مجھ سے تقریباً ۱۰ گز کے فاصلے پر تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا چاند کی مدھم سی روشنی تھی مگر اتنی روشنی میں ۱۰ گز سے انسان شناخت ہو سکتا ہے۔ اس شخص کا جسم سوکھی لکڑی کی طرح تھا اور اب وہ بالکل ساکت کھڑا تھا۔ اس کی شکل عجیب سی تھی۔ میں اتنا خوفزدہ ہوا کہ میری ہمت نہ ہوئی کہ اس سے بات کروں یا اس سے آگے بڑھوں۔ میں ذرا دیر یونہی چپ چاپ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اچانک وہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد میرے حواس بحال ہوئے تو میں تیز تیز قدم اٹھا کر آگے بڑھا۔ اچانک میرے کانوں میں کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ میں نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص میرے پیچھے آ رہا تھا۔ اب خوف کے مارے میرا برا حال تھا۔ میرے پاؤں زمین سے اکھڑ چکے تھے پاؤں اٹھایا تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی مجھے پیچھے کی طرف گھسیٹ رہا ہے۔ میں نے ذہن پر زور دیا کہ کوئی قرآنی آیات پڑھوں مگر اس مشکل میں جو کچھ آتا تھا وہ بھی بھول چکا تھا۔ کسی آیت کا شروع یاد تھا تو اختتام بھول گیا اور کسی کا اختتام یاد تھا تو شروع بھول چکا تھا۔ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر آخر آیت الکرسی پڑھنا شروع کی۔ تقریباً ایک کلومیٹر اسی طرح گزر گیا۔ میں نے دل میں کلمہ اور قرآنی آیات کا ورد کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھا۔

اچانک وہ شخص پھر میرے سامنے آ گیا۔ اس بار اس کی پیٹھ میری طرف تھی میں تھوڑا آگے چل کر رک گیا اور اپنی موت کا انتظار شروع کر دیا۔ وہ بلا آہستہ آہستہ منہ میری طرف کرنے لگی۔ میں پہلی بار اس کا منہ دیکھ رہا تھا اس کا منہ بہت خوفناک تھا۔ چہرے پر لمبے لمبے بال اور اوپر کے دو دانت بہت لمبے تقریباً ۸۔۹ انچ کے تھے اتنے میں اس نے منہ کھولا تو اس کے منہ سے شعلے نکلنا شروع ہو گئے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اب تم مجھ سے نہیں بچ سکتے ہو۔

میں نے بھاگنا چاہا مگر اس کوشش میں چکرا کر زمین پر گر پڑا وہاں میں کتنی دیر پڑا رہا مجھے علم نہیں مگر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ اس ویرانے میں تنہا پڑا ہوں۔

تھوڑی سی ہمت کر کے میں نے آس پاس دیکھا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اب میرا گھر زیادہ دور نہ تھا لہٰذا میں نے دوڑنا شروع کر دیا اور بالآخر گھر تک پہنچ گیا۔ میں نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور بے دم ہو کر دروازے پر گر پڑا۔ مجھے یاد نہیں کتنی دیر بعد مجھے ہوش آیا۔ ہوش میں آتے ہی میرے گلے سے ایک آواز نکلی۔ ''وہ آ رہا ہے پکڑو وہ مجھے کھا جائے گا۔'' میں وقتی طور پر ٹھیک تو ہو گیا مگر اس کے بعد سے مسلسل بیمار ہوں اور اب جو حالت ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔

میں نے شہزاد کو تسلیاں دیں اور کہا اب تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ان دلاسوں پر شہزاد کی آنکھوں سے آنسو ایسے نکل رہے تھے جیسے آبشار سے پانی بہتا ہے۔ میں شہزاد کو تسلی دے کر اپنے گھر آ گیا۔ ایک دن مجھے یہ افسوس ناک خبر ملی کہ شہزاد کا انتقال ہو گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ (بحوالہ قومی اخبار)

وہ بچہ کون تھا؟:

یہ واقعہ ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۰ء کا ہے مجھے ریاضی کی کتاب کی ضرورت تھی جو کہ میرے پاس نہیں تھی۔ اگلے دن میرا ریاضی کا ٹیسٹ تھا۔ میں نے امی سے اجازت لی اور اپنے دوست کے گھر چلا گیا تا کہ اس سے کتاب لے آؤں۔ اس کا گھر میرے گھر سے ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ تقریباً میں شام کے ۷ بجے اپنے دوست کے گھر پہنچ گیا جب میں اس کے گھر گیا تو وہ خود بھی تیاری کر رہا تھا اس لیے میں نے اس کو ساری بات بتائی تو اسنے کہا، تیاری تو مجھے بھی کرنی ہے۔ تم بھی یہیں تیاری کر لو۔ لہٰذا میں اس...... کے ساتھ بیٹھ کر تیاری کرنے لگا۔ تیاری کرتے وقت ٹائم کا پتا ہی نہ چلا۔ جب میں نے مکمل تیاری کر لی تو ٹائم دیکھا تو تقریباً رات کے ۱۲ بج چکے تھے۔ میں نے اپنے دوست سے گھر جانے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا ٹائم کافی ہو گیا ہے اس لیے تم صبح چلے جانا۔ میں نے اصرار کیا کہ میری امی میرے بغیر نہیں سوتیں۔ لہٰذا اس نے مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ ابھی میں نے ایک کلومیٹر کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی۔ جب میں اس جگہ گیا تو ہاں ایک خوبصورت بچہ رو رہا تھا میں حیران رہ گیا کہ یہ بچہ اس وقت کیا

کر رہا ہے۔ مجھے بچے پر بہت ترس آیا۔ میں نے اس کو اپنی گود میں اٹھالیا ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ بچے کا وزن بہت بھاری ہو گیا۔ تو میں نے اس بچے کو نیچے پھینکا۔ جب میں نے اس کو نیچے پھینکا تو اس نے شکلیں بدلنا شروع کر دیں۔ میں نے آیت الکرسی پڑھنا شروع کر کے بھاگنا شروع کر دیا تو پھر پیچھے سے آواز آئی کہ تم پہلے شخص ہو جو مجھ سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ جب میں گھر پہنچا تو بے ہوش ہو گیا مجھے تین دن تک ہوش نہ آیا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے گھر والوں کو بتایا تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔

سفید پوش کون تھے:

میرے چچا کا بیٹا جس کا نام عارف ہے، ضلع کرک میں پک اپ میں سواریاں لانے اور لے جانے کا کام کرتا ہے، ایک مرتبہ وہ کچھ سواریاں لے کوہاٹ پہنچا اور ان سواریاں کو کوہاٹ چھوڑ کر واپس آ رہا تھا، رات کے ایک بجے کا وقت تھا، راستے میں ایک اسپیڈ بریکر آنے پر اس نے گاڑی کی اسپیڈ ذرا آہستہ کی تو پیچھے پائیدان پر دو سفید کپڑوں والے آدمی چڑھ گئے، اس نے جب سامنے والے شیشے میں ان کو دیکھا تو گاڑی کو تیز کر دیا، لیکن گاڑی اسپیڈ مارتی ہی نہیں تھی، ایسے چل رہی تھی جیسے چیونٹی۔ یہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے، اس نے گاڑی کے شیشے بند کر دیئے اور ٹیپ ریکارڈر اونچی آواز میں لگا دیا۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ پیچھے کھڑے رہے، پھر ایک چوک پر اتر گئے، جیسے ہی وہ اترے گاڑی نے اتنی رفتار پکڑی کہ وہ ایکسیڈنٹ ہونے سے بال بال بچی، پھر اس نے گاڑی کو اتنی تیز چلایا جتنی چلا سکتا تھا، گھر آیا تو آتے ہی بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو اس نے ہمیں سارا واقعہ سنایا، اس دن کے بعد وہ نہ تو رات کو کوئی سواریاں لاتا ہے اور نہ لے جاتا ہے، بلکہ اس راستے پر بھی نہیں جاتا۔

خوبصورت عورت:

یہ واقعہ ۱۹۹۲ء کا ہے جب میں پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا، تحصیل دیناپور کے ایک گاؤں جمالا میں رہتا تھا، میرے تین بہترین دوست بھی تھے جن کے نام محفوظ، اکبر اور

ندیم تھے، میرا سارا بچپن جمالا کی گلیوں میں ان تینوں کے ساتھ گزرا ہے، ہم چاروں رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک باہر رہتے تھے، ہر روز ماموں کی ڈانٹ بھی پڑتی تھی اور کبھی کبھی مار بھی لیکن میں ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا اور روزانہ آدھی رات کو ہی گھر آتا، وہاں پر ایک کسان اللہ وسایا جو ہمارا ہمسایہ تھا اس نے گاؤں سے باہر خربوزے اور تربوز لگا رکھے تھے، اس دن ہم فلم دیکھنے گئے، فلم جب ختم ہوئی تو تقریباً ۱۰ بج چکے تھے، ہم کھیت میں پہنچے اور جاتے ہی خربوزے کی تلاش شروع کر دی کہ اچانک محفوظ کی نظر ایک عورت پر پڑی جو ہم سے چند قدم دور تھی، محفوظ نے جلدی سے ہماری توجہ اس عورت کی طرف کرائی، ہم دیکھ کر حیران رہ گئے ایک بہت خوبصورت عورت جس نے میک اپ کیا ہوا تھا اور بے حد زیور اس نے پہن رکھا تھا اور اس کے پاس گھاس کی بڑی گٹھڑی پڑی تھی، اس نے ہم سے کہا کہ مجھے گھاس اٹھوا دو، اکبر جو کہ بہت ہی دلیر اور نڈر لڑکا ہے آگے بڑھنے لگا میں نے اسے روکا کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ رات کی دس بجے کون گھاس کاٹتا ہے، جیسے ہی میں نے اسے روکا تو وہ عورت غصہ سے مری طرف دیکھنے لگی اور کہا کہ کیا ہوا؟ صرف گھاس اٹھوانے کو ہی تو کہہ رہی ہوں، اتنے میں ندیم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا بھاگو یہ تو جن ہے، شاید ندیم کی عقل میں بھی میری طرح بات سمجھ میں آ گئی تھی، ہم دوڑتے ہوئے گھر کی طرف بھاگے ہم جب گھر پہنچے تو پسینے میں شرابور تھے، میں ساری رات جاگتا رہا اور وہی عورت بار بار میری نظر کے سامنے آتی رہی، اب بھی کبھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

باب نمبر:۵

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اور جدید سائنس کے مشاہدات و واقعات

روزہ اور جدید سائنس:

اسلام نے روزہ کو مومن کے لیے شفا قرار دیا ہے اس ضمن میں سائنس کیا کہتی ہے؟ کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

فرانس میں یہودیوں کے روزے رکھنے کا واقعہ:

میں فرانس گیا وہاں میرے ایک دوست کہنے لگے کہ رمضان المبارک آیا مجھے روزے رکھنے تھے، تراویح پڑھنی تھی، میں نے اپنے پروفیسر سے کہا کہ مجھے چھٹی دے دو اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ مجھے روزے رکھنے ہیں، تراویح پڑھنی ہے اس نے کہا کہ تمہیں چھٹی کی کیوں ضرورت ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ دور جانا ہے اور روزانہ آ جا نہیں سکتا۔ اس نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں جہاں تمہارے مسلمان رہتے ہیں اور یہیں قریب رہتے ہیں میں اس کیساتھ چلا گیا اور وہاں پر میں نے لوگوں کو دیکھا جو داڑھیاں، عمامے باندھے ہوئے، جبے پہنے ہوئے، مسواک سے وضو کر رہے ہیں، اذانیں دے رہے ہیں اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، ایک آگے قرآن پاک پڑھ رہا ہے دوسرے پیچھے سن رہے ہیں پھر مزے کی بات یہ کہ روزے بھی رکھ رہے ہیں یعنی پورا مہینہ!!!

پھر اعتکاف بھی بیٹھے، صبح و شام روزے کی سحری و افطاری معمول کے مطابق ہوتی رہی۔ کہنے لگے کہ پھر میں عید پڑھ کر واپس آ گیا۔ میں نے پروفیسر سے کہا آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے ایسے لوگوں سے ملا دیا۔ میرا رمضان المبارک تو بہت اچھا گزرا تو وہ دوست کہنے لگا کہ وہ پروفیسر مسکرایا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا آپ کو

معلوم بھی ہے کہ یہ سب یہودی تھے میں نے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم کہنے لگا انہوں نے ایک (Project) کے تحت کام کیا کہ اسلام میں مسلمان مسلسل ایک مہینہ روزے رکھتے ہیں ہم بھی ویسے روزے رکھ کر دیکھتے ہیں کہ اسلام کے اندر کیا اچھائیاں ہیں، اور اچھائیاں ہوں گی تو ہم بن کہے اسلام قبول کرلیں گے۔ (علمائے کرام اوران کی ذمہ داریاں)

ریشم کا لباس اور جدید سائنس:

ریشم مردوں کے لیے حرام ہے۔ (رہبر زندگی)

طبعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کا مزاج گرم مائل بہ خشک ہے۔ ریشم کا کپڑا شہتوت کے درخت پر زیادہ ہوتا ہے اور اس کی تاروں کا مجموعہ ابریشم کہلاتا ہے اور اس ابریشم کے خول کے اندر کیڑا ہوتا ہے جو بنتے بنتے آخر کار خود مر جاتا ہے۔

ریشم اور جدید سائنس:

کنگ ایڈورڈ ششم کا تذکرہ ڈاکٹر براؤن نے کیا ہے کہ وہ ریشم کا لباس پہنتا تھا دراصل ایک دفعہ اسے جسم میں سخت تپش اور بے چینی محسوس ہوئی اور اس کی طبیعت غصے کی طرف زیادہ مائل ہوئی، حالاں کہ اس سے قبل اس کی یہ کیفیت نہیں تھی۔

اس نے معالجین سے مشورہ کیا۔ معالجین نے دوائیں دیں کچھ بیرونی لگانے کی دوائیں بھی دیں لیکن افاقہ نہ ہوا۔

وہ ہمیشہ ریشم کا لباس زیب تن کرتا تھا ایک دفعہ اس نے ریشم کا لباس اتارا تو اسے کچھ راحت محسوس ہوئی اس نے دوسرا لباس دو دن پہنا تو مرض میں کافی افاقہ محسوس ہوا اب اس نے کچھ عرصہ کے لیے ریشمی لباس چھوڑا تو مرض دور ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مرض دراصل اسی لباس کی وجہ سے ہے۔ (بحوالہ: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس)

ٹخنوں کے اوپر لباس:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کوئی مضائقہ نہیں ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ حصہ

آگ میں جلے گا۔ اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

طاہر منیر صاحب فوم کا کاروبار کرتے ہیں اچھے پڑھے لکھے صاحب ہیں فرمانے لگے۔

میں امریکہ (مشی گن سٹیٹ) کے سفر پر تھا۔ وہاں ایک ہیلتھ سینٹر دیکھا میرے دوست نے کہا کہ یہاں چلو آپ کو مزے دار چیزیں دیکھاتا ہوں ہم اکٹھے اس سینٹر میں پہنچے بہت بڑا اسینٹر تھا اس کے مختلف شعبے تھے ہم پھرتے پھراتے شعبہ لباس میں پہنچے تو ایک جگہ لکھا ہوا تھا شلوار کو ٹخنوں سے اوپر لٹکاؤ (شلوار میں کہہ رہا ہوں وہاں لفظ صرف لباس تھا) اس سے ٹخنوں کی ورم، جگر کی اندرونی ورم، اور پاگل پن سے بچ جاؤ گے۔

میں چونک پڑا میں نے پوچھا کہ یہ سینٹر مسلمانوں کا ہے؟ کہا کہ نہیں یہ عیسائیوں کا تحقیقی ادارہ ہے اور یہاں یہ صحت کے مختلف عنوانات پر تحقیق کرتے ہیں جن میں بعض اسلامی احکامات بھی زیر بحث آتے ہیں۔

اگر شلوار ٹخنوں کے نیچے ہوگی تو بعض اہم ترین شریانیں (Arteries) اور وریدیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہوا اور پانی کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور اگر وہ ڈھکی رہیں تو جسم کے اندر مذکورہ بالا تبدیلیاں آتی ہیں۔ (بحوالہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس)

مسواک کرنے کا ایک واقعہ:

اس وقت تمام ٹوتھ پیسٹ میں خاص چیز فلورائیڈ نمایاں طور پر پیش کی جاتی ہے حالاں کہ سائنس کہتی ہے کہ مسواک میں نیچرل فلورائیڈ ہوتی ہے جو کہ دانوں کے لیے اکسیر لاجواب ہے۔

مجھے ایک صاحب ملے جو کہ نو مسلم تھے میں نے ان کی قبول اسلام کا واقعہ پوچھا کہنے لگے میں دانتوں اور مسوڑھوں کے لا علاج اور خطرناک مرض میں مبتلا تھا تمام ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا آخر کار امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا اور امریکی شہری کی حیثیت سے مجھے بہت ہمدردی سے چیک کیا اور ایک نسخہ تجویز کیا اور کچھ ادویات دیں۔ میں وہ دوائیں لے کر جا رہا تھا راستے میں میرا ایک

مسلمان دوست اپنی گاڑی پر ملا میں نے گاڑی سائیڈ پر روکی تو اس نے بھی روک لی۔ مسلمان دوست نے میرا حال احوال لیا پھر وہ مجھے کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کے پاس لے گیا جو امریکہ میں دین پھیلانے کی غرض سے آئے ہوئے تھے کچھ دیر کے بعد تمام نے لکڑیاں (یعنی مسواک) نکال کر دانتوں میں ملنا شروع کر دیں میں حیران ہوا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگے یہ مسواک ہے اور اس کے فوائد بتائے اور ایک مجھے بھی دیا اور استعمال کرنے کا طریقہ بھی بتایا میرا ان کے ساتھ دل لگ گیا میں کچھ دن ان کے ساتھ رہا اور مسواک کرتا رہا آٹھ دن مسواک کرنے کے بعد میری مرض میں حیرت انگیز فائدہ ہوا میں اپنے ڈاکٹروں کے بورڈ کے پاس گیا جب انہوں نے میری مرض میں افاقہ محسوس کیا تو بہت خوش ہوئے کہ ہماری دواؤں کی وجہ سے آپ کو شفایابی ہوئی لیکن میں نے تمام ادویات جوں کی توں نکال کر ٹیبل پر رکھ دی وہ حیران ہوئے کہ آخر شفا کیسے ملی تو میں نے مسواک دکھائی وہ اور حیران ہوئے اور اس مسواک کے فوٹو لیے اور اس تحقیق کے لیے مزید سوچنے لگے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس سفر کا دوسرا ساتھی بنانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر لوگوں کا تنہا سفر کرنے کی وہ خرابیاں معلوم ہو جائیں جو میں جانتا ہوں تو کبھی کوئی سوار رات میں تنہا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک شخص دور دراز کا سفر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر سے دریافت فرمایا۔ تمہارے ساتھ کون ہے؟ مسافر بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ تو کوئی بھی نہیں بس اکیلا آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکیلا سوار شیطان ہے اور دو سوار شیطان ہیں البتہ تین سوار سوار ہیں۔ (ترمذی)

ہمسفر کی یادداشتیں:

میری زندگی کا تجربہ ہے کہ آدمی سفر میں اکیلا نہ ہو۔ اس تجربے کو تقویت اس طرح ملی کہ ایک دفعہ لارنیا کے جنگلات میں سفر کر رہا تھا۔ دوران سفر میری ملاقات ایک

صاحب سے ہوئی۔شکل وصورت سے دیہاتی بلکہ وحشی معلوم ہوتے تھے۔انہوں نے اپنی باتوں میں ایسا گھیرا کہ مجھے اپنے جھونپڑے نما گھر لے گئے اور اپنے تنکوں سے بھرے ہوئے بستر پر سلادیا۔ چونکہ تھکن سے چور تھا۔سوتے ہی نیند آ گئی جب اٹھا تو احساس ہوا کہ دو دن بعد اٹھا ہوں۔اور اس بات کا انکشاف ایسے ہوا کہ تنکوں کے ساتھ کچھ ایسی جنگی جڑی بوٹیاں رکھی تھیں جن کے اندر نشہ لانے کی خوشبو اور صفت تھی۔لیکن میں جب اٹھا تو میرے اسباب راہ اور مال کچھ بھی نہ تھا اسی دن سے میں نے اس بات کو قطعی آزمالیا ہے کہ سفر رہبر اور ساتھی کے ساتھ ہو۔محفوظ بھی ہے اور بہتر بھی۔

(بحوالہ: ہم سفر کی یادداشتیں)(بحوالہ: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس)

ہاتھوں سے کھانا کھانے پر امریکن ریسرچ:

انجینئر صاحب فرماتے ہیں:

ایک دفعہ واشنگٹن میں میٹنگ تھی اور اس میں امریکہ کے تین بڑے کوالیفائڈ کمپنی کے ڈائریکٹرز اور جنرل منیجر موجود تھے۔ہم نے ایک ہی میز پر کھانا کھایا۔میں نے دیکھا ہم مہمان تو ہاتھوں سے شروع ہو ہی گئے تھے لیکن انہوں نے بھی ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔چھری کانٹے ایک طرف دھری رہی، مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

مطلب یہ کہ بڑے اہم لوگوں کی میٹنگ ہے وہ بھی کرسی پر بیٹھ کر ہاتھوں سے کھانا کھا رہے ہیں، بوٹی توڑ رہے ہیں اور بوٹی نوچ رہے ہیں۔ میں بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ چھری کانٹے میں استعمال نہیں کی تو انہوں نے کہا:

ہمیں ہاتھوں سے کھانا کھانا پسند ہے وہ دوسرے کو دیکھا وہ بھی ایسے کھا رہا ہے، تیسرے کو دیکھا وہ بھی اسی طرح کھا رہا ہے میں حیران ہوا۔میرا تو اپنا کھانا بڑا مشکل ہو گیا۔یہ آج پہلی دفعہ گوروں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ہمارے پاس پیپر پڑا ہوا تھا۔ میں نے انہیں ہاتھ صاف کرنے کے لیے پیپر دیا لیکن انہوں نے اس سے ہاتھ صاف نہیں کئے بلکہ باقاعدہ انگلیوں کو چاٹا۔

میں نے سوال کیا کہ یہ آپ نے کہاں سے سیکھا ہے؟

تو کہنے لگے کہ یہ امریکن ریسرچ ہے کہ جب کھانا انگلیوں سے کھایا جاتا ہے تو انگلیوں میں جو مسام ہیں ان میں پلازمہ خاص طور پر خارج ہوتا ہے جس کو اگر مائکرو اسکوپ کے ذریعے دیکھا جائے تو واضح نظر آتا ہے۔ کہنے لگے اب ہم چھری کانٹوں کی بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی واقعہ اور تجربہ ہے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا:

انسانی زندگی کے معمولات میں ہے۔ یہ کبھی کہاں اور کبھی کہاں ہاتھ لگاتا ہے تو چونکہ ہاتھوں پر جراثیم چپکے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے حکم شرعی ہے کہ ہاتھوں کو پانی سے دھولو۔

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ اس کو کپڑے وغیرہ سے صاف نہ کرو اس لیے کہ اس کپڑے پر لگے ہوئے جراثیم پھر کہیں ہاتھوں کو نہ لگ جائیں۔

ایک ٹرک ڈرائیور نے کھانے کے لیے ایک ہوٹل کے قریب اپنا ٹرک کھڑا کیا نیچے اتر کر اس نے ٹرک کے ٹائر چیک کئے اور پھر کھانا کھایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ڈرائیور کھانا کھاتے ہی مر گیا۔ حالاں کہ اسی ہوٹل سے اور لوگوں نے بھی کھانا کھایا لیکن انہیں کچھ نہ ہوا۔ بہت سوچ و بچار اور کھوج لگانے کے بعد معلوم ہوا کہ مرحوم نے ٹائروں کو چیک کرنے کے لیے ان پر ہاتھ لگایا تھا۔ وہاں ایک زہریلا سانپ کچلا ہوا تھا اور اس کی تازہ زہر ٹائر پر لگی ہوئی تھی اور وہی زہر ہاتھوں پہ لگ گئی اور ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے زہر کھانے میں شامل ہو کر اس کی موت کا سبب بن گئی۔

مسجد میں آنے اور جانے کے آداب کی برکات:

مسجد چونکہ اللہ کا گھر ہے اس لیے آداب کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا چاہئے اور جب تک مسجد میں رہے آداب کا خیال رکھے اور مسجد سے نکلتے وقت بھی سنت طریقے کے مطابق نکلے۔

سنت کی برکت سے موت سے بچ گیا:

گرمی کے موسم میں، میں ایک دفعہ مسجد سے نکل رہا تھا تو بایاں پاؤں جوتے پر رکھا۔

جونہی جوتے پر زور پڑا تو معلوم ہوا کہ کوئی چیز اندر تھی جو مرگئی ہے۔ جب جوتا دیکھا تو اس میں ایک بڑا بچھو مرا پڑا تھا۔ اگر میں پہلے بایاں پاؤں خلاف سنت جوتے میں ڈالتا تو بچھو مجھے کاٹ ڈالتا۔ سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حادثے سے بچالیا۔

سنت طریقہ سے کپڑے پہننے کا فائدہ:

بزرگوں سے سنا تھا کہ جب کپڑے پہننے لگیں تو ان کو پہلے جھاڑ لیں اسی طرح سونے سے پہلے کپڑے سے بستر کو جھاڑ لیں۔

میں ایک دن گرمی کے موسم میں کپڑے بدلنے میں مشغول تھا کہ مجھے خیال آیا کہ کپڑوں کو پہلے جھاڑ دوں پھر پہنوں گا۔ جونہی میں نے شلوار کو جھاڑا اس میں سے ایک بچھو نیچے گرا اور اس کے گرنے کی آواز نے مجھے متوجہ کیا تو میں نے فوری بچھو کو ماردیا۔ اللہ تعالیٰ نے سنت کی برکت سے بڑی مصیبت سے بچالیا۔

ایک اور سنت کی برکات:

پہلے زمانے میں داڑھی رکھنا ایک بہت بڑا مجاہدہ تھا، خاص کر سرکاری ملازمت میں۔ ۱۹۵۷ء میں میں کمیشن کے سامنے گزیٹڈ پوسٹ میڈیکل آفیسر کے لیے پیش ہوا۔ ایم بی بی ایس ریکارڈ کے مطابق تو میں پہلے نمبر پر تھا۔ کیوں کہ میرے پاس بہت سے تمغے تھے، امتیازی پوزیشن بھی تھی مگر داڑھی سنت کے مطابق ہونے کی وجہ سے مجھے بتایا گیا کہ ہمیں آفیسر چاہیے امام مسجد نہیں چاہیے اور اس طرح میرا چناؤ نہ ہوسکا۔ میں نے اس پر صبر کیا دوسرا چناؤ ہو گیا مگر ۱۵۰ آفیسروں سے جونیئر ہو گیا۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے نوازا۔ میں نے دو ڈگریاں مزید حاصل کیں اور جلد پروفیسر بن جانے کی وجہ سے ۱۵۰ آفیسروں سے کافی سینئر ہو گیا۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے بعض اوقات آزمائشیں آتی ہیں ان پر صبر کر کے برداشت کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مسح کرنا، فرانسیسی سرجن اور پاگل خانے:

قبلہ انجینئر نقشبندی مدظلہ العالی کے مواعظ سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

ہمارے ایک دوست فرانس گئے وہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں وضو کر رہا تھا کہ ایک آدمی غور سے کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا میں نے محسوس تو کر لیا لیکن میں وضو کرتا رہا جب میں نے وضو مکمل کر لیا تو اس نے مجھے بلا کر پوچھا آپ کون ہیں۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ کہا! کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا پاکستان سے کہنے لگا کہ پاکستان میں کتنے پاگل خانے ہیں؟ بڑا عجیب سا سوال تھا۔ میں نے کہا کہ دو یا چار ہیں بہر حال مجھے تو پتہ ہی نہیں وہ کہنے لگا تم نہیں جانتے۔ کہنے لگا کہ یہ ابھی تم نے کیا کیا ہے میں نے کہا وضو کیا۔ کہنے لگا کہ روزانہ کرتے ہو؟ میں نے کہا روزانہ بلکہ دن میں پانچ بار کرتا ہوں۔ وہ حیران ہوا اور کہنے لگا۔

یہاں مینٹل یعنی دماغی امراض کے لیے ہسپتال ہے میں اس میں سرجن ہوں سو چتا رہتا ہوں تحقیق کرتا رہتا ہوں کہ لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں۔ پھر کہنے لگا میری تحقیق یہ ہے کہ انسان کے دماغ سے سنگل پورے جسم میں جاتے ہیں اور ہمارے جسم کے اعضاء کام کرتے ہیں۔ اور ہمارا دماغ ہر وقت (FLUID) کے اندر (FLOAT) کر رہا ہے اس لیے ہم بھاگتے ہیں کودتے ہیں دوڑتے ہیں پھرتے ہیں اور دماغ کو کچھ نہیں ہوتا اگر وہ کوئی (RIGID) چیز ہوتی تو اب تک ٹوٹ چکی ہوتی اللہ تعالیٰ نے اس کو (FLUID) کے اندر رکھا ہے۔ اس دماغ سے چند باریک رگیں (CONDUCTOR) بن کر آرہی ہیں اور رگیں ہماری گردن کی پشت سے پورے جسم کو جاتی ہیں۔

سرجن مزید کہنے لگا:

میں نے جو ریسرچ کی ہے اگر بال بہت بڑھا دیئے جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان رگوں کے اندر کئی دفعہ خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے جسم پر پھر اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس لیے ڈاکٹر نے سوچا اس جگہ (یعنی مسح والی جگہ کو) دن میں دو چار بار ضرور تر رکھا جائے کہنے لگا ابھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ منہ تو دھویا ہی ہے لیکن یہاں گردن کی پچھلی طرف بھی

آپ نے کچھ کیا ہے اس لیے وہ ڈاکٹر کہنے لگا آپ لوگ پھر کیسے پاگل ہو سکتے ہیں مزید یہ کہ مسح سے لولگنا اور گردن توڑ بخار کا خاتمہ ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات:

ایک ڈاکٹر کی ساری عمر ایک مستحب عمل پر ختم ہوگئی تو پھر سنت واجب اور فرض کی کیا حیثیت ہوگی۔

نماز پر ایک غیر مسلم ماہر کی حیرانگی:

ایک صاحب (اے ارقمر) اپنے یورپ کے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور ایک انگریز مجھے کچھ دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے کہنے لگا کہ یہ ورزش کرنے کا طریقہ تم نے میری کتاب سے سیکھا ہے کیوں کہ میں نے بھی اسی طریقے سے ورزش کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو شخص اسی طریقہ سے ورزش کرے گا وہ کبھی بھی طویل پیچیدہ اور سنسنی خیز امراض میں مبتلا نہ ہوگا۔ پھر اس ماہر نے وضاحت کی کہ اگر کھڑا آدمی فوراً سجدے کی ورزش میں چلا جائے تو اس سے اعصاب اور دل پر برا اثر ہوتا ہے اس لیے میں نے اپنی کتاب میں یہ بات خاص طور پر تحریر کی ہے کہ پہلے کھڑے ہو کر ورزش کی جائے جس میں ہاتھ بندھے ہوئے ہوں (یعنی قیام) پھر جھک کر ہاتھوں اور کمر کی ورزشیں کی جائیں یعنی (رکوع) اور پھر سر کو زمین سے لگا کر ورزش کی جائے (یعنی سجدہ) یہ ورزش صرف ماہرین ہی کرا سکتے ہیں۔

جب اس نے یہ بات کہی تو نمازی صاحب فرمانے لگے کہ میں مسلمان ہوں اور میرے اسلام نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے آپ کی کتاب ہرگز نہیں پڑھی اور ایسا عمل دن میں کم از کم پانچ بار کرتا ہوں۔

اس بات کے سنتے ہی وہ انگریز ماہر حیران رہ گیا اور ان صاحب سے مزید اسلامی معلومات لینے لگا۔

سچ بولنا، جسمانی و دماغی صحت:

الصدق ینجی و الکذب یھلک.

''سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ ہلاکت میں ڈالتا ہے۔'' (الحدیث)

سچ بولنے سے انسان کی جسمانی اور دماغی صحت بہتر ہوتی ہے اور اس امر کا انکشاف برطانیہ میں ''ٹروتھ تھراپی'' کے عنوان سے شائع ہونے والی ایک خصوصی رپورٹ میں کیا گیا۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھوٹ بولنے سے انسان کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ خاص طور پر جھوٹ بولنے والی خواتین بے خوابی کا شکار ہو جاتی ہیں اور یہی کیفیت اگر بڑھ جائے تو السر کا باعث بھی بن جاتی ہے ''ٹروتھ تھراپی'' کے ایک ماہر بریڈ لینڈ کی مطابق حقائق کو کھولنے والے کڑوے سچ بولنے سے جسمانی اور دماغی صحت بہتر ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے والی خواتین حقائق چھپا چھپا کر مختلف نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جھوٹ بولنے والی خواتین کو اکثر اپنا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے نظریں گاڑھ کر بات کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ ماہرین کے نزدیک جھوٹ بھولنے سے عورت کی جسمانی ساخت کے علاوہ خوبصورتی پر بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق دنیا میں فرانس، برطانیہ اور جرمنی کی خواتین سب سے زیادہ جھوٹی ہیں جب کہ امریکہ کی خواتین جھوٹ اور سچ مکس کر کے بولتی ہیں۔ (پیراسائیکالوجی کے کرشمات)

مغربی جرمنی کا سیمینار اور وضو:

ڈاکٹر نور احمد نور صاحب فرماتے ہیں: (نشتر میڈیکل کالج۔ ملتان)

مغربی ممالک میں مایوسی یا ڈپریشن کا مرض جس تیزی سے عام ہو رہا ہے ہر محلے میں پاگل خانے موجود ہیں اور نفسیاتی امراض کے ماہر سب سے زیادہ مصروف رہتے ہیں۔

اس کے برعکس مسلمانوں میں یہ مرض بہت کم پایا جاتا ہے خاص طور پر جن کا تعلق دین سے زیادہ ہے۔

چناں چہ چند سال قبل فیصل آباد گیا تو وہاں کے پنجاب میڈیکل کالج کے سامنے ایک فزیوتھراپسٹ نے دکان کھولی ہوئی تھی ان سے میری ملاقات ہوئی اس نے ڈپلومہ مغربی جرمنی سے کیا تھا مجھے بتایا اس کو دوران تعلیم جرمنی کے ڈاکٹروں نے بتایا کہ مایوسی کا علاج انہوں نے ادویات کے علاوہ اور طریقوں میں دریافت کیا ہے۔

چناں چہ مغربی جرمنی میں ایک سیمینار ہوا جس کا موضوع تھا کہ مایوسی یا ڈپریشن کا

علاج دواؤں کے علاوہ اور کن کن طریقوں سے کیا جا سکتا ہے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ اس نے ڈپریشن کے چند مریضوں کے روزانہ پانچ بار منہ دھلائے اور کچھ ماہ کے بعد ان کی بیماری کم ہوگئی۔

اس ڈاکٹر نے مایوسی کے مریضوں کا دوسرا گروپ لیا جس کے ہاتھ منہ اور پاؤں روزانہ پانچ مرتبہ دھلوائے تو اس گروپ میں شامل مایوسی کے مریضوں کو بہت افاقہ ہوا۔ اپنے مقالے کے آخر میں اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ مرض مسلمانوں میں کم اس لیے ہے کہ وہ دن میں کئی مرتبہ منہ ہاتھ اور پاؤں دھوتے ہیں یعنی وضو کرتے ہیں۔

دل کی جھلیوں میں پیپ کا پڑنا اور مسواک کی برکت سے شفایاب ہونا:

حکیم ایس ایم اقبال اخبار جہاں میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک مریض آیا جس کے دل کی جھلیوں میں پیپ بھری ہوئی تھی اور دل کا علاج کراتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا آخر دل کا آپریشن کر کے پیپ نکال لی گئی ہے کچھ عرصے کے بعد پھر پیپ بھر گئی تھک ہار کر میرے پاس آئے تو میں نے تشخیص کی تو پتہ چلا کہ اس کے مسوڑے خراب ہیں اور ان میں پیپ پڑی ہوئی ہے۔ اور وہ پیپ دل کو نقصان پہنچا رہی ہے اس تشخیص کو ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اب اس کا پہلا علاج دانتوں اور مسوڑھوں کا کیا گیا کھانے کے لیے کچھ ادویہ اور پیلو کا مسواک استعمال کرنے کے لیے دیا گیا اس کے استعمال کے بعد بہت جلد مریض نے افاقہ محسوس کیا۔

دانتوں کے امراض اور دس ہزار درہم:

عرب ممالک سے ایک مریض نے لکھا کہ دانتوں کے ایک دیرینہ مرض میں مبتلا ہوں اور اس علاج پر اب تک ۱۰ ہزار درہم لگا چکا ہوں لیکن افاقہ ندارد خط میں جواب دیا گیا کہ آپ مسواک صرف پیلو کا استعمال کریں اور دو ماہ مستقل دن میں ۵ دفعہ نمازوں میں ایک دفعہ لیکن مسواک تازہ ہو، تہجد میں کسی قسم کی دوائی استعمال نہ کریں الحمدللہ مریض حیرت انگیز طریقے سے تندرست ہوگیا۔

دائیں کروٹ لیٹنا اور سائنس:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب روبقبلہ ہوکر آرام فرماتے تھے۔

(بحوالہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

دل بائیں طرف ہے اگر بائیں طرف لیٹیں تو مندرجہ ذیل عوارضات کا قوی خطرہ ہوتا ہے۔

دل کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں کیوں کہ بائیں کروٹ لیٹنے سے معدہ اور آنتوں کا بوجھ دل پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے دوران خون اور دل کی حرکات میں کمی پیدا ہوجاتی ہے۔

نیند کے بارے میں بمبئی ہسپتال کے تجربات (بمبئی آڈیٹوریم) ڈاکٹر کرشن لال شرمانے کئے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف کا کہنا ہے کہ جن مریضوں کو مسلسل دائیں کروٹ سلایا گیا ہے وہ مریض بہت جلد صحت یاب ہوگئے اور جن مریضوں کو بائیں کروٹ سونے دیا گیا وہ مریض بے چین ہی رہے۔

جدید تحقیق سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دائیں طرف سونا دل اور معدے کے امراض سے بچاتا ہے۔ حتیٰ کہ بے ہوشی (Coma) سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

صاحب مدارج النبوۃ نے اس کی حکمت یہ نقل کی ہے کہ چونکہ بائیں جانب دل ہوتا ہے اگر اس کروٹ کے بل سویا جائے تو نیند بہت گہری آتی ہے (حتیٰ کہ آدمی اپنے آپ سے بالکل بے خبر ہوجاتا ہے ہلکی آہٹ پر بھی آنکھ نہیں کھلتی ظاہر ہے کہ ایسی نیند محمود نہیں) اور اگر دائیں کروٹ سویا جائے تو دل معلق رہتا ہے اور شدید گہری نیند نہیں آتی (یعنی ذراسی آہٹ پر آنکھ کھل جاتی ہے اس طرح خدانخواستہ کسی بھی ناگہانی صورت میں انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرسکتا ہے) اور صبح کی نماز کے لیے آسانی سے آنکھ کھل جاتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر اگر صبح کے وقت کبھی آرام فرماتے تو دائیاں بازو کھڑا کر کے ہتھیلی پر ہاتھ رکھ کر آرام فرماتے تاکہ نیند زیادہ گہری نہ آئے اور نماز فجر قضا نہ ہوجائے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گزاری۔

پگڑی اور ماہرین نفسیات:

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے علم میں بڑھ جاؤ گے۔

(فتح الباری)

ڈاکٹر عزیز احمد ماہر نفسیات ہیں فرمانے لگے کہ میں جب اعلیٰ ڈگری کے لیے بیرون ملک گیا تو وہاں نفسیاتی امراض سے بچنے کے لیے پگڑی نما ایک کپڑا سا سر پر باندھا جاتا تھا میں نے جب دیکھا تو فوراً بولا یہ تو پگڑی ہے اور جس انداز سے آپ باندھ رہے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل اسی طرح باندھی تھی ماہرین وہ پگڑی نما کپڑا اس لیے باندھتے تھے کہ اس سے آدمی کے اندر مسائل ومصائب کی برداشت اور قوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی بے شمار نفسیاتی امراض سے بچ جاتا ہے۔(علم نام ہے قوت برداشت اور تدبر کا)

صدیوں قبل آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا اور موجودہ سائنس اب تحقیق کر رہی ہے۔

نیویارک کی تباہ کاری:

امریکی ماہرین نفسیات کی ایک سرکاری برانچ نے امریکہ میں کم عمر مجرم بچوں اور بچیوں کا ایک گہرا جائزہ لینے کے بعد اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ جہاں دیگر چیزیں بچوں کو کم عمری میں چوری قتل وغارت گری کی جانب مائل کرتی ہیں ان میں سب سے بدترین چیز ''راک میوزک'' ہے۔ جس کو سننے والے اپنے دماغ پر قابو برقرار نہیں رکھ پاتے۔ راک میوزک (جو مختلف وزنی آہنی پلیٹوں کو مسلسل اور طاقت سے بجا کر پیدا کی جاتی ہے) کا سننے والا ذہن کبھی نارمل نہیں رہ سکتا۔ اس بیان میں کہا گیا ہے کہ اسی راک میوزک کی وجہ سے بہت سے کم عمر بچے اپنے معصوم ہاتھوں سے کئی خون کر چکے ہیں۔

امریکہ کے علاوہ برطانیہ سمیت یورپ کے دیگر ملکوں میں آئے دن ۱۶ سال سے کم عمر بچوں کی مجرمانہ وارداتوں کی خبریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ حقیقت میں ان بچوں کی اٹھان مکمل منفی جذبات اور احساسات پر ہوئی ہے۔ میوزک کی علاوہ دہشت ناک کہانیوں پر مبنی فلمیں خوف طاری کر دینے والے بچوں کے کارٹون، اور غیر انسانی مخلوقات سے

مشابہ جانداروں کی ہلاکت خیزیاں، بچوں کے ذہن پر مسلسل منفی اثرات چھوڑتی رہتی ہیں۔اور یہی بچے جب اپنے اندر کچھ قوت پاتے ہیں،تو وہ وہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔جو انہوں نے دیکھا ہے۔

پاپ موسیقی سے بہرے پن میں اضافہ:

برطانیہ کے ڈانس کلبوں میں جانے والے نوجوان افراد میں سے ۶۲ فیصد نے یہ اعتراف کیا ہے کہ انہیں سننے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جب کہ ۷۲ فیصد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ انہیں سماعت کی تکلیف اس وقت ہوئی جب وہ راک یا پاپ موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔رائل انسٹی ٹیوٹ فار ڈیف پیپلز کے سربراہ جیمز اسٹیچن کا کہنا ہے کہ ہم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بجائے بڑھاپے کے اب ادھیڑ عمر میں ہی سماعت سے محرومی کی وباء کا شکار ہو رہے ہیں۔یونیورسٹی کالج لندن کے ڈیپک پراشر نے شور اور سماعت سے متعلق ایک مقالے میں کہا ہے کہ عام طور پر لوگوں کو یہ بنیادی بات ہی نہیں معلوم کہ شور سے سماعت بھی جاتی رہتی ہے۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ رقص گاہوں میں شور کی سطح ۹۵ ڈیسبل سے ۱۲۰ ڈیسبل تک ہوتی ہے جب کہ زمین میں ڈرل کرنے والے آلے کے شور کی سطح ۱۱۰ ڈیسبل ہوتی ہے اور پچاسی ڈیسبل شور کی وہ سطح ہے جب صنعتی کارخانوں میں کانوں کو محفوظ کرنے کے آلات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے تو موسیقی سے بچنے کے لیے آلات کیوں استعمال نہیں کیے جاتے ہیں۔

چھینک پر الحمدللہ کہنا اور جدید سائنس:

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام سراسر حکمت و دانائی ہے۔قرآن اور سنت کی تمام شہادتیں حکمت سے خالی نہیں کیوں کہ یہ دین ایک فطرتی دین ہے جس کی طرف قدرتی طور پر لوگوں کا رجحان ہوتا ہے جس وقت بھی کچھ تکلیف آپڑتی ہے خود بخود لوگ اسلامی قوانین کو اپناتے ہیں۔ویسے تو اللہ تعالیٰ جب چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں تو کم فہم لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان چھوٹی چیزوں کی مثالیں بیان کر کے کیا سمجھائیں گے؟ مگر یہ شیوہ دانا لوگوں کا نہیں بلکہ بے وقوف لوگوں کا شیوہ ہے، عقل مند

لوگ اس مثال سے حکمت اور تعمیر اخلاق کی چیزیں اخذ کرتے ہیں۔

تمام سنت رسول بھی قرآن کی تفسیر ہیں جو حکمت پر ہی مبنی ہیں۔ ذیل میں ایسی ہی مثال سامنے لائی جارہی ہے۔ کہ دیکھنے میں انسان کو بڑا عجیب سا لگتا ہے مگر بصیرت کی آنکھیں رکھنے والا اس سے بھی نتائج اور وجوہات اخذ کر کے مغفرت الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کو چھینک آئے تو وہ **الحمد للہ** کہے اور سننے والا **یرحمک اللہ** کہے۔

چھینک آنے پر ان دو جملوں کے کہنے میں بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا مگر ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے جب انسان کو چھینک آتی ہے تو اس وقت انسان کا دل اور دماغ دونوں ایک دم کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ دونوں عضلات انسانی جسم میں انجن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ دونوں فیل ہو جائیں تو پورا جسم مردہ ہو جاتا ہے کسی بات کے بیان کرنے کے دوران اگر چھینک آ جائے تو چھینک کے بعد آدمی مخاطب سے اشاروں میں پوچھتا ہے کہ میں کیا بات کر رہا تھا۔ معلوم ہوا انسان مردہ کی سی حیثیت حاصل کر لینے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

یعنی جب چھینک آئے تو دل اور دماغ فوراً رک گئے۔ ان کا رابطہ ہر چیز سے منقطع ہو گیا لیکن چھینک ختم ہوتے ہی دوبارہ وہی سلسلہ شروع ہو گیا اس طرح آدمی چھینک آنے پر "**الحمد للہ**" کے جملے کہہ کر خدا کا شکر یہ ادا کرتا ہے کہ خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے دوبارہ زندہ کیا اس کے یہ کلمات سننے والا "**یرحمک اللہ**" کہہ کر اس کو دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال پر رحم فرمائے اور تجھے عمر میں پختگی اور دراز عمر عطا فرمائے۔

اس بظاہر چھوٹی حدیث کو "نیوسائنس" نے پرکھا اور اس کا رزلٹ لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا آج کی جدید سائنس کا بھی محور قرآن وسنت ہی ہے اور سنت سے مخالفت کرنے والے یورپین سائنس دانوں نے اس کی وضاحت بیان کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان کا عقیدہ ہے اور وہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی سنت کو بلا چوں چرا اس کے تسلیم کر لیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس میں ضرور حکمت ہے مگر جدید سائنس اور منکرین سنت وحدیث کا اقرار کر لینا کہ اسلام کی چھوٹی سے چھوٹی باتیں اور

احادیث اپنے اندر بہت بڑا مقام، وسعت اور اہمیت رکھتی ہیں۔ ہماری یہی کامیابی ہے کہ ہمارا دشمن ہماری تعلیمات کا اقرار کر لے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو ہی اپنی زندگی کا محور مدار بنایا جائے کیوں کہ دنیا کی پیش قدمی نے بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس: (غصہ کے بارے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''غصہ نہ کیا کرو'' اس نے کئے بار نصیحت کی درخواست کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار جواب میں یہی فرمایا، ''غصہ نہ کیا کرو'' یہ حدیث مبارکہ صرف اس ایک صحابی کے لیے ہی مختص نہیں تھی۔ بلکہ اس کا دائرہ عمل پوری انسانیت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور خصوصاً ایسے اصحاب کے لیے اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، جن میں غصہ کی صفات زیادہ ہیں۔

غصہ کرنے کے جسمانی نقصانات، دل اور دماغ پر اس کا اثر:

تندرستی کا تعلق دل سے ہے اور یہ انسانی جسم کا ایک نہایت اہم حصہ ہے۔ غصے کی حالت میں جو اعضائے انسانی سب سے پہلے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ ہیں دل اور دماغ۔ دل میں موجود غصہ دل پر کیا اثر دکھاتا ہے۔ اس کی اگر فہرست بنائی جائے تو شائد پوری ایک کتاب لکھنا پڑ جائے۔ سخت غصہ کی حالت میں ہماری آواز کانپنے لگتی ہے، چہرہ لال ہو جاتا ہے، آنکھیں پھیل جاتی ہیں، مٹھیاں بند ہو جاتی ہیں، بانہیں لرزنے لگتی ہیں۔ جبڑے کس جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات دوران خون کا دباؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ انسان کی موت تک واقع ہو جاتی ہے یا دماغ کی کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔

پیٹ کا درد:

سخت غصہ کے دوران یا اس کے بعد کئی لوگوں کے پیٹ میں سخت درد ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ غصہ کے جذبات پیٹ پر سیدھا اور فوراً اثر ڈالتے ہیں۔ پیٹ کا

نچلا حصہ غصہ سے کس کر بند جاتا ہے اور ان لمحوں میں پیٹ سے کوئی چیز باہر نہیں جا سکتی۔ پیٹ کے ساتھ ساتھ پورے نظام ہضم میں بھی اینٹھن ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح دل میں پیدا ہونے والے دیگر جذبات پورے جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جذبات صرف دماغی ہی نہیں بلکہ جسمانی ردعمل بھی ہے۔

نوسوننانوے (۹۹۹) امراض:

ہماری زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں ہم کسی نہ کسی جذبے کا احساس نہ کر رہے ہوں اور یہ سوچنا غلط ہے کہ جو جذبات لمحہ لمحہ ہمارے جسم میں موجود امراض یا ایسے امراض جو لاحق ہو سکتے ہیں۔ وہ اگر ایک ہزار (۱۰۰۰) کی تعداد میں ہیں تو نوسوننانوے (۹۹۹) امراض سے انسان از خود محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن دواؤں کی عادی اور دیوانی آج کی دنیا میں کون یقین کرے گا اور یہ کون سوچے گا کہ دوائیاں علاج نہیں کرتیں بلکہ جسم کا علاج تو جسم ہی کرتا ہے۔ دوائیاں تو جسم کو صرف مدد فراہم کرتی ہیں۔

روح کا علاج روحانی تدبیر سے ہوگا:

بات دراصل یہ ہے کہ برے جذبات ہمارے نظام جسمانی پر فوراً چھا جاتے ہیں۔ ان کا سیدھا اثر ان غدود پر پڑتا ہے جو کئی قسم کے ہارمون پیدا کرتے ہیں۔ جب من اور تن دونوں خراب ہو جائیں۔ تب دنیا تو بگڑی بگڑی ہی لگے گی۔ مگر خراب اور غصہ والے جذبات کا اثر اگر خراب ہوتا ہے تو۔ اچھے جذبات کا اثر بھی اچھا ہوتا ہے۔ اور انسان کو یہ کوشش اور پریکٹس کرتے رہنا چاہیے۔ کہ وہ اپنے غصہ والے جذبات پر قابو پائے۔ اور اپنے اندر اچھے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کرتا رہے۔ پریکٹس ہو جانے پر ایک کم عقل آدمی بھی برے جذبات کو اپنے دل و دماغ سے دور رکھ سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس پریکٹس نہ ہونے کی صورت میں ایک عقل مند آدمی عقل مند ہونے کی وجہ سے ہی برے جذبات کے زیر اثر آ سکتا ہے۔ عقل مند آدمی اپنی خامیوں، کمیوں، بیوقوفیوں اور ناکامیوں پر بہت تیزی سے سوچ سکتا ہے۔ زیادہ دیر تک بھی سوچ سکتا ہے اور جب تک وہ سوچے گا تب تک اس کے جسم میں وہ ہارمون اور افراز مسلسل پیدا ہوتے رہیں گے۔

جوانسان کو بیمار بناتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا سو (۱۰۰) میں سے ساٹھ (۶۰) سے زیادہ السر کے مریض بڑے بڑے لیڈر، وکلا، بیوپاری یا کاروباری حضرات ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ السر زیادہ تر عقلمند کی بیماری ہے۔

آبِ زم زم کے عجائبات:

یورپی لیبارٹریوں کی تحقیق پر مبنی رپورٹ۔

حج کے ایام میں آبِ زم زم کے عجائبات میرے ذہن میں تازہ ہو جاتے ہیں۔ آئیں آپ بھی میری ان یادوں میں شریک ہو جائیں۔ یہ ۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ ایک مصری ڈاکٹر نے یورپی پریس کو ایک خط لکھا کہ آبِ زم زم پینے کے قابل نہیں ہے۔ میرے ذہن میں جو فوراً خیال آیا وہ یہ تھا کہ یہ مسلمانوں سے تعصب کا معاملہ ہے۔ مصری ڈاکٹر کا بیان اس مفروضے پر مبنی تھا کہ خانہ کعبہ ایک نشیبی جگہ (سطح سمندر سے نیچے) ہے اور مکہ شہر کے مرکز میں واقع ہونے کے باعث شہر کا سارا گندا پانی زمین میں سرایت کرنے کے بعد آبِ زم زم میں گرتا ہے۔

خوش قسمتی سے یہ خبر شاہ فیصل تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے بلا تاخیر ایگریکلچر اور واٹر ریسورسز یعنی زراعت اور ذرائع آب کی وزارت کو حکم دیا کہ آبِ زم زم کے نمونے یورپین لیبارٹریز کو یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجے جائیں کہ کیا آبِ زم زم پینے کے قابل ہے یا نہیں۔ وزارت نے جدہ میں قائم پلانٹ POWER AND DESALINATION کو یہ کام سونپا۔ میں اس پلانٹ میں بطور کیمیکل انجینئر کام کر رہا تھا جس کا کام سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانا تھا۔ پلانٹ کی انتظامیہ نے آبِ زم زم کے معاملہ سے نپٹنے کے لیے مجھے منتخب کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آبِ زم زم بظاہر کیسا ہے۔

میں مکہ گیا اور خانہ کعبہ کے حکام کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں اپنی آمد کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ایک آدمی میرے ساتھ کر دیا تا کہ تحقیق کے دوران میں مجھے جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ پوری کرے۔ جب ہم آبِ زم زم پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ وہ پانی کا ایک گڑھا ہے جسے ہم (تقریباً ۱۸×۱۴ فٹ) چھوٹا سا تالاب کہہ سکتے

ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کنواں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک یعنی ہزار ہا سال سے ہر سال حاجیوں کو کروڑوں گیلن پانی فراہم کر رہا ہے۔

میں نے اپنا کام کنوئیں کی پیمائش سے شروع کیا۔ میں نے اپنے معاون آدمی سے کہا کہ وہ مجھے کنوئیں کی گہرائی بتائے۔ اس نے پہلے غسل کیا اور پھر وہ کنوئیں میں اتر گیا۔ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ پانی کی سطح اس کے کندھوں سے ذرا اوپر تھی۔ اس کا قد پانچ فٹ آٹھ انچ تھا۔ اس کے بعد اس نے کنویں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اسے ہدایت تھی کہ اس دوران میں وہ سیدھا کھڑا ہو کر چلے اور پانی میں ڈبکی نہ لگائے۔ کنوئیں میں اس طرح چلنے کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کنوئیں میں پانی کی کوئی گزرگاہ یا پائپ لائن تو نہیں ہے جن سے کنوئیں میں پانی آتا ہے۔ آدمی نے بتایا کہ کنوئیں کے اندر اسے کوئی گزرگاہ یا پائپ لائن نہیں ملی۔

میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ آبِ زم زم کا ذخیرہ کرنے کے آبِ زم زم پر جو ٹرانسفر پمپ لگا ہوا ہے اس کے ذریعے تیزی کے ساتھ کنوئیں سے پانی نکالا جائے۔ اس طریقے پر عمل کرنے سے پانی کی سطح گرے گی اور کنوئیں میں جن راستوں سے پانی داخل ہوتا ہے ان کی شناخت اور مقامات کا تعین آسان ہو جائے گا۔ اس پر عمل کیا گیا مگر حیرت ناک طور پر وہاں کچھ بھی نہ دیکھا جا سکا مگر میں جانتا تھا کہ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم کنوئیں میں آنے والے پانی کے راستے معلوم کر سکتے ہیں اس لیے میں نے پمپ کو دوبارہ چلانے کا فیصلہ کیا۔ اس دفعہ میں نے آدمی کو کنوئیں میں کھڑا کر دیا اور اسے کہا کہ وہ ایک ہی جگہ پر چوکس کھڑا رہے اور اس دوران میں ہوشیاری سے کنوئیں میں وقوع پذیر ہونے والی کسی بھی غیر معمولی بات کو نوٹ کرے۔ کچھ ہی دیر بعد اچانک اس نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اور چلایا ''الحمد للہ میں نے اسے پا لیا ہے۔ جونہی کنوئیں کے پیندے سے پانی باہر نکلتا ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ریت میرے پاؤں کے نیچے ناچ رہی ہو۔''

پمپنگ کے دوران میں اس نے کنوئیں کا چکر لگایا اور ہر جگہ یہی صورت حال محسوس کی۔ درحقیقت کنوئیں کے پیندے سے کنوئیں میں ہر جگہ برابر پانی داخل ہو رہا تھا جو پانی

کی سطح کو برابر رکھتا تھا۔

اپنے مشاہدات ختم کرنے کے بعد میں نے یورپین لیبارٹریوں میں ٹیسٹ کرانے کے لیے پانی کے نمونے لیے۔ مکہ چھوڑنے سے پہلے میں نے مکہ کے حکام سے مکہ میں واقع دیگر کنوؤں کے بارے میں بھی پوچھا۔ مجھے بتایا کہ مکہ میں دیگر کنوئیں تقریباً خشک ہیں۔ جدہ پہنچ کر میں نے اپنے باس کو اپنی تحقیق سے آگاہ کیا۔ اس نے بڑی دلچسپی سے میری باتوں کو سنا مگر نامعقول رائے دیتے ہوئے کہا کہ آب زم زم کا اندرونی طور پر بحیر احمر سے کنکشن ہوگا۔

مگر یہ کس طرح ممکن ہے کیوں کہ مکہ بحر احمر ۷۵ کلومیٹر دور ہے اور پھر مکہ کی حدود میں آب زم زم سے پہلے جو کنوئیں آتے ہیں وہ عموماً خشک رہتے ہیں۔

یورپین لیبارٹریوں نے آب زم زم کے ٹیسٹ کے بعد جو تجزیاتی رپورٹیں دیں وہ تقریباً ویسے ہی تھیں جو ہماری لیبارٹریوں نے دی تھیں۔ آب زم زم اور دیگر پانی میں فرق صرف یہ تھا کہ آب زم زم میں کیلشیم اور میگنیشم نمکیات کی مقدار کچھ زیادہ تھی۔ انہیں نمکیات کی مقدار زیادہ ہونے کے باعث اس پانی سے تھکے ہوئے حاجی بھی تروتازہ رہتے ہیں اس کے علاوہ آب زم زم میں فلورائیڈز بھی پائے جاتے ہیں اس لیے آب زم زم جراثیم کش اثرات بھی رکھتا ہے۔ یورپین لیبارٹریوں نے واضح طور پر لکھا کہ پانی مکمل طور پر پینے کے قابل ہے۔ اس طرح مصری ڈاکٹر کا بیان غلط ثابت ہوگیا۔ جب شاہ فیصل کو یہ بتایا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور رپورٹ یورپین پریس کو فراہم کرنے کا حکم دیا۔

یہ اللہ کا خاص فضل و کرم تھا جس نے ہمیں اس طرح آب زم زم کی کیمیائی ساخت جاننے کا موقع فراہم کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں آپ مزید تحقیق کریں گے، آب زم زم کے زیادہ سے زیادہ عجائبات آپ کے سامنے آئیں گے اور اس پانی کے اثرات پر آپ کا یقین بڑھتا جائے گا۔ اس صحرائی زمین میں دور و نزدیک سے حج کے لیے آنے والے افراد کے لیے یہ پانی اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے۔

آب زم زم کی چند خاص خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آب زم زم کبھی خشک نہیں ہوا۔ اس کے برعکس اپنے پانی کی

ضروریات ہمیشہ پوری کی ہیں۔ جب سے یہ وجود میں آیا ہے اس کے ذائقے اور نمکیات کی کمپوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

۲۔ ''پینے کے لیے موزوں'' آب زم زم کی یہ خاصیت ہمیشہ سے عالمی طور پر تسلیم شدہ ہے۔ دنیا کے ہر کونے سے حاجی ہر سال مکہ آتے ہیں اور گزشتہ چودہ صدیوں میں آب زم زم کے خلاف کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی۔ حاجی ہمیشہ اس سے لطف اندوز ہوئے ہیں جو انہیں تر وتازہ رکھتا ہے۔

۳۔ شہروں میں سپلائی کئے جانے والے پانیوں میں کلورین یا دیگر کیمیکل ملائے جاتے ہیں مگر آب زم زم میں آج تک کبھی بھی کلورین یا کوئی دوسرا کیمیکل نہیں ملایا گیا۔

۴۔ دنیا بھر میں بیشتر (تقریباً تمام ہی) کنوؤں میں نباتاتی نشوونما ہو جاتی ہے جس سے پانی پینے کے قابل نہیں رہتا کیوں کہ نباتاتی نشوونما سے ذائقہ اور بو تک میں فرق آجاتا ہے۔ مگر آب زم زم میں نباتاتی نشوونما کے دور دور تک نشان دکھائی نہیں دیتے۔

۵۔ صدیوں پہلے یہ کنواں اس وقت وجود میں آیا جب حضرت حاجرہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ میں دوڑ رہی تھیں اور حضرت اسماعیل کے ایڑیاں زمین پر مارنے سے پانی کا چشمہ پھوٹا اور پھر اللہ کے فضل و کرم سے وہ کنواں بن گیا، پانی نے آب زم زم اور کنوئیں نے چاہ زم زم کا نام پایا۔

(بشکریہ: ریڈیئنس، بھارت)

باب نمبر:۶

ٹی وی کی تباہ کاریوں کے واقعات

میت کنکھجوروں کے محاصرے میں:

ایک تبلیغی دوست نے ہندوستان کا ایک قصہ سنایا کہ ایک علاقے میں ہماری جماعت گئی، اور وہاں ہم ایک مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے، اور اپنا کام کر رہے تھے کہ یکا یک محلے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے، اور آ کر کہا کہ ذرا ہمارے گھر چلئے۔ ہم لوگ بہت پریشان ہیں، ہمارے گھر ایک میت ہوگئی ہے اور میت کے ساتھ عجیب معاملہ ہو رہا ہے، چناں چہ ہم سب لوگ ان کے ساتھ چلے گئے، جب ان کے گھر پہنچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ایک عورت کی لاش کمرے میں رکھی ہے اور بہت بڑے بڑی کنکھجورے اس لاش کے چاروں طرف سر سے لے کر پاؤں تک دائیں بائیں منہ کھولے کھڑے ہیں، اور وہ اتنی خوفناک شکل کے تھے کہ ان کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، قریب جانے کی کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی، اور سارے گھر والے خوف کے مارے دوسرے کمرے میں جمع تھے، دہشت کی وجہ سے کوئی شخص اس کمرے میں نہیں جا رہا تھا، گھر والوں نے ہم سے کہا کہ آپ نیک لوگ ہیں، ہم آپ کو اس لیے بلا کر لائے ہیں کہ ہمارا تو خوف سے برا حال ہو رہا ہے۔ آخر اس میت کو بھی اس کی جگہ پر پہنچانا ہے، کیسے اس کو غسل دیں؟ کس طرح اس کو یہاں سے اٹھائیں؟ یہ کنکھجورے چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہیں، ہمارا تو قریب جاتے ہوئے پتہ پانی ہو رہا ہے، آپ حضرات کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں، اور دعا کریں، تاکہ کم از کم اتنا موقع مل جائے کہ ہم اس کو اس کی قبر میں اتار دیں، اور اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی خوف محسوس ہوا، لیکن ہم دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ اس کے کسی گناہ کا عذاب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت کے لیے ظاہر کیا ہے، چناں چہ ہم سب ایک کونے میں بیٹھ کر اس کے لیے استغفار کرنے لگے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے

لگے کہ یا اللہ، مہربانی فرما، اور اتنی دیر کے لیے اس عذاب کو اس مردے سے ہٹا دیجیے کہ ہم اس کو غسل اور کفن دے کر اس کو اس کی قبر تک پہنچا سکیں، اور یہ فریضہ ادا کر سکیں۔ اس کے بعد کافی دیر تک ہم پڑھتے رہے، استغفار کرتے رہے، روتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔ کافی دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے اچانک میت کا محاصرہ چھوڑ کر ایک کونے میں جمع ہو گئے، بس ہم نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت آ گئی ہے، اس نے اپنا فضل فرمایا، اب تم لوگ اس کو غسل اور کفن دے دو، چناں چہ غسل اور کفن کے بعد اس کی نماز جنازہ ہوئی اور اسے قبرستان لے گئے، اور جا کر اس کو قبر میں اتار دیا۔ جس وقت قبر میں اتارا تو دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے ایک کونے میں جمع ہیں۔ وجہ عذاب ٹی وی کا دیکھنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

اذان کی بے حرمتی کا وبال:

اس کو دفنانے کے بعد دوبارہ اس کے گھر یہ پوچھنے کے لیے گئے کہ آخر اس کا ایسا کون سا برا عمل تھا، جس کی وجہ سے اس کو یہ عبرت ناک عذاب ہوا، اور خدا جانے اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس کی ماں نے بتایا کہ وہ نیک صالح تو نہیں تھی، بے نماز تھی۔ لیکن ایک بات جو مجھے یاد ہے شاید اس کی وجہ سے اس پر عذاب ہوا ہو۔ وہ یہ کہ وہ ٹی وی دیکھنے کی بڑی شوقین تھی، ایک دن وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی، ٹی وی پر گانا آ رہا تھا اور وہ گانا اس لڑکی کو بہت پسند تھا۔ اسی دوران اذان شروع ہو گئی، میں نے اس سے کہا کہ اے بیٹی اذان ہو رہی ہے اور اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے، اس گانے کی آواز بند کر دو۔ اور ٹی وی بند کر دو، اس نے کہا اماں! اذان تو روزانہ ہوتی رہتی ہے، لیکن یہ پروگرام اور یہ گانا پھر کہاں آئے گا۔ ہم نے سن کر کہا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتے ہی فوراً یہ عذاب جو شروع ہوا ہے، یہ اسی گناہ کا وبال اور عذاب ہے۔ اس لیے کہ اس نے اللہ کی اذان کے مقابلے میں گانے کو ترجیح دی جس کی وجہ سے یہ عذاب نازل ہوا۔ استغفر اللہ۔

ٹی وی، اور رمضان کی بے حرمتی:

حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی ٹی وی کا شوقین ہو جاتا ہے اور اس کا عادی ہو جاتا ہے،

تو پھر اس کو دین کی پرواہ نہیں رہتی چناں چہ دیکھ لیجیے ہمارے یہاں رمضان شریف میں کس ڈھٹائی کے ساتھ ٹی وی دیکھا جاتا ہے، ایک طرف تراویح ہورہی ہے دوسری طرف ٹی وی چل رہا ہے، فلمیں آرہی ہیں، اور ہمارے دشمن ٹی وی کے ان پروگراموں اور فلموں کو ایسے اوقات میں رکھتے ہیں، تاکہ مسلمان افطاری پوری توجہ سے نہ کرسکیں۔ تراویح نہ پڑھ سکیں، چناں چہ مسجدوں میں تراویح ہوتی رہتی ہے اور لوگ اس وقت ٹی وی دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں، اور ٹی وی کی وجہ سے نماز میں نہیں آتے۔

یہ گناہ ہر ہر گھر میں بکثرت ہورہا ہے، اور تیزی سے پھیلتا چلا جارہا ہے، لیکن اس کا انجام بڑا خراب ہے، آخرت کا عذاب بڑا شدید ہے، اور اس میں ایک گناہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، ایسی صورت میں ہمیں اس گناہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے، اپنے گھر والوں کو بچانا چاہئے، اس مجلس میں جتنے حضرات یہاں جمع ہیں، اگر ہم سب اپنے آپ کو اس گناہ سے بچالیں گے، تو ایک نیک ماحول بن جائے گا اور اسی طرح آہستہ آہستہ اچھا ماحول بنتا چلا جائے گا۔

ٹی وی لانے پر عذاب قبر:

سعودی عرب میں دو دوست رہتے تھے ایک ریاض میں، ایک جدہ میں، دونوں نیک صالح آدمی تھے، دونوں کے درمیان آپس میں گہری دوستی اور محبت تھی، ریاض والے دوست نے اپنے بچوں کے بے حد اصرار پر ان کو ٹی وی خرید کر لادیا۔ اب گھر والے ٹی وی دیکھنے لگے، کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا، اس کے انتقال کے بعد جدہ والے دوست نے خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت کی تو دیکھا وہ تکلیف میں ہے، اس نے پوچھا کہ بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ اس دوست نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں، جب سے میرا انتقال ہوا ہے، اپنے گھر والوں کو ٹی وی لاکر دینے کی وجہ سے اس وقت سے عذاب میں مبتلا ہوں، اب وہ تو ٹی وی دیکھ کر مزے اڑارہے ہیں، اور میں عذاب کے اندر مبتلا ہوں، اور میں ہی جانتا ہوں کہ میرا وقت کس طرح مصیبت کے ساتھ گزر رہا ہے۔ میں بہت سخت تکلیف میں ہوں، تم میرے گھر جاکر ان کو سمجھاؤ کہ کسی طرح گھر سے ٹی وی نکال دیں تاکہ میرا عذاب دور ہوجائے، اس دوست نے کہا کہ اچھا

میں تمہارے گھر جا کر ان کو سمجھاؤں گا۔

جب صبح ہوئی تو اس کو رات والا خواب یاد نہیں رہا۔ اور سارا دن اپنے کام کاج میں مشغول رہا، جب رات کو سویا تو خواب میں پھر ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی، اس نے شکایت کی کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے گھر جلدی جاؤ، میں بہت تکلیف میں ہوں، تم ابھی تک میرے گھر نہیں گئے۔ اس دوست نے پھر وعدہ کر لیا کہ میں کل صبح ضرور جاؤں گا۔ یہ جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ دوسرے دن میرا ریاض جانے کا پختہ ارادہ تھا۔ لیکن پھر کوئی ایسا کام پیش آ گیا۔ جس کی وجہ سے میں ریاض نہ جا سکا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر اس دوست کی زیارت ہوئی۔ پھر اس نے شکایت کی کہ تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں جاؤں گا۔ لیکن تم جاتے نہیں ہو، اور میں یہاں بہت سخت تکلیف اور عذاب میں ہوں۔ اس دوست نے وعدہ کر لیا کہ کل صبح ضرور ہی جاؤں گا۔

چناں چہ جدہ والا دوست صبح ہوتے ہی جہاز کے ذریعہ ریاض اپنے دوست کے گھر پر گیا، اور سب گھر والوں کو جمع کیا، اور پھر ان کو اپنا خواب بتایا کہ تمہارے والد صاحب اس طرح سخت عذاب میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے عذاب کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ میں نے ٹی وی لا کر دیا ہے اس لیے مرنے کے بعد سے عذاب ہو رہا ہے میرے گھر والے تو عیش کر رہے ہیں، اور میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ جب انہوں نے اپنے باپ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں سنا تو وہ لوگ زار و قطار رونے لگے کہ ہائے ہماری وجہ سے ہمارے والد صاحب کو عذاب ہو رہا ہے اس کی بعد بڑا بیٹا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ٹی وی کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور جس سے ٹی وی کے ٹکڑے ٹکرے ہو گئے وہ ٹکڑے اٹھا کر اس نے کوڑے کے ڈبے میں ڈال دیئے، اور اس نے کہا آج کے بعد ہمارے گھر میں یہ لعنت نہیں ہوگی، جس کی وجہ سے ہمارے باپ کو عذاب ہوتا ہو۔

جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوا کہ اولاد ماشاء اللہ سعادت مند ہے، انہوں نے بہت جلد اپنے باپ کی تکلیف کا خیال کیا، اور اپنا بھی خیال کیا، اپنے باپ کو بھی قبر کے عذاب سے بچالیا، اور اپنے آپ کو بھی جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ پھر میں واپس جدا اپنے گھر میں آ گیا، رات کو سویا تو پھر خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی۔ اب جو دیکھا تو ماشاء اللہ وہ مسکرا رہا ہے، اور ہشاش بشاش ہے، میں نے

اس سے پوچھا کہ کہو، کیا حال ہے اس نے کہا کہ بھائی، اللہ تعالیٰ تم کو جزاءِ خیر دے، جس طرح تم نے میری مصیبت دور کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبتیں بھی دور فرمائے، جس وقت میرے بڑے بیٹے نے ٹی وی کو زمین پر پٹخا تھا اس وقت سے میرا عذاب بھی ختم ہو گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرمادی ہے۔

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ:

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھا ہے ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے ہی عبرت ناک واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، جس سے ہمیں فوراً سبق لینا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لیے دکھاتے ہیں تاکہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔

چناچہ اسی رسالے ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' میں ایک عورت کا بڑا عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں اور بیٹی تھی، ماں نے بیٹی سے کہا کہ آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں۔ افطاری تیار کرنی ہے، اس لیے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو، اور کام مین لگو، اور افطاری تیار کراؤ! بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک خاص پروگرام آرہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس سے فارغ ہو کر کچھ کروں گی، چونکہ وقت کم تھا اس لیے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑو، پہلے کام کراؤ مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی ان سنی کردی۔ اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لیے بلوائے گی۔ چناں چہ اوپر کمرے میں اندر جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی۔ نیچے ماں بے چاری آواز دیتی رہ گئی۔ لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی پھر ماں سے افطاری کے لیے جو تیاری ہوسکی اس نے کرلی۔ اتنے میں مہمان بھی آگئے۔ اور سب لوگ افطاری کے لیے بیٹھ گئے ماں نے پھر لڑکی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے۔ لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی۔ چناں چہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اب ماں اور گھبرا گئی کہ اندر سے جواب کیوں نہیں آرہا

ہے، چناں چہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا، انہوں نے آواز دی اور دستک دی، مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہے۔ اور انتقال ہو چکا ہے، اب سب گھر والے پریشان ہو گئے۔ اس کے بعد جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اٹھے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہو گئی ہے، اب سب لوگ پریشان کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھ رہی، اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی، اور ہلکی ہو گئی، اب صورت حال یہ ہو گئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی ہو جائے، اور اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہو جائے۔ اس طرح ٹی وی اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے۔ اور اس کو غسل دیا، کفن دیا۔ جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چارپائی ایسی ہو گئی۔ جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو، لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے مسہری بھی اٹھ گئی، تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے، بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے آگے ٹی وی پیچھے جنازہ چلا پھر قبرستان مین لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا، اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے جب لوگ واپس جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار.

''اے عقل مندو عبرت حاصل کرو۔''

لوگوں نے جلدی سی ٹی وی کو وہیں رکھا۔ اور دوبارہ اسکی لاش کو قبر کے اندر کر کے قبر بند کر دی، اور دوبارہ ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی، اب لوگوں نے کہا کہ یہ تو ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہو گی، اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی، اور ٹی وی بھی اس کے سرھانے رکھ دیا گیا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کرنا پڑا۔

العیاذ باللہ!! اب آپ سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوا ہوگا اور کیا انجام ہوا ہوگا، ہماری عبرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا، اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو یہ ہماری ہی نالائقی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو اتمام حجت ہے۔ یہ تو لڑکی کا واقعہ تھا، اب ایک مرد کا قصہ سن لیجیے۔

ٹی وی کی خاطر قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے والی لڑکی کا عبرت ناک واقعہ:

سابقہ واقعہ ہی کی طرح کا ایک سنسنی خیز واقعہ اور سنئے اور پڑھئے؟ ایک گھر میں ٹی وی پر سب گھر والے فلم دیکھ رہے تھے۔ ایک لڑکی قران پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ چھوٹی بہن نے آکر بتایا کہ باجی یہ اچھی فلم آ رہی ہے تم بھی آ و نا۔ چناں چہ باجی فلم کی خاطر قرآن پاک کو چھوڑتے ہوئے قرآن کریم میں نشانی لگا کر اٹھی اور فلم دیکھنے لگی جب فلم ختم ہوگئی تو پھر وہ اسی حالت میں بغیر وضو کیے تلاوت کے لیے آئی؟ تو دیکھا کہ؟

ٹی وی دیکھنے والی کے جسم پر خونخوار چھپکلیاں چپک گئیں......:

چھ انچ لمبی زرد رنگ کی خونخوار چھپکلی کہیں سے آ کر بالکل قرآن پاک کے قریب بیٹھی ہے اور خونخوار نظروں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی اور پھر اس نے یکا یک چھلانگ لگائی اور اس لڑکی کے ماتھے پر چپک گئی مارے دہشت کے لڑکی چیخ مار کر گر گئی چیخ سن کر گھر کے تمام افراد گھبرا کر اس کی طرف دوڑے اور جلدی سے کسی لکڑی کے ذریعے سے اس چھپکلی کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے کہ اتنے میں دوسری چھپکلی آ گئی پھر تو دیکھتے ہی آناً فاناً چاروں طرف سے بہت ساری چھپکلیاں نکلیں اور سب کی سب لڑکی سے جا چمٹیں لڑکی خوف سے چلاتی رہی گھر کے تمام افراد حیران و پریشان کھڑے دیکھ رہے تھے کہ اس لڑکی نے چلا چلا کر سب کی آنکھوں کے سامنے تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

ٹی وی کی خاطر قرآن پاک کو چھوڑنے کی اس ظالم کو یہ سزا ملی ہے......:

پورے گھر میں کہرام مچ گیا۔ خونخوار چھپکلیاں بری طرح لڑکی کے جسم پر چپکی ہوئی

تھیں غسل اور کفن دینے کا مسئلہ بھی بڑا دشوار ہو گیا۔ آخر کار ایک بزرگ کو بلایا انہوں نے دیکھ کر کہا اس کو یہ سزا قرآن کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ملی ہے کہ اس ظالم نے ٹی وی اور فلم کی خاطر قرآن پاک کو ٹھکرا کر چھوڑ کر ٹی وی اور فلم دیکھنے کو ترجیح دی تھی۔

ٹی وی سے ہر ایک چیز پناہ مانگتی ہے......لیکن!:

بزرگوں نے مشورہ دیا کہ اس کی لاش کے قریب ٹی وی کو رکھ دو کیوں کہ ٹی وی سے ہر ایک چیز پناہ مانگتی ہے اور یقیناً ٹی وی کو دیکھ کر یہ چھپکلیاں بھی بھاگ جائیں گی چناں چہ ایسا ہی کیا گیا جونہی ٹی وی رکھا گیا دیکھتے ہی دیکھتے سب چھپکلیاں غائب ہو گئیں، سبحان اللہ! ۔ اے اللہ تیری شان کہ چھپکلیاں بھی اس ٹی وی کی لعنت سے بھاگتی ہیں آج ایک انسان ہے جو اس قدر بے حس ہو چکا ہے کہ یہ ٹی وی سے نہیں بھاگتا۔ غسل اور کفن کے بعد چھپکلیاں پھر آ کر اس ٹی وی دیکھنے والی سے چپک گئیں اسی بزرگ کے مشورے سے پھر ٹی وی کو میت کے پاس رکھا گیا تو چھپکلیاں پھر بھاگ گئیں۔ اسی طرح جنازے کے ساتھ ساتھ ٹی وی کو بھی قبرستان لے گئے۔

ٹی وی دیکھنے والی لڑکی کی قبر پھٹ گئی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے:

جب میت کو قبر میں اتار چکے تو پھر چھپکلیاں آ کر اس کے جسم سے چپک گئیں۔ اس بزرگ کے مشورے سے ٹی وی کو بھی اس لڑکی کے ساتھ دفن کر دیا گیا جب لوگ فاتحہ پڑھ کر واپس لوٹنے لگے ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک زوردار اور خوفناک دھماکہ ہوا بے اختیار لوگوں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا آہ؟ قبر پھٹ چکی تھی اور اس لڑکی کے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے قبر سے اچھل کر فضا میں بلند ہوتے ہوئے باہر آ گرے تھے۔ تمام لوگ خوف اور ڈر کے مارے بھاگ گئے، ہائے لوگو!

دوسرا دردناک واقعہ پاکستان میں:

واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بات ہے کہ افطاری سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کے لیے تیاری میں میری مدد کرو بیٹی نے جواب

دیا امی مجھے تو ٹی وی پر پروگرام دیکھنا ہے وہ دیکھ لوں تو پھر کام کروں گی یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی کمرے میں ٹی وی رکھا تھا اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ کہیں مجھے زبردستی کام کے لیے نہ اٹھا کرلے جائے دروازہ بھی اندر سے بند کرلیا، ادھر ماں بیٹی کو آوازیں دیتی رہی، بیٹی نے ایک نہ سنی کافی وقت گذر گیا گھر میں سب مرد بھی آ گئے۔ افطاری ہوگئی لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے نکلی نہیں۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز نہ آئی دل ڈر گیا اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکی زمین پر اوندھے منہ پڑی ہے اس کو دیکھا تو وہ مرچکی تھی اب حالت یہ ہوئی کہ لڑکی زمین کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی اٹھانے سے اٹھتی نہیں تھی سب اس کو اٹھا اٹھا کر تھک گئے اب حیران کہ کیا کریں کسی کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی اس کے ساتھ ٹی وی بھی اٹھاؤ جب ٹی وی کو اٹھایا تو لڑکی بھی اٹھی اب تو یہ ہوا کہ اگر ٹی وی اٹھاتے تو لڑکی اٹھتی ورنہ بالکل کوئی اس کو نہ اٹھا سکتا آخر انہوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی وی کو بھی اٹھایا اور اس کو نیچے لائے اور غسل دے کر کفن وغیرہ پہنا کر جب جنازہ اٹھایا تو حیران رہ گئے کہ چارپائی تو ٹس سے مس نہیں ہوتی بالآخر انہوں نے ٹی وی کو اٹھایا اور قبرستان تک لے گئے اب انہوں نے لڑکی کو قبر میں دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھا کر گھر لانے لگے، جونہی انہوں نے ٹی وی کو اٹھایا تو میت قبر سے باہر آ پڑی انہوں نے پھر اس کو دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھایا تو پھر میت باہر آ پڑی اب تو سب کو بہت پریشانی ہوئی انہوں نے لڑکی کو ٹی وی سمیت قبر میں دفن کردیا۔ اب اس کا جو حشر ہوا ہوگا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

(بحوالہ: رسالہ ختم نبوت۔ شمارہ ۱۸، جلد ۷)

اب اگر ایسے عبرت ناک واقعات کے نمودار ہونے کے بعد ہماری آنکھوں سے پردے نہیں اٹھتے اور ہم اسی طرح اپنی سرکشی پر اڑے رہے اور صرف نظر سے کام لیتے رہے تو آخر کیا ہم کو اس وقت کا انتظار ہے جب توبہ کی مہلت سلب کرلی جائے گی..... اور زمین ہم پر تنگ ہو جائے گی؟

استغفر اللہ استغفر اللہ......

یا الٰہی تو اپنی پناہ نصیب فرما۔

باب نمبر: ۷

رشوت خوروں اور سود خوروں
کا عبرت ناک انجام

مردہ تین مرتبہ اٹھ کر بیٹھ گیا:

۲۷؍ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ کو ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان میں لایا گیا جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکا یک ٹیڑھی ہوگئی۔ پہلے پہل تو لوگوں نے اسے گورکن کا قصور قرار دیا۔ اس لیے دوسری جگہ قبر کھودی گئی۔ جب جنازہ کو دوسری قب میں اتارنے لگے تو قبر ایک بار پھر ٹیڑھی ہوگئی۔ اب لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ قبر حیرت انگیز حد تک اس قدر ٹیڑھی ہو جاتی کہ تدفین ممکن نہ ہوتی۔ بالآخر شرکائے جنازہ نے مل جل کر میت کے لیے دعائے مغفرت کی اور پانچویں ......قبر میں ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ چناں چہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود زبردستی پھنسا کر میت کو اتار دیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے رشتہ داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ آفسر رشوت لیتا تھا جس کا اس کو مرتے وقت انجام ملا اور اب آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اس آفسر کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہوگا۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہوا وہ قیامت کے دن اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ رشوت لینے والا نہ تھا۔ اور اس کے فیصلے بھی حق پیر مبنی تھے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر وہ رشوت خور تھا اور لوگوں سے مال لے کر حق کے خلاف فیصلے کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور وہ پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا اس حدیث مبارکہ سے رشوت خور کے انجام کے متعلق خوب عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ جو حیدرآباد ''ٹنڈو آدم'' کے ایک کپڑے کے تاجر کے ساتھ ہوا اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا۔ امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا۔ تین مرتبہ مردہ اٹھ کر بیٹھا۔ امام صاحب نے مرحوم کے رشتہ داروں سے پوچھا کیا مرنے والا سود خور تھا۔ انہوں نے اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا۔ اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی۔ اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔

رشوت پر عذاب کا ایک واقعہ:

وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی دل بھی تھے۔ دل کھول کر غریبوں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے۔ کئی یتیم بچیوں کی شادیاں بھی کرا دیں۔ حج بھی کیا ہوا تھا ۱۹۷۳ء کی صبح ان کا انتقال ہو گیا۔ بے حد ملنسار اور بااخلاق تھے۔ اہل محلہ ان سے بہت متاثر تھے۔ لہٰذا سوگواروں کا تانتا بندھ گیا۔ ان کے جنازے میں لوگوں کا کافی اژدھام تھا۔ سب لوگ قبرستان آئے۔ قبر کھود کر تیار کر لی گئی۔ جونہی میت قبر میں اتارنے کے لیے لائے کہ غضب ہو گیا۔ یکایک قبر خود بخود بند ہو گئی۔ سارے لوگ حیران رہ گئے، دوبارہ زمین کھودی گئی۔ جب میت اتارنے لگے تو پھر قبر خود بخود بند ہو گئی۔ سارے لوگ پریشان تھے۔ ایک آدھ بار مزید ایسا ہی ہوا آخر کار چوتھی بار تدفین میں کامیاب ہو ہی گئے۔ فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہے۔ لوگوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا۔ آہ! قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اس میں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا۔ اور قبر کے اندر سے چیخ و پکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر سب کے اوسان خطا ہو گئے اور سب لوگ جس سے جس طرف بن پڑا بھاگ کھڑے ہوئے۔

سب لوگ بے حد پریشان تھے کہ بظاہر نیک، سخی اور بااخلاق انسان کی آخر ایسی کون سی خطا تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلا ہو گیا؟ تحقیق کرنے پر اس کے حالات کچھ یوں سامنے آئے:

مرحوم بچپن ہی سے بہت ذہین تھا۔ لہٰذا ماں باپ نے اعلیٰ تعلیم دلوائی جب خوب پڑھ لکھ لیا تو کسی طرح سفارش اور رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ رشوت کی لت پڑ گئی۔ رشوت کی دولت سے پلاٹ بھی خریدا اور خاصا بینک بیلنس بھی بنایا۔ اسی سے حج بھی ادا کیا اور ساری سخاوت بھی اسی مال حرام سے کیا کرتا تھا۔

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
کر نہ غفلت، یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

۱۔ میرے عزیزوں میں دو ۲ بھائی کہیں پردیس گئے اور چوری یا سینہ زوری سے کہیں سے بہت سا مال کما کر لائے۔ مگر اب انہیں یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں چور اس مال کو چرا کر نہ لے جائیں پرانے زمانے کے لوگ سیدھے سادے ہوتے ہی تھے۔ وہ بنک وغیرہ کو کیا جانیں دونوں بھائیوں نے مال حفاظت کی یہ تدبیر سوچی کہ بھائی رات بھر جاگیں اور دن بھر سوئیں اور وہ جتانے کے لیے کہ ہم جاگ رہے ہیں کوئی علامت رکھیں تا کہ چور سمجھیں کہ یہ لوگ تو جاگ رہے ہیں۔ چناں چہ دونوں رات بھر تاشلہ بجایا کرتے اور کھویا کھایا کرتے۔ بات چھپنے والی نہ تھی۔ شدہ شدہ بستی میں یہ بات پھیل گئی کہ دو بھائی مال بہت سا کما کر لائے ہیں اور حفاظت کے لیے رات بھی جاگتے ہیں۔ ایک رات چور آئے اور نقب لگا کر سارا مال لے گئے اور وہ دونوں بھائی تاشلا بجاتے اور کھویا کھاتے ہی رہے انہیں پتہ بھی نہ چلا صبح ہوتے ہی جو کوٹھڑی کھول کر دیکھی تو مال غائب تھا۔ مال حرام بود بجائے حرام رفت۔

۲۔ میرا ایک عزیز ترقی کرتے کرتے سول سرجن ہو گیا۔ اس خدا کے بندے نے کبھی

کسی پر رحم نہیں کھایا، بغیر رشوت لیے کسی کا کام ہی نہیں کر کے دیا۔ نتیجہ یہ کہ بہت سا روپیہ کمایا اس کی کبھی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی اور آخرکار ایک ایسا مرض لگ گیا جس کے علاج کے لیے وہ سارے یورپ میں بھاگا بھاگا پھرا اور اس طرح وہ بینک بیلنس جو رفتہ رفتہ خوشی خوشی جمع کیا تھا۔ تھوڑے سے دنوں میں سب ختم ہو گیا۔ چوری کا مال موری کو۔

۳۔ میرا ایک دوست کلرک تھا۔ بے حد رشوت لیتا تھا۔ اور کام بھی کر کے نہ دیتا تھا۔ اس کی لڑکی کو بیماری لاحق ہو گئی۔ ہزاروں روپیہ پر پانی پھر گیا اور بالآخر لڑکی بھی رخصت ہو گئی اور میاں خان بالکل ننگے ہو گئے۔

۴۔ جب میں شروع شروع میں لاہور آیا تو میرے مکان کے برابر اسی بلڈنگ میں ایک داروغہ رہتے تھے انہیں میں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے کہ وہ ترکاری، گوشت اور پھل روزانہ دکانداروں سے بالکل مفت لاتے تھے۔ بجلی ہم سب کی چوری سے جلاتے تھے۔ ان کے مکان کے نیچے درزی رہتا تھا۔ اس سے کپڑے مفت سلاتے تھے۔ میرے آنے سے پہلے نلکے کا بل بھی جو بلڈنگ کا مشترک تھا۔ دوسروں سے دلواتے تھے۔ خود کبھی ایک پیسہ نہیں دیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے میں نے کبھی ان کے بچوں کے بدن پر ڈھنگ کا کپڑا نہیں دیکھا محلے والے ان کی حرکتوں سے بہت تنگ تھے نہ معلوم کس کا صبر پڑا کہ انہوں نے قتل کے سلسلہ میں رشوت لی اور پکڑے گئے برخاست ہوئے اور لاہور سے بھاگ گئے اب ملتے ہیں تو بڑی خستہ حالت میں ہوتے ہیں مجھے دیکھ کر نظریں نیچی کر لیتے ہیں اور آنکھ بچا کر نکلنا چاہتے ہیں سچ ہے۔

قلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

۵۔ ایک داروغہ جی ہمارے دوست تھے۔ یہ عالم تھا کہ ہر موسم گرما میں کسی پہاڑ پر جاتے اور خوب کھاتے اڑاتے، اچانک ہارٹ فیل ہو گیا۔ تجارت کرتے تھے یہ تجارت کسی کی شرکت میں تھی پتہ نہ چلا روپیہ کہاں گیا۔ کچھ روپیہ اور زیور لڑکا رنڈیوں کو دے آیا اور وہ بھی مر گیا۔ اس گھر کا دیا گل ہو گیا اب کوئی نرینہ اولاد نہیں، بیوی

دست نگر ہے۔

۶۔ ایک داروغہ جی درد میں بری طرح تڑپتے تھے اور جب یہ درد اٹھتا، کہتے حسینہ مجھے معاف کردے لوگوں نے پوچھا کیا قصہ ہے کہنے لگے دنیا بھر کے علاج کر چکا ہوں اس درد سے نجات نہیں ملتی۔ میں ایک جگہ تھانیدار تھا۔ وہاں ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا قتل ہو گیا۔ میں نے اصل قاتل کو بچانے کے لیے یہ ثابت کیا کہ اس کی ماں نے ہی لڑکے کو بنا برا بچی آوارگی کے قتل کیا ہے کیوں کہ یہ مانع ہوتا تھا۔ اس دن سے میری یہ حالت ہوگئی کہ میں اپنا دل دماغ کھو بیٹھا ہوں اور بیماری کی بناء پر استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گیا ہوں اور یہ درد مجھے لاحق ہو گیا ہے میں اکثر اس مظلومہ کو خواب میں دیکھتا ہوں۔

۷۔ ایک دوست نے چار سو بیس کر کے بڑا روپیہ پیدا کیا لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ حتیٰ باوجود معمولی انسان ہونے کے تعلیم کے لیے لڑکے کو ولایت بھیجا اس لڑکے نے اتنی محنت کی کہ پاگل ہو گیا۔ اور کسی طرح آرام نہ ہوا۔

۸۔ ایک صاحب نے لاکھوں روپیہ تجارت سے ناجائز کمایا۔ کار، کوٹھی، بینک بیلنس سب کچھ ختم ہو گیا۔ ان کے کبھی کوئی لڑکا زندہ نہ رہا تھا صرف ایک بچہ تھا اسے پڑھایا لکھایا شادی کی اور اس کے بعد وہ بھی مر گیا، جس کے لیے سب کچھ کیا تھا وہ چلتا بنا مگر اب پچھتاوے سے کیا ہوتا ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

۹۔ ایک صاحب نے تمام ناجائز کمائی کی ایک لاکھ روپیہ چھوڑ مرے۔ دو بیٹے چھوڑے، ان دونوں حقیقی بھائیوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ ہر ہفتہ لاہوت آتے، ایک دوست کو ساتھ لیتے۔ شراب پیتے۔ کباب اڑاتے اور تینوں ہیرا منڈی جاتے۔ دوست کا سارا خرچ بھی یہی برداشت کرتے حتیٰ کہ سب روپیہ ختم ہو گیا اور بالآخر وہ گدی نشین سے خاک نشین ہو گئے۔

۱۰۔ میرے عزیزوں میں ایک صاحب تھانیداری سے پنشن لے کر آئے۔ سنا تھا۔ سونے چاندی کی اینٹیں تک لائے ہیں، انہوں نے ایک بڑا بھاری کارخانہ کھولا۔ ایک دکان پر بڑے لڑکے کو بٹھایا یہ دکان کپڑے کی تھی۔ غرض خوب کھایا اور کھلایا۔ ان کی ایک لڑکی تھی جو زچہ گری میں اپاہج ہوگئی۔ بہت روپیہ صرف کیا آرام نہ ہوا،

پھر داروغہ جی کو استسقاء ہو گیا۔ بڑے علاج کئے۔ آخر چل بسے، دو بیٹے چھوڑ گئے تھے بڑے بیٹے نے اپنے حصہ میں دکان لے لی اور چھوٹے نے کارخانہ۔ دونوں آوارہ تھے دونوں نے دکان اور کارخانہ کھا کر برابر کر دیا۔ ماں کو مار مار کر اور روپیہ بیچ بیچ کر خوب کھایا اڑا جب وہ ختم ہو گیا تو ایک کمپونڈر ہو گیا اور دوسرا لپٹن کمپنی مین ملازم ہو گیا۔

۱۱۔ ہمارے عزیزوں میں دو بھائی تھانیداری سے پنشن لے کر آئے تحریک خلافت کا دور تھا وہ دنوں امن سبھا کے ممبر تھے۔ قصبے میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ نہ معلوم کس بلا کا روپیہ کما لائے تھے کہ ان کے یہاں مرد اور عورتیں کوئی چوبیس ملازم تھے۔ کتے، مرغے، بلیاں، کبوتر علیحدہ پکے ہوئے تھے، غرض ایک نوابی ٹھاٹھ باٹھ تھا۔ محلے والے کو انہوں نے تنگ کر رکھا تھا جس کو چاہتے پٹوا دیتے۔ غرض اس طرح ظلم کرتے ایک دفعہ ایک پھیری والا بنارسی کپڑا لایا انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے سارا کپڑا خرید لیا اور ایک ہفتہ کے بعد دام دینے کا وعدہ کیا۔ اس بیچارے کو کیا پتہ؟ دیکھا شریف لوگ ہیں اعتبار کیا اور چلا گیا، ہفتہ کے بعد دام مانگنے آیا تو انہوں نے اسے خوب پٹوایا آخر روتا پیٹتا گیا۔ ان کا گھر جو ایک اچھا خاصا محل تھا۔ وہاں اب الو بولتے ہیں۔ بیٹا دونوں بھائیوں میں سے کسی کے نہ تھا۔ بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں۔ دونوں بھائی مقروض ہو کر مرے۔ ان کے مرتے ہی مکان بنئے نے نیلام پر چڑھا دیا اور سب کچھ فنا ہو گیا۔

ایک عبرت ناک واقعہ:

امام غزالی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مچھلی کے شکار سے اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ مہیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اس کے جال میں ایک بڑی مچھلی آ گئی جس سے وہ بہت مسرور ہوا کہ بازار سے اس کے اچھے دام مل جائیں گے۔ اور چند روز کے لیے بچوں کا نان ونفقہ دستیاب ہو جائے گا۔ مگر راستہ میں ایک ظالم افسر سے ملاقات ہوئی جس نے دریافت کیا کہ تم مچھلی فروخت کرو گے؟ اب وہ شکاری شش و پنج میں پڑ گیا کہ اس کو کیا جواب دوں۔ اگر میں کہتا ہوں کہ فروخت نہیں کرتا۔ تو یہ میری

بے عزتی کرے گا۔ اور اگر میں فروخت کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہوں تو پھر یہ مجھے آدھے دام دے کر مچھلی لے لے گا۔ آخر کار اس نے سوچ بچار کے بعد مچھلی فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ جس سے اس افسر نے اس شکاری کو بری طرح بے دردی سے پیٹنا شروع کیا۔ اور مچھلی چھین لی۔ اس شکاری نے بارگاہ الٰہی میں فریاد پیش کی کہ الٰہی! آپ نے مجھے ناتواں اور نادار پیدا کیا ہے۔ اور اس کو تونگر اور طاقتور۔ الٰہی میں قیامت تک انتظار نہیں کر سکتا۔ میرا انتقام اس سے اسی دنیا میں لے لیا جائے۔ خدا کی شان جب وہ غاصب مچھلی لے کر گھر پہنچا تو گھر والوں نے اس کو بھون کر تیار کیا۔ جب اس غاصب نے کھانے کے لیے مچھلی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس مچھلی نے منہ کھول کر اس کی انگلی کو ایسا سخت کاٹا کہ وہ درد کی وجہ سے بے قرار ہو گیا۔ آخر کار وہ طبیب کے پاس حاضر ہوا اور اپنی تکلیف بیان کی۔ طبیب نے معائنہ کرنے کے بعد مشورہ دیا کہ اس انگلی کو کٹوا دیا جائے۔ ورنہ یہ درد ہاتھ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ چناں چہ انگلی کے کٹوانے کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ درد بڑھتا گیا۔ بالآخر اس کو ہاتھ بھی کٹوانا پڑا۔ مگر درد بڑھتا گیا۔ اس پریشانی اور بے قراری کے عالم میں وہ شہر سے باہر نکل گیا اور خداوند تعالیٰ کی جناب میں رو رو کر ازالہ مرض کی دعائیں مانگنے لگا۔ ہاتف غیبی نے کہا تو کس کس اندام کو کٹواتا رہے گا۔ اس مظلوم شکاری کو راضی کر جس سے تو نے مار پیٹ کے بعد مچھلی زبردستی چھینی تھی۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں۔ اور شکاری کی تلاش میں نکل پڑا چناں چہ ملاقات کے وقت اس کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا۔ اور ساتھ ہی کچھ مالی نذرانہ بھی پیش کیا۔ بڑی منت و سماجت کے بعد جب وہ شکاری راضی ہوا تو فوراً درد غائب ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ مجھے اپنی عزت و جلال و کبریائی کی قسم اگر یہ شخص اس مظلوم کو راضی نہ کرتا تو تا زیست مبتلائے درد و الم رہتا۔ (نزہتہ الناظرین ص ۱۴۷)

مال حرام سے عذاب قبر تک:

انسان جب مال حرام استعمال کرتا ہے تو اس کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے علامہ کمال الدین امیری رحمۃ اللہ علیہ حیاۃ الحیوان میں ایک واقعہ باب الالف الافعی کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ چند مختلف گاؤں کے آدمی۔ سفرحج کے

لیے نکلے، حج سے فارغ ہو کر جب یہ لوگ واپس آئے تو مکہ مکرمہ سے تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا ساتھیوں نے قبر وغیرہ تیار کی جب نماز جنازہ ادا کر کے ان کو دفن کرنے کے خیال سے قبر کے پاس لے گئے۔ تو قبر میں ایک سانپ کو غضب ناک پھنکار مارتا ہوا پایا تو اس قبر میں ان کو دفن نہیں کیا بلکہ آگے چل کر دوسری قبر دو فرلانگ کے فاصلے پر تیار کی اور ساتھی کو اٹھا کر اس قبر کے پاس لائے تو اس میں بھی سانپ موجود تھا ان لوگوں نے سمجھا کہ یہ شاید سانپوں کی سرزمین ہے۔ اس لیے دفن کرنے کا مشورہ وفتویٰ حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ دریافت کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

لو حصرتم له الارض كلها وجدتم كذالك

یعنی اس مردہ کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس لیے اگر تم پورے روئے زمین کو کھود ڈالو تو اس عذاب قبر کو ہر جگہ پاؤ گے تم لوگ جاؤ اسی طرح دفن کرو۔ فتویٰ پانے کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھی کو سانپ کی موجودگی میں اوپر سے ڈال دیا تو ان لوگوں نے یہ عبرت ناک منظر دیکھا کہ سانپ نے سب سے پہلے حملہ اس کی زبان پر کیا اور اس کی زبان کو کاٹنے لگا، ان لوگوں نے جلدی سے قبر کا منہ بند کیا۔ جب سب لوگ اپنے گھر پہنچے اور دو تین حاجی صاحبان متوفی حاجی صاحب کے گاؤں گئے اور ان کی عورت سے پوچھا کہ تمہارے میاں کیسے تھے ان کے کیا اعمال تھے عورت نے کہا کہ میرے میاں نمازی تھے روزہ دار تھے اور زکوٰۃ کے پابند تھے۔ حج کے لیے تو تمہارے ساتھ گئے تھے۔ ان کا سب کام اچھا تھا حاجی صاحبان نے قبر کے عذاب اور سانپ کا واقعہ سنایا کہ اس نے زبان پر پہلا حملہ کیا، آخر وہ کیا کرتے تو عورت نے بیان کیا کہ میرے میاں کی ایک بات یاد آتی ہے وہ یہ کہ جب وہ مہاجن سے سو بورہ گیہوں کا بھاؤ طے کر کے آتے تو سو بورا گیہوں میں سے دس بورہ گیہوں اپنے لیے رکھ لیتے اور اس کی جگہ دس بورہ جو خرید کر نوے بورہ گیہوں میں ملا کر مہاجن کو دے آتے۔

چونکہ یہ ایک طرح کا اکل حرام تھا فروخت شدہ گیہوں کا نہ دینا اور اس کی جگہ جو دینا اور دس بورہ گیہوں سے خود فائدہ اٹھانا حرام تھا اس لیے اکل حرام پر سزا ہوئی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا مشاہدہ کبھی کبھی دنیا میں ہی کرا دیا جاتا ہے تاکہ لوگ عبرت

پذیر ہوں۔

ایک کفن چور کی انگلی جل گئی:

ایک واقعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "حقوق العباد" میں لکھا ہے کہ ایک میاں جی بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور مارنے کے عادی تھے اور ادھر ادھر گاؤں میں چندہ وصول کرنے بھی جایا کرتے تھے۔ نقد وغیرہ کو وہ مٹی کے ایک لوٹے میں رکھ کر زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن کسی شریر طالب علم نے کسی جھرو کے سے میاں صاحب کو روپے لوٹے میں رکھ کر زمین میں دفن کرتے دیکھ لیا۔ جب میاں صاحب حسب دستور کسی دیہات میں چلے گئے تو لڑکوں نے کسی طرح بازار سے کنجی لا کر کمرہ کھول دیا اور لوٹے کو زمین سے نکال کر اس کا روپیہ حاصل کر لیا اور برتن پھر وہیں دفن کر دیا اس روپے سے گوشت، گھی، مصالحہ، شکر وغیرہ بازار سے لا کر خوب عمدہ قسم کا قورمہ، پلاؤ، زردہ وغیرہ پکایا اتفاقاً میاں صاحب آ گئے، لڑکوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور کھانے میں شریک کر لیا، کھانا نہایت عمدہ دیکھ کر میاں صاحب نے پوچھا کہ آج تم لوگوں کے پاس کوئی مہمان آئے ہیں جس کے لیے تم لوگوں نے بے شمار پیسے صرف کر کے طرح طرح کا کھانا بنایا ہے۔ دو تین لڑکوں نے ہنستے ہوئے کہہ دیا حضور یہ سب کچھ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ میاں صاحب کچھ نہ سمجھ سکے۔ پھر بے اختیار بولے۔ آخر کس کے گھر سے ایسے خاص مہمان آئے ہیں جس کے لیے تم لوگوں نے بے شمار پیسہ صرف کر کے طرح طرح کا کھانا بنایا ہے پھر کچھ لڑکوں نے ہنستے ہوئے یہ کہہ دیا کہ حضور کچھ نہیں کوئی بات نہیں یہ سب آپ کے جوتوں کا صدقہ ہے۔ میاں جی کو ان کے ہنسنے سے یہ خیال گذرا کہ ان ظالموں کے ہاتھ کہیں میرا پیسہ نہ لگ گیا ہو یہ سوچ کر جلدی سے کھا پی کر اپنی کھوٹھڑی میں پہنچے گڑھا کھود کر برتن نکالا تو اس میں ایک روپیہ بھی نہ تھا۔ میاں جی اس منظر کی تاب نہ لا سکے دفعۃً دل کو دھکا لگا اور حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے میاں جی فی الفور مر گئے۔ قصبہ تھانہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ لڑکوں نے میاں جی کا پیسہ اڑا لیا اور میاں جی اس صدمہ کی تاب نہ لا کر گزر گئے تو کچھ لوگ تھانہ بھون کے مفتی مولانا سعید الحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا مفتی

صاحب نے کہا کہ روپے بہت منحوس ہیں جس سے ایک انسان کی جان چلی گئی اس لیے طالب علموں کو چاہئے کہ ان کی رقم واپس کر دیں اور میاں صاحب کو جب قبر میں دفن کریں تو ان کے روپے کو بھی ان کے سینے پر چن دیں لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

جب کفن چوروں کو اس کی اطلاع ہوئی کہ میاں جی کی قبر میں ان کے سینے پر کافی روپیہ چن دیا گیا ہے تو رات میں کفن چوروں کا ایک گروہ آیا قبر کی مٹی ہٹا کر دو ایک تختوں کو الگ کیا تو سینے پر رکھا ہوا روپیہ نظر آیا اصل میں وہ سارے روپئے انگارے بن چکے تھے اور مردہ کو عذاب دینے کے لیے تپائے گئے تھے جیسا کہ ارشاد ہے:

یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جبا ھھم وجنوبھم وظھورھم.

کفن چوروں کے ایک سرغنہ نے دہکتے ہوئے روپے کو لینے کے لیے دو انگلیاں بڑھائیں جب انگلیاں روپے کے قریب پہنچ گئیں تو وہ آگ میں جل اٹھیں کفن چور چلانے لگا ارے میں جل گیا، جل گیا اور شدت عذاب سے بلبلاتا ہوا بھاگا۔ سارے کفن چور بھی بھاگے۔

مولانا نے لکھا ہے کہ تھانہ بھون میں اس کفن چور کا واقعہ مشہور ہے کہ اپنی جلی ہوئی انگلی کو ایک بڑے پیالے میں ڈبوتا تھوڑی ہی دیر میں وہ پانی گرم ہو جاتا تو دوسرے ٹھنڈے پیالے میں فوراً اپنی انگلی ڈبوتا، مگر اس گرم پیالہ سے نکال کر دوسرے پیالہ میں جب ڈالنے لگتا تو شور مچانے لگتا ارے میں مر گیا، مر گیا یہ سوزش تھی اس آگ کی جس کے عذاب میں وہ میاں جی مبتلا تھے اور جس کی ذرا سی حرارت سے وہ کفن چور پوری زندگی چلاتا رہا اور شور مچاتا ہوا مر گیا۔

اس واقعہ سے بھی عذاب قبر کا بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

دوزخ کے دہانے سے واپسی:

مجھے محکمہ سٹلمیٹ میں ملازم ہوئے ابھی چند روز ہوئے تھے۔ ایک دن حسب معمول میں دفتر میں کام کر رہا تھا کہ ایک بڑے میاں آئے اور نہایت خوشامدانہ لہجہ میں مجھ سے کہنے لگے بیٹا! میرے مکان کا کلیم گم ہو گیا ہے۔ اور عدالت میں مجھے اس کی نقل پیش کرنی

ہے۔اس لیے اپنے ریکارڈ سے کاپی نکال دو تاکہ اس کی نقل کروا کے عدالت میں پیش کر سکوں۔ پچاس روپے لگیں گے...... میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ جیب میں پھوٹی کوڑی تک نہیں پچاس ۵۰ روپے کہاں سے لاؤں......؟ اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ جیب خالی ہے۔ تو میں کیا کروں میں نے تو ترش روئی سے جواب دیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جا چکے تھے دوسرے روز میں ابھی دفتر میں داخل ہوا ہی تھا کہ وہی بڑے میاں آئے اور پچاس روپے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے لو بابو جی اب تو کام ہو جائے گا۔ قبل اسکے کہ میں انہیں کچھ جواب دیتا۔ میری نظر ان کے چہرے پر پڑی۔ بڑے میاں کی آنکھوں سے آنسو نکل کر داڑھی میں جذب ہو رہے تھے اور انہیں صاف کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی پہلے تو وہ پس و پیش کرتے رہے۔ مگر میرے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ کل یہاں سے جا کر اپنی جواں سال بیٹی کے بندے جو میں نے چند آنے روزانہ کی بچت کر کے اس کی شادی کے لیے بنوائے تھے۔ فروخت کر دیئے۔ تاکہ آپ کا خرچ پورا کر سکوں اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ میں اٹھ کر فائل سے اس کی کاپی نکال دی اور جبراً وہ روپے ان کی جیب میں ٹھونس دیئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی رشوت نہ لوں گا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بڑے میاں کے ضعیف و ناتواں بازوؤں نے مجھے دوزخ کے دہانے سے کھینچ لیا ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار.

"رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔"

(ماخوذ از البلاغ)

باب نمبر:۸

فیشن پرستی اور بے پردگی
کے عبرت ناک واقعات

اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں:

یہ واقعہ حضرت مولانا مفتی عبدالروف صاحب سکھروی مدظلہم عالی نے جامع مسجد بیت الکرم گلشن اقبال کراچی میں خطاب کرتے ہوئے سنایا اور ان کا یہ پورا خطاب کتابی شکل میں موضوع چھ گناہ گار عورتیں چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴ پر یہ واقعہ کچھ اس طرح سے لکھا ہوا ہے کہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ:

یہ واقعہ گلگت میں پیش آیا تھا کہ ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک قبر سے یہ آواز سنی کہ مجھے نکالو میں زندہ ہوں۔ جب ایک دو مرتبہ اس نے یہ آواز سنی تو اس نے سمجھا کہ یہ میرا وہم اور خیال ہے، کوئی آواز نہیں آ رہی، لیکن جب مسلسل اس نے یہ آواز سنی تو اس کو یقین ہونے لگا۔ چناں چہ قریب ہی ایک بستی تھی۔ وہ شخص اس بستی میں آیا اور لوگوں کو اس آواز کے بارے میں بتا کر کہا کہ تم بھی چلو اور اس آواز کو سنو۔ چناں چہ کچھ لوگ اس آدمی کے ساتھ آئے اور انہوں نے بھی یہ آواز سنی، اور سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر سے آ رہی ہے، اب یقین ہونے کے بعد ان لوگوں کو مسئلہ پوچھنے کی فکر ہوئی کہ پہلے علماء کرام سے یہ مسئلہ پوچھ لیا جائے کہ قبر کو کھولنی جائز ہے بھی یا نہیں۔ چناں چہ وہ لوگ محلے کے امام مسجد صاحب کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ اس طرح قبر میں سے آواز آ رہی ہے اور میت یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا ہے تو قبر کھول لو اور اس کو باہر نکال لو۔

چناں چہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے اور جا کر قبر کھولی۔ اب جوں ہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ رہی

ہے کہ جلدی کرو میرے گھر سے میرے کپڑے لاؤ۔ چناں چہ لوگ فوراً دوڑ کر اس کے کپڑے اور چادر وغیرہ لے کر آئے اور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر ڈالی اور پھر تیزی سے بجلی کی طرح اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی اور گھر جا کر ایک کمرے میں چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی۔

اب جو لوگ قبرستان آئے تھے وہ سبھی اس کے گھر پہنچے اور اب ان کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کے اندر سے کنڈی لگالی ہے، ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو۔ اندر سے عورت نے جواب دیا کہ میں کنڈی تو کھول دوں گی، لیکن کمرے کے اندر وہی شخص داخل ہو جس کے اندر مجھے دیکھنے کی طاقت ہو، اس لیے کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آ کر میری حالت دیکھے۔ اب سب لوگ اندر جانے سے ڈر رہے تھے، مگر دو چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے، انہوں نے کہا کہ تم کنڈی تو کھولو، ہم اندر آئیں گے۔ چناں چہ اس نے کنڈی کھول دی اور یہ لوگ اندر چلے گئے۔

ٹی وی، فلموں اور عام زندگی میں ننگے سر گھومنے والی خواتین، ننگے سر گھومنے پھرنے والی کا حشر:

اندر وہ عورت اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی، جب یہ لوگ اندر پہنچے تو اس عورت نے سب سے پہلے اپنا سر کھولا، تو ان لوگوں نے دیکھا کہ اس عورت کی سر پر ایک بھی بال نہیں وہ بالکل خالی کھوپڑی ہے نہ اس پر بال نہ اس پر کھال صرف خالی ہڈی ہے ان لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بال کہاں گئے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ جب میں زندہ تھی تو ننگے سر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی۔ پھر مرنے کے بعد جب میں قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور کھینچا اور اس کھینچنے کے نتیجے میں بالوں کے ساتھ کھال بھی نکل گئی۔ اس وجہ سے اب میرے سر پر نہ بال ہیں اور نہ کھال ہے۔

اب ذرا فلمی ٹی وی اداکارہ، گلوکارہ، فنکارہ کہ جو ننگے سر پوری دنیا کے سامنے آجاتی ہیں

اوران کے علاوہ وہ عام خواتین بھی جو گھروں، گلی کوچوں، بازاروں، پارکوں، فائیوسٹار، ہوٹلوں، سالگرہ اور شادی بیاہ فنکشن کی رنگین محفلوں میں ننگے سر گھومتی پھرتی ہیں وہ اپنا انجام سوچتے ہوئے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ کے لیے ننگے سر رہنے سے توبہ کریں کیوں کہ۔

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن

ٹی وی، فلموں ومحفلوں میں سرخی لگا کر آنے والی خواتین، سرخی والی کا حشر:

اس کے بعد اس عورت نے اپنا منہ کھولا جب لوگوں نے اس کا منہ، دیکھا تو وہ اتنا خوفناک ہو چکا تھا کہ سوائے دانتوں کے کچھ نظر نہ آیا اوپر کا ہونٹ موجود تھا اور نہ نیچے کا ہونٹ موجود تھا بلکہ بتیس کے بتیس دانت سامنے جڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ذرا سوچیے! کہ اگر کسی انسان کے صرف دانت ہی دانت نظر آئیں تو دیکھ کر کتنا ڈر لگتا ہے۔
اب ان لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرے ہونٹ کہا گئے اس عورت نے جواب دیا کہ میں اپنے ہونٹوں کو رنگین کرنے کے لیے سرخی یعنی لب اسٹک لگا کر محرم مردوں کے سامنے جایا کرتی تھی اس کی سزا میں میرے ہونٹ کاٹ لیے گئے اس واسطے اب میرے چہرے پر ہونٹ نہیں ہیں اب ذرا خواتین غور کریں کہ جو سرخی لگا کر ٹی وی پر خبریں یا خبروں کا خلاصہ یا پروگراموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یا گلوکاری، فنکاری اور اداکاری کرتے ہوئے پوری دنیا کے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہیں اور وہ خواتین بھی اپنا انجام سوچیں کہ جو سرخی لگا کر گلی کوچوں، شادی بیاہ کی رنگین محفلوں، مینا بازاروں، پارکوں، سیر گاہوں، فائیوسٹار ہوٹلوں اور شاپنگ کرتے ہوئے بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔

ٹی وی ڈراموں، فلموں، شادیوں وغیرہ میں

ناخن پالش لگانے والیاں، ناخن پالش والی کا انجام:

اس کے بعد اس عورت نے اپنے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں کھولیں۔ لوگوں نے

دیکھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں ایک بھی ناخن نہیں تھا۔ تمام انگلیوں کے ناخن غائب تھے اس عورت سے پوچھا کہ تیری انگلیوں کے ناخن کہاں گئے اس عورت نے جواب دیا کہ ناخن پالش لگانے کی وجہ سے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا۔ چونکہ میں یہ سارے کام کر کے گھر سے باہر نکلا کرتی تھی اور غیر مردوں کو دکھاتی پھرتی تھی ان سے چھپاتی نہیں تھی۔ اس لیے جیسے ہی میں مرنے کے بعد قبر میں پہنچی تو میرے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا اور مجھے یہ سزا ملی کہ میرے سر کے بال بھی نوچ اور کھینچ لیے گئے اور میرے ہونٹ بھی کاٹ لیے گئے اور میرے ناخن بھی کھینچ لیے گئے۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ بے ہوش ہوگئی اور مردہ بے جان ہوگئی جیسے لاش ہوتی ہے۔ چناں چہ ان لوگوں نے دوبارہ اس کو قبرستان میں پہنچا دیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو یہ عبرت دکھانا مقصود تھی کہ دیکھو؟ اس عورت کا کیا انجام ہوا اور اس کو کتنا ہولناک عذاب دیا گیا تاکہ دنیا کے لوگ عبرت پکڑیں۔

ایم اے کی دو طالبات:

دہلی کے ایک مقامی کالج کی ایم اے کی دو ۲ طالبات ایک غیر ملکی نوجوان کو لڑکیوں کا لباس پہنا کر اپنے ساتھ ہوسٹل کے کمرہ میں لے گئیں چوکیدار کو انہوں نے یہ چکمہ دیا کہ یہ تیسری لڑکی ان کی مہمان ہے اور چوکیدار کو شام کے اندھیرے میں یہ شبہ بھی نہیں ہوا کہ ان کے ساتھ زنانہ لباس میں لڑکی نہیں لڑکا ہے۔

بے نمازی اور فیشن پرستی پر عذاب:

مجھ سے میرے ایک دوست نے یہ عجیب حیرت ناک وعبرت ناک واقعہ سنایا کہ کویت وعراق کی جنگ سے پہلے میں کویت میں مقیم تھا، وہاں میں مردوں کی تجہیز و تکفین اور دفن وغیرہ کے امور سے وابستہ تھا۔ اور لوگوں میں اسی حیثیت سے معروف تھا۔ جنگ کے دوران مصر آ گیا۔ اسی دوران مجھ سے ایک دن ایک خاندان کے لوگوں نے رابطہ قائم کیا، اور خاندان کی ایک عورت کی تکفین کے سلسلہ میں بات کی۔ چناں چہ میں قبرستان گیا اور مردوں کے غسل دینے کی جگہ جا کر بیٹھ گیا، انتظار میں تھا کہ جنازہ تیار ہو کر نکلے کہ اتنے

میں چار باپردہ عورتوں کو غسل دینے کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا، ان پر گھبراہٹ طاری تھی، مگر میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں کہ، ہوگی کوئی وجہ۔ تھوڑے وقفہ کے بعد وہ عورت نکلی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی ہے۔ اس نے مجھ سے میت کو غسل دینے میں مدد طلب کی، میں نے اس سے کہا کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت کو غسل دے، اس نے مجھ سے کہا کہ میت کا جسم بہت وزنی ہے جو عام طور پر نہیں ہوتا۔ میرا جواب سن کر پھر وہ اندر چلی گئی۔ کسی طرح غسل دیا اور کفن پہنایا، پھر ہم جنازہ اٹھانے کے لیے اندر گئے، ہم گیارہ آدمی تھے، جنازہ اتنا وزنی تھا کہ ہم سب نے مل کر جنازہ اٹھایا، جب ہم قبرستان پہنچے اور جیسا کہ مصر میں رواج ہے کہ ان کی قبریں کمروں کی طرح ہوتی ہیں، وہ بلندی سے سیڑھی کے ذریعہ کمرے میں اترتے ہیں، جہاں مردوں کو بغیر مٹی ڈالے رکھتے ہیں۔

جب ہم نے لاش کو اپنے کندھوں سے اتارا، تو لاش کمرے کے اندر پھیلنے اور گرنے لگی، اس منظر کو دیکھ کر ہم سب گھبرا گئے...... اور وہ ہمارے قابو سے باہر ہوگئی، اتنے میں ہم نے اس کی ہڈیوں کی چرچراہٹ سنی جیسے ہڈیاں ٹوٹ رہی ہوں، ہم نے دیکھا کہ کفن کا کچھ حصہ ہٹ گیا ہے، میں تیزی سے لاش کی طرف بڑھا اور اس کو ڈھک دیا، پھر بڑی مشکل سے اس کو قبلہ رخ کرسکا، دوبارہ کفن چہرے کی طرف سے کھل گیا، اس وقت میں نے عجیب منظر دیکھا، ہم نے دیکھا کہ آنکھیں جیسے باہر کی طرف نکل رہی ہوں اور چہرا کالا ہو چکا تھا، ہم منظر کی ہولناکی سے ڈر گئے، اور تیزی سے باہر آگئے اور کمرہ کا دروازہ بند کردیا، جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا تو مجھ سے مرنے والی عورت کی اولاد میں سے ایک لڑکی ملی اور اس نے مجھ کو قسم دے کر پوچھا کہ اس کی والدہ کے ساتھ قبر میں داخل کرنے کے دوران کیا پیش آیا، میں نے جواب نہ دینے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ اس بات پر مصر رہی کہ میں اس کو میت کی حالت سے باخبر کردوں، حتیٰ کہ میں نے اسے سب کچھ بتادیا۔

اس وقت اس نے مجھ سے کہا کہ اے شیخ! جس وقت آپ نے ہم کو غسل کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے اپنی والدہ کے چہرے کو کالا ہوتے دیکھا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری والدہ نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور ان کی موت

اس حال میں ہوئی کہ وہ بہت فیشن ایبل رہتی تھیں، شرم وحیا نام کی کوئی چیز ان میں تھی ہی نہیں۔

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسے مناظر دکھا دیتا ہے کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں، ہر موت کے حالات کو اس دنیا میں دکھانا حکمت خداوندی کے خلاف ہے کہ پھر ایمان بالغیب کی مصلحت ختم ہو جائے گی۔

پچاس ساٹھ سانپ:

۱۹۸۶ء کے اخبار جنگ میں کسی دکھیاری ماں نے یہ بیان دیا تھا، ''میری سب سے بڑی لڑکی کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ اسے دفن کرنے کے لیے جب قبر کھودی گئی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس پر پچاس ساٹھ سانپ جمع ہو گئے۔ دوسری قبر کھدوائی گئی اس میں بھی وہی سانپ آ کر کنڈلی مار کر ایک دوسرے پر بیٹھ گئے۔ پھر تیسری قبر تیار کی اس میں ان دونوں قبروں سے زیادہ سانپ تھے۔ سب لوگوں پر دہشت سوار تھی، وقت بھی کافی گزر چکا تھا۔ ناچار ہو کر باہم مشورہ کر کے میری پیاری بیٹی کو سانپوں بھری قبر میں دفن کر کے لوگ دور ہی سے مٹی پھینک کر چلے آئے۔ میری مرحومہ بیٹی کے ابا جان کی قبرستان سے گھر آنے کے بعد حالت بہت خراب ہو گئی اور وہ خوف کے مارے بار بار اپنی گردن جھٹکتے تھے۔ دکھیاری ماں کا مزید بیان ہے کہ میری بیٹی یوں تو نماز و روزہ کی پابند تھی مگر وہ فیشن کیا کرتی تھی۔ میں اسے پیار و محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتی تھی مگر وہ اپنی آخرت کی بھلائی کی باتوں پر کان دھرنے کے بجائے الٹا مجھ پر بگڑ جاتی اور مجھے ذلیل کر دیتی تھی۔ افسوس! میری کوئی بات میری نادان ماڈرن بیٹی کی سمجھ میں نہ آئی۔

خوفناک جانور:

غالباً شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ کا آخری جمعہ تھا۔ رات کو کورنگی (کراچی) میں ایک نوجوان سے (راقم الحروف) کی ملاقات ہوئی۔ اس پر خوف طاری تھا۔ اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میرے ایک عزیز کی جوان بیٹی اچانک فوت ہو گئی۔ جب ہم تدفین سے فارغ ہو کر پلٹے تو مرحومہ کے والد کو یاد آیا کہ اس کا ایک ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ

غلطی سے میت کے ساتھ قبر ہی میں دفن ہو گیا ہے۔ چناں چہ بامر مجبوری ہم نے جا کر دوبارہ قبر کھودنی شروع کی۔ جوں ہی ہم نے قبر سے سل ہٹائی خوف کے مارے ہماری چیخیں نکل گئیں۔ کیوں کہ جس جوان لڑکی کو ابھی ابھی ہم نے ستھرے کفن میں لپیٹ کر سلایا تھا۔ وہ کفن پھاڑ کر اٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی! آہ! اس کے سر کے بالوں سے اس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں۔ اور کئی چھوٹے چھوٹے نامعلوم خوفناک جانور اس سے چپٹے ہوئے تھے۔

یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر خوف کے مارے ہماری گھگی بندھ گئی۔ اور ہینڈ بیگ نکالے بغیر جوں توں مٹی پھینک کر ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آ کر میں نے عزیزوں سے اس لڑکی کا جرم دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس میں کوئی فی زمانہ معیوب سمجھا جانے والا جرم تو نہیں تھا۔ البتہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح فیشن ایبل تھی۔ اور پردہ نہیں کرتی تھی۔ ابھی انتقال سے چند روز پہلے رشتے داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوا کر، بن سنور کر عام عورتوں کی طرح بے پردہ، شادی کی تقریب میں شرکت کی تھی۔

عبرت ناک واقعہ:

احمد اباد کے محلہ جمالپورہ کے متمول مسلمان گھرانہ میں عجیب واقعہ سے احمد آباد لرز گیا اس کے بال پر دو کالے ناگ، چہرہ پر چھپکلی، ناخنوں پر بچھو بیٹھے ہوئے تھے۔

احمد آباد جیسے صنعتی شہر میں جسے ''ہندوستان کا مانچسٹر'' کہا جاتا ہے، جہاں پر مسلم ہنرمند کاریگروں کی بہت بڑی آبادی ہے۔ جہاں تاریخ نے کئی انمٹ اور ناقابل فراموش نقوش چھوڑے ہیں۔ اسی احمد آباد شہر کے محلہ جمال پورہ کے ایک مسلم خاندان میں ایک عجیب وغریب اور عبرت ناک واقعہ رونما ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ مسلم خاندان کی ایک کنواری، غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی جس کے فیشن کا بڑا چرچا تھا۔ مالدار گھرانے کی یہ لڑکی صبح اٹھ کر بناؤ سنگھار کرتی، نت نئی تراش وضع، فیشن اور ڈیزائن کے لباس زیب تن کرتی تھی۔ ایک روز اچانک مختصر سی علالت کے بعد چل بسی اور شہر کے قبرستان میں اسے دفن کر دیا گیا۔ مبینہ طور پر اس کے بعد ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اس کی ماں کو مسلسل تین رات تک یہ آواز سنائی دیتی رہی اور

خواب میں لگاتار تین رات سے اپنی جوان لڑکی کی لاش دکھائی دیتی رہتی جو کہہ رہی تھی۔
''امی مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں۔''

اس کی ماں کا بیان ہے کہ میں اس واقعہ سے گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی۔ مجھے خوف اور اضمحلال لاحق ہو گیا تھا۔ ممتا کے آنسوؤں نے لڑکی کے باپ اور بھائی اور محلہ داروں کو آگاہ کیا اور چوتھے روز دو پولیس والوں کی موجودگی میں قبر کھودی گئی۔ لڑکی زندہ تھی لیکن اس عبرت ناک حالت میں کہ اس کے بال پر دو کالے ناگ، چہرہ پر چھپکلی اور ناخنوں پر جہاں جہاں لالی لگائی تھی وہاں بچھو چپکے ہوئے تھے۔ عصر کے بعد تمام موذی جانور متوفیہ کی لاش سے ہٹ گئے۔ پولیس نے بے ہوش لڑکی کو قبر سے نکال کر واڑی چیری ٹیبل ہسپتال احمد آباد کے C. وارڈ میں لے گئی جہاں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ لڑکی کا ہونٹ غائب ہو گیا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس نے بتایا کہ میں صرف ۱۵ دن کے لیے دوبارہ آئی ہوں۔ تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ لوگوں کو صرف اتنا سنائی دیا اور اتنا ہی سمجھ میں آیا۔ اس سے زیادہ کچھ بھی سنائی نہیں دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ تقریباً ۱۲ دنوں سے اس عجیب و غریب دوبارہ زندہ ہونے والی فیشن کی دلدادہ لڑکی کو جو سہا ٹیلر کی نامی کنیز فاطمہ نے اپنی آنکھوں سے ہسپتال جا کر دیکھا ہے۔ لوگوں میں چرچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے کہ غفلت اور اغیار کی نقالی سے بچ کر سادہ اور مذہب کے اصول کے مطابق لوگ چلیں۔ خاص طور پر عورتوں کو اس سلسلے میں عبرت حاصل ہو۔

پردہ کے بارے میں ایک ایمان افروز واقعہ:

لبنان کی مشہور و معروف گلوکارہ نہاد فتوح گانا گانے سے توبہ کر کے باپردہ رہنے لگی اور بقیہ زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گذارنے کا عہد کیا، یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نہاد فتوح کی سترہ سالہ بیٹی حبتہ کو اسکول سے صرف اس وجہ سے نکال دیا گیا کہ وہ حجاب اوڑھ کر اسکول آتی تھی، اس کو تعلیمی سال کے اختتام سے تین ماہ قبل اسکول سے نکال دیا گیا، حبتہ کی والدہ نے اسکول کے پرنسپل کی منت سماجت کی کہ میری بیٹی کو مزید تین مہینے پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ اس کا تعلیمی سال مکمل ہو جائے ورنہ سال

ضائع ہو جائے گا۔ لیکن اسکول پرنسپل نے ماننے سے انکار کر دیا، جب نہاد فتوح پرنسپل کو قائل کرنے میں ناکام ہوئی تو اس نے اپنی بیٹی سے یہ بات منوانے کی کوشش کی کہ تین مہینے بعد پردہ کرنا شروع کر دینا تاکہ تمہارا تعلیمی سال ضائع نہ ہو جائے لیکن هبة نے اپنی ماں کو یہ کہہ کر پردہ ترک کرنے سے انکار کر دیا:

انت زرعت في الشعور الديني و كنت تحثيني على الصلاة فيما كنت تعملين في مجال الغناء وتأتين الآن لتمنعيني من ذلك؟

''امی جان آپ ہی نے تو میرے اندر دینی شعور پیدا کیا اور نماز پڑھنے پر ابھارا، یہ تعلیم آپ مجھے اس وقت دیتی تھی جب آپ سینما اور ٹیلی ویژن میں گانا بھی گاتی تھیں اور آج آپ مجھ کو ''حجاب'' سے روک رہی ہیں؟''

جب نہاد فتوح نے اپنی بیٹی کی یہ باتیں سنیں تو گانا گانے سے توبہ کر لی اور خود بھی باپردہ رہنے لگی اور بقیہ زندگی شریعت کے مطابق گزارنے کا عہد کر لیا۔ نہاد فتوح لبنان کی مشہور و معروف گلوکارہ تھی، انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دین کا یہ شعور شیخ عمر الکافی المصری کے مواعظ سے عطا فرمایا تھا اور ان کے مواعظ کے اثرات ہی ہیں کہ آج ہمیں شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق ہوگئی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کے مواعظ میں دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب بھی موجود ہے۔

ادھر نہاد فتوح کی والدہ سعاد محمد نے یہ خبر سنی کہ نہاد فتوح نے گانا گانا چھوڑ دیا، تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ جس پر سعاد محمد نے کہا کہ میری بیٹی کی خوبصورت آواز سے شاید اب لوگ محفوظ نہ ہوسکیں۔ وہ نہاد فتوح کو دوبارہ آمادہ کرنے آئی لیکن نہاد فتوح نے اپنی بیٹی هبة کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انکار کر دیا اور اپنی والدہ کو دین کی بات سمجھانے کی کوشش کی جس پر سعاد محمد نے اللہ سے معافی مانگ لی اور نہاد فتوح سے دعا کے لیے کہا اور خود بھی حجاب کرنے کا عہد کر لیا۔ نہاد فتوح نے کہا کہ یہ مشکل حالت ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیاب فرما کر شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی عظمت سے نوازا۔

ایک اَپ ٹو ڈیٹ عورت کا حشر:

گذشتہ دنوں لاہور کی سب سے بڑی بارونق اور خوب صورت ترین سڑک مال روڈ پر ایک ایسا روح فرسا منظر دیکھنے میں آیا جسے یاد کر کے سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ یہ ایک حسین شام کا واقعہ ہے۔ مال روڈ کے اس حصہ پر جو بیڈن روڈ۔ مال کے چوک سے چیئرنگ کراس کو جاتا ہے۔ لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ تالیاں بجاتا ہوا جا رہا تھا۔ جیسے کسی میلے پر جا رہا ہو۔ اور ہجوم کے آگے ایک اپ ٹو ڈیٹ خاتون دوپٹہ میں اپنا منہ چھپائے اور نظریں نیچی کئے جا رہی تھی۔ ان کے ساتھ دو مرد تھے جنھوں نے ایک سیاہ فام نوجوان کو جو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ پکڑا ہوا تھا۔ سول لائنز کے تھانہ تک ہجوم کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ تالیوں کا شور بھی بڑھتا گیا اور اس خاتون کی نظریں اور زمین میں گرتی گئیں۔ اس ہجوم میں وہ ایک ایسی مجرمہ معلوم ہو رہی تھی جس نے گویا ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ لوگ بھی اس پر طرح طرح کے آوازے کس رہے تھے۔

تھانہ میں اس خاتون نے بڑی شستہ انگریزی میں پولیس کو بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اور وہ لاہور کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اس سیاہ فام نوجوان نے مذاق کیا تھا جس پر پولیس کو اطلاع دے دی گئی۔ وہ انہیں اور اس نوجوان کو لے کر تھانہ کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں لوگ تماشہ دیکھنے کے لیے ساتھ ہو لیے اور شام کا پوری طرح لطف اٹھانے کے لیے انہوں نے واقعہ کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر مذکورہ خاتون کے ساتھ یہ شائستہ مذاق کیا اور خدا جانے کس خوشی میں تالیاں بجائیں۔ خاتون کے بقول ایک سوٹڈ بوٹڈ صاحب بولے ''یار یہ اس نوجوان سے پھنسی کیوں نہیں۔'' دوسرے صاحب نے جواب دیا۔ ''کوئی آپ جیسا اپ ٹو ڈیٹ پڑھا لکھا جوان ہوتا تو پھنس جاتی۔ اس غریب سے کیا پھنستی۔

اس عورت نے پولیس کو بتایا۔

''مجھے اس نوجوان سے کوئی شکایت نہیں۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ میں تو سپاہیوں کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر اسے تنبیہ کرنا چاہتی تھی۔ مجھے افسوس تو اپنے بھائیوں پر ہے جنہوں نے بغیر کسی وجہ کے اپنی بہن کا مذاق اڑایا۔ اور اس کا تماشہ بنایا۔''

(نوائے وقت ۴ جولائی ۱۹۵۶ء)

عورتیں یا جانور:

ایک صاحب نے بس میں چند خاتونوں کو دیکھا جن کے بڑھے ہوئے ناخنوں سے اتری ہوئی سرخی نے ان کی نگاہوں کو پکارا اور ان کی طبیعت میں متلی پیدا ہو گئی۔ ان صاحب نے ان خاتونوں سے پوچھا کہ ناخن بڑھانے کی وجہ کیا ہے؟ ایک صاحبہ بولیں۔ کہ

بڑھے ہوئے ناخن اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہم امیر طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم نے کبھی اپنے ہاتھوں سے کام نہیں کیا۔

دوسری بولی۔ کہ

اس سے خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔

تیسری بولی۔ کہ

اس سے چغتائی آرٹ کو تقویت پہنچتی ہے۔

(نوائے وقت: ۵ جنوری ۱۹۶۱ء، ماہ طیبہ: مارچ ۱۹۶۱ء)

فلم بین اور سگریٹ نوش عورتیں:

اخبار جنگ راولپنڈی میں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ "مجھے اپنے دوست ایکسائز انسپکٹر کے ساتھ ایک مقامی سینما میں جانے کا اتفاق ہوا۔ قارئین کے لیے یہ انکشاف خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ زنانہ شو میں تقریباً سبھی عورتیں پوری آزادی سے سگریٹ نوشی کر رہی تھیں۔ میں اپنے دوست کے ساتھ آفس سے بکنگ کی طرف جا رہا تھا کہ برآمدہ میں کھڑی ایک عورت اور اس کے پانچ سالہ بچے کے مکالموں نے چونکا دیا۔ بچہ منہ بسورے اس طرح بڑبڑایا۔

ممی! میں پکوڑیاں کھاؤں گا۔"

ماں نے بچے سے کہا کیپٹن کے دو سگریٹ لے آ۔ پکوڑیوں کا نام لیا۔ تو کچالو بنا دوں گی۔ مان کے اس لب ولہجہ کو بچہ تاڑ گیا۔ وہ اپنی خواہش کو دباتا ہوا سگریٹ خرید لایا اور ماں سگریٹ جلا جلا کر لمبے لمبے کش بھر رہی تھی۔ بچہ متواتر پکوڑی فروش کو گھور رہا تھا۔

عورت کی انگلی:

ایک بس کو حادثہ پیش آ گیا۔ متعدد سواریاں زخمی ہوگئیں۔ ایک عورت کی انگلی کٹ گئی۔ اس نے اتنا شور مچایا کہ آسمان سر پر اٹھالیا کسی نے پوچھا کہ دوسرے تجھ سے زیادہ زخمی ہوئے ہیں لیکن تو سب سے زیادہ کیوں شور مچا رہی ہے تو اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ مجھے جتنا غم ہے کسی کو نہ ہوگا کیوں کہ میں اسی انگلی سے اپنے خاوند کو نچایا کرتی تھی۔ (ماہ طیبہ: جنوری ۱۹۶۱ء)

حیدرآباد کے ویمنس کالج کا واقعہ:

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کوٹھی کے قریب حیدرآباد کے مشہور ویمنس کالج کے پاس کچھ عرصہ قبل ایک ایمنسڈر کار آ کر رکی۔ اس میں سے بش شرٹ پتلون میں ملبوس ایک محترمہ لمبے بالوں کے ساتھ نیچے اتریں۔ دو نوجوان لڑکے اس لمبے بالوں والی لڑکی کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائے اور ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی اور منتظر رہے کہ وہ لڑکی ان کی طرف پلٹے۔ لیکن جیسے ہی وہ ''لڑکی'' پلٹی تو ہیرو صاحبین شرم سے پانی پانی ہوگئے کیوں کہ وہ لڑکی نہیں بلکہ لڑکا تھا۔

ایک اور واقعہ:

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اسی ویمنس کالج کے پاس سے ایک بس نکلی جس میں پسنجرز کا کافی ہجوم تھا۔ کئی افراد تو کھڑے ہوئے تھے غرض یہ بس لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی بس کنڈیکٹر ہر ایک کے پاس آتا اور ٹکٹ کہہ کر اسے مخاطب کرتا۔ پیسے لیتا اور ٹکٹ دے دیتا ایک مرتبہ پھولوں والے بش شرٹ میں ملبوس اور لمبے لمبے بالوں کے ساتھ جوان کے شانوں پر جھول رہے تھے، اسی ہجوم میں کھڑی تھیں کنڈیکٹر نے میڈم ٹکٹ کہہ کر ان کو پیچھے سے آواز دی، لیکن جب ''میڈم'' پلٹیں، تو وہ میڈم باقی نہیں رہیں کیوں کہ چہرے پر کافی گھنی مونچھیں نظر آ رہی تھیں، غرض محترمہ نما یہ محترم بہت شرمندہ ہوئے اور خود کنڈیکٹر بھی شرمسار سا ہوگیا اور فوراً ''سوری'' کہہ کر اس نے معذرت بھی چاہی۔

پیٹرول اور آگ:

ایک فیشن ایبل اپ ٹو ڈیٹ لڑکی مونہہ پر پوڈر ملے۔ لب پر سرخی لگائے۔ ساڑھی پہنے اور پوری حشر سامانیوں کے ساتھ کلکتہ کی ایک بارونق سڑک پر کچھ اس انداز سے جارہی تھی کہ بقول اکبر الہ آبادی۔

دل کشی ناز میں ایسی کہ ستارے رک جائیں
سرکشی چال میں ایسی کہ گورنر جھک جائیں

یہ لڑکی جارہی تھی کہ سامنے سے ایک نوجوان نمودار ہوا۔ جب یہ لڑکی اس نوجوان کے قریب پہنچی تو اس نوجوان نے اس لڑکی کو پکڑلیا اور تہذیب نو کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ نوجوان کی اس جرات و بے باکی پر فیشن کی پتلی گھبرائی۔ اور نوجوان کو جھڑکنے لگی اور اس کے بعد اس سے پیچھا چھڑا کر گھر پہنچی۔ وہ ایک امیر باپ کی بیٹی تھی۔ اس نے عدالت میں اس نوجوان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ جج جو عیسائی تھا۔ اس نے نوجوان کو عدالت میں طلب کر کے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ نوجوان نے جواب دیا کہ جناب! آپ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں بڑا حیران ہوں کہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ دیکھئے جناب! پیٹرول کے نزدیک اگر آگ آجائے تو پیٹرول کی فطرت ہے کہ وہ بھڑک اٹھے اور جل اٹھے۔ آگ جب بھی پیٹرول کے نزدیک آئے گی۔ پیٹرول لازماً جلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پیٹرول ٹینکیوں پر لکھا ہوتا ہے کہ یہاں سگریٹ پینا منع ہے اور آگ اس جگہ سے دور رہے۔" اب اگر آگ چولھے سے نکل کر خود بخود چل کر پیٹرول پمپ کے نزدیک آجائے اور پیٹرول بھڑک اور جل اٹھے تو کیا آپ پیٹرول سے پوچھیں گے کہ اے پیٹرول بتاؤ۔ تم کیوں بھڑک اٹھے؟ پیٹرول سے ایسا سوال لایعنی ہوگا۔ سوال تو آگ سے ہوگا کہ تم چولہے سے نکل کر پیٹرول کے پاس کیوں آئی اور کیوں پیٹرول کو بھڑک اٹھنے کا موقعہ دیا؟ جناب عالی! اسی طرح مرد کی یہ فطرت ہے کہ عورت اگر بن ٹھن کر مرد کے قریب آئے گی۔ تو مرد کا خواہ مخواہ اس کی طرف میلان ہوگا اور اس کے جذبات بھڑک اٹھیں گے۔ آپ مجھ سے نہ پوچھئے۔ اس لڑکی سے پوچھیئے کہ یہ بن سنور کر گھر سے کیوں نکلی اور کیوں ایک ایسی شاہراہ عام سے گزری جہاں سینکڑوں پیٹرول صفت مردوں کے بھڑک اٹھنے کا

خطرہ تھا۔ یہ شعلہ آتش جب میرے نزدیک آیا تو فطرتاً میرے جذبات میں ہیجان پیدا ہوا اور میں بھڑک اٹھا۔ اور نتیجہ وہی نکلا جو نکل سکتا تھا۔ اب اس حال میں۔

کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی!

آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ مجرم کون ہے؟ جج کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور اس نے یہ فیصلہ لکھا جو اخبارات میں اس طرح آیا کہ نوجوان کو باعزت بری کیا جاتا ہے اور لڑکی کو ایک سال کے لیے اس پردے میں رہنے کی سزا دیتا ہوں جس کا حکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ (ماہ طیبہ: جولائی ۱۹۵۴ء)

بے پردہ گھومنے کی سزا:

جے پور (انڈیا) پول بازار میں ایک عورت جس نے دو ۲ چوٹیاں بنا رکھی تھیں۔ ہاتھ میں مولیاں لیے جا رہی تھی۔ پیچھے سے ایک آوارہ گائے نے مولیوں پر اپنا منہ مارا جس سے عورت کی دو چوٹیاں بھی مولیوں کے ساتھ ہی منہ میں آ گئیں۔ گائے بھاگ کھڑی ہوئی۔ نتیجہ کے طور پر عورت بھی گائے کے ساتھ گھسٹتے ہوئے گئی۔ راہ چلتے لوگوں کی امداد سے ان چوٹیوں کو گائے کے منہ سے آزاد کرایا گیا۔ (جنگ راولپنڈی ماہ طیبہ نومبر ۱۹۶۰ء)

عورت ایک اور چوٹیاں دو۔ چوٹی کہیں کی۔ گائے اگر بازار میں پھرتی ہوئی آوارہ کہلائی تو دو چوٹیوں کی بازار میں نمائش کرنے والی کیا ہوئی؟ یہ تو آوارہ پر آوارہ کا حملہ ہے۔ گائے کو اگر آوارگی سے بچنے کے لیے اپنی کھونٹی پر ٹکنا ضروری ہے تو عورت کو بھی اپنے گھر قرار پکڑنا ضروری ہے۔ مولیوں کو دیکھئے۔ کھیت سے نکل کر بازار میں آئیں تو بکنے لگیں یونہی جو چوٹیاں بازار میں آئیں وہ بھی مولیاں ہی ہیں اور گائے کی یہ غلط فہمی نہیں بلکہ اس کی نظر میں یہ بھی مولیاں ہی تھیں۔ اس عورت کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ چوٹیاں مولیوں کی طرح بازار میں آئیں تو گائے کی منہ میں گئیں۔ اسی طرح جو عورت آوارہ عورتوں کی طرح بازار میں نکلے گی وہ بھی کسی وقت کسی تہذیب نو کے بھیڑیئے کے منہ کا لقمہ بن سکتی ہیں۔

لاہور کے چڑیا گھر کا ایک واقعہ اخبار میں پڑھا تھا۔ وہ بھی پڑھ لیجیے۔

ایک ماڈرن لڑکی اپنے سر کے بال سر کے اوپر اونٹ کے کوہان کی مانند بنائے ہوئے

ننگے سر چڑیا گھر کی سیر کو آئی۔ ایک پنجرے کے پاس کھڑی ہوئی تو اچانک دو بگلے اڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے اس کے سر کے اردگرد چکر لگانا اور چیخنا شروع کر دیا۔ لڑکی گھبرائی وہاں سے بھاگی تو بگلوں نے بھی تعاقب شروع کر دیا اور اس کے سر پر جھپٹنے لگے۔

دراصل بگلوں نے اس کے سر پر اپنا گھونسلہ سمجھ لیا۔ وہ بھاگی تو انہوں نے سمجھا کہ ہمارا گھونسلہ لے جا رہی ہے۔ آخر لڑکی نے ایک کمرے میں گھس کر اپنا سر بچایا۔

باب نمبر:۹

بدنظری کے عبرت ناک واقعات

ایک عبرت ناک واقعہ:

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے ان کی ایک ہی آنکھ تھی، دوسری نہ تھی۔ وہ طواف کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من غضبک۔

''اے اللہ میں تیرے غصے سے پناہ چاہتا ہوں۔''

کسی نے پوچھا اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے، کہا کہ میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگی اور آنکھ پھوٹ گئی، اس لیے پھر ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔

بدنظری کی وجہ سے قرآن بھول گیا:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ جارہے تھے، ایک نصرانی کا حسین لڑکا سامنے سے آیا تھا، ایک مرید نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے، حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا زہ تم کو معلوم ہوگا، چناں چہ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ شخص قران بھول گیا، **نعوذ باللہ من ذالک،**

شادی کرلی:

امام غزالی رحمہ اللہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ مریدوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ پر اس قدر شہوت غالب ہوئی کہ میں متحمل نہ ہوسکا۔ میں نے بہت دعا اور آہ زاری کی۔ ایک رات ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہتے ہیں کہ تجھے کیا

ہوا؟ ان سے میں نے حال عرض کیا، انہوں نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر دیا جب میں جاگا تو سکون ہوگیا۔ جب ایک سال گذر گیا تو پھر شہوت پیدا ہوئی میں نے بہت زاری کی، انہیں بزرگ کو پھر خواب میں دیکھا فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ مجھ سے شہوت دفع ہو جائے، میں نے عرض کیا کہ ہاں، فرمایا گردن جھکا میں نے جھکا دی بس ایک تلوار نکالی اور میری گردن پر ماری۔ میں جب جاگا تو سکون ہوگیا، جب ایک سال گذرا تو پھر شہوت پیدا ہوئی پھر میں نے آہ زاری کی اوران بزرگ کو بھی خواب میں دیکھا وہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ اس چیز کا دفعہ کہاں تک خود سے چاہے گا جس کے رفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے پھر میں جاگا اور شادی کر لی حتیٰ کہ شہوت سے نجات پائی۔

(کیمیائے سعادت۔ ص:۲۹۹)

آنکھیں نکال کر دے دیں:

شعوانہ نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک صالحہ عورت رہتی تھی ایک روز بازار گئی کسی آدمی نے اس کو دیکھا اور فریفتہ ہوگیا اور اس کے مکان پر اس کے پیچھے پیچھے آیا، اس عورت نے اس سے کہا کہ اے شخص تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ وہ بولا میں تجھ پر مفتون ہوگیا ہوں، پوچھنے لگی کہ تجھ کو میری کون سی چیز پسند آئی۔ اس نے کہا تیری آنکھیں اچھی ہیں وہ عورت گھر میں گئی اور اپنی آنکھیں نکال ڈالیں اور دروازے کے پاس آکر اس شخص کی طرف پھینکیں اور کہا یہ آنکھیں لے جا، خدا تجھ کو برکت نہ دے۔ (بحوالہ: بدنظری کا علاج)

آج کل کی عاشقی:

ایک قصہ اختتام مثنوی میں ہے کہ ایک عورت جا رہی تھی۔ ایک شخص اس کے پیچھے ہولیا، اس نے مڑ کر دیکھا پوچھا کہ میرے پیچھے کیوں آتا ہے؟ اس نے کہا میں تیرے اوپر عاشق ہوگیا ہوں۔ اس نے کہا بیوقوف میرے اوپر کیا عاشق ہوتا ہے، پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے عاشق ہونا ہے تو اس پر عاشق ہو۔ اس شخص نے پیچھے کی طرف دیکھا کہ وہ اس کی بہن کہاں آرہی ہے؟ اس پر اُس عورت نے اس شخص کو ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ اگر تو میرا عاشق ہوتا تو میری بہن پر عاشق نہیں

ہوتا۔آج کل عاشقی ایسی ہی ہے، یہ عاشق نہیں فاسق ہیں۔

نظر بازی اور عشق بازی کی تباہ کاریوں کے نقصانات:

ایک صاحب دکاندار تھے، بال بچے دار تھے۔اس دکان سے فرصت پاکر ایک امیر خاندان میں ٹیوشن پڑھایا کرتے تھے کچھ لڑکے اور کچھ لڑکیاں بھی پڑھنے لگیں۔یہ شاعر خوش آواز بھی تھے بدنگاہی کرتے کرتے عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے اور پھر ان پر عذاب الٰہی شروع ہو گیا۔راتوں کی نیند حرام ہوگئی دکان برباد ہونے لگی، گھر میں فاقے ہونے لگے، صحت خراب ہوگئی، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔

ایک دن احقر ان کی دکان سے گزرا دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

مل ہی جائے گا کوئی کنارہ مجھے
موج غم دے رہی ہے سہارا مجھے

لیکن شاعری سے کنارہ نہیں ملتا غم سے نجات دینا تو حق تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ ایک دن دیکھا کہ سخت پریشان بیٹھے ہیں خیرت معلوم کی کہا دکان کا ستیاناس ہو چکا، بچے بھوکے مر رہے ہیں، دل میں آگ لگی ہے تین ماہ سے نیند اڑی ہوئی ہے، کسی بزرگ کا نام بتاؤ جہاں جا کر سکون حاصل کروں۔ (روح کی بیماریاں اوران کا علاج)

چہرہ سیاہ پڑ گیا:

ابو عمر بن علوان کہتے ہیں کہ:

''میں کسی کام سے رحبہ بازار میں گیا، تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا، میں شرکت کی نیت سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا، نماز و دفن کے بعد میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین عورت کے چہرے پر پڑ گئی، میں نے آنکھیں بند کرلیں اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہا، استغفار پڑھا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ایک بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ: ''اے آقا! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔'' میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا، میں نے غور و تفکر شروع کیا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے، اچانک مجھے اپنی بغیر ارادے کے کی گئی بدنگاہی یاد آ گئی، تو میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس

دن تک کی مہلت طلب کی، پھر مجھے خیال آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید رحمہ اللہ کی زیارت کروں، چناں چہ میں بغداد کو روانہ ہوگیا۔ جب میں نے آپ کے حجرۂ مبارک کا دروازہ کھٹکھٹایا، تو آپ نے (بذریعہ کشف) فرمایا: ''اے ابوعمرو! آجاؤ، تم گناہ تو رحبہ بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنے بغداد میں آتے ہو۔'' (ذم الھویٰ لابن جوزی)

بری نظر سے دیکھنے والے کو کیا سزا ملی؟:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ:

ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوچھا: یہ تیرا کیا حالت ہے؟

کہا: میرے پاس سے ایک عورت گذری تھی میں نے اس کے طرف دیکھ لیا اس کے بعد سے میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آگئی جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وان اللّٰہ اذا اراد بعبد خیرا، عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اس کو سزا دینے کی جلدی فرما دیتے ہیں۔''

موذن کی بدنظری کے گناہ کا اثر، کافر ہو کر مرا:

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مجھے ایک شخص کی حکایت معلوم ہوئی جو بغداد میں رہتا تھا، اس کا نام صالح تھا، اس نے چالیس سال تک اذان دی تھی اور نیک نامی میں بہت مشہور تھا۔ ایک دن یہ اذان دینے کے لیے منارے پر چڑھا تو مسجد کے ساتھ واقع عیسائیوں کے گھر میں اس کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑگئی، اس کے حسن و جمال کے باعث یہ اس کے فتنے میں مبتلاء ہوگیا۔

اذان دے کر اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بجایا۔
لڑکی نے اندر سے پوچھا: ''کون؟''
اس نے کہا: ''صالح مؤذن۔''
نام سن کر لڑکی نے دروازہ کھول دیا۔ مؤذن نے فوراً اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔
لڑکی نے حیرانگی سے پوچھا کہ: ''تم مسلمان تو بڑے دیانت دار ہوتے ہو پھر یہ خیانت کیسی؟''
مؤذن نے اپنا تمام حال اس کے سامنے بیان کر دیا۔
لڑکی نے کہا کہ: ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہاں اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو شاید یہ ممکن ہو جائے۔''
مؤذن بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً بولا (معاذ اللہ) ''میں اسلام سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے۔'' یہ کہہ کر وہ لڑکی کے قریب ہوا۔
لڑکی نے کہا: ''یہ جو کچھ تم نے کہا صرف اس لیے تھا کہ اپنا مقصد حاصل کر لو، ہوسکتا ہے کہ اپنا مطلب پورا کر کے تم دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ، لہٰذا اب میری بھی کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ پہلے تم خنزیر کا گوشت کھاؤ۔'' مؤذن نے عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے کھالیا۔
لڑکی نے کہا کہ: ''اب شراب بھی پیو۔'' اس نے پی لی۔
جب شراب نے اپنا اثر کیا تو آگے بڑھا، لڑکی جلدی سے ایک کمرے میں داخل ہو کر اندر سے کنڈی لگالی، اور اندر سے ہی بولی: ''اب تم ہماری چھت پر چڑھ جاؤ، حتیٰ کہ میرا باپ آجائے اور میرا اور تیرا نکاح کر دے۔''
حسب ہدایت وہ نشے کی حالت میں چھت پر چڑھ گیا، جہاں سے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر کر مر گیا۔ لڑکی نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا، جب اس کا باپ آیا تو اس نے سارا قصہ اسے سنایا۔ دونوں نے رات کے وقت اسے اٹھا کر ایک گلی میں ڈال دیا، پھر اس کا قصہ مشہور ہو گیا اور لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ (ذم الھویٰ)

باب نمبر:۱۰

مجاہدین کے کفار پر یلغار کے واقعات

ایک مردمومن کا ایمان افروز واقعہ:

اس نے ایک جست لگائی اور سکھ سے کرپان چھین کر اٹھارہ سکھوں کو ہلاک اور گیارہ کو زخمی کردیا۔

توحید پرست مومن اور مجاہد جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصائب ان کو تکلیف دینے کے لیے نہیں بلکہ ان کے کردار کو پختہ اور کامل بنا کر اپنی نعمتوں کا اتمام کرنے کے لیے نازل فرماتا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے ان کے دلوں میں اطمینان و مسرت کے وہ سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہیں جن کے سامنے دنیا کے تمام مصائب و آلام ایک پر کہ جتنی بھی وقعت نہیں رکھتے۔ پچھلے اقران وادوار کا تو کہنا ہی کیا اس گئے گزرے زمانہ میں بھی جب بھی کفروشرک کا مقابلہ کسی توحید پرست سے ہوا ہے تو دنیا اس کے محیر العقول کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی ہے۔ ہم آپ کو ایک توحید پرست مومن کا سچا واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ توحید پر ایمان کسے کہتے ہیں اور اس کی طاقت کیا ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ایک سکھ کی زبانی ہے اور اسی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب ہندوؤں نے مسلمانان دہلی کے قتل عام کا فیصلہ کیا، تو ہم نے یہ دستور بنالیا کہ دس دس، بیس بیس مسلح آدمیوں کی ٹولیوں میں مضافات دہلی سے نکل جاتے اور جو مسلمان نظر آتا اسے تہ تیغ کردیتے۔ بیس پچیس دن تک یونہی ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں جیسے جیسے دن گزرتے گئے شکار ملنا کم ہوتا گیا، وہ اکثر خالی ہاتھ واپس آنے لگے۔ ایک دن، رات کے وقت ہم لوگ واپس آرہے تھے کہ شہر میں کمپنی باغ کے نزدیک ایک مسلمان ملا۔ بہت دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ لمبا قد، کالا رنگ، چھوٹی ڈاڑھی، ایک میلی سی لنگی با ندھے اور کھدری کی میلی سی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ ہم نے اسے ٹھہرالیا اور کہا چل ہمارے ساتھ۔ بولا کہاں؟ ہم تجھے قتل کریں گے۔ پوچھا میرا کیا قصور

ہے؟ جواب میں کوئی بولا۔ تو مسلمان ہے یا نہیں؟ جواب دیا الحمدللہ۔ ہم نے کہا بس اسی لیے تجھ کو قتل کریں گے۔ کہنے لگا۔ اچھا یہ بات ہے چلو اس سے اچھی موت اور کیا ہوگی۔
چناں چہ ہم اسے کمپنی باغ میں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کسی نے کہا میاں صاحب جان بچانا چاہو تو، بچ بھی سکتی ہے۔ پوچھا کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ سکھ ہو جاتو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں کہنے لگے کیا مطلب؟ میں بولا مطلب یہی کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارا مذہب قبول کرلو۔ یہ سنتے ہی اس آدمی میں ایک عجیب سے تبدیلی پیدا ہوئی چہرہ سرخ انگارہ ہوگیا اور پہلی مرتبہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ آنکھوں کے شرارے اور منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ گرج کر بولا۔ میں...... تمہارا مذہب...... کافر کے بچو، میں مسلمان ہوں مسلمان۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ مار مار کر ڈھیر کر دوں گا۔ یہ سن کر ہم سب اس کا مذاق اڑانے لگے اور ایک سردار جی، کرپان لے کر قتل کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ابھی دو قدم بھی نہ جانے پائے تھے کہ ایک بجلی سی کودی، وہ مسلمان اچھلا اور ایک ہی جست میں سردار جی کی ہاتھ سے، کرپان چھین کر کوئی دس گز کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اور کہنے لگا۔ لو اب آؤ۔ دیکھوں کون مجھے سکھ بناتا ہے۔ بڑھو نا، منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ بزدل کہیں کے۔ یہ سنتے ہی ہم سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا لیکن ہم ابھی دور ہی تھے کہ اللہ اکبر کہہ کر پھر اچھلا۔ ہمارے آنکھیں جھپک گئی۔ دیکھا تو دو سکھ زمین پر تڑپ رہے تھے۔ ابھی ہم سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اللہ اکبر کہہ کر اس نے پھر حملہ کیا اور ایک سکھ کو ختم کر دیا۔ اب ہم کو بھی غصہ آیا۔ ست سری اکال کا نعرہ مار کر ہم نے بھی حملہ کر دیا اور کوشش کی کہ چاروں طرف سے گھیر کر اسے ختم کر دیں۔ مگر وہ تو بجلی تھا، قریب ہی نہ آنے دیتا تھا۔ اللہ اکبر کہہ کر حملہ کرتا اور ہر وار میں ایک دو آدمی زمین پر گر جاتے۔ نعروں کی آواز سن کر بہت سے سکھ قریب کے مکانوں سے نکل آئے اور حملوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے، مگر وہ قابو میں نہ آیا۔ کوئی آدھ گھنٹہ لڑائی رہی اور ہمارے کئی آدمی مارے گئے۔ آخر بہت سے سکھ لمبے لمبے نیزے لے کر آئے اور چاروں طرف سے گھیر کر اس کو مارنے لگے۔ اس ترکیب سے وہ بہت زخمی اور نڈھال ہوگیا، لیکن برابر لڑتا رہا۔ آخر میں ا[illegible] زہ اس کی کمر توڑ کر سینے کے پار ہوگیا اور وہ بے دم ہو کر زمین پر گر گیا۔ ایک سردار جی نے گالی دے کر کہا دیکھا

مزہ؟ اس نے جواب دیا کافر کے بچے، ہاں دیکھا! اسی مزے کے لیے تو جان دی ہے۔ اگر تجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت مجھے کیا مزہ آ رہا ہے تو تو بھی مسلمان ہو کر ابھی ان سکھوں سے لڑتا اور شہید ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولا کلمہ پڑھتا رہا اور چند منٹ بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ ہم نے گنتی کی تو ہمارے اٹھارہ آدمی مرے اور گیارہ سخت زخمی ہوئے تھے۔ میں نے کہا ''یہ ایک ہی مسلمان ملا تھا۔ اگر ایسے دو چار ہزار اکٹھے ہوں تو خدا جانے کیا کریں۔''

دیکھا! آپ نے ایک توحید پرست مومن کیا کچھ کر سکتا ہے۔ جو ایسے چند ہزار پھر کیا ہو؟ حقیقت میں مومن ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ عام حالات میں وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور ریشم سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ مگر ضرورت پڑنے پر زہر سے زیادہ کڑوا اور فولاد سے زیادہ سخت ثابت ہوتا ہے۔ وہ موت پر ہنستا ہے اور شہادت کی آرزو میں مرتا ہے۔ موقعہ ہو تو نہتا ہی لڑتا ہے، نہ تلوار کی حاجت رکھتا ہے نہ بندوق کی۔

کافر ہو تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ تھا اللہ پر ایمان محکم کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ۔

اب کمزور ایمان کا ایک واقعہ سن لیجیے۔ انہی دنوں یعنی ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب مسلمانانِ دہلی کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔ ان کے مکانات جل رہے تھے۔ مال و اسباب لٹ رہا تھا۔ عورتوں کی عصمت دری ہو رہی تھی۔ ایک دن گاندھی جی ایک مسلمان محلے میں تشریف لائے اور ایک مشہور کانگریسی مسلمان کے اعلان پر کئی گھنٹے ٹھہرے تاکہ مسلمانوں کی شکایات سن کر ازالے کی کوشش کریں۔ یہ سننا تھا کہ سینکڑوں مسلمان جمع ہو گئے اور اپنی مصیبتیں بیان کرنے لگے۔ گاندھی جی سنتے جاتے تھے اور تسلی دے کر وعدے کرتے جاتے کہ دہلی کے ایک بہت مشہور کانگریسی مولوی تشریف لائے۔ گاندھی جی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور پاس بیٹھا کر پوچھا مولانا آپ کیسے آئے؟ یہ سنتے ہیں مولوی صاحب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں میں جھڑی لگ گئی۔ ہچکیاں لے کر فرمانے لگے۔ مہاتما جی...... میں تو......صرف اتنا...... چاہتا...... ہوں کہ آپ...... میری اور میرے...... بچوں کی...... جان...... بچا لیں۔ یہ

کہتے جاتے اور فرط گریہ سے بے حال ہوئے جارہے تھے۔ گاندھی جی نے یہ دیکھ کر نہایت پیار کے لہجہ میں کہا۔ ''مولانا! مولانا! اس طرح تو میں اپنے بھگوان سے کہتا ہوں'' یہ سن کر مولانا کی اور بھی ہچکی بندھ گئی اور پھر وہی فرمایا جو پہلے کہا تھا۔ گاندھی جی نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا لیکن مولانا آپے میں نہ آسکے۔ آخر گاندھی جی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا اور صاحب خانہ سے کہا۔ ''ان کو سمجھایئے۔''

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

ایک وہ غالباً جاہل مسلمان جس کا واقعہ پہلے بیان ہوا، ایک یہ مسلمانوں کے پیشوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے دعوے دار۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الغرض یہ ہے وہ یقین محکم اور ایمان کامل جو قرون اولٰے کے مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہوا اور آج بھی اگر اکثریت میں نہیں صرف دس پندرہ فیصدی مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو پھر اسی ترقی کا باعث ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے کانگریسی مولوی نما کردار کے حامل سیاسی قائدین سے چھٹکارا حاصل کرنا اشد ضروری ہے۔ (ماخوذ از تعمیرات)

مجھے زندہ دفن کر دیا گیا:

اکتوبر ۱۹۸۹ء میں جب تحریک آزادی کشمیر نے عسکری رخ اختیار کیا تو نعیم الحسن ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا مختار احمد ندوی کے مدرسہ جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کی چوتھی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔ نعیم الحسن نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد دینی علوم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور برصغیر کے نامور محدث میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے مدرسہ واقعہ دہلی میں داخلہ لے لیا۔ دہلی میں ایک سال تک زانوئے تلمذ طے کرنے کے بعد نعیم الحسن مہاراشٹر میں مولانا مختار احمد ندوی کے مدرسہ میں چلے گئے اور خود کو اللہ والوں کے رنگ میں رنگنے کے لیے دن رات محنت کرنے لگے ......اسی دوران میں ان کی مادر وطن مقبوضہ کشمیر میں بھارت نے ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ ہر گھر سے لاشیں اٹھنے لگیں، بچوں، بوڑھوں، عورتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جانے لگے، نوجوانوں کو پکڑ پکڑ کر عقوبت خانوں میں انسانیت سوز تشدد کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ تو

نعیم الحسن نے میدان جہاد کی راہ اختیار کی اور ہندو بنئے کا ظالم ہاتھ توڑ دینے کے لیے اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ قدم بقدم چلنے کا فیصلہ کیا...... اس وقت اعظم انقلابی کی تنظیم آپریشن بالاکوٹ نئی نئی معرض وجود میں آئی تھی۔ نعیم الحسن آپریشن بالا...... اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے انہوں نے بھارتی فوجیوں کے خلاف کئی کارروائیوں میں حصہ لیا۔

۱۹ ر اگست ۱۹۹۰ء کو نعیم الحسن عازم پاکستان ہوئے، دو دن کے دشوار گزار سفر کے بعد ۲۱ اگست کو پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا...... وہ لمحہ نعیم الحسن کے لیے زندگی کا خوشگوار ترین لمحہ تھا، پاکستان کی آزاد سرزمین میں داخل ہوتے وقت ان کا دل خوشی و مسرت کے لازوال جذبات سے سرشار تھا۔ تقریباً ایک سال پاکستان میں رہنے اور بیس کیمپ میں ضروری تربیت حاصل کرنے کے بعد یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کو وہ واپس مقبوضہ کشمیر چلے گئے اور مقبوضہ کشمیر کی معروف عسکری تنظیم تحریک المجاہدین میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی...... تحریک المجاہدین میں شمولیت کے بعد انہوں نے بے شمار جہادی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ تحریک جہاد کے ساتھ آپ کی لگن ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو تحریک المجاہدین کا ڈویژن کمانڈر مقرر کر دیا گیا......

دسمبر ۱۹۹۳ء کو آپ سری نگر میں ایک مسافر بس میں جا رہے تھے کہ بارڈر سیکورٹی فورس (BSF) کے اہلکاروں نے اچانک چھاپہ مار کر آپ کو گرفتار کر لیا...... گرفتاری کے فوراً بعد آپ کو بدنام زمانہ ٹارچر سیل پاپا۔ ۱۱ (PAPA-2) لے جایا گیا اور شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ٹارچر سیل میں لے جانے کے فوراً بعد آپ کے جسم سے تمام کپڑے اتار دیئے گئے اور مادر زاد برہنہ کر کے مار مار کر ادھ موا کر دیا گیا۔ تقریباً اڑھائی ماہ تک آپ اس عقوبت خانے میں رہے، اس دوران میں آپ کو لوہے کے بستر پر لٹا کر بجلی کے شدید جھٹکے دیئے گئے، چونا پلایا گیا، شدید تشدد کا نشانہ بنا کر پانی کے تالاب میں پھینکا گیا، لوہے کی گرم سلاخوں کے ساتھ جسم کو داغا گیا، پانی کے اندر طویل دورانئے کے غوطے دیئے گئے، جسم کے نازک مقامات پر بجلی کے کرنٹ لگائے گئے مگر اللہ کے اس بندے نے کوئی ایک راز بھی بھارتی فوجیوں کو نہیں بتلایا۔ وہ عزیمت کے کوہ گراں بنے رہے...... ۱۱ Papa کے انٹیروگیشن سنٹر کے جلاد تشدد کے تمام حربے آزما کر تھک گئے تو انہیں ا۔ Papa نامی عقوبت

خانے میں منتقل کر دیا گیا اور ایک بار پھر آپ پر تشدد کی وہی مشق دہرائی جانے لگی Papa-I...... میں مسلسل نو ماہ تک نعیم الحسن پر تشدد کیا جاتا رہا لیکن بھارتی فوجی ظلم کے تمام ترہتھکنڈوں کے باوجود آپ کی زبان سے ایک لفظ بھی اگلوا نہ سکے...... اسی دوران میں بھارتی پریس میں آپ کو آزاد کشمیر کا شہری اور تحریک المجاہدین کا چیف کمانڈر ظاہر کیا جاتا رہا۔

حراست کے دوران ہی آپ کو ایک روز سری نگر سے کپواڑہ لے جایا گیا۔ پتہ چلا کہ آئی جی (بی ایس ایف) نے بطور خاص ان کو یاد کیا ہے۔ آئی جی نے ان سے کئی سوالات کئے لیکن نعیم الحسن نے کچھ بھی تسلیم نہیں کیا۔ آئی جی نے غصے میں آ کر بی ایس ایف کے اہلکاروں کو حکم دیا کہ اسے زمین میں زندہ دفن کر دو...... پھر نعیم الحسن کی آنکھوں کے سامنے قبر کھودی گئی، اور پھر بھارتی فوجیوں نے انہیں پکڑ کر قبر میں ڈالا اور اوپر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ اس دوران میں بھارتی فوجی مسلسل یہ پیشکش کرتے رہے کہ اب بھی سب کچھ بتا دو تو تمہیں معافی مل سکتی ہے...... بھارتی فوجیوں کا خیال تھا کہ وہ زندگی بچانے کے لیے اس آخری موقع سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے مگر جن کی نظریں شہادت کی موت پر لگی ہوں، انہیں دینوی زندگی سے کیا واسطہ...... نعیم الحسن نے اب بھی کوئی راز افشا نہ کیا تو انہیں واقعتاً زندہ دفن کر دیا گیا۔ منوں مٹی ان کے اوپر ڈال دی گئی...... آٹھ دس منٹ تک زیرِ زمین دفن رہنے کے بعد انہیں دوبارہ نکال لیا گیا۔ یہ قبر پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر بنائی گئی تھی...... بی ایس ایف کے اہلکاروں نے قبر سے نکالنے کے بعد نعیم الحسن کے ہاتھ پاؤں ایک رسی کے ساتھ باندھ دیئے اور انہیں نوکیلے پتھروں پر سے گھسیٹتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے لایا گیا...... مختلف عقوبت خانوں میں ٹارچر کرنے کے باوجود جب بھارتی فوجی آپ سے کچھ اگلوا نہ سکے تو بالآخر آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔

اپریل ۱۹۹۶ء میں جیل سے رہائی کے بعد نعیم الحسن نے چند دن گھر میں آرام کیا اور پھر ان کی بے قرار طبیعت ان کو میدانِ جہاد میں کھینچ لائی۔ مارچ ۱۹۹۸ء میں نعیم الحسن نے ایک بار پھر خونی سرحد عبور کی اور پاکستان چلے آئے اور آج کل بیس کیمپ میں تحریک المجاہدین کے لیے دن رات وقف کئے ہوئے ہیں۔

جہادافغانستان میں افغان مسلم خواتین کے کارنامے:

ا۔شہید مجاہدہ نور بی بی کا کارنامہ:

افغانستان کی ایک نوعمر مجاہدہ کا ذکر یقیناً ایمان افروز ہوگا۔ یکم دسمبر ۱۹۸۱ء افغانستان کے صوبہ زابل کی ایک مختصر بستی اکازئی پر روسی گن شپ ہیلی کاپٹروں کی بمباری سے سولہ سالہ نور بی بی کا باپ اور چھوٹا بھائی شہید ہو گیا تب سے اس نے اردگرد پھیلے ہوئے جنگی محاذوں پر کھانا اور پانی پہنچانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔

۳۰ر نومبر ۱۹۸۱ء کوترہ کی قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک سو سے زائد خلقی کمیونسٹوں نے ۳۰ مجاہدین کے مورچے کو گھیرے میں لے لیا۔ شدید فائرنگ سے ۳ مجاہد شہید اور ۵ا زخمی ہو گئے۔ نور بی بی کئی بار کھانا اور پانی لے کر گئی لیکن ہر بار ناکام لوٹنا پڑا۔ سورج ڈھلنے سے پہلے اسے کئی میل دور فیروزئی نام کے دوسرے جنگی محاذ پر جاتے دیکھا گیا حریت پسند وہاں سے جا چکے تھے صرف ایک بوڑھا نگران موجود تھا لڑکی کے شدید اصرار پر اس نے اپنی رائفل اور کچھ گولیاں اسے دے دیں۔ رات کا اندھیرا چھا جانے کے بعد محاصرہ کرنے والوں کو گولیوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑا نور بی بی نے بڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے تین مقامات پر فائرنگ کر کے افراتفری پھیلا دی۔ محاصرہ ٹوٹا اور حملہ آور فرار ہو گئے لیکن بھاگتے ہوئے خلقی کمیونسٹوں کی فائرنگ سے نور بی بی کی اوڑھنی لہو سے تر ہو گئی اور وہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی نیچے گر پڑی۔ ٹھیک اسی مقام پر جہاں نور بی بی کا سانس ٹوٹ گیا قبر کھودی گئی اور ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے سینکڑوں لوگوں نے مرنے کی خون آلود چادر میں ہی دفن کر دیا۔

افغانستان کے عوام روسی استبداد کے خلاف جو جنگ آزادی لڑ رہے ہیں وہ اس لحاظ سے منفرد نوعیت کی ہے کہ درحقیقت یہ معرکہ حق و باطل ہے۔ مادری ساز و سامان کی فراوانی جدید ترین سائنسی اسلحہ اور بپھری ہوئی طاغوتی طاقتوں نے افغانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا اور وہ غازیانہ عزم لے کر میدان جدال و قتال میں اتر گئے ہیں۔

۲۔مجاہدہ خاتون بی بی حاجی کا کارنامہ:

وہ عورت اپنے شوہر کی شکاری بندوق کی طرف لپکی اور اس نے اپنے علم ..... بڑھتے

ہوئے دو روسی فوجیوں پر فائر کیا۔ ابھی وہ بندوق بھر رہی تھی کہ تیسرے فوجی نے اسے گولی ماردی اور چالیس سالہ خاتون بی بی حاجی کو گھسیٹتا ہوا گاؤں کے چوک کی طرف لے گیا ابھی اس میں جان باقی تھی روسی فوجی نے ایک درخت کے ساتھ اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔ اس کے ساتھی فوجیوں کے قہقہے عورتوں کی چیخوں اور بچوں کے چلانے کی آوازوں بلند ہونے کی وجہ سے قریب آ رہے تھے۔ روسی فوجی خوفزدہ عورتوں سہمے ہوئے بچوں اور ضعیف العمر بوڑھوں کو ہانک کر گاؤں کے چوک میں لا رہے تھے۔ قرہ باغ کے علاقہ زڑہ قلعہ نامی اس گاؤں میں زبردستی جمع کیے گئے۔ اس مجمع کے سامنے اس بھپرے ہوئے روسی نے زخمی خاتون بی بی کی دونوں آنکھیں سنگین مار کر نکال دیں۔ درد سے کراہتے ہوئے وہ چیخی۔ ''یا اللہ'' روسی وردیوں والے مزید برہم ہوئے اور انہوں نے روسی میں چلا کر کچھ کہا اور اس درندے نے بی بی حاجی کے منہ سے زبان کھینچ لی دوسرے نے اس کے دل میں سنگین اتار دی۔ ابھی دوسرے روسی سپاہیوں کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، کئی کلاشنکوفوں سے گولیاں نکلیں اور اس کا جسم چھلنی کر گئیں۔ زبردستی جمع کیے گئے عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر مشتمل مجمع میں سے عورتیں یہ منظر برداشت نہ کر سکیں۔ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ تو عورتیں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور گود کے بچوں سمیت وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ ان روسی درندوں نے انہیں جا پکڑا اور ہاتھ پاؤں سے باندھ کر زمین پر لٹا دیا بچے ان کے قریب ڈال دیئے گئے۔ پہلے ان معصوم بچوں کے سینوں میں سنگینیں گھونپ دی گئیں بعد میں روسی فوجی ان خواتین کے جسم کے نازک حصوں پر سنگینیں بھونک بھونک کر چیخوں کے جواب میں قہقہے لگاتے رہے حتی کہ انہیں ابدی نیند سلا دیا۔ زڑہ قلعہ گاؤں کے تمام مرد مجاہدین سے جا ملے تھے۔ اور روسی فوجی ان نہتہ عورتوں اور بچوں پر اپنی قوت جتاتے آئے تھے۔

افغانوں کی تحریک مزاحمت کی یہ کہانی سات پارٹیوں کے اتحاد ''اتحاد اسلامی مجاہدین افغانستان'' میں شامل ایک تنظیم سے تعلق رکھنے والے قرہ باغ کے علاقے کا ایک مقامی کمانڈر سنا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ روسی فوجیوں پر چھاپہ مار کر کارروائیوں کے بعد ہم صوبہ پروان کے علاقے سے واپس آ رہے تھے ایک گاؤں میں ایک محفوظ جگہ رات گزارنے کے لیے ٹھہرے تھکاوٹ سے چور تھے گھوڑے بیچ کر سوئے۔ صبح اٹھے تو

ایک ساتھی سے گاؤں والوں کو جمع کرنے کے لیے کہا تاکہ گندم سے لدے ہوئے تین ٹرک جو روسی فوجیوں سے ہم نے چھین لائے ہیں وہ لوگوں میں تقسیم کیے جائیں ابھی وہ باہر نکلا ہی تھا کہ گولیوں کی ایک بوچھاڑ پڑی اور ہمارا ساتھی شہید ہو گیا۔ اب ہمیں پتہ چلا کہ روسی فوجیں محاصرہ کر چکی ہیں اور وہ اب ہمارے اپنے ٹھکانے سے باہر نکلنے کے منتظر ہیں۔ میں میگافون اٹھا کر روسیوں سے مخاطب ہوا۔ میں قرع باغ کا مقامی کمانڈر بول رہا ہوں۔ پہلے ایک ایک کپ چائے کی ہماری دعوت قبول کیجیے پھر لڑیں گے انشاء اللہ لڑائی میں ہم تم پر اسلام اور ایمان کی قوت واضح کر دیں گے۔ ایک مجاہد کے شہید ہونے پر ہم اب بارہ آدمی تھے۔ روسیوں کی جانب سے جواب میں عبدالہادی ایک پرچمی نے لڑنے کے لیے چیلنج دیا۔ اور ہم نے پوزیشنیں سنبھال لیں۔ دریں اثناء میگافون پر اس چیلنج بازی کے دوران دو ساتھی اس جگہ مکان میں رہ گئے اور باقی پچھلے دروازے سے نکل کر گاؤں میں مختلف مقامات پر مورچہ زن ہو گئے۔ دن بھر معرکہ رہا۔ روسی بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک ہمارے دو راکٹ لانچروں کے خوف سے قریب نہ آئے تھے رات ہو گئی۔ اور جنگ بند ہو گئی۔ صبح ہم نے دیکھا تو خاموشی سے روسی محاصرہ چھوڑ کر جا چکے تھے۔

۳۔ مجاہدہ سعیدہ بی بی کا کارنامہ:

یہ ایک مسلمان لڑکی سعیدہ بی بی کا کارنامہ ہے جو وقائع نگار نے بیان کیا ہے۔ اس نے ماہنامہ ہجرت کے شمارے میں لکھا ہے کہ صوبہ نعمان کے سب ڈویژن ستور نامی گاؤں میں ایک سولہ برس کی لڑکی مسماۃ سعیدہ بی بی رہتی تھی۔ اس کا بھائی شیر افضل خان ایک کٹر کمیونسٹ تھا روسی سرخ انقلاب آنے کے بعد بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ایک دن روسی خونخوار اور سرخ فوجی ایک بڑے حملے میں شریک تھے اس دن روسیوں اور بے رحم کمیونسٹوں نے تقریباً سو سے زائد بوڑھے مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ کوچوں اور گلیوں میں چوپایوں تک کی لاشوں کی بہت ڈھیر پڑی تھیں۔ نہروں اور نالوں میں پانی کی جگہ سرخ خون کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ جگہ جگہ ویران گھروں سے دھوئیں اٹھتے تھے۔ معصوم بچوں اور ماؤں کی آہ

فریاد سے آسمان گونج رہا تھا جب شیر افضل چند وحشی کارل کمیونسٹ فوجیوں کے ہمراہ اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کی بہن سعیدہ بی بی نے بڑے فہم وفراست سے کام لے کر اپنے بھائی اور روسیوں کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور کہنے لگی" آفرین ہے تم پر بہت اچھا کام کیا ہے کہ انقلاب دشمنوں کا قلع قمع کر دیا ہے اب میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اب آپ کے ساتھ جاؤں اور انقلاب دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کروں۔ البتہ میری یہ خواہش ہے کہ آج رات آپ لوگ میرے گھر میں بطور مہمان ٹھہریں۔ صبح سویرے اٹھ کر چلے جائیں گے۔ اس کے بھائی اور سو روسیوں نے اس کی خواہش قبول کی اور رات وہیں ٹھہر گئے غیرت مند اور بہادر لڑکی نے رات کا کھانا تیار کیا اور روسی مہمانوں کو پیش کر دیا کھانا کھانے کے بعد روسی کمیونسٹ تو موسیقی اور شراب کے نشے میں چور سو گئے۔ جب سعیدہ نے محسوس کیا کہ وہ شراب کے نشے میں گہری نیند کی آغوش میں چلے گئے ہیں تو اس نے ایک تلوار لے کر سب روسیوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دیا اور اپنے بھائی شیر افضل خان کو جگا کر کہنے لگی کہ بھائی جان اپنے ساتھیوں کو دیکھو۔ جب اس نے ان کو خون میں لت پت دیکھا تو غصے سے چیخنے لگا۔ لیکن غیرت مند لڑکی نے اپنے بھائی سے کہا بھائی جان تم کیوں سٹ پٹاتے ہو آپ کا بھی یہی حشر ہو گا۔ تم نے خود دیکھ لیا کہ تمہارے ان ساتھیوں کا کیا حشر ہوا ہے۔ مجھے اس بات پر یقین ہے کہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ سارے روسیوں اور وطن فروشوں کی حالت ایسی ہی ذلت آمیز ہو گی جو اب آپ کے سامنے ہے۔ میرا یہ بھی ایمان ہے کہ مسلمانوں کا خون اور قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اور ایک دن افغانستان ضرور آزاد ہو جائے گا۔

بھائی نے بہن کا جذبہ ایمان دیکھ کر معافی مانگی لیکن ایماندار لڑکی نے اس کی معذرت قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا، اگر میں آپ کو معافی دے دوں تو بھی ہمارا اللہ ہمارا دین، ہمارا وطن ہمارے معصوم بچوں، بوڑھے مردوں اور عورتوں کا سرخ خون تمہیں معاف نہیں کرے گا یہ کہتے ہوئے اس نے تلوار سے وار کر کے بھائی کا سر بھی تن سے جدا کر دیا اور جذبہ ایمان اور وطن دوستی کا ثبوت پیش کیا۔

وہ لڑکی ایک دن گن شپ ہیلی کاپٹروں کی بمباری کے دوران جام شہادت نوش کر گئی۔ مگر دوسروں کے لیے ایک مثال قائم کر گئی۔

جب ستر سالہ بڑھیا نے اپنے ہاتھ سے نوجوان کو ذبح کیا:

آج علی الصبح لوگ طالقان چوک کے ساتھ واقع وسیع وعریض چمن میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے چونکہ علاقے کی تمام مساجد بلکہ خانہ آباد اور فرخار تک یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ کل چمن میں قصاص لیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ فرخار، کندوز اور خانہ آباد وغیرہ کی طرف سے جو بھی گاڑیاں آ رہی تھیں وہ جونہیں طالقان چوک میں خالی ہوتیں لوگوں کا رخ چمن کی طرف ہوتا ۱۰ بجے تک چمن میں لوگوں کا ایک سمندر نظر آ رہا تھا۔ چمن کے شمال کی طرف سے چند باوردی مسلح نوجوان نمودار ہوئے جو ایک تیس پینتیس سال کے نوجوان کو ہتھکڑیاں لگائے چمن کے جنوب کی جانب بنائے گئے اسٹیج کی طرف لے جارہے تھے۔ اسٹیج پر درجن بھر ممتاز علماء کرام کی جماعت پہلے ہی جلوہ افروز تھی ان میں قاضی القضاء اپنے ہیبت وجلال کی وجہ سے نمایاں نظر آ رہے تھے ہتھکڑیاں پہنے ہوئے نوجوان کو اسٹیج کی بائیں طرف بٹھا دیا گیا اتنے میں چمن کے مشرقی راستہ سے ایک ستر سالہ بڑھیا نمودار ہوئی جس نے افغانی طرز کا پرانا سا برقعہ پہن رکھا تھا اور پورا جسم پردہ میں لپٹا ہوا تھا۔ اس بڑھیا کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جو اس نے اس انداز سے پکڑا ہوا تھا جیسے خنجر زنی کے ماہر لوگ پکڑتے ہیں جنہیں خود وار بھی کرنا ہوتا ہے اور دشمن کے وار سے دفاع بھی کرنا ہوتا ہے۔ پر اعتماد قدم اٹھاتے ہوئے ۷۰ سالہ بڑھیا اسٹیج کے دائیں جانب پہنچ گئی اور قاضی کے اشارہ پر وہاں بیٹھ گئی بڑھیا کے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر اور اسے مخصوص انداز میں گھمانا لوگوں کی نظریں اپنی طرف مرکوز کئے ہوئے تھا۔ اس دوران کچھ لوگ جن میں بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی جو بظاہر کمانڈر یا معزز لوگ نظر آ رہے تھے وہ وقفے وقفے سے اس بوڑھی عورت کے پاس جاتے اور کچھ کہنے کی کوشش کرتے لیکن بوڑھی عورت نفی میں سر ہلا دیتی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس بوڑھی عورت کو ترغیب دے رہے تھے کہ وہ نوجوان کو معاف کر دے۔ اس دوران چمن کا وسیع میدان اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آ رہا تھا۔ اسی دوران قاضی صاحب اسٹیج پر کھڑے ہوئے اور مقدمہ سے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کیا۔

ہوا یوں تھا کہ چند روز قبل رات کی تاریکی میں ایک نوجوان اس بڑھیا کے گھر میں داخل ہوا اور اس بڑھیا کے جوان سال بیٹے کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ بڑی بی آگے بڑھی

اور اس نوجوان کے پاؤں میں گر گئیں کہ خدارا میرے اس اکلوتے بیٹے کو تم قتل مت کرو میرا کل سرمایہ ایک بیٹا اور ایک بہو ہے۔ ہمارے اس گھر کا کفیل صرف میرا یہ ایک بیٹا ہے لیکن وہ نوجوان نہ مانا بڑی بی نے اسے بہت واسطے دیئے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم سر پر رکھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی نوجوان نہ مانا بحیثیت ایک ماں وہ اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے جتنی فریاد کرسکتی تھی کی، لیکن مسلح نوجوان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بڑی بی کے نوجوان اور اکلوتے بیٹے کو ختم کرنے وہ اس خاندان کے ایک ہی چراغ کو گل کرنے کا مکمل تہیہ کر چکا تھا۔ اس کی خونخوار آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اسے نہ فریادی ماں کی کلیجہ چیر دینے والی فریاد اور نہ ہی مسلمانوں کی مقدس کتاب جس کے نام پر مسلمان کٹ مرتا ہے نظر آرہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ شیطان اس کی رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے ادھر دوسری طرف بڑی بی کی نوبیاہتا بہو ہاتھ باندھے نوجوان سے اپنے سہاگ کی بھیک مانگ رہی ہے۔ مسلح نوجوان نے آتے ہی اسلحہ کی نوک پر بڑی بی کے جوان سال بیٹے کے ہاتھ بلند کرادیئے تھے اور اسے اپنی کلاشن کوف کے نشانے پر رکھا ہوا تھا دفعتاً تڑ۔ تڑ۔ تڑ۔ کی آواز آئی اور بڑی بی کا جوان سال بیٹا خون میں لت پت فرش پر پڑا تھا۔ بیوی اپنے سہاگ سے لپٹ گئی جس کے جسم سے بہنے والا لہو دروازہ سے باہر نکل رہا تھا جب کہ بڑی بی نے اپنا دامن پھیلایا ہوا تھا وراس کی نظریں آسمان پر تھیں وہ زبان سے کہہ رہی تھی الٰہی میں تجھ سے انصاف کی بھیک مانگتی ہوں۔ الٰہی جس نے میری بہو کا سہاگ اور میرے دل کا ٹکڑا چھین لیا تو اس سے انتقام لے۔ صبح ہوتے ہی بڑی بی نے شرعی عدالت کا رخ کیا ابھی عدالت کا وقت نہ ہوا تھا اس لیے وہ قاضی صاحب کے گھر پہنچ گئی بڑی بی کی درد بھری داستان سن کر قاضی صاحب کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ طبیعت میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوگئی انہوں نے اپنے کمانڈر کو بلایا اور حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کر کے فوراً قاتل کو گرفتار کیا جائے افغان اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اس شہر میں یہ پہلا جرم ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے آج ناشتہ بھی نہ کیا وہ اضطراب اور بے چینی کی حالت میں مکان کے صحن میں مسلسل چکر لگا رہے تھے۔ انہوں نے بڑی بی سے کہا ڈاکو قاتلوں اور چوروں کا دور ختم ہو چکا۔ اب یہاں اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہے مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک تمہیں انصاف نہ دلادوں۔ جاؤ تمہیں انصاف ملے گا۔

قاضی صاحب جب عدالت پہنچے تو اسلامی پولیس کے چند جوان ایک نوجوان کو ہتھکڑیاں پہنائے عدالت کے دروازے میں کھڑے تھے۔ اسی دوران بڑی بی بھی عدالت میں پہنچ گئی یہاں پھر بڑی بی نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا جب قاضی صاحب نے نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو اس نے کہا جو کچھ مدعی نے کہا ہے وہ سچ ہے قاضی صاہب نے اس اعلان کے ساتھ عدالت برخاست کر دی کہ فیصلہ کل سنایا جائے گا۔

قاتل کا تعلق ایک بڑی جماعت اور بڑے خاندان سے تھا۔ جنہوں نے قاتل کو بچانے کے لیے بھاگ دوڑ شروع کر دی ان کے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ بوڑھی اماں کو راضی کر لیں کہ وہ خون بہا لے کر قاتل کو معاف کر دے اس کی جماعت کے بڑے بڑے کمانڈر بڑی بی کے پاس گئے لیکن بڑی بی جس کے کلیجہ میں اکلوتے بیٹے کے قتل کا تیر پیوست تھا اس نے کسی کی ایک بھی نہ مانی۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر مدعی اور مدعی علیہ کے علاوہ علاقے کے لوگوں سے عدالت کا احاطہ کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ یہ قصاص کل چمن میں ہوگا قصاص مقتول کی والدہ لے گی جو اپنے ہاتھ سے قاتل کو ذبح کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی عدالت برخاست ہو گئی۔

قاضی صاحب اسٹیج پر کھڑے لوگوں کو مقدمہ سنا رہے تھے جب کہ بڑی بی بے تابی کی حالت میں خنجر گھما رہی تھی۔ قاضی صاحب کی تقریر ختم ہوتے ہی چند فوجی جوان آگے بڑھے اور قاتل کو بڑی بی کے سامنے لٹا دیا بڑی بی اس پھرتی سے اٹھ کھڑی ہوئی گویا وہ ستر سال کی بڑھیا نہیں پندرہ سولہ سال کی بچی ہو۔ بڑی بی نی قاتل کو بالوں سے پکڑا اور گردن پر خنجر چلا دیا خنجر چلتے ہی خون کی ایک دھار نکلی اور نوجوان نے تیزی سے کروٹ بدل لی۔ اتنے میں کچھ فاصلہ پر کھڑی ایک نوجوان عورت برقعہ میں لپٹی ہوئی بھاگتی ہوئی بڑی بی کے پاس پہنچنا چاہ رہی تھی۔ یہ مقتول کی بیوی اور بڑی بی کی بہو تھی قاتل کے ورثاء اسے پہنچانتے تھے ان کے دلوں میں امید کی ایک کرن پیدا ہوئی انہیں امید ہو چلی تھی کہ وہ معافی کا اعلان کرے گی۔ نوجوان عورت جس کی رگوں میں افغانی خون تھا اس نے بڑی بی کی پاس پہنچ کر زور سے کہا ”اماں تجھ سے ذبح نہیں ہوتے تو خنجر مجھے دے تو نے

اسے کروٹ بدلنے کا موقعہ کیوں دیا' بڑی بی جس نے قاتل کو بالوں سے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اس نے جھٹکے سے اسے سیدھا کیا اور لمحہ بھر میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور لہو بہتے خنجر کو مجمع کے سامنے بلند کیا خون اپنی پیشانی پر لگایا پھر خنجر کو بوسہ دیا۔

جہاد فلسطین کا ایک سچا واقعہ:

اس نے اپنے دوست کا بدلہ ۱۶ یہودیوں کو قتل کر کے لیا:

مسجد سے نوجوانوں کی ٹولیاں نکل کر کیمپوں کی طرف منتشر ہونا شروع ہوئیں تا کہ یہودی فوج کے ساتھ نئے تصادم کی تیاری کریں ہر چند کہ یہودی جدید ترین امریکی اسلحے سے لیس ہیں لیکن فلسطینی کیمپوں کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان سے زیادہ طاقتور کوئی ہتھیار نہیں۔ عبدالہادی اپنے جگری دوست رضوان کے ساتھ حماس کی مدد کے لیے یہودیوں سے ٹکر لینے کی تیاری کرنے لگا۔ سڑک پر بڑے بڑے پتھر رکھ دیئے گئے تا کہ دشمن کی گاڑیاں نہ چل سکیں۔ بوتل بم تیار کر لیے گئے۔ پتھر ڈنڈے، چھری، چاقو، خنجر غرض جو چیز بھی بطور اسلحہ کے استعمال ہو سکتی تھی جمع کر لی گئی تا کہ اللہ کے اس فرمان کی تعمیل کی جائے''

واعدو لهم ما استطعتم من قوة''

''اور ان کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق قوت جمع کرو۔''

نوجوان یہودی گشتی فوج سے تصادم کے لیے تیار ہو گئی۔ اب یہودی فوج کے گشتی دستے نے آہستہ آہستہ قدم پھونک کر آگے بڑھنا شروع کیا جب وہ ان کے قریب پہنچا تو نوجوانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور یہودی فوج پر پتھروں اور بوتل بموں سے حملہ کر دیا۔ یہودی فوج نے جواب میں نوجوانوں پر آنسو گیس اور گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ نوجوانوں نے اپنی آنکھوں اور ناک کو کپڑے سے ڈھانپ لیا تا کہ گیس کے اثر سے محفوظ رہیں اس اثنا میں رضوان کی پنڈلی میں گولی لگی اور زخم سے خون تیزی سے بہنے لگا اور رضوان زمین پر گر گیا۔ جونہی یہودیوں کی اس پر نظر پڑی وہ اس کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف دوڑے۔ عبدالہادی کو الجھائے رکھیں تا کہ وہ زخمی رضوان کو وہاں سے اٹھا کر یہودیوں کی نظروں سے غائب کر دے۔ چناں چہ نوجوان پوری شدت کے ساتھ

حملہ آور ہوئے جواب میں یہودیوں نے بھی قوت کا مظاہرہ کیا اس دوران عبدالہادی اپنے دوست رضوان کو اٹھا کر کیمپوں کے وسط میں لے گیا اور وہاں کے باشندوں کی مدد سے اسے چھپا دیا کیوں کہ اگر وہ یہودیوں کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اسے بندوقوں کے بٹ مار مار کر ہی ہلاک کر دیتے۔

کئی دن گزر گئے رضوان اسی پناہ گاہ میں چھپا رہا کیوں کہ یہودیوں نے پورے علاقے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ عبدالہادی اور دیگر ساتھیوں کی دیکھ بھال کے باجود رضوان کو مناسب طبی امداد نہ مل سکنے کے سبب اس کے زخم سے بدبو آنے لگی جو اس بات کی دلیل تھی کہ رضوان خطرے میں ہے بڑی مشکل سے رضوان کو ایک ہسپتال میں پہنچایا گیا ڈاکٹروں نے علاج کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا پنڈلی کو کاٹنا ضروری تھا۔ جب عبدالہادی نے اپنے بچپن کے دوست کو ایک ٹانگ سے محروم دیکھا تو اس کی آنکھیں چھلک پڑیں کیوں کہ اس کے نوجوان دوست کو اب بیساکھیوں کے سہارے کی ضرورت تھی جب اس نے یہ دیکھا تو اس تصور سے کہ اب تو رضوان اس کے ہمراہ یہودیوں سے معرکہ آرا نہیں ہو سکے گا۔ اس کا خون کھول اٹھا اس نے **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھا اور تہیہ کیا کہ یہودیوں کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔

ایک دن جب سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا عبدالہادی بسوں کے ایک اڈے پر گیا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور جہاں سے بسیں شہروں اور دیہاتوں کے لیے چلتی تھیں عبدالہادی نے اپنے آپ کو مزدور ظاہر کیا اور بس پر سوار ہو گیا اور تمام سفر کے دوران راستے کو اچھی طرح دیکھتا رہا عبدالہادی نے کئی دن تک اسی راستے پر بار بار سفر کیا اور یہ نوٹ کیا کہ ایک پہاڑی کے خطرناک موڑ پر گاڑی کی رفتار بہت سست ہو جاتی ہے کیوں کہ نیچے گہری وادی ہے چناں چہ عبدالہادی نے اس جگہ کو اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے منتخب کیا۔ اگلے چند دنوں میں اس کا معمول رہا کہ روزانہ جا کر اس بس کی روانگی کے وقت مسافروں پر نظر رکھتا۔ ایک دن اس بس پر یہودیوں کی اچھی خاصی تعداد سوار ہوئی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کیوں کہ آج قیمتی شکار ہاتھ آنے والا تھا۔ عبدالہادی نے جلدی سے اپنا ٹکٹ کٹوایا اور گاڑی پر سوار ہو گیا۔ اس نے ڈرائیور کے قریب ایک سیٹ کا انتخاب کیا اور جب گاڑی چلنا شروع ہو گئی تو اس نے ظاہر یوں کیا

جیسے اسے نیند آرہی ہو اور آنکھیں، موندھ لیں۔ مگر وہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کے انتظار میں مستعد بیٹھا ذکر الٰہی میں مستغرق تھا۔ آہستہ آہستہ گاڑی وادی کے اس حصے میں پہنچ گئی۔ اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہوگئی۔ عبدالہادی نے اس مشکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، چند ہی لمحوں میں اسے عجیب قسم کی طمانیت کا احساس ہوا اب گاڑی اس خطرناک موڑ کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی اس کی رفتار انتہائی سست پڑ چکی تھی جب گاڑی بالکل موڑ کے دھانے پر پہنچ گئی۔ تو عبدالہادی نے یکا یک چیتے کی طرح جست لگائی اور نعرہ تکبیر بلند کر کے ڈرائیور کو سیٹ سے پرے دھکیل دیا یہ سارا عمل چند منٹوں میں ہو گیا اور ڈرائیور سمیت کسی کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ وہ کچھ کرتے چناں چہ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے گاڑی سواریوں سمیت گہری وادی میں جا گری۔ جب یہودیوں کو حادثے کی اطلاع ملی تو غصے سے پاگل ہو گئے اور فوراً جائے حادثہ پر پہنچے حادثے میں ۱۶ یہودی ہلاک ہو چکے تھے زندہ بچ جانے والوں میں عبدالہادی بھی شامل تھا۔ حالاں کہ اس کی تمنا تھی کہ اس معرکے میں اسے شہادت نصیب ہو۔ وہ زخموں سے چور تھا۔ یہودی اس پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کے وہ بے ہوش ہو گیا اسے جیل میں منتقل کر دیا گیا اور وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا حالاں کہ وہ شدید زخمی تھا۔ یہودیوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ عبدالہادی کے تینوں بھائیوں کو بھی پکڑ کر جیل میں بند کر دیا اس کے بعد اس کے گھر جا کر اس کی بوڑھی والدہ اور نو بیاہتا دلہن کو گھسیٹ کر اندر سے باہر لا کر گھر کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

عبدالہادی کو عدالت میں لایا گیا اور اسے ۳۲۰ سال قید کی سزا سنائی گئی یعنی ایک یہودی کے بدلے ۲۰ سال قید۔ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور صحافی خاکستری رنگ کے خیمے کے گرد جمع ہو گئے جہاں عبدالہادی کی ماں اور بیوی پناہ گزین تھیں تا کہ عبدالہادی کی زندگی کے بارے میں معلومات جمع کر سکیں سب کو یہ توقع تھی کہ یہ خاندان مصائب و آلام کے سبب انتہائی خستہ حال ہوگا لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا۔

ایک صحافی نے عبدالہادی کی ماں سے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے جواب ملا۔ بہت زیادہ اور اپنی طویل عمر میں بہت کچھ دیکھ چکی ہوں۔ اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔ فلسطین میں اپنا گھر اور اس کے بعد کیمپ میں اپنا گھر جیسے تباہ کر دیا گیا ہے میرے تمام بیٹے جیلوں میں ہیں لیکن یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے مقدر میں تھا اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ فتح

ہماری ہوگی چند لمحوں کے لیے خاتون نے توقف کیا تا کہ اپنی پھولتی ہوئی سانس کو درست کر سکے۔ پھر کہا۔

میں اب عبدالہادی کو کبھی نہیں دیکھ سکوں گی اسے ۳۲۰ سال قید کی سزا سنائی گئی ہے میری عمر اس وقت ۷۰ سال ہے۔ میں اسے کب دیکھ پاؤں گی؟ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔ مجھے معلوم ہے میں نے کیسی اپنے بیٹوں کی پرورش کی ہے۔ اس کی بہو قریب آجاتی ہے۔ شدت جذبات سے اس کے آنسو آنکھوں سے چھلک کر رخساروں کو تر کرتے ہوئے گرنے لگے ہیں وہ ساس کو خیمے کے اندر لے جاتی ہے۔

کیمپ کے بچے صحافیو کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں ایک بچہ ایک صحافی سے سوال کرتا ہے کیا یہ درست ہے کہ عبدالہادی کو ۳۲۰ سال کی سزا ہوئی ہے؟! پھر بچے زوردار قہقہہ لگاتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کیا انسان ۳۲۰ سال زندہ رہتا ہے؟ ان کی عقل کھو گئی ہے۔ اسی دوران کیمپ کی مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! بچے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد کی طرف نماز کی منادی کرتے ہوئے لپکتے ہیں اور کیمپ کے آسمان میں مؤذن کی آواز بلند ہوتی ہے۔

اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ

ہم نے دس دن تک گھاس پر گزارہ کیا:

نائب مدید ماہنامہ صدائے مجاہد کی موت کی وادی سے بچ کر آنے والے مجاہدین سے گفتگو:

ان کے چہروں پر چھائی ہوئی معصومیت نے ان کی تھکاوٹ کو چھپا رکھا تھا۔ وہ جب گذشتہ برس اپریل کے مہینے میں خونی لکیر عبور کر کے وادی میں داخل ہوئے تھے تو ان کے ساتھ بہت سے ساتھی تھے۔ ہندو فوج سے لڑتے لڑتے کئی ایک ساتھی جام شہادت نوش کر گئے۔ وہ ہزاروں فٹ کی بلندی کے پہاڑوں کو کراس کرتے ہوئے راستے میں بے پناہ مشکلات سے ٹکراتے ہوئے۔ وادی کشمیر میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے جنگلوں اور سر بلند پہاڑوں کی برف پوش چوٹیوں کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ اقبال کے یہ شاہین ایک سال مسلسل عسکری کاروائیوں میں مصروف رہنے کے بعد گذشتہ دنوں واپس

پاکستان پہنچے تو ان کے چہروں کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو گیا۔ ان مجاہدین میں سے حاجی جمعہ خان اور مولوی شیر گل۔ فضل ہادی۔ بھائی عبدالکریم۔ بھائی عالمگیر۔ اور سیف اللہ شامل ہیں۔ ان کی زبان سے واقعات سن کر اس بات پر یقین پہلے سے بھی بڑھ گیا کہ اگر موت بھارتی فوج کے ہاتھوں میں ہوتی تو حرکت کے یہ شاہین صفت مجاہد زندہ واپس نہ آتے۔

راقم نے جب اپنے ان شیروں سے گفتگو کرنی شروع کی تو انہیں سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ بات کہاں سے شروع کریں، پھر مجاہد ساتھی سے عالمگیر نے بڑے پروقار انداز میں بات شروع کرتے ہوئے کہا کہ ہم ۲۵/اپریل کو اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ وادی کشمیر کی طرف چلے تھے۔ چار دن تک مسلسل خطرناک پہاڑی سفر تھا، راستے کی صعوبتیں تھیں، دن کو بھی چلتے رات کو بھی چلتے تھے، تھکاوٹ محسوس ہوتی تھی لیکن جب ہم یہ سوچتے کہ ہماری کشمیری مائیں بہنیں ہندو بھیڑیوں کے نرغے میں پھنسی ہوئی ہیں ہم تو ان کے دفاع کے لیے نکلے ہیں تو ہمیں حوصلہ ملتا اور ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی اور ہم اپنا سفر جاری رکھتے، رب کی نصرت سے ہم بھارتی سورماؤں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر موت کی وادی میں قدم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

راقم نے پوچھا کہ جب آپ وادی میں داخل ہوئے تو آپ کی کیفیت کیا تھی۔ مجاہد عالمگیر نے جواب دیا کہ ہمیں پتہ تھا کہ ہمارے چاروں طرف موت رقصاں ہے۔ بھارتی فوج قدم قدم پر بنکر بنائے شہریوں کو گھیرے ہوئے ہیں کسی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ہم اپنے آپ کو موت کے سمندر میں داخل کر چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، بس ہمارے لبوں پر اگر کوئی دعا تھی تو وہ یہی تھی کہ کائنات کے رب اگر ہمیں موت آئے تو شہادت والی آئے لیکن شہادت سے پہلے ہمیں اتنا موقع عطا فرما کہ ہم ہندو درندوں سے کچھ انتقام بھی لے سکیں۔

راقم نے پوچھا کہ آپ ایک سال تک اپنے گھروں سے دور رہے کیا آپ کو کبھی اپنے گھر والے یاد نہیں آئے؟ تو بزرگ مجاہد حاجی جمعہ خان جو اس پوری گفتگو میں خاموش بیٹھے تھے فوراً بولے کہ کشمیر کے ہر گھر کے دروازے حرکت الانصار کے مجاہدین کے لیے کھلے رہتے ہیں، اس لیے ہمیں گھر والوں کی یاد نے کبھی تڑپایا نہیں۔ مزید سوال کرنے پر خوشگوار حیرت ہوئی کہ محترم مجاہد جمعہ خان اور مولوی شیر گل دس، دس بچوں کے

باپ ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔

بہرحال گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک اور مجاہد عبدالکریم جس کی عمر اٹھارہ سال کے لگ بھگ ہوگی بڑے معصومیت بھرے انداز میں بولا ہم کچھ مجاہدین شیش ناگ میں پلاننگ کے تحت کسی عسکری کاروائی کے لیے جارہے تھے کہ ہمیں اپنے تعاقب کا شبہ ہوا ہم نے جنگل میں بکھر کر تعاقب کرنے والے کے گرد گھیرا ڈال لیا، خوش قسمتی سے تعاقب کنندہ میری طرف سے نکل آیا میں نے اچانک اس پر حملہ کر کے اس کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا، کچھ دیر بعد وہ بھارتی سورما چاروں شانے چت زمین پر پڑا تھا، تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھارتی مینیجر تھا اس کی جب تلاشی لی گو اس کی جیب سے نقشے، ڈائری اور وائرلیس سیٹ برآمد ہوئے، ہم نے سوچا کہ اگر اس کو گولی مارتے ہیں تو جنگل میں آواز گونجے گی اور ہماری لوکیشن چیک ہوجائے گی چناں چہ پھر اس مینیجر کا میں نے گلا گھونٹ کر اس کو مار دیا۔

مجاہد عبدالکریم یہ واقعہ اتنی سادگی سے سنا رہے تھے (کہ جیسے انہوں نے میجر کی بجائے کسی مکھی کو مارا ہو) انہوں نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ مثن! اسلام آباد کے علاقے میں بھارتی فوجی مجاہدین کو کرش کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی، اور بھارتی فوج نے یہ تاثر عام کر رکھا تھا کہ اسلام آباد میں مجاہدین کا زور ٹوٹ چکا ہے، بھارتی فوج کا یہ تاثر ختم کرنے کے لیے حرکت الانصار اسلام آباد ایریا کے کمانڈر سکندر نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ جس میں میں بھی شامل تھا بھارتی گشتی پارٹی پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، ہم منصوبہ کے مطابق جس طرف سے گشتی پارٹی نے گزرنا تھا اس طرف گھات لگا کر بیٹھ گئے جیسے ہی بھارتی جیپ ہمارے قریب آئی ہم نے گنوں کے دہانے کھول دیئے، اسی اثناء میں قریب وجوار میں موجود بھارتی فوجی بھی پہنچ گئے اور پھر کافی دیر تک مقابلہ جاری رہا، ہم دشمن کے ۶ فوجی مردار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

جب کہ اس قسم کی دوسری کاروائی کے دوران ہم دس مجاہدین نے فوج کے کیمپ پر حملہ کیا، حملہ اتنا شدید تھا کیمپ کے دروازے پر ہی ۴ فوجی ڈھیر کر دیئے، کیمپ کے محافظوں نے جوابی مزاحمت شروع کر دی، یہ جنگ بالکل آمنے سامنے کی جنگ تھی، گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں لیکن اللہ ہماری حفاظت فرما رہے تھے، ہمارے

مجاہد دشمن کے بالکل سر پر چڑھ آئے تھے، اور الحمد للہ دشمن تعداد میں چھ گنا زیادہ ہونے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکا، اور ہم نے دشمن کے ۲۵ فوجی مردار کئے جب کہ مقابلہ کے دوران ہمارا ایک کشمیری مجاہد کرنل بشیر احمد رحمہ اللہ خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے، اور ہم دشمن کا بہت سارا اسلحہ، کاربین، ایل ایم جی اور سینکڑوں راؤنڈز مال غنیمت میں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، مجاہد عبدالکریم بہت جلدی میں تھے کیوں کہ انہیں گھر پہنچنا تھا۔

راقم نے کہا کہ آپ کو کھانا تو وہاں بہت اچھا ملتا ہوگا، میز کے گرد بیٹھے ہوئے مجاہدین کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی، اور مجاہد مولوی گل شیر نے جواب دیا کہ ہم نے دس دن تک ایک کلو کھجور اور ایک کلو بھنے ہوئے چنوں پر گزارہ کیا، اور ہمارے گروپ میں دس مجاہد شامل تھے، ہم اونچے پہاڑوں پر تھے، دور دور تک کہیں کھانے کو کچھ نہیں مل رہا تھا، دشمن کتوں کی طرح بو سونگھتا پھر رہا تھا، جب وہ کھجوریں اور چنے ختم ہو گئے تو پھر ہم نے گھاس کھانا شروع کر دی ہم صبح بھی گھاس سے ناشتہ کرتے، دوپہر کا کھانا بھی گھاس کو سمجھ کر کھاتے، اور ہمارا ڈنر بھی گھاس کے ساتھ ہی ہوتا، ان پہاڑوں پر جا کر میں گھاس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا، راقم نے پوچھا کہ آپ نے کتنے دن گھاس کھائی تو انہوں نے حساب لگا کر بتایا کہ ہم نے دس دن تک صرف اور صرف گھاس ہی کھائی، کیا آپ کو گھاس کھاتے ہوئے پریشان نہیں ہوتی تھی؟ راقم کا اگلا سوال تھا۔ تو وہ بولے پریشانی کیسی اور کچھ کھانے کو ہوتا ہی نہیں تھا، اس لیے ہم مزے لے لے کر گھاس کھاتے۔ رب کی عبادت کرتے اور دشمن کو مارنے کے لیے منصوبے ترتیب دیتے۔

راقم نے مزید کریدتے ہوئے پوچھا اتنے دنوں کے بعد آپ پر نقاہت طاری نہ ہوئی، نہ تو انہوں نے جواب دیا نقاہت کیسی، دشمن جب ہمارے سامنے ہوتا تو ہمارے جسموں میں بجلیاں بھر جاتیں، اور پھر ہم نکلے جو اللہ کے راستے میں تھے اس لیے اللہ ہی ہماری حفاظت فرمارہے تھے۔

آپ کو کشمیر کن چیزوں کی کمی کا احساس ہوا، راقم کا اگلا سوال تھا، وادی کشمیر میں ہمیں اسلحہ کی کمی شدت سے محسوس ہوتی رہی، دشمن لاکھوں کی تعداد میں خطرناک اسلحے سے لیس ہوتا ہے، لیکن ہم مجاہدین کے پاس جو اسلحہ ہوتا ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا

ہے، کبھی کبھی مقابلہ طویل ہوتا ہے تو دشمن کی ہزاروں گولیوں کے جواب میں ہم صرف چند فائر کر سکتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں اسلحہ جلد ہی ختم نہ ہو جائے۔

کیا آپ کو پاکستانی حکومت اسلحہ فراہم کرتی ہے راقم کے اس سوال کو سن کر مجاہد عالمگیر نے جواب دیا، یہ سراسر جھوٹ ہے پاکستان کی حکومت کا جو فرض ہے وہ پورا نہیں کر رہی، کشمیری مجاہدین صرف اللہ کے بھروسے پر کشمیر سے ہی مہنگے داموں اسلحہ خرید کر بھارتی فوج کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مجاہدین کے ساتھ باتیں کرنے کو دل تو بہت چاہ رہا تھا لیکن چونکہ انہیں گھروں کو جانے کی بہت جلدی تھی اس لیے بادل نخواستہ اس پُر انوار محفل کو ختم کرنا پڑا۔

باب نمبر:۱۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے معجزات کے واقعات

نبی اکرم اور ابو جہل کے درمیان آگ کی خندق حائل ہوگئی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ابو جہل نے ارادہ کیا کہ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے دیکھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو رگڑ دے گا (یا بروایت دیگر سر کچل دے گا) ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے آیا۔ لیکن جھجک کر پیچھے ہٹ گیا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوگیا تو اس نے کہا کہ۔

> ''میں نے دیکھا کہ میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔ (صحیح مسلم)

بھنے ہوئے گوشت نے اپنے زہر آلود ہونے کی اطلاع دی:

خیبر میں سلام بن مشکم (یہودی) کی بیوی زینب بنت الحارث نے بکری کی بھنی ہوئی ران میں زہر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ ہاتھ روک لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ گوشت مت کھاؤ کیوں کہ اس نے مجھ سے کہا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

زینب یہودیہ کو بلا کر پوچھا گیا تو اس نے اپنے فعل بد کا اقرار کرلیا۔ (صحیح مسلم)

خوفناک آواز سے دشمن بے ہوش ہو گئے:

ایک مرتبہ چند مشرکوں نے رات کو بیک وقت حملہ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب وہ طے شدہ جگہ اور وقت پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے تو ان کے کانوں میں ایک ہولناک آواز آئی جس کی دہشت سے سب دشمن بے ہوش ہو گئے۔ (طبرانی ابونعیم)

دشمنوں کی قوت بینائی سلب ہو گئی:

ہجرت مدینہ کے موقع پر جس شب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا قصد کیا کفار مکہ نے چاروں طرف سے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ جونہی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلیں گے ان پر بیک وقت حملہ کر کے (نعوذ باللہ) انہیں ختم کر دیا جائے چناں چہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عین ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے یہ آیت مبارک پڑھتے ہوئے نکلے۔

وجعلنا من بين ايديهم سداً و من خلفهم سدا فاغشينهم فهم لا يبصرون.

''اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔'' (سورہ یٰسین۔ ع:۱)

محاصرین کی قوت بینائی خداوند تعالیٰ نے ایسی سلب کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جا پہنچے۔ (صحیح بخاری)

خدا تعالیٰ نے دشمن کو بے بس کر دیا:

ایک دفعہ ایک مشرک گھات لگا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی نیت سے بیٹھا تھا کہ مسلمانوں نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔ اگر یہ مجھ کو قتل کرنا چاہتا بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ قدرت نے اس کو عاجز کر دیا تھا۔ (صحیح مسلم)

ابو جہل کا ہاتھ ناکارہ ہو گیا:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ:

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے کہ ابو جہل معلون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنے کا ارادہ کیا جونہی اس نے ہاتھ میں پتھر اٹھایا اس کا ہاتھ مفلوج ہو کر رہ گیا اور وہ دہشت زدہ ہو کر بھاگا۔ لوگوں نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرف ایک غیر معمولی گردن اور سر والا اونٹ مجھے کاٹنے کے لیے لپکا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو وہ اسے دبوچ لیتے۔ (ابن اسحاق)

زوجہ ابولہب کی آنکھوں کے سامنے پردہ:

جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو حمالۃ الحطب زوجہ ابولہب ایک پتھر لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھے تھے ام جمیل (زوجہ ابولہب) کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا اور اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر ہی نہ آئے۔ ام جمیل حضرت ابو بکر صدیق سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ہماری ہجو کی ہے اگر اس وقت وہ مجھے مل جاتے تو میں یہ پتھر ان کے منہ پر مارتی یہ کہ کر وہ وہاں سے چلی نا۔ (بیہقی)

فرشتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی:

غزوہ احد کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے تیروں اور تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔ ۲ سفید پوش فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر دشمنوں کی یلغار کو روک رہے تھے۔

(صحیح بخاری)

ابولہب کا بیٹا شیر کے منہ میں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابولہب کے نکاح میں تھیں۔ جب سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو عتبہ نے اپنے والدین کے حکم سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی عتبہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ناشائستہ کلمات کہے اور دھمکیاں دیں۔ چناں چہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی۔

اللھم سلط علیه کلباً من کلابک.

''الٰہی اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر۔''

ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ عتبہ شام کو سفر پر گیا تو راستے میں رزقاء کے مقام پر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سویا ہوا تھا کہ شیر آیا اور اس کا منہ سونگھ کر اسے پھاڑ ڈالا۔

(حاکم، بیہقی، ابن اسحاق)

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا خود ذمہ لیا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کفار کی طرف سے شرارت کا خدشہ تھا۔ چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین باری باری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے کہ ایک رات یہ آیت نازل ہوئی۔

واللہ یعصمک من الناس ط

''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔'' (سورہ مائدہ۔۶:۱۴)

چناں چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنے خیمے سے باہر جھانکا اور باآواز بلند فرمایا: دوستو! واپس جاؤ تبارک تعالیٰ نے خود میری حفاظت کا ذمہ لے لیا۔

(ترمذی)

ایک درخت کی آواز:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا اسلام لانے

سے پہلے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مشاہدہ کیا تھا۔ فرمایا ہاں! میں ایک روز ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس کی ایک شاخ نیچے جھکی اور میرے سر سے مل گئی۔ میں تعجب سے اس کو دیکھنے لگا تو اس میں سے ایک آواز آئی۔

هذا النبي يخرج في وقت كذا وكذا انكن انت من اسعد الناس به.

''یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فلاں وقت ظاہر ہیں گے۔ آپ سب سے پہلے ان کی تصدیق کی سعادت حاصل کریں۔''

درختوں کے پتوں اور پھولوں پر کلمہ شہادت:

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہم جہاد کے لیے ہندوستان گئے تو اتفاقاً ایک بن میں گزر ہوا۔ وہاں عجائب قدرت کا ایک نیا تماشہ دیکھا کہ ایک درخت کے سب پتے نہایت سرخ رنگ کے تھے اور ہر پتے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** سفید حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔

اسی طرح بعض دوسرے حضرات کا بیان ہے کہ ہم ایک جزیرہ میں پہنچے وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے ہر پتہ پر قلم قدرت نے نہایت واضح و خوشخط یہ کلمہ تین سطروں میں لکھا ہوا تھا۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا اللہ** اور دوسری سطر میں **محمد رسول اللہ** اور تیسری سطر میں **ان الدین عند اللہ الاسلام**۔

اور بعض حضرات نے بیان کیا کہ ہم ہندوستان میں داخل ہوئے تو ایک گاؤں میں ایک گلاب کا درخت دیکھا جس کے پھول سیاہ رنگ مگر نہایت خوشبوار تھے۔ اس کے پھول کی ہر پنکھڑی پر سفید حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق**۔ (حلیہ ص ۲۱۲ ج ا)

یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے شبہ ہوا کہ یہ کلمہ کسی نے ان پھولوں میں لکھ دیا ہے میں نے بغرض تحقیق اس کا ایک غنچہ ناشگفتہ کا توڑا۔ دیکھا تو اس کے اندر سے بھی پھول کی ہر پتی پر یہی کلمہ صاف لکھا ہوا نکلا۔ پھر میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس قسم کے پھول

بکثرت ہیں۔اور عبرت کی یہ چیز ہے کہ ساری بستی پتھروں کی پرستش میں مبتلا تھی۔

اور ابن مرزوق رحمہ اللہ نے شرح بردج میں اسی قسم کا واقعہ ایک درخت کے پھول کا نقل کیا ہے۔جس میں یہ الفاظ لکھی ہوئے تھے:

براء ۃ من الرحمن الرحیم الیٰ جناب النعیم لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ.

اسی طرح بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ ہم نے بلاد ہندوستان میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل بادام کے برابر تھا اور اس پر دو چھلکے تھے۔اوپر کا چھلکا اتارنے کے بعد اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا تھا جس پر سرخ رنگ میں نہایت خوشخط اور صاف طور پر کلمہ لکھا ہوا تھا **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ۔اور اس بستی کے لوگ اس درخت کو متبرک سمجھتے تھے۔اگر قحط پڑ جاتا تھا تو اس کے طفیل سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

اور ۱۷۰۹ء میں ایک انگور کا دانہ پایا گیا جس کو بے شمار لوگوں نے دیکھا کہ اس پر قلم قدرت سے واضح لفظوں میں محمد لکھا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک مچھلی پکڑی جس کے بازو پر **لا الٰہ الا اللّٰہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللّٰہ** لکھا ہوا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے تعظیماً اس کو قید کرنا پسند نہ کیا اور پھر دریا میں چھوڑ دیا۔

اسی طرح بحر مغرب سے بعض لوگوں نے ایسی مچھلی شکار کی اور پھر تعظیماً دریا میں چھوڑ دیا۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک پرندہ جانور آیا۔جس کی چونچ میں ایک بادام تھا۔وہ اس نے مجلس میں ڈال دیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھالیا۔اس میں ایک سبز رنگ کا کپڑا نکلا جس پر زرد رنگ سے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** لکھا ہوا تھا۔(سیرت حلبیہ۔ج:۱)

طبرستان کے ایک بادل پر کلمہ شہادت:

بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ طبرستان کے بعض گاؤں میں ایک قوم آباد تھی جو **لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ** ، کی قائل تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نبوت کی قائل نہ تھی۔ اتفاقاً ایک سخت گرمی کے دن میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ دفعۃً ایک گہرا بادل اٹھا اور تمام بستی اور اس کے اطراف میں چھا گیا۔ بادل نہایت سفید تھا۔ یہ بادل صبح سے چھایا ہوا تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو اس میں دفعۃً نہایت جلی حرفوں میں یہ کلمہ لکھا ہو ہر خاص و عام نے دیکھا **لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ** اور پھر قلم قدرت کا نوشتہ اسی طرح برابر عصر کے وقت تک باقی رہا۔ یہ غیبی ہدایت نامہ پڑھ کر وہ لوگ سب مسلمان ہو گئے۔ اور اکثر اس بستی کے رہنے والے یہود و نصاریٰ اور اہل علم تھے۔

ایک بچہ کے مونڈھوں پر کلمۂ شہادت:

بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بلاد خراسان میں ایک بچہ دیکھا جس کی ایک کروٹ میں قدرتی طور پر **لا الٰہ الا اللہ** اور دوسری پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا اول ولادت سے دیکھا۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ۴۷۶ ہجری میں میرے گھر میں ایک بکری کے بچہ پیدا ہوا جس کی پیشانی پر ایک دائرہ سفیدی کا تھا اور اس کے اندر نہایت خوشخط اور صاف (محمد) لکھا ہوا تھا۔

اسی طرح بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے افریقہ میں ایک شخص دیکھا جس کی آنکھ کی سفیدی کے نیچے سرخ حرفوں میں نہایت خوشخط یہ کلمہ لکھا ہوا تھا۔ **محمد رسول اللہ**

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی کتاب ''لواقع الانوار'' باب قواعد السادۃ الصوفیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جس روز میں اس باب کی تحریر پر پہنچا ہوں تو علامات نبوت میں سے ایک عجیب چیز کا مشاہدہ کیا کہ ایک شخص میرے پاس ایک بکری کے بچہ کا سر لے کر آیا، جس کا گوشت بھون کر وہ کھا چکا تھا اور اس کی پیشانی پر قلم قدرت کا یہ نوشتہ موجود تھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدیٰ

و دین الحق بالھدی بہ من یشاء یھدی بہ من یشاء.

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

کہ اس نوشتہ قدرت میں جو یھدی به یھدی به دومرتبہ لکھا ہے تو یہ کسی خاص حکمت پر مبنی ہے۔ کیوں کہ یہاں سہو کا تو احتمال نہیں اور ممکن ہے کہ حکمت اس کی غایت تاکید ہو۔

امام المحدثین زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہشام بن عبدالملک کے پاس جانے کے لیے گھر سے نکلا۔ جب بلقاء میں پہنچا تو ایک پتھر دیکھا جس پر عبرانی زبان میں کچھ عبادت لکھی ہوئی تھی۔

میں نے اس کو اٹھالیا اور ایک عبرانی جاننے والے بزرگ سے اس کے پڑھنے کے لیے عرض کیا جب اس نے پڑھا تو ہنسنے لگا اور کہا کہ عجیب بات ہے اس پر لکھا ہوا ہے:۔

باسمک اللّٰہ جاء الحق من ربک بلسانٍ عربی مبین لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کتبہٗ.

''یا اللہ! تیرے نام سے شروع کرتا ہوں حق آپ کے بارے میں رب کی طرف سے عربی فصیح زبان میں آ گیا **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔**'' (لکھا ہے اس کو موسیٰ بن عمران نے)

فائدہ: یہ کائنات عالم کی ہر نوع حیوانات و نباتات و جمادات ہیں کہ اپنی زبان بے زبانی کے سات حقانیت اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دے رہی ہیں۔ افسوس کہ بہت سے بد بخت اور غافل انسان ان کو دیکھ کر اور سن کر بھی متنبہ نہیں ہوتے۔

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں و تا خاموش

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
مدرس دارالعلوم دیوبند
۵ ربیع الاول ۵۶ھ۔

واقعاتِ عہدِ نبوی جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی:

معجزہ: بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا حال، خبر آنے سے پہلے ہی لوگوں کو سنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ، نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ عنہ، جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا کہ خدا کی تلوار نے جھنڈا لیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

یہ واقعہ جنگ موتہ کا ہے۔ موتہ شام میں ایک مقام ہے۔ یہ مدینہ سے ایک مہینہ کی دوری پر ہے وہاں کے حاکم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو قتل کر دیا تھا اسی لیے اس سے لڑنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، کو مقرر کرتے ہوئے فرمایا: اگر زید رضی اللہ عنہ، شہید ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر رضی اللہ عنہ، ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں گے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، امیر لشکر ہوں گے اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنا امیرِ لشکر کسی اور کو، اپنے میں سے مقرر کر لیں گے۔

چناں چہ اس لڑائی میں بالکل ایسا ہی ہوا کہ یکے بعد دیگرے تینوں شہید ہو گئے تو لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کو اپنا امیر بنایا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی خبر ایک ماہ کی مسافت پر بیٹھے بیٹھے دے دی تھی۔

بتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی:

معجزہ: ابو نعیم اور ابن عسا کرنے قبیلہ بنی خثعم کے ایک شخص سے روایت کی ہے عرب حرام وحلال کی پہچان نہیں رکھتے تھے بتوں کو پوجتے تھے اور جب آپس میں کوئی اختلاف ہوتا تو بتوں سے جا کر حال بیان کرتے اور بتوں کے پیٹ سے جو آواز آتی اس پر عمل کرتے بنی خثعم کے اس آدمی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ہم آپس میں ایک مرتبہ جھگڑا کر کے فیصلہ کے لیے بتوں کے پاس گئے اور جا کر چڑھاوا چڑھایا اور اس بت کے پاس بیٹھے رہے اچانک اس بت کے پیٹ سے آواز آئی اور اس مضمون کے اشعار سننے میں

آئے۔

''اے گوشت و پوست والے انسانوں! تم پتھروں سے فیصلہ چاہتے ہو، یہ کتنی بے وقوفی کی بات ہے۔ یہ پیغمبر تمام انسانوں کے سردار ہیں، اور تمام حاکموں میں یہ سب سے زیادہ منصف اور انصاف والے ہیں، یہ نور اور اسلام کو نمایاں کر کے لوگوں کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔''

بنو خشعم کا وہ شخص کہتا ہے کہ یہ سن کر ہم ڈر سے بھاگے اور ہر مجلس میں اسی قصہ کا چرچا رہا کچھ دنوں کے بعد ہم کو خبر ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت فرمائی یہ خبر پاتے ہی ہم سب مسلمان ہو گئے۔

دریائی موجوں کی طرح اٹھنے والی آگ مدینہ پہنچ کر بجھ گئی:

معجزہ: قطب الدین قسطلانی نے اپنی کتاب ''اجمل الایماز فی الاعجاز بنار الحجاز'' میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق جو آگ حجاز میں سے ظاہر ہوئی تھی وہ پتھروں تک کو گلا دیتی تھی وہ آگ حرم کے ایک پتھروں تک پہنچی جس کا آدھا حصہ حرم سے باہر تھا اور آدھا حصہ حرم میں داخل تھا باہر والے حصے کو اس نے جلا کر خاک کر دیا اور جب آگ دوسرے حصہ پر جو حرم میں داخل تھا پہنچی تو خود بخود بجھ گئی۔

قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ آگ مدینہ سے ایک منزل کی دوری پر ظاہر ہوئی تھی دریا کی طرح اس کی موجیں اٹھتی تھیں اور اس کا اثر اتنی دور تک پہونچا کہ یمن کے گاؤں تک کو بھی جلا ڈالا لیکن باوجود اس کے مدینہ کی جانب اس آگ سے ٹھنڈی ہوا نکل کر جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آگ میں ڈال دئے:

نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ عدیم ابن ظاہر علوی کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے جن کی تعداد چودہ تھی انہوں نے حلب کے ایک امیر کے پاس جو

علویوں سے محبت رکھتا تھا۔ ان بالوں کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ امیر حلب نے ان بالوں کو بڑی عزت و تکریم سے قبول کیا اور علوی کی بھی معقول خدمت کی۔

ایک مدت کے بعد وہ علوی جب اس امیر کے پاس گیا تو امیر حلب نے اس علوی سے رخ دے کر بات نہ کی اور چیں بہ جبیں ہوا۔ علوی نے غصہ کا سبب پوچھا تو امیر نے بتایا کہ میں نے سنا ہے جو بال تم لائے ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب غلط طور پر منسوب کیے گئے ہیں۔

، علوی نے کہا کہ ان کو منگوایئے چناں چہ وہ بال لائے گئے اور آگ جلائی گئی۔ آگ میں بال ڈال دیئے گئے لیکن وہ بجائے جلنے کے اور بھی اچھے ہو گئے یہ دیکھ کر امیر نے اپنی رائے بدلی اور علوی کی پہلے سے زیادہ تعظیم کی اور نذرانہ پیش کیا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آگ نے بال پر اثر نہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان نے آگ میں جلنے سے انکار کر دیا:

معجزہ: آگ کے بارے میں مثنوی مولانا روم میں مذکورہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا۔ اس مہمان نے یہ واقعہ بیان کیا کہ کھانے کے بعد انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دستر خوان پر شوربے اور چکنائی وغیرہ کے داغ دھبے لگے ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خادمہ کو بلا کر کہا کہ اس دستر خوان کو تھوڑی دیر کے لیے دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ خادمہ نے ایسا ہی کیا۔

اس وقت تمام مہمان اس دستر خوان کے جلنے اور چکنائی کی چراند کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ کپڑا جلنے کی بجائے بالکل بے داغ ہو گیا اور خادمہ نے صاف ستھرا اُجلا دستر خوان تنور میں سے نکال لیا، جیسے کوئی نیا دستر خوان ہو۔

لوگوں نے حیران ہو کر انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ ماجرا کیا ہے کہ کپڑا آگ میں نہ جل سکا۔ انس رضی اللہ عنہ نے حقیقت حال بتائی اور لوگوں کو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما کر اسی دستر خوان سے اپنا روئے مبارک پونچھا کرتے تھے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ یہ کپڑا آگ میں جلنے سے محفوظ رہا ہے۔

حلال جانوروں سے متعلق معجزات کا بیان:

معجزہ: صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں ایک جہاد کے سفر میں آنحضرت و کے ہمراہ تھا۔ میرا اونٹ تھک کر چلنے سے ہار گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا کہ تھک گیا ہے۔ آپ نے پلٹ کر اس اونٹ کو ہانکا اور دعا فرمائی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میرا اونٹ سب سے آگے رہا کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اونٹ کا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی برکت سے اچھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے چالیس درہم کے عوض وہ اونٹ مجھ سے خرید لیا۔

معجزہ: شرح السنہ میں یعلی بن مرہ ثقفی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزیں دیکھیں اور آپ کے تین معجزے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک پانی کھینچنے والے اونٹ پر ہوا۔ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر کچھ بولا۔ پھر گردن زمین پر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ٹھہر گئے اور اونٹ کے مالک کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے فرمایا کہ اس ونٹ کو ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا کہ ہم بلا قیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کرتے ہیں مگر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اونٹ جن لوگوں کا ہے ان کے گھر کی پوری روزی اسی سے حاصل کی جاتی ہے اور اس کی کمائی پر ان کا دارومدار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میں اس کو نہیں خریدوں گا۔ ہاں یہ بات یاد رکھو کہ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور کھانے کو کم دیا جاتا ہے۔ تم اس کو اچھی طرح رکھو۔ یہ معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانور سے متعلق ہوا۔

یعلی کہتے ہیں کہ ہم آگے بڑھے ایک جگہ اتر کر آرام کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تو میں دیکھا کہ ایک درخت زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور آپ کو ڈھانک لیا پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ آنحضرت بیدار ہوئے اور میں نے اس درخت کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ درخت اللہ سے اجازت لے کر مجھ کو سلام کرنے آیا تھا۔

وہ معجزات جو گستاخوں کے سزا پانے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے ہیں:

مسلم نے سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حالاں کہ اس کے سیدھے ہاتھ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ یہ بات اس نے باکی اور بیہودگی سے کہی تھی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے اثر سے یہ حال ہوا کہ اس کا سیدھا ہاتھ بے کار ہو گیا منہ تک اٹھانے سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔

برکتوں اور ہدایتوں سے متعلق معجزات:

مسلم کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

میری ماں مشرکہ تھی۔ دین اسلام کی طرف اسے بلاتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اس کو اسلام کی طرف بلایا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے لگی مجھے اتنی تکلیف پہنچی کہ روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں کے لیے ہدایت کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت دے۔ **اهد ام ابی هریرة** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر میں خوشی خوشی اپنے گھر لوٹا دیکھا کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہے۔ میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سے اندازہ لگالیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آرہا ہے اندر سے آواز دی کہ ابھی ذرا باہر ہی ٹھہرو۔ اس دوران میں نے پانی گرنے کی آواز سنی چناں چہ ماں نے نہا کر دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ آنسو نکل پڑے۔ میں روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا اور خبر سنائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تعریف میں لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے لگے۔ یہ معجزہ ہے کہ ایک طرف اتنی نفرت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی تھیں اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ اثر

کہ اسلام قبول کر لیا۔

معجزہ: صحیحین میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ سے فرماتے ہیں کہ:
تم لوگ یہ شکایت کرتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور مجھ پر جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کا شبہ کرتے ہو۔ حالاں کہ اللہ کی ملاقات کے یہ بات ظاہر ہوگی اور قیامت میں اس کے اس وعدے کا ظہور ہوگا جو جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو پیش آئے گا۔ واقعہ یہ ہے ہمارے مہاجر بھائی تجارت اور انصاری بھائی کھیتی باڑی میں مشغول رہا کرتے تھے اور میری حالت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہی میں تجارت اور زراعت سے الگ ہو کر ہمیشہ رہا کرتا تھا جو کچھ ملتا کھا کر وہیں پڑا رہتا ایک دن کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مجلس میں جب تک میں کلام کرتا رہوں اس وقت تک جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے رہے اور پھر میرے کلام ختم کرنے پر کپڑا اسمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لے وہ کبھی میری حدیث نہ بھولے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی کملی پھیلا دی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام پورا فرما چکے تو میں نے کملی سمیٹ کر سینے سے لگا لی قسم ہے اس ذات کی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا دین دے کر بھیجا ہے میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو نہ بھولا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے احادیث یاد رکھنے کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کا معجزہ:

بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حبیب بن حذیف کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑگئی جس سے وہ بالکل اندھے ہوگئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا اسی وقت آنکھیں روشن ہوگئیں۔

راوی کا بیان ہے ان کی بینائی اتنی تیز اور پائیدار ہوگئی کہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگا پرو لیا کرتے تھے۔

زخم اچھا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کی تاثیر:

بخاری میں یزید بن ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ زخم خیبر کی لڑائی میں آیا تھا اور اتنا سخت زخم تھا کہ لوگوں نے مشہور کر دیا تھا کہ سلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا کیوں کہ اس کاری زخم سے بچنے کی امید ہی نہ تھی۔ سلمہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم پر تین بار دم کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ زخم بالکل اچھا ہو گیا۔

جنات کا قبول اسلام:

معجزہ: بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے مکہ میں فرمایا کہ تم میں سے جو بھی جنوں کو دیکھنا چاہے وہ آج رات کو آ جائے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سوائے میرے اور کوئی نہ آسکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ لے کر مکہ کی اونچی پہاڑی پر پہونچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پائے مبارک سے میرے لیے ایک دائرہ کھینچ کر فرمایا کہ تم اسی کے اندر بیٹھے رہنا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس دائرے میں بٹھا کر آگے تشریف لے گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر قرآن پاک تلاوت شروع فرما دی اچانک بڑی جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وہ جماعت حائل ہو گئی۔ میں نے جنوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

"تمہارے پیغمبر ہونے کی کون گواہی دیتا ہے۔"

قریب ہی ایک درخت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ درخت گواہی دے تو تم مان لو گے؟ جنوں نے کہا ہاں مان لیں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا درخت نے آکر گواہی دی اور وہ سارے جن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

پانی سے متعلق معجزات:

معجزہ: صحیحین میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:
مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لوٹا تھا۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کے لیے پانی بالکل نہیں ہے بس وہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹے میں وضو کے بعد بچ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ لوٹے میں ڈال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی ابلنے لگا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے وضو کیا اور خوب پانی پیا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس لشکر میں کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ پندرہ سو آدمی تھے۔ لیکن ایک لاکھ ہوتے تب بھی یہ پانی کافی ہو جاتا۔

اسی طرح کا معجزہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ظاہر ہوا تھا کہ چھڑی مارتے ہی پتھر سے پانی کے چشمے نکل پڑے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے، کیوں کہ عام طور پر عادتاً پتھروں سے پانی نکلا ہی کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان من الحجارۃ لما یتفجر منه الانھار و ان منھا لما یشقق فیخرج منه المآء.

”بیشک بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان میں سے پانی کے چشمے نکلتے ہیں۔ بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی بہہ نکلتا ہے۔“

لیکن گوشت پوست سے پانی نکلنا کبھی نہیں ہوتا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ بہت عجیب ہے پھر وہاں عصا پتھر پر مارنے سے پانی نکلتا تھا اور یہاں دست مقدسہ کی انگلیاں چشموں کا کام دے رہی تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی امتیازی شان ہے۔

معجزہ: بخاری شریف میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، یہ کہتے ہیں کہ:

ہم چودہ سو افراد حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حدیبیہ میں ایک کنواں تھا اس کا پانی ہم نے سب کھینچ کر استعمال کرلیا۔ ایک قطرہ بھی اس میں پانی نہ بچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے اور ایک برتن میں پانی منگوا کر وضو کیا پھر کلی کی اور دعا کی اور بچے ہوئے پانی کو کنوئیں میں ڈال کر فرمایا کہ تھوڑی دیر کنوئیں کو چھوڑ دو۔ چناں چہ تھوڑی دیر کے بعد اتنا پانی ہوگیا کہ ہمارے لشکر اور لشکر والوں کے مویشی خوب سیر ہو گئے۔ بیس دن تک یہاں قیام رہا برابر اس کنوئیں سے پانی لیتے رہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تعداد پندرہ سو تھی اور براء بن عازب کی روایت میں چودہ سو آدمی بیان کئے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ چودہ سو سے زیادہ پندرہ سو سے کم تھے۔ جس راوی نے کسر کو شمار کر کے بیان کیا اس نے پندرہ سو بتائے اور جس نے کسر کو چھوڑ کر بتایا اس نے حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد چودہ سو بتائی دونوں بیان تخمینی ہیں۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بیس دن رہا۔

جنات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کالے سانپ کی شکل میں حاضر ہونا:

معجزہ: خطیب نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ:

ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے آرام کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے سائے میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک کالا سانپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر اپنا منہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان کے سوراخ میں لے گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان کے پاس اپنا منہ لے جا کر کچھ فرمایا اس کے بعد وہ سانپ ایسا غائب ہوگیا کہ گویا اسے زمین نگل گئی۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کا منہ اپنے کانوں تک پہونچنے دیا تو ہمیں بڑا ڈر معلوم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جانور نہیں تھا بلکہ جن تھا، فلاں سورۃ کی چند آیتیں بھول گیا تھا ان ہی آیتوں کی تحقیق کے لیے جنوں نے اسے بھیجا تھا تم لوگ موجود تھے اس لیے وہ سانپ کی صورت بدل کر آیا اور

آیتیں پوچھ گیا۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور ایک گاؤں میں پہونچے وہاں کے آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر پاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہونچے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس گاؤں کی ایک نوجوان عورت پر ایک جن عاشق ہوگیا ہے اسے اتنا پریشان کر رکھا ہے کہ نہ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے۔ مرنے کے قریب ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس عورت کو میں نے دیکھا ایسی خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا اے جن! تجھے معلوم ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اس عورت کو تو چھوڑ دے اور یہاں سے تو چلا جا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ وہ عورت اچھی ہوشیار ہوگئی، فوراً ہوش آیا اس نے منہ چھپالیا اور مردوں سے حجاب کرنے لگی۔

باب نمبر:۱۲

اللہ کے عاشقوں کے واقعات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اللہ کی محبت میں بے انتہا خوبصورت لڑکی سے نکاح نہ کرنے کا واقعہ:

ایک صحابی رسول اللہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سلمی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے) اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا کالا رنگ مجھے جنت میں جانے سے روک سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں کیا بات ہے اگر تو ایمان والا ہے تو تجھے جنت میں جانے سے کون روک سکتا ہے؟ غرض کی کہ بات یہ ہے کہ میں غریب آدمی ہوں میرا رنگ کالا ہے۔ میں بدصورت ہوں اور بنو سلیم کے اشراف میں سے ہوں اب بات یہ ہے کہ مجھے کوئی لڑکی نہیں دیتا میری عزت اور کالے رنگ کی وجہ سے کوئی میرے ساتھ رشتہ نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ ثقفی آئے ہیں (یہ مدینہ منورہ کے ایک چوہدری تھے بڑے مالدار تھے ان کی بیٹی بڑی خوبصورت تھی) صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ وہ مجلس میں تو موجود نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہو کہ اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دے دیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جا کے دروازے پر پہنچے دروازے پر دستک دی حضرت عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ باہر نکلے پوچھا بھائی کیا بات ہے؟ کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، آپ کے پاس آپ کی بیٹی کی شادی کا اپنے لیے پیغام لایا ہوں۔ بظاہر انہیں یقین نہیں آیا اس لیے کہا کہ بھاگ جا کہاں کی بات کرتا ہے وہ تو بے چارہ غریب تھا پہلے کا غم کھایا ہوا وہ تو ڈر کے وہاں سے پیچھے ہٹا۔

عمرو رضی اللہ عنہ کی بیٹی حسن و جمال میں مشہور، بیٹی کے کان میں آواز پڑی بیٹی

نے پیچھے سے آواز دی اے ابا جان سوچ تو لیا کرو کیا کہہ رہے ہو؟ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ٹھکرا رہے ہو ہلاک ہو جاؤ گے، میں نبی کے حکم کے سامنے تیار ہوں، میں کالے گورے کو نہیں دیکھ رہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دیکھ رہی ہوں، جاؤ میں تیار ہوں اور کہہ دو کہ میں شادی کروں گی۔

حضرت عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ ثقفی بھاگے بھاگے پیچھے گئے آپ مجلس میں تشریف فرما ہیں جب دیکھا کہ عمرو آئے ہیں فرمایا تو نے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ٹھکرایا؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ہوئی معاف فرمائیں، حکم کیجیے کیا حکم ہے؟ فرمایا اس سے اپنی بیٹی کی شادی کرا دو۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نکاح پڑھائیں آپ نے نکاح پڑھا چار سو درہم مہر مقرر کیا۔

آپ نے فرمایا کہ جاؤ سعد رضی اللہ عنہ لڑکی کو لے کر آؤ۔ کوئی بارات وغیرہ تو ہوتی نہیں تھی فرمایا سعد رضی اللہ عنہ جاؤ بیوی کو لے آؤ، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تو ایک درہم بھی نہیں ہے میں چار سو کہاں سے پیدا کروں اور اس کو لے کے آؤں آپ نے فرمایا! چلو گھبرانے کی بات نہیں جاؤ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ عثمان اور عبدالرحمٰن کے پاس، ان سے کہو کہ تمہیں دو دو سو درہم دے دیں، تیرے پاس چھ سو درہم ہو جائیں گے چار سو مہر ادا ہو جائے گا اور دو سو سے اپنا کوئی کام کر لینا، نہ گھر نہ در نہ کوئی اور چیز، کوئی کپڑا ہی لے لینا۔ عرض کیا بہت اچھا، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس گے انہوں نے خوش ہو کر دو دو سو سے زائد دیا۔ کتنا زیادہ دیا صرف اتنا لفظ آتا ہے کہ دو دو سو اور کچھ زیادہ دو سو اور کچھ دو، نو سو یا ہزار ہوں گے۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے خوش کیوں بھائی ایک نوجوان جو بڑی خوبصورت لڑکی سے شادی کرنے والا ہو اس کے جذبات کو کوئی سمجھ سکتا ہے سوائے اس کے جس پر خود گزر رہی ہو۔

کیا جذبہ ہوگا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا کہنے لگے لڑکی کو لینے بعد میں جاؤں گا پہلے تو کچھ سودا بازار سے خرید لوں چار سو تو مہر میں کیا باقی کا کیا کروں۔ کچھ کا کپڑا اور کچھ کا کھانے پینے کا سامان خرید لوں گا تاکہ میرا کچھ کام چل سکے گھر کی مشکل بن سکے۔

جب بازار میں داخل ہوئے تو ایک آواز کان میں پڑی:

یا خیل اللّٰہ ارکبی

''اے اللہ کے دوستو! اللہ کے راستے میں نکلو۔''

بس یہ سننا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قدم زمین پر جم گئے سارے جذبات سارے احساسات کو ایک بول نے نکال کے اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دل میں ڈال دیا کوئی ہے ایسا ایمان والا کہ جو اتنے بڑے جذبات کو اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر قربان کرے آسمان پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور یوں کہا کہ اے زمین و آسمان کے رب اللہ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب اللہ اب میرا یہ مال شادی پر نہیں لگے گا میرا یہ مال وہاں لگے گا جہاں تو بھی راضی تیرا رسول بھی راضی اور مسلمان بھی خوش ہو جائیں گے نہ شادی یاد رہی نہ رات کا وصال یاد رہا نہ سہاگ رات یاد رہی نہ بیوی کے پہلو میں رات کا لیٹنا یاد رہا، یاد رہا اللہ و رسول کا کام یاد رہا۔

گھوڑا خریدا، ڈھال خریدی، تلوار خریدی چہرے کو چھپالیا اور سوار ہوا چہرے کو چھپا کر صرف آنکھیں ننگی باقی چہرہ چھپا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین لمبے چوڑے سر پر خود نہیں پہنتے تھے جیسے رومیوں کی عادت تھی معمولی معمولی سامان ہوتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کہنے لگے ارے یہ کون ہے چہرہ چھپائے ہوئے اور آپ کو خبر ہے کہ چہرہ کیوں چھپایا ہے چہرہ اس لیے چھپایا ہے کہ اگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو کہیں واپس نہ بھیج دیں کہ ارے تو کہاں جا رہا ہے میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا یہ خیال ہے کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو واپس نہ ہو جاؤں کسی نے پوچھا کہ کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارے اللہ کا بندہ کوئی پردیسی ہوگا تمہارے دین کی مدد کے لیے تمہارے ساتھ آگیا اری چھوڑو اسے۔

اب جو ہوئی ٹکر اور اس میدان میں اترے اور لڑتے لڑتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو جو تیر لگا اور گھوڑا الٹ کے گرا اور گر کر مرا حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی ساتھ گرے اور جلدی سے اٹھے اور جلدی جلدی اپنے بازو اوپر چڑھائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازوؤں کو دیکھا اس کے کالے کالے بازو جب باہر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور فرمایا کہ تو تو مجھے سعد رضی اللہ عنہ نظر آتا ہے؟ عرض کیا میرے ماں

باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے اللہ کے رسول اللہ میں سعد رضی اللہ عنہ ہوں۔ آپ نے فرمایا خوشخبری لے لے تو جنتی ہو گیا تو خوش بخت ہو گیا بس اس کو اس کا سننا تھا کہ چھلانگ لگائی مجمع میں یہاں تک آواز آئی یا رسول اللہ سعد رضی اللہ عنہ شہد ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ کے گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنی گود میں رکھا اور آنسوؤں کی لڑیاں سعد رضی اللہ عنہ کے خون کو پونچھ رہی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو سعد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر گر رہے ہیں آپ فرما رہے ہیں کہ اے سعد رضی اللہ عنہ تیری خوشبو اللہ اور اللہ کے رسول اللہ کو بہت پیاری ہو چکی ہے اے سعد رضی اللہ عنہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا پیارا ہو چکا ہے رو رہے ہیں روتے روتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیرا اور فرمایا رب کعبہ کی قسم سعد حوض پر پہنچ گیا۔

حضرت بولبابہ رضی اللہ عنہ بن منذر نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حوض کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حوض وہ ہے جو میرے رب نے مجھے دیا ہے اس دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، جب ایک دفعہ اس کو پی لے گا پھر دوبارہ پیاس نہیں لگے گی حدیث میں آیا ہے اس حوض کے چار کنارے پہلے کنارے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے کنارے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیسرے کنارے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور چوتھے کنارے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے یہ چار وں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کناروں پر کھڑے ہیں امت آ رہی ہے یہ پلا رہے ہیں، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حوض کا مطلب سمجھ میں آیا کہ اس حوض پر سعد رضی اللہ عنہ پہنچ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے مختلف باتیں آپ میں ملاحظہ کیں ایک تو آپ روئے پھر آپ ہنسے پھر آپ نے منہ پھیر لیا یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو رویا ہوں تو اپنے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے قربانی اور شوق پر رویا ہوں اس کی جدائی پر رویا ہوں کس حال میں تھا کس طرف کو جا رہا تھا کن جذبوں میں جا رہا تھا اور کیسے امر پر قربان ہوا ہے اس بات پر رو رہا ہوں۔

اور میں ہنسا اس بات پر جب میں نے جنت میں اس کو دیکھا اور اللہ کی بارگاہ میں

اس کے درجے کو دیکھا تو میں ہنس پڑا اور جو میں نے منہ کو پھیر لیا اس لیے منہ کو پھیر لیا کہ میں نے دیکھا کہ جنت کی حوریں اس کی بیویاں دوڑتی ہوئی آ رہی ہیں اور تیز دوڑ کے آ رہی ہیں کہ ان کے پنڈلیوں سے کپڑا ہٹ گیا اور ان کے پاؤں میں پازیب چھن چھن کرتی مجھے نظر آ رہی تھی تو میں نے شرم سے منہ پھیرا اور فرمایا کہ ابلغوا جاؤ ان کی بیوی سے کہہ دو کہ اللہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو تیرے سے زیادہ خوبصورت بیویاں عطا فرما دی ہیں۔(تنبیہ الغافلین)

میرے دوستو! بندے کی اللہ سے محبت کے منظر پر آپ حضرات حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو پڑھ ہی چکے ہوں گے حقیقت میں یہ واقعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اللہ سے شدت محبت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ کی محبت میں حسن میں بے مثال اور مالداری میں لاجواب بیوی کو بھی اللہ کی محبت میں ترجیح نہ دی حتیٰ کہ نوجوانی کی اٹھتی ہوئی خواہش کو بھی سینے میں دفن کر کے حکم الٰہی کو مقدم رکھا اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے جذبہ والا دل عطا فرمائے۔(آمین)

ایک عابد کا محبت الٰہی میں انگلیاں جلانے کا واقعہ:

بنی اسرائیل میں ایک عابد عبادت خانے میں عبادت کرتا تھا۔ کچھ لوگ اس سے حسد کی بنا پر ایک فاحشہ کے پاس آئے۔ اس سے کہا کہ تم کسی طریقہ سے اس عابد کو بہکا دو۔ چناں چہ وہ فاحشہ عورت عابد کے پاس بارش ہونے والی اندھیری رات میں آئی اور اس کو حجرے کے باہر سے پکارا۔ اس عابد نے اس کو جھانک کر دیکھا تو عورت نے کہا اے خدا کے بندے مجھے اپنے پاس پناہ دے اس عابد نے اس کی پرواہ نہ کی اور نماز میں مشغول ہو گیا اور وہ عورت بار بار پکار کر پناہ کی درخواست کرتی رہی بالآخر عابد نے مجبور ہو کر اس کو پناہ دے دی۔

اس سے وہ عابد کے سامنے لیٹ گئی اور اپنے بدن کی خوبصورتیاں دکھانے لگے، یہاں تک کہ عابد کا نفس اس کی طرف مائل ہو گیا۔ پھر عابد پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہوا اور اس نے اپنے نفس سے کہا اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ اس نے اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے کہ اسے آگ پر کتنا صبر ہے اپنی انگلی چراغ پر رکھ دی حتیٰ کہ وہ جل گئی پھر

وہ دوبارہ اپنی نماز کی طرف لوٹ آیا لیکن اس کے نفس نے پھر پکارا۔
یہ پھر چراغ کی طرف گیا اور ایک اور انگلی رکھ کر جلا ڈالی پھر اسی طرح سے اس کا نفس اس کی خواہش کرتا رہا اور وہ چراغ کی طرف لوٹتا رہا حتیٰ کہ اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالیں، مگر اس فاحشہ کی طرف مائل نہ ہوا۔ اس عورت نے جب اس نوجوان کی نفس کشی اور خوف خدا دیکھا تو اس عورت نے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

(نزہۃ البساتین وکرامات اولیاء)

فرعون کی باندی کا محبت الٰہی میں تکالیف برداشت کرنا:

فرعون کی ایک باندی تھی وہ موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئی۔ فرعون کو جب پتہ چلا اسے دربار میں بلایا تو وہ خوشی خوشی دربار میں آئی اور کیوں نہ آتی آج تو اس کی محبت کا امتحان کے بعد وصال محبوب کا دن تھا تو کہا:

جان جائے بلا سے جائے مگر محبوب مل جائے

فرعون، نے کہا کہ کیا تو کسی اور خدا کی عبادت کرنے لگی؟ فرمایا کہ ہاں ضرور یہی بات ہے۔ اچھا اس خدا کو چھوڑ دے اور میری خدائی کا قرار میرے سامنے کر لے۔ فرمایا یہ تو قیامت تک نہ ہوگا، حکم دیا کہ اچھا اس عورت کو چومیخہ کرو۔ فوراً چاروں ہاتھ پیروں کو میخوں سے جکڑ کر اور بالکل بے حس و حرکت لٹا دیا۔ پھر بہت سے سانپ اور بچھو جو اہل اللہ کے کٹوانے کے لیے موجود رہتے تھے منگائے گئے اور اس عورت کے اوپر ڈالے اور کہا کہ لے اب بھی اس خدا کو چھوڑ دے نہیں تو پورے دو ماہ تک اسی عذاب میں ڈالے رہوں گا۔ بی بی ماشطہ نے جواب دیا کہ تو دو مہینے کہتا ہے بے شک تو سارے سال عذاب دے کر دیکھ لے روز بروز خدا کی محبت زیادہ ہوگی ایک ذرہ کم نہ ہوگی۔

بخاری کی روایت ہرقل شاہ روم کے الفاظ:

وکذلک الایمان خالط بشاشۃ القلوب.

''ایمان کی شان یہ ہے کہ جب ایمانی لذت دل میں بھر جاتی ہے پھر کسی طرح نکلنے کا نام نہیں لیتی۔''

اے فرعون! دو مہینے کیا اگر تو برسوں تک بھی عذاب کرے گا تو بھی بندی اپنے مولیٰ

رب العلیٰ کو نہ چھوڑے گی۔

اس نیک بی بی کی دو لڑکیاں ایک چار پانچ سال کی اور ایک ابھی دودھ پیتی تھی۔ فرعون نے دونوں کو بلا کر پہلے بڑی لڑکی کو ماں کی چھاتی پر لٹا کر ذبح کیا اور پھر کہا لے اب بھی سمجھ جا نہیں تو اس دودھ پیتی کو بھی اسی طرح ذبح کریں گے۔ فرمایا کہ:

''اگر سارے جہاں کو لا کر میری چھاتی پر ذبح کر ڈالے گا تو بھی میں اس محبوب کو نہ چھوڑوں گی۔''

یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ اس چھوٹی لڑکی کو بھی ذبح کیا جائے۔

جس وقت اس معصوم ننھی سی جان کو چھری کے نیچے ماں کی چھاتی پر جہاں وہ پہلے دودھ پیا کرتی تھی آج اپنی چھوٹی سی جان، اس نعمت کے شکریہ میں راہ مولیٰ میں قربان کرنے کے لٹائی گئی، ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ چھ مہینے کی جان نے بہ آواز بلند کہا:

ہائے اماں روتی کیوں ہو وہ جنت تمہارے لیے تیار ہو رہی ہے۔

اے ماں جنت میں پہنچ کر دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔

ماں بچی سے یہ تعجب کی بات سن کر پوری مضبوط ہوگئی ادھر ظالموں نے اسے ذبح کیا۔ ننھی بچی کا فراق زیادہ ماں نے پسند نہ کیا خود بھی ساتھ ساتھ راہی جنت ہوئی اور نہایت آرام سے جنت میں پہنچ گئی۔ یہ تینوں ماں، بیٹیاں ادھر راہ خدا میں کام آئیں۔

(مواعظ ابراہیمی)

جب سید الموجودات خلاصہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج پر تشریف لے گئے اور براق میدان مصر کے قریب پہنچا، یکایک جنت کی خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ میں آئی۔ فرمایا کہ جبرائیلؑ یہ خوشبو کیسی ہے؟ کہا یہ خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یا حضرت جنت تو یہاں سے بہت فاصلہ پر ہے لیکن یہ فرعون کی دختر کی کنگھی کرنے والی عورت کی قبر کی خوشبو ہے۔

واہ! سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم واللہ ایمان میں کیسی تیز خوشبو ہے کہ جس خاک میں ایمان والا مل جائے گا اس خاک کو نمونہ جنت بنا دے گا۔ (تفسیر درمنثور)

ہاں سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب قبر کے باہر سے خوشبو کا یہ عالم ہے تو اندر کیا

انعامات برس رہے ہوں گے۔

فرعون کی بیوی کا محبت الٰہی میں عیش وعشرت کو ٹھکرا دینے کا واقعہ:

اس تمام منظر کو جب فرعون کی بیوی آسیہ نے دیکھا تو اسنے دل میں کہا کوئی ماں اپنے دونوں بچوں کو ایسے قربان نہیں کرسکتی سوائے دینِ حق کے۔

رو برو وقت شہادت اس بی بی کے لیے ملائکہ کا آسمان سے نازل ہونا اور روح مبارک کو جنت کے کفنوں میں لپیٹ کر لے جانا سب نظر آ رہا تھا۔ اب کیا تھا محبوب کے گھر کے ملازمین نظر آ گئے سرور بہ مستان کا مضمون ہو گیا جوش الٰہی پیدا ہو گیا اور حجاب درمیان سے اٹھ گیا۔ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا۔

بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا دیوانوں کی طرح بکھر بیٹھیں اتنے میں فرعون گھر میں بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ بیٹا کہ بے ساختہ آسیہ رضی اللہ عنہا نے بآواز بلند فرمایا:

یا شر الخلق واخبث الخلق عمدت الی الماشطة فقتلتها.

''اے مخلوق میں سب سے برے اور خبیث آدمی تو نے ایسی نیک عورت کو قتل کر دیا۔''

فرعون نے کہا شاید تجھے بھی ویسا ہی جنون ہوا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فقالت مالی جنون ولکن الٰهی والٰهک واله السموٰات والارض الله واحده لا شریک له.

''اے فرعون! مجھے جنون نہیں ہے میں اس خدا کو ماننے والی ہوں جسے ماشطہ مانتی تھی اور وہ کوئی ایسا ویسا خدا نہیں ہے بلکہ زمین و آسمان اور تیرا بھی اے فرعون وہی خدا ہے۔''

جب فرعون نے یہ سنا تو آپ کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بہت زیادہ مارا اور بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کے متعلقین رشتہ داروں کو بلایا اور یہ کہا کہ اسے سمجھاؤ کہ یہ بھی کیوں اپنی جان کی دشمن ہوئی ہے۔ متعلقین نے بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو

فرعون خدا ہے اس کی نافرمانی کرنی ٹھیک نہیں۔ آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر فرعون مجھے ایک تاج ایسا بنا دے کہ سورج اس کے آگے ہو اور چاند پیچھے اور ستارے بیچ میں ہوں میں پھر بھی اس خدائے حقیقی کو نہیں چھوڑوں گی۔

فرعون نے حکم دیا کہ جاؤ آسیہ رضی اللہ عنہا کو چومیخہ کرو۔ بی بی کو زمین پر لٹا دیا چاروں ہاتھوں، پیروں میں میخیں جڑ دیں اور چھاتی پر آگ کا طبق بھر کر رکھ دیا اور یہ کہا کہ اور بھی زیادہ عذاب کروں گا ورنہ اس خدا کو چھوڑ دے۔ آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

فقالت انک عذبت نفسی وقلبی فی عصمة ربی لو قطعنی اربا اربا بالذرون و الا حباء.

''اے فرعون! اگر تو عذاب کرے گا تو میرے جسم کو لیکن خدا کی محبت میرے دل سے کم نہ ہوگی اے فرعون اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا تو ہر خو کے قطرے کے بدلے میں عشق الٰہی اور زیادہ ہوگا ہر پارہ جگر کے عوض میں محبت الٰہی بڑھتی رہے گی۔''

عذل العواذل حول قلب التائبی وھوی الا حبة منه فی سوادئه.

''برا کہنا ملامت کرنا لوگوں کا دل کے اوپر اوپر ہے اور محبوب کی محبت دل کی تہہ میں ہے۔''

اب حالت یہ ہے کہ خون میں نہائے ہوئے ہیں طبق آگ کا سینہ پر رکھا ہے مگر عشق مولیٰ کی آگ زیادہ بھڑکتی جاتی ہے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر لگی کہ آج آسیہ رضی اللہ عنہا کے عشق کا امتحان ہے، گھبرائے ہوئے آئے آسیہ رضی اللہ عنہا نے پکارا کہ اے موسیٰ میں نے اسے عشق میں یہ ارغوانی جوڑا پہنا ہے یہ حالت بنالی یہ تو بتاؤ: وہ محبوب اب بھی مجھ سے راضی ہوا یا نہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آسیہ!

ملائکة سبع سموات فی انتظارک ذاته تعالیٰ یباھی بک ذاته فی ماشئت.

''کہا اے آسیہ رضی اللہ عنہا ساتوں آسمان کے ملائک تیرے انتظار میں ہیں اور رب العزت ملائکہ سے فرمارہا ہے کہ دیکھو ہمارے عاشق بندے ایسے ہوتے ہیں کیا کیا سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں مگر محبت ہماری زیادہ ہوتی جاتی ہے۔''

اے آسیہ رضی اللہ عنہا مانگ لے جو تیرا جی چاہے۔(آسیہ نے دعا کی)

رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظلمین.

''اے میرے رب میرے لیے جنت میں اپنے ہاں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔''

اب اللہ کی رحمت کو جوش آیا اور آسمان کے پردے کھل گئے۔اللہ تعالیٰ نے جنت کے داروغہ رضوان سے کہا میری بندی کو اس کا جنت کا گھر دکھادو۔آسیہ نے اپنا گھر دیکھا اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی اور جان اللہ کے سپرد کردی۔(مواعظ ابراہیمی)

محبت الٰہی میں شہزادی کو ٹھکرادینے والے عاشقِ خدا کا واقعہ:

ایک فقیر کی نگاہ ایک شہزادی پر پڑی دونوں تیر عشق کا شکار ہو گئے۔لیکن زمین وآسمان کس طرح ملیں؟ شہزادی نے درویش کو کہلا بھیجا کہ تو مرد فقیر بے سروسامان ہے اور میں اس ملک کی شہزادی، وصل ناممکن ہے مگر میں تجھ کو ایک ترکیب بتاتی ہوں وہ یہ کہ تو پہاڑ پر جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جا اور ریاضیت ومجاہدہ اختیار کرتا کہ تیری شہرت ہو اور خلقت تیری طرف رجوع ہونے لگے۔پھر میں بھی اپنے باپ سے اجازت لیکر تیری زیارت کو آیا کروں گی اور اس طرح کم از کم ہماری حسرت دید تو پوری ہو جائے گی۔
درویش نے یہ پیغام سنتے ہی پہاڑ کی راہ لی اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا۔
رحمت حق متوجہ ہوئی اور اس کو اپنی طرف کھینچ لیا کچھ ہی عرصے کے بعد اس کی عبادت اور مشغولیت اور بزرگی کا چرچا ہونے لگا اور لوگ اس کی زیارت کو آنے لگے۔
شہزادی نے جب اس کی شہرت سنی تو اپنے باپ سے اجازت لے کر آئی اس کے

حجرے میں آراستہ و پیراستہ ہو کر داخل ہوئی، لیکن درویش نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، طاعت الٰہی کا ذوق اس کو حاصل ہو چکا تھا اور محبت الٰہی اس کے قلب پر چھا چکی تھی ہر چند شہزادی اس کو یاد دلاتی رہی اور بار بار کہتی رہی میں شہزادی اس ملک کی ہوں فلاں وقت ہم دونوں تیر عشق کا شکار ہوئے تھے اور یہ حیلہ میں نے ہی تجھ کو بتلایا تھا۔ مگر اس درویش نے ایک نہ سنی۔ (تنبیہ الغافلین اور کرامات اولیاء نزہۃ البساتین)

اگر میرا مالک میرا جوڑ جوڑ بھی الگ کر دے:

بشر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شروع سلوک میں جزیرہ عبادان کا قصد کیا وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون اور مرگی زدہ ہے اور چیونٹیاں اس کا گوشت کھا رہی ہیں۔ میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا۔ جب اس کو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملے دخل دیتا ہے؟ اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالے گا تب بھی میں اس سے محبت زیادہ ہی کروں گا۔

بشر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعد اس معاملے کے جب کبھی مجھ کو اس طرح کا معاملہ بندے میں اور پروردگار میں معلوم ہوا میں نے کبھی اس کو برا نہیں جانا۔ (احیاء العلوم)

ایک بادشاہ کے بیٹے کا اللہ تعالیٰ کی محبت میں عیش و عشرت کو قربان کر دینے کا واقعہ:

خلیفہ ہارون الرشید کا ایک لڑکا سولہ برس کے سن میں تھا وہ زاہدوں اور درویشوں کی صحبت میں بہت رہتا اور اس کی یہ حالت تھی کہ قبرستان میں نکل جانا اور وہاں جا کر مردوں سے خطاب کر کے کہتا تم ہم سے پہلے دنیا میں موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے۔

اذراب تم قبروں میں ہوا ے کاش مجھے خبر مل جائے تم کیا بولتے تھے اور لوگ تم سے کیا کہا کرتے تھے غرضیکہ اس قسم کے کلمات حسرت آمیز کہتا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر روتا ایک دن کا قصہ ہے کہ یہ لڑکا اپنے باپ ہارون الرشید کے پاس آیا اور اسوقت امراء اور وزراء اور ارکان دولت سب اپنے اپنے قرینے سے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ آیا بھی اس حالت میں کہ ایک تہمد اوڑھے اور ایک تہمد باندھے ہوئے، جب اس ہیئت کو اعیان

سلطنت اور ارکان دولت نے ملاحظہ کیا تو آپس میں بعض آدمی کہنے لگے کہ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کو بادشاہوں میں ایسی ہی اولاد نے بدنام کیا ہے اگر امیر المؤمنین اس کو تہدید وتنبیہ کریں تو کچھ بعید نہیں کہ اپنی اس حالت کو چھوڑ دے۔

یہ بات خلیفہ ہارون رشید کے کانوں تک پہنچی اس کو بھی یہ مشورہ پسند آیا اور بیٹے سے کہا کہ:

''بیٹا تمہاری اس چال چلن نے مجھے رسوا کر دیا۔''

اس نے یہ سن کر ہارون رشید کی طرف دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا اتفاقاً ایک پرندہ قلعہ کی برج پر بیٹھا تھا لڑکے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ:

اے پرندے تجھ کو تیرے پیدا کرنے والے کی قسم تو میرے ہاتھ پر آ بیٹھ وہ پرندہ یہ سن کر فوراً لڑکے کے ہاتھ پر آ بیٹھا کچھ دیر بعد اس سے کہا: اپنی جگہ پر چلا جا وہ چلا گیا اور کہا تجھ تیرے خالق کی قسم امیر المؤمنین کے ہاتھ پر نہ آنا، یہ قدرت کی یہ نشانی وکرشمہ وکرامت حاضرین کو دکھلا کر باپ سے کہا ابا جان! میں آپ سے علیحدہ رہوں گا اور یہ کہہ کر بے توشہ وبے سامان چل کھڑا ہوا صرف ایک قرآن شریف اور ایک انگوٹھی ہمراہ لی جو کہ اس کی ماں نے اس کو دی تھی۔

چلتے چلتے بصرہ میں آ کر ٹھہرا اور مزدوروں کے ساتھ مٹی گارے کا کام اختیار کیا اور ہفتہ صرف ایک دن مزدوری کرتا اور ایک درہم اور ایک وانق مزدوری میں لیتا تھا۔ ایک ہفتہ میں ایک دانگ روز کے حساب سے استعمال کرتا تھا۔

ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ میرے گھر کی ایک دیوار منہدم ہو گئی تھی میں اسے بنوانے کے ارادہ سے مزدوروں کی تلاش میں نکلا دیکھا کہ مزدور کی ہیئت میں ایک نہایت خوبصورت لڑکا ہے کہ میں نے ایسا حسین لڑکا پہلے نہ دیکھا تھا اس کے سامنے ایک زنبیل ہے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے میں نے اس سے کہا: ''لڑکے کچھ کام کرو گے۔''

اس نے کہا: ''کیوں نہیں کام کے لیے تو پیدا ہی ہوئے ہیں لیکن یہ بات بتاؤ کہ کس قسم کا کام لوگے۔''

میں نے کہا کہ گارے مٹی کا کام کرنا ہوگا۔

کہا بہتر ہے۔ ''لیکن ایک درہم اور ایک وانق لوں گا اور نماز کے وقت اپنی نماز پڑھوں گا۔''

میں نے کہا: ''منظور ہے چلو۔''

میں لے کر آیا اور کام میں لگا کر چلا گیا، جب مغرب کا وقت آیا تو آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے دس آدمیوں کے برابر کا کیا ہے میں اسے بجائے ایک درہم اور ایک وانق کے دو درہم پورے دینے لگا۔

کہا: ''ابو عامر میں اسے لے کر کیا کروں گا اور لینے سے صاف انکار کر دیا پھر میں نے ایک درہم اور ایک وانق دے کر اسے رخصت کر دیا۔

دوسرے دن پھر میں اس کی تلاش میں بازار گیا ہر طرف تلاش کیا لیکن وہ کہیں نہیں ملا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ایسی صورت وشان کا لڑکا جو مزدوری کرتا ہے کہاں ہے۔

لوگوں نے کہا وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کیا کرتا ہے اب تم اس کو صرف ہفتہ کے دن دیکھو گے میں نے سوچا کہ کام کو موقوف رکھو جب وہ آوے یہ کام اسی سے لیں گے جب ہفتہ کا دن آیا تو میں اس کی تلاش میں بازار آیا دیکھا تو اسی حالت میں موجود ہے میں نے اس کو سلام کیا اور کام کے لیے اس سے کہا اس نے اسی طرح کی شرطیں کیں میں سب قبول کر کے اسے لے آیا اور اسے کام پر لگا دیا اور دور بیٹھ کر دیکھا کہ یہ کس طرح اس قدر جلدی اتنا کام کر لیتا ہے اور میں ایسے موقع پر بیٹھا کہ میں اس کو دیکھوں اور وہ نہ دیکھے، دیکھتا کیا ہوں کہ اس نے ہاتھ میں گارا لیا اور اسے دیوار پر تھوپا اور اس کے پتھر خود بخود آپس میں ایک دوسرے سے ملتے جاتے ہیں میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ خدا رسیدہ شخص ہے اور ایسے لوگوں کی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت اور مدد ہوا کرتی ہے۔

جب اس نے شام کو واپسی کا قصد کیا تو میں اسے تین درہم دینے لگا اس نے انکار کیا صرف ایک درہم اور ایک وانق لے کر چلا گیا۔

تیسرے شنبہ کو پھر میں بازار آیا تو اس جوان کو نہ دیکھا لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تین دن سے ایک ویرانے میں بیمار پڑا ہوا ہے اور موت کے قریب ہے میں ایک شخص کو کچھ دیا اور کہا کہ بھائی مجھے وہاں لے چل جس جگہ وہ بیمار اجل راحت،

قلوب رونق افروز ہے وہ مجھے ایک ویرانے میں لے گیا دیکھا کہ نہ وہاں در ہے نہ دروازہ نہ مسہری نہ کوئی سامان راحت اسی لق ودق میدان میں بے کس و بے بس وہ جوان بے ہوش پڑا ہے۔

میں نے جا کر سلام کیا اور دیکھا تو سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے اور مرنے کے قریب ہورہا ہے اور موت کا انتظار کررہا ہے میں نے جا کر اسے دوبارہ سلام کیا تو اس نے آنکھ کھولی اور مجھے پہنچانا اور کہاں کہ آپ مجھے دفن کردیجیے گا اور یہ قرآن شریف اور انگوٹھی امیر المؤمنین ہارون الرشید کے پاس پہنچا دینا۔ دیکھو یہ خیال رکھنا کہ تم اپنے ہاتھ سے امیر المؤمنین کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہنا کہ یہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے ایک مسافر مسکین لڑکے نے سپرد کی ہے اور امیر المؤمنین سے یہ بھی کہنا کہ دیکھو بیدار رہو اس غفلت اور دھوکہ میں تمہاری موت نہ آجائے۔ یہی باتیں ہورہی تھیں کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا اور اس وقت میں نے جانا کہ یہ خلیفہ کا جگر گوشہ ہے۔

میں نے اس کی سب وصیتوں کو پورا کیا اور قرآن شریف اور انگشتری لے کر بغداد آیا اور خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے ارادے سے نکلا اور ایک بلند مقام پر جو میں جا کر کھڑا ہوا دیکھا ایک عظیم الشان لشکر آرہا ہے کہ اس میں تخمیناً ایک ہزار سوار ہوں گے پھر اس کے بعد پے در پے دس رسالے آئے اور ہر رسالے میں ہزار ہزار سوار تھے۔ دسویں رسالہ میں امیر المؤمنین ہارون الرشید تھے میں نے پکارا کہ تم کو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے ذرا توقف کرو جب امیر المؤمنین نے مجھ کو دیکھا اور آواز سنی تو توقف فرمایا میں قریب جا کر وہ قرآن شریف اور انگشتری سپرد کی اور جو کچھ اس لڑکے نے پیغام میں کہا تھا سب پہنچا دیا امیر المؤمنین نے یہ سن کر کچھ دیر سر جھکایا اور آنسو بہائے۔

ابو عامر کہتے ہیں کہ اس رات جب میں اپنے وظائف سے فارغ ہو کر سویا تو خواب میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نور کا قبہ ہے اور اس پر ایک نور کا ابر ہے، وہ نور پھٹا اور اس میں سے وہ لڑکا یہ کہتا ہوا نکلا اے ابو عامر حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے خوب میری وصیتوں کو پورا کیا میں پوچھا بیٹا! تم پر کیا گزری اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہوا کہا: اپنے پروردگار رحیم وکریم کے پاس ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے کچھ ناراض نہیں اور مجھے ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ نہ کسی آنکھ نہ دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل پر ان

کا خیال تک گزرا اور حق تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے ایسا نکل کر آئے گا جیسا کہ تو نکل کر آیا ہے تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو دل میں اس کی باتوں سے اور بشارت سے ایک خوشی اور سرور پایا۔ (نزہۃ البساتین، تنبیہ الغافلین وفضائل صدقات)

حضرت ایوب علیہ السلام کا محبت الٰہی سے لبریز واقعہ:

روض الریاحین میں لکھا ہے:

حضرت ایوب علیہ السلام پر مرض (آزمائش) نازل ہونے لگی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ خبر لائے کہ اے ایوبؑ خدا کی طرف سے تم پر سخت امتحان آنے والا ہے جس کی برداشت پہاڑوں میں نہ ہوگی حضرت ایوبؑ نے سن کر فرمایا:

دمت علی مواصلة الحبیب ما صبر حتی یقال عجیب عجیب.

''اگر مجھے میرے محبوب کا دیدار اور وصال نصیب ہوتا ہے تو صبر کروں گا کہ جہاں کو تعجب ہو جائے گا کہ کس طرح ایوبؑ نے ایسی مصیبت پر صبر کیا۔''

وحی آئی، ایوب! صبر کے لیے تیار ہو جا۔

ابلیس نے جناب باری میں عرض کیا الٰہی تو نے ایوبؑ کو قسم قسم کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں اس لیے وہ شکر گزاری کرتا ہے مال کی جگہ مال، اولاد کی جگہ اولاد، بھلا اب شکر کیوں نہ کرے، ہم تو جب جانیں کہ سب کچھ چھین لیا جائے اور پھر ویسا ہی شکر گزار بنا رہے حکم ہوا کہ لعین وہ ہمارا بندہ ہے، مال کا بندہ نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں ایسا ہی رہے گا، اچھا جاؤ ہم نے تمہیں اس کے مال کا، اولاد کا اختیار دیا ہے کہ سب کو فنا کر دو اور پھر دیکھ لو۔

لعین آیا اور آپ کے سارے کھیتوں، باغوں میں آگ لگا کر فنا کر دیئے اور روتا ہوا باغبان کی صورت بن کر آیا اور یہ کہا کہ اے ایوبؑ کیوں تو ایسے خدا کی عبادت کرتا ہے جس نے تیرے سارے باغ اور کھیت جلا ڈالے آپ نے سن کر تبسم فرمایا اور یہ کہا کہ الحمدللہ اب میں اور زیادہ بے فکری سے اس کی عبادت کروں گا پھر سجدے میں ایسے گئے

کہ ساری رات سر نہ اٹھایا۔

دوسرے دن شیطان نے آپ کے تمام اہل وعیال کے اوپر جب کہ وہ ایک مکان میں جمع تھے چھت گرادی سارے زن وفرزند دب گئے تو روتا ہوا بچوں کے معلم کی صورت میں حاضر ہوا اور یہ کہا کہ اے ایوبؑ آج اور نیا ظلم ہوا کہ آپؑ کے ننھے ننھے بچے مکان کے نیچے دب کر مر گئے۔ اے ایوبؑ! جس وقت ان بچوں کے سر پر چھت گری تو ان کے ناک کے راستے ان کے سر کا بھیجا باہر نکلتا تھا انتڑیاں ان کی باہر آئیں ہائے پتھر بھی دیکھ کر پانی ہوتا تھا۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا کہ الحمدللہ اب تو میں ہر طرح سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت کے لیے رہ گیا اور یہ کہہ کر سر سجدے میں رکھا اور ایک رات ایک دن اس نعمت کے جانے پر شکر ادا کیا۔

تیسرے دن شیطان آیا جب کہ آپ سجدے میں تھے آپ کی ناک کے قریب وہ آگ بھرا سانس پھونکا کہ آپؑ کے سارے جسم میں آگ لگ گئی فوراً سارے بدن پر پھوڑے پیدا ہوئے تھوڑی دیر کے بعد تعفن اور بدبو پیدا ہو کر شام تک سارے بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ جس قدر مرض اور مصیبت زیادہ ہوتی تھی اسی قدر مولیٰ کی عبادت اور شکر زیادہ کرتے تھے آپؑ کا جسم جگہ جگہ سے پھٹ گیا اور سارا جسم پیپ کچا لہو بن گیا ہزاروں کیڑے پیدا ہو گئے۔

جو کیڑا آپ کے جسم سے الگ ہو کر گرتا ہے اس سے فرماتے ہیں اے کیڑے میرے مولا نے تیری روزی مجھے بنایا ہے میں تو راضی ہوں تو ناراض ہو کر کہاں چلا جا رہا ہے۔ (روض الریاحین بحوالہ: مواعظ ابراہیمی)

کیڑوں کی مہمان نوازی اور رضا بالقضاء کو مولانا رومی رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

ہفت سال ایوب باصبر و رضا
دربلا خوش بود باضیف خدا

حضرت ایوب علیہ السلام سات سال تک امتحان میں خدا کے مہمانوں کے ساتھ (یعنی کیڑوں کے ساتھ جو بدن میں پیدا کر دیئے گئے تھے) خوش اور راضی برضا رہے۔

(معارف مثنوی)

آپ کے مقام رضا کا یہ حال تھا کہ اگر ہوسکتا تو اسے پھر واپس زخم کے اندر رکھ لیتے رات دن یہ کام تھا مگر دل مولا کی یاد میں مصروف تھا کسی دن بے ذکر الٰہی چین نہ تھا اسی حالت میں ایک دن جبرائیل علیہ السلام، آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب نہ دیا پھر دوسری دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سلام کیا پھر دوسری دفعہ آپ علیہ السلام نے جواب دیا پوچھا کہ میرے پہلے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

ان الملک الردور ارسل الی اضیاف الدود لا طعمهم من لحمی علی مائدة عظمی فکان بعض اضیاف ربی علی لسانی فخشیت ان اردعلیک فتسقط من مکانها

"اے جبرائیلؑ میرے محبوب نے اپنے مہمان کچھ کیڑے میرے پاس بھیجے ہیں تاکہ میں اپنا گوشت خون اپنے جسم کی ہڈیوں کے دستر خوان پر بٹھا کر انہیں کھلاؤں۔ آج ان مبارک مہمانوں میں سے کچھ مہمان میری زبان کو کھا رہے تھے، اتنے میں آپ نے سلام کیا مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں آپ کو جواب دوں گا تو وہ مولا کا مہمان گر جائے گا اور میرے بولنے کے سبب ان کی روزی جاتی رہے گی، مبادا وہ اپنے خدا سے میری شکایت کریں اور میں نافرمانِ الٰہی بن جاؤں پھر میرا محبوب مجھ سے ناراض ہو جائے۔ اتنی دیر میں وہ مہمان دوسری جگہ سرک گئے زبان کو چھوڑ دیا میں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔"

(معالم تنزیل و روض الریاحین، بحوالہ: مواعظ ابراہیمی و جوامع الکلم)

اور یہ واقعہ معرفت الٰہیہ، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر ۳۱۰ پر مذکور ہے بقول مفتی تقی عثمانی صاحب کے بائبل کے صحیفہ ایوبیہ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہوا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بعد صحت مرض دریافت کیا کہ بیماری میں آپ کا کیا حال تھا اور اب کیا حال ہے؟ فرمایا: جو مزہ بیماری

میں تھا وہ تندرستی میں نہیں ہے، بیماری کے زمانے میں ہر روز صبح حق تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف سے یہ آواز آتی تھی۔ ''اے ایوب کیسے ہو؟'' اس خطاب سے ایسی لذت ملتی تھی کہ میں اپنی بیماری کو بھول جاتا تھا اور شام تک اس کی لذت میں رہتا تھا پھر شام کو بھی اسی طرح آواز آتی تھی تو اس کی لذت صبح تک رہتی تھی بیماری سے صحت ملنے کے بعد یہ آواز کبھی نہ آئی۔ (شمائل امدادیہ بحوالہ: آئینہ سلوک)

خلاصہ یہ کہ جب آپ امتحان میں پورے اتر آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو دوبارہ صحت اور دوسری نعمتیں عطا فرمادیں۔ اسی واقعہ پر ایک اللہ والے کا قول یاد آیا کہ:

''محبت میں صادق وہی ہے کہ اگر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا زندہ جلا دیا جائے تو اف نہ کرے۔''

چناں چہ ایوب علیہ السلام کا واقعہ اس کی مثال ہے۔

باب نمبر:۱۳

قدرت کا حیرت انگیز کرشمہ

۱۳ سو سال بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقدس نعشیں تروتازہ رہیں:

تاریخ اسلام کے اس حیرت انگیز واقعے کی فلم حکومت عراق کے پاس محفوظ ہے۔

موجودہ صدی کی اسلام کی کرشماتی ایک فلم حکومت عراق کی پاس محفوظ ہے، حکومت پاکستان سے گزارش ہے کہ وہ یہ فلم ڈش انٹینا کے ذریعے دنیا بھر میں دکھانے کا اہتمام کریں تاکہ روس اور غیر مسلم عالمی برادری کو مذہب اسلام کی طرف راغب کیا جا سکے۔

یاد رہے کہ اس فلم کو دیکھ کر لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا تھا۔

یہ واقعہ موجودہ صدی کا ہی ہے جب عراق میں شاہ فیصل اول حکمران تھے۔ ایک روز صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے تقریباً ۱۳۰۰ سال بعد شاہ فیصل اول کے خواب میں تشریف لائے، کہا کہ میری قبر میں پانی اتر آیا ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی آ رہی ہے، لہٰذا آپ ہمیں محفوظ مقامات پر منتقل کروا دیجیے۔

یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے، آپ رضی اللہ عنہ بہت سے غزوات میں بھی شریک رہے ہیں اور جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض کی ضرورت ہوتی تو اکثر آپ ہی سے قرض لیا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے خواب میں تشریف لانے کو عراق کے شاہ فیصل بھلا بیٹھے اور امور مملکت نمٹانے میں مصروف ہو گئے دوسری رات پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شاہ عراق کے خواب میں آئے اور وہی بات دہرائی اتفاقاً شاہ عراق کو پھر یاد نہ رہا۔

تیسری شب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عراق کے مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور انہیں بتایا کہ میری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبروں میں پانی اتر آیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے مزارات محفوظ مقامات پر منتقل کروا دیجیے، ہم دو بار شاہ عراق کو

بشارت دے چکے ہیں مگر وہ بوجہ مصروفیت بھو گئے ہیں۔

مفتی اعظم فوراً خواب سے بیدار ہوئے اور ۱۳۰۰ سال بعد خواب میں تشریف لانے والے صحابی کی بات سے پریشان ہو گئے فوراً وزیر اعظم نوری السعید پاشا سے فون پر بات کی۔

نوری السعید پاشا مفتی اعظم کے ساتھ شاہ عراق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خواب کے بارے میں بتایا شاہ فیصل اول نے خواب سن کر کہا کہ میں نے واقعی یہ خواب دیکھا تھا مگر امور مملکت کی وجہ سے بھول گیا، لیکن وہ تبدیلی مزارات سے پہلی احتیاطاً اس بات کا ثبوت چاہتے تھے کہ واقعی پانی مزارات میں داخل ہو چکا ہے کہ محض خواب ہے۔

چناں چہ انہوں نے محکمہ تعمیرات کے انجینئر کو ہدایت کی کہ وہ پہلے مزارات کے قریب کی زمین کی مٹی کا ٹسٹ کروائیں کیوں کہ شاہ عراق کو ڈر تھا کہ محض خواب کی بناء پر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات کی بے حرمتی نہ ہو۔ محکمہ تعمیرات کے انجینئر نے مفتی اعظم کے سامنے مزارات سے دریا کے رخ پر ۲۰ فٹ کے فاصلے پر بورنگ کروا کر دیکھا، بورنگ سے نکلنے والی مٹی کو لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے بھیجا، ٹیسٹ رپورٹ میں مٹی بالکل خشک تھی اور اس میں نمی کا کوئی شائبہ تک بھی موجود نہیں تھا۔

رپورٹ ملنے کے بعد شاہ عراق مفتی اعظم، نوری السعید پاشا اور دیگر اہل کار بے فکر ہو گئے اور آرام کی نیند سوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پھر شاہ عراق کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر کے مزار میں نمی آنی شروع ہو گئی ہے، لہٰذا ہم دونوں کو یہاں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلے پر منتقل کر دیجیے۔

بادشاہ نے ان کی بات کو صرف خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا کیوں کہ ماہرِ تعمیرات نے ٹیسٹ رپورٹ پر مزارات میں نمی کی غیر موجودگی کے دستخط کر دیئے تھے۔ اگلی رات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور ناراض ہو کر کہا کہ بادشاہ ہماری بات پر توجہ نہیں دے رہے۔

مفتی اعظم نے شاہ سے رابطہ کیا تو شاہ عراق مفتی اعظم پر سخت ناراض ہوئے اور

انہوں نے کہا کہ آپ خواب پر یقین کر رہے ہیں، جب کہ آپ ماہرین اراضی کے ساتھ بورنگ اور مٹی کی ٹیسٹ رپورٹ دیکھ چکے ہیں۔

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بار بار خواب میں آنے کی وجہ سے ان کی قدر و منزلت کے پیش نظر مفتی اعظم بادشاہ سے اس بات پر ڈٹ گئے کہ مزارات کو دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری ہے۔

چناں چہ شاہ عراق نے مفتی اعظم سے فتویٰ لینے کے بعد عید الاضحیٰ کو ظہر کی نماز کے بعد مزارات کو کھلوانے کا اعلان ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات سے کروادیا۔ ۱۳۰۰ سال بعد قبروں کی تبدیلی اور اس سے متعلق خبر نے دنیا بھر میں دھوم مچادی۔

یہ منظر دیکھنے کے لیے مسلم وغیر مسلم دنیا سے تار، ٹیلی فون، خطوط، شاہ عراق کے پاس آنے شروع ہوگئے، ان خطوط میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے مزارات کی منتقلی میں شرکت کی درخواست کی تھی، چونکہ حج کا زمانہ تھا اسلام کے فرزند ارکان فریضہ حج ادا کررہے تھے، ان سب لوگوں نے اصرار کیا کہ مزارات کی تبدیلی کی تاریخ میں توسیع کر دی جائے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور ان کے جنازے میں شرکت کرسکیں۔

ادھر عیسائی کمیونسٹ ممالک کے عوام اور خبر رساں ایجنسیوں نے بھی سفر میں کٹنے والے دن مانگے۔

شاہ عراق کے لیے یہ لمحات انتہائی پریشان کن تھے، ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا خواب میں بار بار آنا دوسری طرف عالمی دنیا کا چند دن رکنے کا دباؤ، تیسرے مزارات میں پانی رسنے سے مزارات کو مزید نقصان پہنچنے کا ڈر۔

اس وقت حکومت عراق ایک عجب مخمصے کا شکار تھی کہ بالآخر ان کے رفقاء کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ مزارات سے کوسوں دور بہنے والے دریا کے رخ پر ۱۰ فٹ کے فاصلے پر ایک لمبی اور گہری خندق کھدوا کر اس میں کنکریٹ سے بھرائی کروادی گئی تاکہ مزید نمی آگے نہ پہنچے اور اعلان کر دیا گیا کہ حج کے ۱۰ روز بعد مزارات کی منتقلی عمل میں آئے گی۔

ان دس دنوں میں دنیا کے مسلم وغیرہ مسلم ملکوں کے دلچسپی رکھنے والی عوام، بغداد

سے ۴۰ میل دور سلمان پاک پہنچنا شروع ہو گئے، یاد رہے اس دوران صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین خواب میں تشریف نہیں لائے۔ اس موقع پر عراق نے اپنے ملک آنے والے ہر مذہب و عقیدہ کے لوگوں پر سے کسٹم، پاسپورٹ اور کرنسی کی پابندی ختم کر دی تھی۔ بالآخر حج کے ۱۰ دن بعد پیر کے روز جب ۵ لاکھ افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا تو واقعی دونوں صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبروں میں پانی اتر چکا تھا۔

چناں چہ پہلے سے تیار ایک کرین جس پر ایک اسٹریچر کسا ہوا تھا، مزارات میں داخل کر کے نعش مبارک کو یکے بعد دیگرے باہر نکالا۔ اس موقع پر موجود اسلامی سربراہان مصر کے شاہ فاروق جو اس وقت مصر کے ولی عہد تھے، کمال اتاترک کے وزیر مختار اور دیگر علماء و وزراء نے اسٹریچر سے نعش مبارک کو عقیدت واحترام سے وہاں موجود شیشے کے بکس میں لٹایا۔

اس واقعہ کی کارروائی کو ایک جرمن فلمساز کمپنی نے وہاں موجود لوگوں کے لیے ۳۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ چوڑی اسکرین پر ٹیلی ویژن کیمرے کی مدد سے دکھایا۔ مزید ۴ بڑے بڑے اسکرین اس لیے لگائے گئے کہ ۵ لاکھ افراد جو نعشوں کے قریب نہیں پہنچ سکتے وہ بھی آرام سے اپنی جگہ کھڑے ہو کر یہ کارروائی دیکھتے رہیں۔

لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ۱۳۰۰ سال گزرنے کے بعد بھی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کفن اور داڑھی بالکل سفید تھے اور انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی کچھ گھنٹہ قبل ان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی وفات ہوئی ہے۔ اگر چہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کا وصال ۳۶ھ میں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۷۴ھ میں ہوا تھا۔

دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے چہرے نور سے چمک رہے تھے اور آنکھوں میں بے انتہا چمک تھی وہاں موجود لوگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا چاہیں تو ان پر خوف طاری ہو گیا، کوئی آنکھوں سے آنکھ نہیں ملا سکتا تھا، اتفاق سے ایک جرمن ماہر امراض چشم وہاں موجود تھا، اس نے جو اتنی پر اسرار چمکیلی آنکھیں دیکھیں تو وہ فوراً مفتی اعظم کی طرف بڑھا اور ان سے کہا کہ آپ مجھے مذہب اسلام کا درس دیجیے اور یوں اسی موقع پر مفتی اعظم کے ہاتھوں وہ اسلام لے آیا۔

عام پبلک کے دیدار کے لیے جب چہرہ مبارک پر سے کفن ہٹایا جارہا تھا تو اس وقت عراق کی فوج نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو توپوں کی سلامی پیش کی، جس وقت جنازے کو کاندھا دے کر نئے مزارات کی طرف لے جایا جارہا تھا اس وقت عراقی فضائیہ فضاء میں غوطے لگا لگا کر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سلامی پیش کر رہی تھی اور مجمع پر منوں ٹنوں کے حساب سے گلاب کے پھول برسا رہی تھی، مزارات کی منتقلی کا سفر مجمع کی وجہ سے ۴ گھنٹہ میں طے ہوا جب یہ جنازے نئے مزارات کے قریب حضرت سلیمان فارسی کے مزار کے پاس پہنچے تو عراقی بحریہ، فضائیہ اور بری افواج نے گارڈ آف آنر پیش کیا اور کاندھا دینے والے سربراہان مملکت، وزراء علماء پر پھول برسائے۔

جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نئے مزارات میں منتقل کیا جارہا تھا، فضا اللہ اکبر کے واشگاف نعروں، فوجی بنڈوں اور توپوں کی گھن گرج سے گونج رہی تھی۔

۱۳۰۰ سال کے بعد قبروں کے منتقلی کے اس واقعہ کو دیکھ کر وہاں موجود ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے مذہب اسلام قبول کرلیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی:

یہ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے میں سعودی عرب میں بردیدہ کے مقام پر بطور فزیشن کام کررہا تھا، جمعہ کے روز زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا، وہاں اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے پاس قیام کیا، ڈاکٹر صاحب بیمار تھے اور کافی مریض ان کا انتظار کر رہے تھے، ڈاکٹر صاحب نے مجھے مریض دیکھنے کے لیے کہا۔

چناں چہ میں نے مریضوں کو دیکھ کر فارغ کر دیا، ان میں سے ایک بوڑھا بدو مجھے احد پہاڑ کے پاس مریض دکھانے کے لیے لے گیا، شہداء اُحد کے قبرستان کے قریب ہی خیمہ میں مریض پڑا ہوا تھا، میں نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا، اس کے بعد وہ شخص مجھے حضرت حمزہ کی قبر مبارک پر لے گیا اور بتایا کہ آج سے پچاس سال پہلے حضرت حمزہ کی قبر نیچے وادی میں تھی ایک دفعہ زبردست بارش ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر زیر آب آگئی، شریف مکہ جو ان دنوں حجاز کے حکمران تھے۔ خواب میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شریف مکہ کو کہا کہ مجھے بارش کا پانی

تنگ کر رہا ہے، اس کا بندوبست کرو، شریف مکہ نے علماء کو بلا کر ان سے مشورہ کیا جب قبر کو کھودا گیا تو واقعی اس میں پانی رس رہا تھا چناں چہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کو اونچی جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔

بوڑھے بدو نے بتایا کہ قبر کھودنے والوں میں وہ بھی شامل تھا، کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب غلطی سے نعش کے ٹخنے پر جا لگی یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ وہاں تازہ خون جاری ہو گیا، چناں چہ اس جگہ پر پٹی باندھی گئی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسم کے نچلے حصہ پر کفن موجود ہے، زخموں سے تازہ خون رس رہا ہے آنکھ نکلی ہوئی ہے اور کان کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ چاک ہے وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور اسی حالت میں ان کو پرانی قبر سے نکال کر اونچی جگہ پر دوبارہ دفن کیا گیا۔

یہ سارا ماجرہ بدو نے مجھے اس لیے سنایا کہ تاکہ ہمیں مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین آجائے اگر مرنے کے بعد کوئی زندگی نہ ہوتی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو شہید ہوئے چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس طرح زمین میں محفوظ نہ ہوتے۔

شہداء احد کی عجیب وغریب کیفیت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب میدان احد میں زیر زمین نہر کھودی گئی تو۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر اور عمرو جموح کی نعش بالکل سلامت اسی طرح نکلی کہ زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ وہاں جا کر چپک گیا۔

(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ نہر کھودنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ اپنے اپنے شہداء کو یہاں سے ہٹالیا جائے تو جن لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو کھود کر وہاں سے نکالا وہ سارے کے سارے ایسے تھے جیسا کہ ابھی ابھی غسل دیا گیا ہو، ان کے بدنوں سے پانی نچڑ رہا

تھا، ایک شہید کے پاؤں پر غلطی سے کدال لگ گئی تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا، (المصعف جزء:۳، ص:۵۳۷۔ وفاءالوفاء:۲، ص:۱۱۷)

ان واقعات کے بعد ابو سعید نے فرمایا کہ اب کوئی منکر حیات شہداء سے انکار نہ کر سکے گا۔

(۳) مشہور محدث، مفسر، مورخ اسلام علامہ ابن الجوزی نے اپنی مقبول اور مشہور ترین کتاب المنتظم میں کئی نادر واقعات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے صرف دو درج کئے جاتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے جسم تروتازہ تھے:

چند سال قبل مسجد نبوی کی جنت البقیع کی طرف جب توسیع کی گئی تو راستے میں چند صحابہ کی قبریں موجود تھیں ۱۹۶۸ء میں جب میں مدینہ منورہ گیا تو ان حضرات کی قبروں کو دیکھا اور صدیوں پرانی کچی دیواروں کے نشانات بھی موجود تھے مسجد نبوی کے توسیع کے مراحل میں ان قبروں کو کھولا گیا۔ اور ان صحابہ کرام کو جنت البقیع میں منتقل کیا گیا جس کی تفصیل اس سال نوائے وقت نے بھی دی۔

حج کا زمانہ تھا جب ان اصحاب کی قبروں کو کھولا گیا اور یہ عمل رات کے وقت کیا گیا تاکہ لوگوں کو کم سے کم پتہ چل سکے میرے چند عزیز ان دنوں میں حج پر گئے ہوئے تھے انہوں نے ان اصحاب رسول کی زیارت کی۔

جب ان کے جسموں کو نکالا گیا تو ویسے ہی تروتازہ تھے کیڑے مکوڑے کا نام تک نہ تھا۔ کافی لوگوں نے ان پاک جسدوں کی زیارت کی اور تابعین میں اپنے آپ کو شمار کرالیا۔

باب نمبر:۱۴

قادیانیوں کا عبرت ناک انجام کے واقعات

مرزا قادیانی کا انجام:

قانون قدرت ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کے راستہ پر چلتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں ایک چھوٹی سے رکاوٹ رکھ دیتی ہے۔ اگر وہ اسے پھلانگ کر نکل جائے تو پھر اس سے بڑی رکاوٹ رکھ دی جاتی ہے۔ اگر وہ اسے بھی روندتا ہوا نکل جائے تو رکاوٹ اور بڑی کر دی جاتی ہے۔ گر شاہراہ معصیت کا مسافر قدرت کی رکھی ہوئی چھوٹی بڑی رکاوٹوں کو توڑتا، روندتا نکل جائے تو پھر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی جب جھوٹی نبوت کے لیے دعوے بازی شروع کرتا ہے تو قدرت اس کے راستے میں سینکڑوں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہے لیکن وہ کلہ توڑ کر بھاگنے والی بھینس کی طرح شاہراہ کفر وارتداد پر سرپٹ بھاگتا ہی گیا اور ان ساری رکاوٹوں کو توڑتا ہوا جہنم میں جا گرا۔

مرزا قادیانی کو انتہائی خوفناک ہیضہ ہوا۔ منہ اور مقعد دونوں راستوں سے غلاظت بہنے لگی۔ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ رفع حاجت کے لیے لیٹرین تک جا سکے، اس لیے چارپائی کی پاس ہی غلاظت کے ڈھیر لگ گئے۔ مسلسل پاخانوں اور اُلٹیوں نے اس قدر نچوڑ کر رکھ دیا کہ اپنی ہی غلاظت پر منہ کے بل گرا اور زندگی کی بازی ہار گیا۔ کائنات میں شاید ہی کسی کو ایسی ہولناک اور عبرت ناک موت آئی ہو۔ تدفین تک منہ سے غلاظت بہتی رہی جسے بڑی کوشش کے باوجود بند نہ کیا جا سکا۔ جس تابوت میں مرزے کا جنازہ لاہور سے قادیاں گیا، اس تابوت اور تابوت میں پڑے بھوسے (توڑی) کو حکومت نے آگ لگوا کر خاکستر کرا دیا تا کہ اس تابوت سے علاقہ میں کوئی بیماری نہ پھیل جائے۔

حکیم نورالدین کا انجام:

سب سے پہلے جس خبیث الفطرت انسان نے مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کیا اور

اس کے ہاتھ پر بیعت کی، وہ حکیم نورالدین تھا۔ قادیانی جماعت میں مرزا قادیانی کے بعد اس کا مقام ہے۔ مرزا قادیانی کی موت کے بعد وہ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پہلا خلیفہ کہلایا۔ قادیانی اسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے برابر قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

ساری زندگی سائے کی طرح مرزا قادیانی کے ساتھ رہا اور بناسپتی نبوت کی منصوبہ سازی میں پیش پیش رہا۔ ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جارہا تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پہ پٹخا، جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ زخم ٹھیک نہ ہوا اور بگڑ کر بے کار ہوگئی۔ اسی حالت میں اس کی بیوی کسی کے ساتھ فرار ہوگئی۔ جوان بیٹے کو بشیرالدین نے قتل کرادیا اور اسی قاتل نے خلافت حاصل کرنے کے لیے اس کی بیٹی سے شادی رچائی۔ مرزا بشیر الدین نے باقی بیٹوں کو دھکے دے کر جماعت سے نکال دیا۔ آخری وقت میں زبان بند ہوگئی اور چہرہ مسخ ہوگیا۔ اسی حالت میں ختم نبوت کا غدار اس جہان فانی سے اپنی بقایا سزا پانے کے لیے اس دار باقی میں پہنچ گیا۔

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ کی قادیانیت سے توبہ:

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ کالج میں پڑھتے تھے کہ تحریک خلافت چلی۔ کالج کو خیرباد کہہ کر تحریک خلافت میں شامل ہوگئے۔ خلافت کمیٹی بٹالہ کے زیر ہدایت گورداسپور ضلع بھر میں خوب تحریک کا کام کیا۔ بالآخر گورداس پور کی عدالت میں تقریریں کرنے پر مقدمہ چلا۔ ایک سال کی سزا ملی، جو گورداس پور کی جیل میں کاٹی پھر جب رہا ہوئے تو آریہ سماج اور شدھی کی تحریک کے مقابلہ پر کام کرنے کا عزم کیا۔ مرزائیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ مرزائیوں کی نام نہاد تبلیغی اسلام کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ ان کی بیعت کی۔ انجمن کے کالج میں داخل ہوگئے۔ سنسکرت، وید وغیرہ بھی اسی دوران میں پڑھے۔ سیکریٹری احمدیہ ایسوسی ایشن ایڈیٹر ''پیغام صلح'' لاہور وغیرہ کے اہم عہدوں پر فائز ہوئے اور آٹھ سال تک لاہور میں مرزائیوں کے مبلغ کی حیثیت سے مرزائی عقائد کی تبلیغ کرتے رہے۔ بالآخر ترک مرزائیت کرنے پر خود لکھتے ہیں۔

''اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ ۱۹۳۱ء کے وسط میں چند

خواب دیکھے، جن میں مرزا قادیانی کی نہایت گھناؤنی شکل دکھائی دی اور اسے بری حالت میں دیکھا۔ آخر کار ان خوابوں سے متاثر ہو کر فیصلہ کیا کہ خداوند کریم کو حاضر و ناظر سمجھ کر، محبت و عداوت کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی مشہور تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے۔ خالی الذہن ہو کر جوں جوں مطالعہ کرتا گیا، مرزا کی صداقت مشتبہ ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔''

ان خوابوں کی تفصیل مولانا عبدالرحیم اشعر کی زبانی سنئے جو حضرت موصوف کے نامور شاگرد اور رفیق سفر اور مجلس کے مناظر اسلام ہیں۔ حضرت مولانا لال حسین اختر استاذی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خواب میں میں نے دیکھا کہ: ''ایک رسی ہے، جس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں اور دوسرا مرزا قادیانی کی ہاتھ میں ہے۔ وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اور انہوں نے کوئی چیز مار کر درمیان سے رسی کاٹ ڈالی۔ یک دم دھڑام ہوا، میں گھبرایا تو بزرگ نے کہا کہ وہ دیکھو مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو آگ کے الاؤ میں مرزا قادیانی جل رہا تھا۔ اور اس کی شکل خنزیر کی سی تھی۔''

دوسری دفعہ خواب میں دیکھا کہ: ''جہنم میں مرزا قادیانی خنزیر کی شکل میں رسیوں سے جکڑا ہوا جل رہا ہے۔ میں ڈر گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ یہ شخص مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے سب اسی طرح جلیں گے۔ تم بچ جاؤ۔ چناں چہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء کو مرزائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔''

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمہ اللہ کا کشف:

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور مرزا قادیانی کو قبر میں باؤلے کتے کی شکل میں دیکھا کہ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور وہ انتہائی خوفناک آوازیں نکال رہا ہے۔ بڑی پھرتی سے گھوم گھوم کر منہ سے دُم پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ غصہ میں آکر کبھی اپنی ٹانگوں کو کاٹتا ہے اور کبھی سر زمین پر پٹختا ہے۔ اللہ تعالیٰ

اس لعین کے عذاب میں مزید اضافہ فرمائے۔آمین

عبدالکریم قادیانی کا انجام:

جسم کا موٹا، قد کا چھوٹا، نیت کا کھوٹا، مرزا قادیانی کے استنجے کا لوٹا۔ ایک آنکھ نہیں تھی، ایک کان نہیں تھا، ایک بازو نہیں تھا، بے ڈھبے چہرے پر چیچک کے داغ تھے، سر کے ایک طرف کے بال کچھ یوں اڑے ہوئے جیسے جل گئے ہوں، ایک پاؤں کی ہڈی تھوڑی سی ٹیڑھی، نیم وا آنکھیں جنہیں دیکھ کے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے، پیٹ اس انداز سے پھولا ہوا جیسے بکرے کو اپھارا ہو جائے۔ اگر یہ نقوش اور خدوخال کسی مصور کو دے دیئے جائیں تو جو لاجواب تصویر بنے گی وہ عبدالکریم قادیانی کی ہوگی۔ مرزا قادیانی کے عبادت خانے کا امام تھا۔ اس کے شکل اور وجود کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی کے جسم سے نکلنے والی لعنتی شعاعوں کو سب سے زیادہ اس نے اپنے وجود میں جذب کیا ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ حکیم نورالدین مرتد کی ارتدادی تبلیغ سے مرتد ہوا اور حکیم نورالدین مرتد اس کے ایمان کا قاتل ٹھہرا۔ بڑا جوشیلا مقرر تھا۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو منہ سے جھاگ اور تھوک کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ جس سے قریبی سامعین خوب مستفید ہوتے۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو اپنے "باقی ماندہ" اعضاء کو یوں حرکت دیتا کہ ابھی اڑ کر سامنے والی دیوار پر جا بیٹھے گا۔ مرزا قادیانی پہ یوں فدا تھا جیسے شیطان مرزے پر فدا تھا۔ اپنے نام نہاد جمعہ کے خطبہ میں مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول کہتا (معاذ اللہ) اور دجل وفریب کی کالی اور زہریلی زبان سے قرآن و حدیث سے اس کی نبوت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کرتا۔ ایک دن عبدالکریم قادیانی کے جسم پر ایک پھوڑا نمودار ہوا۔ بڑا علاج معالجہ کرایا گیا لیکن پھوڑا مرزا قادیانی کی زبان کی طرف بڑھتا ہی گیا اور آخر اس کا پورا وجود پھوڑا بن گیا۔ ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر کے بدن کو کاٹ کاٹ کے رکھ دیا۔ مرتد عبدالکریم اور مرزا قادیانی ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ اوپر کی منزل پر مرتد عبدالکریم اور نیچے کی منزل میں مرزا قادیانی۔ درد کی شدت سے مرتد عبدالکریم ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چیخیں مارتا جس سے سارا مکان ہل جاتا۔ اس کا کٹا پھٹا اور چیرا پھاڑا وجود تڑپ تڑپ کر چارپائی سے نیچے گرتا جسے

پھر چارپائی پر رکھ دیا جاتا۔ وہ چیخ چیخ کر مرزا قادیانی کو ملنے کے لیے آوازیں دیتا۔ لوگ مرزا قادیانی سے کہتے کہ تم اس سے مل لو، وہ تمہاری یاد میں روتا ہے۔ مکار مرزا جواب دیتا کہ مجھے اس کی تکلیف کا انتہائی دکھ ہے اور میرا دل اسے ملنے کے لیے تڑپتا ہے لیکن میں اسے نہیں مل سکتا کیوں کہ میں ایک کمزور دل کا آدمی ہوں اور مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جائے گی۔ درحقیقت مرزا اس سے ملنے صرف اس لیے نہیں جاتا تھا۔ کہ کہیں اس کے قریب جانے سے یہ مہلک بیماری اسے بھی نہ لگ جائے۔ جب مرتد عبدالکریم کی چیخوں کی صدائیں زیادہ ہولناک ہوئیں تو مرزا قادیانی نے اپنا رہائشی کمرہ بدل کر اس کمرے میں رہائش اختیار کر لی جہاں چیخوں کی آواز کم آتی تھی۔ مرتد عبدالکریم مرزا قادیانی کو ملاقات کے لیے پکارتا رہا لیکن مرزا قادیانی اسے ملنے نہ آیا۔ آخر یہی حسرت دل میں لیے وہ تڑپتا تڑپتا جہنم واصل ہوگیا۔ مرزا قادیانی مرے ہوئے عبدالکریم کا چہرہ بھی ڈر کے مارے دیکھنے نہ گیا۔ مرتد عبدالکریم کا جنازہ میدان میں پڑا ہے۔ مرزا قادیانی وہاں آتا ہے۔ مرزے کا ایک مرید کفن سے عبدالکریم کا منہ نکال کر مرزے کو کہتا ہے کہ حضرت صاحب چہرہ دیکھ لیں۔ عیار مرزا قادیانی رونے والی صورت بنا کر کہتا ہے کہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ آخر جھوٹے نبی کا جھوٹا صحابی، جھوٹی مسجد کا جھوٹا امام، جھوٹے بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ مرتد عبدالکریم وہ پہلا مردہ تھا جو سب سے پہلے قادیانی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔ یعنی قادیانی بہشتی مقبرہ کا ''بہترین افتتاح'' اس ''بہترین مردہ'' سے کیا گیا۔

پھگلہ میں مباہلہ اور مرزائیوں کا انجام:

آپ مانسہرہ سے اگر بالاکوٹ کی طرف جائیں گے تو ''عطر شیشہ'' کے قریب ایک گاؤں پھگلہ نامی ہے جس میں اکثر آبادی سادات کی ہے۔ اس قصبہ میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کر دی لیکن علماء کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبان و سنان سے جہاد کیا۔ خدا کی شان ہے اس علاقہ میں علماء حق، علماء دیوبند کثیر تعداد میں رہتے تھے۔ خاص کر پھگلہ میں بھی مولانا قاضی عبداللطیف فاضل دیوبند سے اکثر و بیشتر

مرزائیوں کا بحث مباحثہ چلتا رہتا تھا۔ شدہ شدہ معاملہ مباہلے تک جا پہنچا۔ طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لے لیے جائیں مسلمانوں کی جانب سے تین علماء کرام تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب، فاضل دیو بند، امام مسجد سندھیار۔
۲۔ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب، فاضل دیو بند، امام مسجد عطرشیشہ۔
۳۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، فاضل دیو بند، امام مسجد بھگلہ۔

مرزائیوں کی جانب سے۔ ۱۔ عبدالرحیم شاہ۔ ۲۔ غلام حیدر۔ ۳۔ عبدالرحیم عرف کھیم، چنے گئے۔

یہ تاریخی مباہلہ ۲۶ رفروری ۱۹۷۳ء بروز جمعہ کو طے پایا اور ارد گرد کے مضافات میں بھی اطلاعات بھیج دی گئیں۔ عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لیے امنڈ آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقہ کا مشہور ترین مزار تھا جو ''غازی بابا'' کے نام سے مشہور ہے۔ مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب نے مباہلہ کی حقیقت بیان کی اور غرض و غایت سے عوام کو روشناس کرایا۔ نیز قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی کی ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، جب کہ مرزائی مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں جب کہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰؑ کی جگہ ''مسیح'' بن کر آیا ہے۔ ہم اس لیے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی، آہ و زاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے، خداوند قدوس اس پر ہلاکت کی صورت میں (ایک سال کے اندر اندر) عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے۔

چناں چہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کر دی اور بیس منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمع سے آمین آمین کی آوازیں آتی رہیں۔ دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا۔ ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم، جو دکاندار تھا۔ اور مباہلہ میں شریک تھا، اسی دعا کی دوران کہنے لگا کہ میں تو دعا کرتا ہوں کہ

خداوند قدوس، جو ہم میں جھوٹا ہے، اس کو پاگل کر دے تاکہ دیکھے سچا کون ہے؟ اور جھوٹا کون ہے؟ اور دوسروں کو بھی عبرت ہو۔

راقم الحروف سے حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا کہ مباہلہ سے قبل میں نے عبدالرحیم شاہ قادیانی سے، جو وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا، کہا کہ آؤ تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ جو چیڑ کے بلند و بالا درخت ہیں، ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر سے چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ نیچے گرتے ہی مر جائے گا۔ لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ نہیں، ہم مباہلہ ہی کریں گے۔

اب سنئے! مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی اور ان کا انجام کیا ہوا، عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ خدا جھوٹے کو پاگل کر دے۔ ایک ماہ کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور اول فول بکنے لگا۔ قریب ''جابہ'' نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا۔ وہ وہاں بغیر اجازت داخل ہوا اور شور شرابا شروع کر دیا۔ انگریز کمانڈر تھا۔ اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور کافی دنوں تک جیل میں رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ٹھیک ایک مہینہ کے بعد جمعہ کے دن ۲۶ر مارچ ۱۹۷۳ء کو بالکل معمولی سی بات پر جہنم واصل کر دیا۔ غلام حیدر کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ چناں چہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانہ کے بری کر دیا اور اس کے وہ بھتیجے تاحال زندہ ہیں۔ راقم الحروف نے بالمشافہ ان سے بات بھی کی ہے۔ انہوں نے یہی کچھ بتایا ہے۔ راقم سے حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا، بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی۔

تیسرے قادیانی عبدالرحیم شاہ کو ۱۹۷۴ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرہ میں نہ جا سکتے تھے۔ کمرے میں داخل ہونے سے ہی بدبو آتی تھی۔ بالآخر کافی مدت ایسی کیفیت میں رہنے

کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

مباہلین علماء میں سے صرف مولانا کریم عبداللہ صاحب مدظلہ بقید حیات ہیں۔ بقیہ دو حضرات کچھ عرصہ قبل اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں نے یہ روداد مولانا کریم عبداللہ صاحب سے سن کر قلم بند کی ہے۔

(مولانا منظور احمد شاہ آسی۔ تذکرہ مجاہدین ختم نبوت ص ۳۰۷ تا ۳۱۰)

جنازہ اور مکھیاں:

میرے ایک دوست محمد صفدر بھٹی کے تایا ایک قادیانی مربی کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے قادیانیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔ قادیانی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک رات وہ مرزا قادیانی کی ایک کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ اسی رات انہیں خواب آیا کہ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے اور وہ ایک سنسان جنگل میں کھڑے ہیں کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ان کے بالکل قریب سے ایک جنازہ گزر رہا ہے۔ جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں جنہوں نے چار پائی کے ایک ایک پائے کو اٹھا رکھا ہے۔ چاروں آدمی چہروں پر سیاہ نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ میت پر کوئی چادر نہیں۔ لاکھوں مکھیاں میت پر بھنبھنا رہی ہیں۔ میت سے انتہائی غلیظ مادہ ٹپک رہا ہے، جس سے ناقابل برداشت بُو اٹھ رہی ہے۔ انہوں نے بڑی ہمت سے جنازہ اٹھائے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ جا رہا ہے؟ اس شخص نے بڑے ترش لہجے میں جواب دیا کہ یہ مرزا قادیانی کا جنازہ ہے۔ صفدر بھٹی صاحب کہتے ہیں کہ صبح اٹھتے ہی تایا جی زار و قطار رونے لگے۔ سارے گھر والے یکدم اکٹھے ہو گئے۔ تایا جی کو سنبھالا اور ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کانپتے کانپتے سارا خواب سنایا۔ پھر تایا جی نے سارے اہل خانہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں تائب ہو گیا ہوں اور مرزا قادیانی دجال پہ کروڑوں لعنتیں بھیجتا ہوں۔

کتے خواب میں:

مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی مرحوم پہلے قادیانی تھے، بعد میں اللہ کے فضل سے مسلمان

ہو گئے۔ مولانا مرحوم اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔

''ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان میں مرزا قادیانی کے گھر سے چوک کی طرف آ رہا ہوں۔ چوک میں میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک دائرے کی صورت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ گویا کسی مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ ان لوگوں کے درمیان میں کچھ لوگ کھڑے ہیں، جن کے دھڑ تو انسانوں جیسے ہیں لیکن منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چیخ چیخ کر رو رہے ہیں۔ مجمع کے تمام لوگ انہیں بڑی حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کا کاندھا ہلا کر اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ مرزا قادیانی کے مرید ہیں۔ پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ خوف کے مارے میرا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا۔''

قبر پھٹ گئی:

ڈیرہ غازی خان کے قصبہ اللہ آباد میں ایک منہ پھٹ اور انتہائی بدزبان قادیانی ماسٹر رہتا تھا۔ اس شاطر کو جہاں موقع ملتا، وہ قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور ختم نبوت کے بارے میں بک بک کرتا۔ آخر ایک دن وہ اسی طرح بک بک کرتا مر گیا۔ قادیانیوں نے اسے مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کا خفیہ پروگرام بنایا۔ لیکن کسی ذریعہ سے یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی اور مسلمانون نے اپنے قبرستان میں اس ملعون کی تدفین نہ ہونے کا بندوبست کر لیا اور علاقہ پولیس کو بھی اطلاع کر دی۔ قادیانی خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے مجبوراً اُس کو اس کی اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد قبر میں زبردست آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک مقامی لوگ دیکھتے رہے۔ آخر قبر پھٹ گئی اور وہاں ایک بہت بڑا گڑھا بن گیا۔ لوگ دور دور سے اس عبرت گاہ کو دیکھنے آتے۔ قادیانیوں نے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر پتھروں سے اس گڑھے کو بھروا دیا اور اس کے

اوپر قبر کا پختہ چبوترہ قائم کر دیا لیکن بدبختوں نے اس ہولناک واقعہ سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔

دیکھو گے برا حال محمد کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے چاند پہ تھوکا

جرمنی میں پاکستان سے گئی ہوئی ایک تبلیغی جماعت اپنے تبلیغی گشت میں مصروف تھی۔ شام ہونے کو تھی۔ جماعت نے مغرب کی نماز راستے میں آنے والی ایک مسجد میں پڑھی اور رات وہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد کے امام سے جماعت کی گفتگو ہوئی اور امام مسجد سے وقت کا مطالبہ کیا۔ امام مسجد نے جماعت کے ساتھ تین دن چلنے کا وعدہ کیا۔ صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ مذکورہ مسجد تو قادیانی عبادت گاہ ہے اور امام مسجد اس علاقے کی قادیانی جماعت کا سربراہ ہے۔ جب امام مسجد کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے جماعت کے امیر سے کہا کہ اگرچہ میں قادیانی ہوں لیکن میں دین کی باتیں سیکھنے کے لیے آپ کے ساتھ چلوں گا۔ چناں چہ وہ جماعت کے ساتھ تین دن کے لیے اسی وقت روانہ ہو گیا۔ اسے گھر سے نکلے یہ پہلی رات تھی کہ اسے خواب آیا۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ فاصلے پر ایک خنزیر زنجیر سے بندھا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قادیانی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

''تم اس خنزیر کے پاس تو جاتے ہو، ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟''

خواب نے اسے ہلا کر رکھ دیا لیکن اس نے کسی سے ذکر نہ کیا۔ اگلی رات سویا تو پھر یہی خواب دیکھا لیکن اس نے خواب کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کی۔ تیسری رات اس نے پھر خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے غصہ ور ناراضگی سے کہہ رہے ہیں۔

''تم خنزیر کے پاس تو جاتے ہو لیکن ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟''

رات بھر وہ چین سے سو نہ سکا۔ صبح ہوئی تو وہ سر جھکائے جماعت کے امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ماتھے پہ ندامت کا پسینہ تھا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ وہ امیر صاحب سے کہنے لگا۔

''امیر صاحب! مجھے کلمہ پڑھائیے اور مسلمان کیجیے۔''

امیر صاحب خوشی سے اچھل پڑے اور اس سے پوچھا کہ اسے اس بات کی توفیق کیسے ہوئی۔ جواباً اس نے اپنا خواب سنایا۔ سب پہ کیف و مستی کی کیفیت طاری ہوگئی اور مبارک مبارک کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ وہ نومسلم ہاتھ باندھ کے جماعت کے امیر سے درخواست کرنے لگا کہ میں اپنے گھر میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ امیر صاحب نے ساتھیوں سے مشورہ کے بعد اس کے دلجوئی کے لیے دعوت قبول کرلی۔ جب جماعت اس کے گھر پہنچی تو انہیں سخت حیرانی ہوئی کہ اس کا بہت بڑا ڈرائنگ روم قادیانیوں سے بھرا ہوا تھا۔ نومسلم، جماعت کے امیر سے کہنے لگا۔

''میں نے اپنا مبارک خواب ان سب کو سنایا تھا اور اب یہ سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔''

تبلیغی جماعت اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی اور ہر سابق قادیانی بھی اسلام قبول کر کے اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔

نوٹ: راقم کو یہ واقعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبداللطیف ایثار صاحب نے سنایا اور انہیں یہ واقعہ مسلم کالونی ربوہ کی مسجد میں ٹھہری ہوئی تبلیغی جماعت کے ایک شخص سے سنا، جو جرمنی گئی ہوئی جماعت میں شامل تھا۔

مردے کا منہ قبلہ سے پھر گیا:

آدھی کوٹ ضلع خوشاب کے نزدیک امام الدین نامی ایک قادیانی رہتا تھا۔ جب ۱۹۷۴ء کی طوفانی تحریک ختم نبوت اٹھی تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کو دیکھتے ہوئے امام الدین قادیانی نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ مسلمانوں نے اس کے اسلام قبول کرنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ امام الدین مساجد میں نماز پڑھنے لگا۔

مسلمانوں کی شادی غمی میں شرکت کرنے لگا۔ لیکن وہ منافق اندر ہی اندر قادیانیوں سے رابطے رکھتا اور انہیں مسلمانوں کی ساری خبروں سے آگاہ کرتا۔ لیکن مسلمانوں کو اس جاسوس کا پتہ نہ چلتا۔ ایک دن امام الدین قادیانی بیمار ہوا اور چل بسا۔ مسلمانوں نے اسے غسل دیا، کفن پہنایا، نماز جنازہ پڑھائی، لحد تک ساتھ گئے۔ جب اسے قبر میں لٹایا گیا تو ایک مولوی صاحب قبر میں اترے اور انہوں نے اس کا چہرہ مخالف سمت سے قبلہ رخ کر دیا۔ ایک زور دار جھٹکا لگا اور مردے کا منہ دوسری طرف ہو گیا۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ شاید میرا پاؤں لگ گیا ہے۔ انہوں نے دوبارہ اس کا منہ قبلہ رخ کیا لیکن پھر ایک جھٹکا لگا اور منہ دوسری طرف ہو گیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں جب تیسری دفعہ بھی اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے ہٹ گیا تو میرے دل میں یہ القاء ہو گیا کہ یہ شخص قادیانی ہے اور اس نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا ڈرامہ رچایا تھا۔

مرقد کی وحشت بتا رہی ہے
مد فکر ہے یہ کسی گستاخ رسول کا

کالا ناگ:

دلیوالہ بھکر کے عمر الدین ساقی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک قادیانی آیا اور مجھے قادیانیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ مرزا قادیانی کو نبی اور قادیانیت کو مذہب حق ثابت کرنے لگا۔ میں اپنی علمی بساط کے مطابق اسے جواب دیتا رہا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے بحث کرنے کے بعد وہ چلا گیا۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر مولانا محمد نواز صاحب سے کیا۔ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ مجھے قادیانیوں کے کفریہ عقائد کے متعلق بتایا اور مرزا قادیانی و مذہب قادیانیت کی سیاہ تاریخ سے آگاہ کیا۔ اس واقعہ کو تقریباً ایک ہفتہ گزرا تھا کہ ایک دن میرے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی ملعون قادیانی کھڑا ہے اس کے ہاتھوں میں قادیانی کتابوں کا ایک بنڈل تھا۔ اس نے کتابیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرو، تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ان کتابوں کو اپنے گھر نہیں رکھ سکتا اگر میری بیوی یا میرے والدین کو ان کی بابت پتہ چل گیا تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے اور پورا خاندان میرا

بائیکاٹ کردے گا۔اس پر وہ مجھے کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو۔میری جوان بھتیجی ہے۔میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کردوں گا اور میں اپنی زمین بھی تیرے نام کردوں گا۔میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ بے غیرت تو زن اور زر کے عوض میرا ایمان خریدنا چاہتا ہے۔میری نظروں سے دور ہوجا۔میرا گرجتا جواب سن کر وہ منہ میں بڑبڑاتا ہوا دفع ہوگیا۔اسی رات مجھے خواب آیا کہ ایک بہت بڑا کالا ناگ میرے پیچھے بھاگ رہا ہے۔میں جس طرف بھاگتا ہوں، وہ بڑی سرعت کے ساتھ میرے پیچھے بھاگتا ہے۔بھاگ بھاگ کر میرا سانس پھول جاتا ہے اور میں پسینے میں شرابور ہوجاتا ہوں۔اچانک میری نظر مولانا محمد نواز پر پڑتی ہے۔میں لپک کران تک پہنچ جاتا ہوں اور ان سے لپٹ کران سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ناگ سے بچائیں۔اس افراتفری میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔دیکھا تو پسینے میں نہایا ہوا تھا۔دل اتنی تیزی سے دھک دھک کررہا تھا گویا سینے سے ابھی باہر نکلا۔حواس درست ہونے پر میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے قادیانی کو پیغام بھجوایا کہ اگر آئندہ مجھ سے ملاقات کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔یوں ایک خواب کے ذریعے اللہ پاک نے میری رہنمائی فرمائی۔

توکل شاہ سے دعا کی درخواست:

مولوی محبوب عالم صحیفہ محبوب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواجہ توکل شاہ انبالوی سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قادیانی کو برا جانتا ہوں۔آپ کے نزدیک وہ شخص کیسا ہے؟ان دنوں مرزا کا دعویٰ مجددیت اور مہدویت سے متجاوز نہ ہوا تھا۔خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ گویا کوتوال کی حیثیت سے شہر لاہور کا گشت کررہا ہوں۔ایک مقام پر مرزا غلام احمد کو دیکھا کہ کانٹوں اور گندگی میں پڑا ہے۔میں نے اس کے ہاتھ کو جنبش دی اور ڈانٹ کر کہا تیرے پاس مجددیت اور مہدویت کا کیا ثبوت ہے؟ وہ سخت اداس اور غمزدہ دکھائی دیتا تھا۔میرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی عمل کیا تھا۔مگر پھر کسی بدپرہیزی کے باعث اس عمل سے گرگیا۔مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ یہ تو میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اس کے اکثر خط خواجہ توکل شاہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، جن کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ ’’حضور میرے حق میں دعا

فرمائیں۔'' خط کے سنتے ہی خواجہ صاحب کے چہرہ پر غصہ کے مارے شکن پڑ جاتے تھے، مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ (''رئیس قادیان'' جلد دوم ص ۸)

شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ:

شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ سے علماء لدھیانہ کی ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے قادیانی کے متعلق استخارہ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار نظر آیا، جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے۔ (فتاویٰ قادریہ)

جب ایک قادیانی کی قبر کھولی گئی:

کوٹ قیصرانی، تحصیل تونسہ، ضلع ڈیرہ غازی خان میں امیر مند نامی قادیانی مر گیا۔ اس مردود کو قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کے صحن میں دفن کر دیا۔ مقامی مسلمان اس حادثہ سے چیخ اٹھے۔ ان غریبوں کی احتجاجی آواز کو بااثر قادیانیوں نے دبانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی پکار پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ان کی مدد کے لیے بجلی کی سرعت سے پہنچی۔

خانقاہ تونسہ کے چشم و چراغ خواجہ مناف صاحب بھی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار سے مسلح ہو کر خم ٹھونک کر میدان سے آ گئے۔ جلوس نکالے گئے، کانفرنسیں ہوئیں اور حکومتی حکام سے مطالبہ کیا کہ قادیانی مردے کو مسجد سے نکالا جائے۔ حکومت نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ لیکن عوام کے طوفانی احتجاج کے سامنے حکومت بے بس ہو گئی اور اسے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔

چوہڑوں کی ذریعے مردود کی قبر کشائی کی گئی۔ جونہی قبر کھلی، بدبو کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس شدت کی بو کہ لوگوں کے سر چکرا گئے اور آنکھوں سے پانی نکل گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ غلیظ اور کٹا پھٹا لاشہ باہر نکلا تو مارے خوف کے چوہڑے بھی کانپ گئے۔ لاش قادیانیوں کے حوالہ کر دی گئی، جنہوں نے چوہڑوں کے ذریعے ہی اسے اپنے گھر کے صحن میں دفن کر دیا۔ لیکن چند دنوں میں گھر میں ایسا تعفن پھیلا کہ گھر

میں رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر قادیانیوں نے تنگ آ کر اسے وہاں سے اکھیڑ کر اپنے کھیتوں میں دفن کر دیا۔

چشم دید گواہ کہتے ہیں کہ جب دوسری مرتبہ قادیانی کی لاش کو نکالا گیا تو اس کی بدبو کئی میل دور تک گئی اور لوگ کئی دنوں تک اس بدبو کو محسوس کرتے رہے۔ اس عبرت ناک واقعہ کو دیکھ کر کئی قادیانی مسلمان ہو گئے، جن میں سے کچھ مردے کے خاندان میں سے بھی تھے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

مرزا قادیانی کو چوہڑے کی شکل میں دیکھا:

مجھ کو ضلع خوشاب کے جناب ظفر اقبال صاحب کہتے ہیں کہ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی ایک قادیانی مبلغ غلام رسول رہتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے قادیانیت کی دعوت دی اور پڑھنے کے لیے قادیانی لٹریچر بھی دیا۔ میری عمر بھی پختہ نہ تھی اور مذہبی تعلیم بھی واجبی سی تھی۔ اس کی وجابی گفتگو سننے اور گمراہ کن لٹریچر پڑھنی کے بعد شیطان نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا کہ کہیں قادیانی جماعت سچی ہی نہ ہو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر لیٹا یہ سوچتے سوچتے سو گیا۔ رات میں میں نے خواب میں مرزا قادیانی کو انتہائی غلیظ اور کریہہ الصورت چوہڑت کی شکل میں دیکھا۔ صبح بیدار ہوا تو زبان پر استغفار کے جملے جاری تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور قادیانی مبلغ کے گھر جا کر اس کا لٹریچر اس کے منہ پر دے مارا۔

ظفر اللہ کا ہولناک انجام:

فتنہ قادیانیت کا پوپ ظفر اللہ بستر مرگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو ہلکی سی نظر دیکھ لیتا ہے۔ کھانے پینے سے عاجز ہے۔ غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے گلوکوز کی بوتلیں چڑھا رکھیں ہیں، لیکن گلوکوز کا پانی پیلے رنگ کا محلول بن کر منہ کے راستے باہر نکل جاتا ہے اور اس پیلے رنگ

کے محلول سے پاخانے جیسی بدبو اٹھ رہی ہے۔ ڈاکٹر ٹشو پیپر سے بار بار اس غلاظت کو صاف کر رہے ہیں، لیکن غلاظت رکنے کا نام نہیں لیتی۔ ظفر اللہ خان بستر پر پیشاب کر رہا ہے، کمرے میں اس شدت کی بُو ہے کہ ٹھہرنا مشکل ہے۔ بدبو اور دیگر حفاظتی تدابیر کو مد نظر رکھتے ہوئے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنے منہ پر ماسک چڑھا رکھے ہیں۔ عام ملاقات پر سخت پابندی ہے کیوں کہ ظفر اللہ کا یہ ہولناک انجام دیکھ کر کوئی بھی قادیانی، قادیانیت سے تائب ہوسکتا ہے۔ اسی حالت میں ظفر اللہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد بھی اس کے منہ سے غلاظت جاری رہتی ہے...... جس سے بچنے کے لیے قادیانی ڈاکٹر اس کو بند کرنے کے لیے گلے میں روئی کا گولہ ٹھونس دیتے ہیں۔ لیکن خدائی عذاب اس گولے سے کہاں رکتا ہے!

روشنی مل گئی:

سرحد کے نامور عالم دین دار العلوم پشاور صدر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کا ایک وفد غلطی سے قادیانیوں کے مرکز اڑے میں چلا گیا۔ قادیانیوں نے جب تبلیغی جماعت کو دیکھا تو انہیں وہاں سے نکال دیا۔ جس پر جماعت کے امیر نے قادیانیوں سے کہا کہ ہم آپ کو بالکل دعوت نہیں دیتے، مگر آپ لوگ ہمیں یہاں صرف تین دن قیام کرنے کی اجازت دیدیں۔ ہم اپنی نمازیں پڑھیں گے اور تمہارے کسی کام میں دخل نہیں دے گے۔ جس پر قادیانیوں نے اجازت دے دی۔

جب تین دن ہوگئے تو جماعت کے امیر نے اللہ کے حضور گڑگڑانا شروع کیا کہ اے اللہ! ہم سے وہ کون سا گناہ ہوگیا کہ ہمیں یہاں بیٹھے تین دن ہو چکے ہیں۔ ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ جماعت میں جانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ ابھی وہ مصروف دعا تھے کہ ایک شخص آیا، جو قادیانی جماعت کا امیر تھا۔ اس نے جب امیر صاحب کو روتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں؟ جناب امیر صاحب نے فرمایا کہ ہم اللہ کے راستے میں اس کے سچے دین کی تبلیغ کے لیے تین دن سے یہاں قیام پذیر ہیں لیکن کوئی ایک شخص بھی ہمارے ساتھ جانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ جس پر اس قادیانی نے کہا کہ یہ تو

معمولی بات ہے۔ میں تین دن کے لیے آپ کے ساتھ جاتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے کہ آپ مجھے کسی قسم کی دعوت نہ دیں گے۔

چناں چہ معاہدہ ہوگیا اور وہ قادیانی ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ تیسری رات اس نے ایک خواب دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو اُس قادیانی نے جماعت کے امیر صاحب سے کہا کہ آپ مجھے کلمہ پڑھائیں اور مسلمان بنائیں۔ جس پر امیر جماعت نے کہا کہ ہم معاہدے کے پابند ہیں، آپ کو کلمہ پڑھنے پر مجبور نہیں کر سکتے، مگر آپ یہ بتائیں کہ یہ تبدیلی کیوں آئی ؟ اس نے کہا کہ میں نے خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے عاشقوں کے ساتھ پھرتے ہو اور اس کتے کو بھی مانتے ہو۔ وہ کتا مرزا قادیانی تھا۔

جس پر امیر جماعت نے اسے کلمہ پڑھایا اور سینے سے لگایا۔ جب اس شخص نے اپنے گاؤں واپس جا کر یہ واقعہ کچھ اور قادیانیوں کو سنایا تو وہ بھی مسلمان ہوئے۔

یہ واقعہ مولانا حسن جان نے حضرت مولانا قاری محمد طیب سے سنا۔

قبر میں زلزلہ:

بھارت کے صوبہ بہار کے حکیم محمد حسین نے خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی کی قبر میں تدفین ہوگئی ہے۔ لوگ مٹی ڈال کر گھروں کو چل رہے ہیں۔ قبر میں سخت اندھیرا اور خوف ہے۔

اللہ کے فرشتے سوال و جواب کے لیے آ پہنچے ہیں۔ مرزا قادیانی سخت گھبرایا ہوا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔ اللہ کے فرشتے اس سے سوال کر رہے ہیں اور جواب میں وہ اول فول بک رہا ہے۔ قبر میں قریب ہی شیطان کھڑا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کو کہہ رہا ہے کہ اے مرزا قادیانی! تو میرا بہترین ساتھی تھا۔ تو نے میرے مشن کے لیے بہت کام کیا۔ شب و روز محنت کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ مجھے تیری موت کا بہت دکھ ہوا لیکن آج اس مشکل میں میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا۔ یہ عذاب تو اب تجھے سہنا ہی پڑے گا۔ یہ کہا اور شیطان غائب ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگیا اور اس کی چیخوں سے قبر میں ایک زلزلہ بپا ہوگیا۔

آتش فشاں ہے زمین ایسی جگہوں سے کہ
جہاں لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے!

مرزا قادیانی کو آتش جہنم میں دیکھا:

جناب جاوید اختر رضوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے گاؤں بھوتہ ضلع گجرات میں ایک قادیانی خاندان رہتا ہے۔ اس خاندان کا ایک نوجوان، جو آنکھوں سے نابینا ہے اور گاؤں والے نابینا ہونے کی وجہ سے اسے حافظ کے نام سے پکارتے ہیں، ایک رات اس نابینا نوجوان کو خواب آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا دادا آتش جہنم میں بری طرح جل بھن رہا ہے اور بری طرح چلا رہا ہے اور اپنے نابینا پوتے کو کہہ رہا ہے کہ میرے بیٹے یعنی اپنے باپ سے کہو کہ قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لو ورنہ تمہارا انجام بھی مجھ جیسا ہوگا۔ اس نے یہ خواب اپنے والد صاحب کو سنایا۔ اسے یہ خواب مسلسل تین دن تک آتا رہا اور وہ اپنے باپ کو سناتا رہا۔ لیکن باپ کسی معبر سے تعبیریں پوچھنے کی باتیں کرتا رہا۔ آخر وہ نابینا نوجوان قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گیا ہے اور اب اللہ کے فضل سے اس نے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا ہے۔ پہلی جس نوجوان کو لوگ نابینا ہونے کی وجہ سے حافظ کہتے ہیں، اب اسے قرآن پاک کا حافظ ہونے کی وجہ سے حافظ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عنایت فرمائے۔ (آمین)

خدا کی مار...... مباہلے میں ہارنے کے بعد قادیانی پاگل ہو گیا:

ملک وال کے علاقہ پنڈ ٹکو کے گورنمنٹ ہائی اسکول کا قادیانی ہیڈ ماسٹر مباہلہ میں ہارنے کے بعد پاگل ہو گیا۔ بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ گونمنٹ ہائی اسکول پنڈ ٹکو کا ہیڈ ماسٹر مبارک احمد باجوہ اسکول میں اساتذہ اور بچوں کو قادیانیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ سٹاف نے اسے کئی دفعہ منع کیا کہ بچوں میں تبلیغ نہ کیا کرے۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس کے اس رویئے پر اسکول کے کلرک ظفر شاہ نے ہیڈ ماسٹر مبارک احمد قادیانی کو مباہلہ کے لیے چیلنج کر دیا۔ ہیڈ ماسٹر نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آخری نبی ہے۔ اس کے بعد ظفر احمد شاہ نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب

العزت کے آخری اور سچے نبی ہیں۔ دونوں نے قرآن پر ہاتھ رکھنے سے پہلے کہا تھا کہ جھوٹے کا انجام خود سامنے آجائے گا۔ قران پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان دینے کے تھوڑی دیر بعد ہی مبارک احمد قادیانی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بچوں کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ فوراً لاہور چلا گیا۔ وہاں سے لنڈا بازار سے کئی پینٹیں اور شرٹیں خریدیں۔ واپس آنے پر ہر پانچ منٹ کے بعد ایک بدل کر دوسری پہن لیتا ہے۔ اس واقعہ سے پہلے اس نے داڑھی رکھی تھی۔ لیکن اب داڑھی اور مونچھیں بالکل صاف کروا دی ہیں۔ ہر وقت یہ لفظ اس کی زبان پر ہوتے ہیں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ یہ کہتے ہی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ مناظرہ کے اگلے روز ڈی ای او سیکنڈری اسکول ملک ملازم حسین نے اسکول میں چھاپہ مار کر اس کی غیر حاضری کی رپورٹ تیار کر کے حکام بالا کو ارسال کر دی ہے۔ ہیڈ ماسٹر کے دو بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی کی حال ہی میں جرمنی شادی ہوئی ہے۔ ہیڈ ماسٹر کو پاگل پن کے مسلسل دورے پڑ رہے ہیں اور ریلوے اسٹیشن پنڈ ٹکو کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ اکثر ٹرینوں میں آتے جاتے لوگ بڑی حیرت زدہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہیں۔ اس وقت یہ ٹرین میں چھپ جاتا ہے اور یہ لفظ دہراتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اب اسکول سے مسلسل غیر حاضر ہے۔ ابھی تک اس ماہ کی تنخواہوں کے لیے اساتذہ کے بلوں پر دستخط بھی نہیں کیے گئے۔ اساتذہ نے حکام بالا سے مطالبہ کیا کہ اس کا طبی معائنہ کروایا جائے۔ اگر وہ واقعی پاگل ہو چکا ہے تو اسے نوکری سے برخواست کر کے نیا ہیڈ ماسٹر تعینات کیا جائے۔ اس واقعہ کے بعد طلباء اساتذہ اور علاقے بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔

باب نمبر:۱۵

سچی توبہ کرنے والوں کے واقعات

اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے جان کوداؤ پر لگادینے والے نوجوان کا واقعہ:

ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ یہ حکایت نقل کرتے ہیں کہ:

بنی اسرائیل میں ایک عابد شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر حسن و جمال بھی بہت دے رکھا تھا وہ اپنے ہاتھ سے زنبیل بناتا اور اسے فروخت کر کے بسر اوقات کرتا تھا۔

ایک دن وہ بادشاہ کے دروازے پر سے گزرا بادشاہ کی بیوی کی خادمہ نے دیکھ لیا۔ جا کہ ملکہ سے کہنے لگی کہ یہاں ایک آدمی ہے کہ ایسا حسین شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، زنبیل فروخت کرتا پھر رہا ہے۔ اسے حکم دیا کہ میرے پاس لے آؤ۔

اسے لایا گیا تو بس دیکھتے ہی لٹو ہوگئی۔ کہنے لگی زنبیلیں پھینک دے اور یہ ہے جس میں کوئی خلاف مرضی کام نہ ہوگا۔ جب تم وہاں جاؤ تو میری دونوں بیبیوں سے سلام کہہ دینا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہاں آپ کی دو بیبیاں مجھ سے پہلے کون سی پہنچ گئیں؟ فرمایا کہ ایک آسیہ امراۃ فرعون، دوسری مریم رضی اللہ عنہا والدہ عیسیٰ علیہ السلام، خدا نے ان سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ضرور کہہ دوں گی ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام۔ (تفسیر ابن کثیر)

بار بار توبہ کا ایک واقعہ:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو توبہ کر کے توڑ دیتا تھا! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ وہ آئندہ توبہ کر کے نہ توڑے ورنہ میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا اور اسے سخت عذاب دوں گا۔ یہ پیغام سن کر وہ شخص چند روز تو اپنی عادت کے خلاف صبر سے رہا لیکن پھر توبہ سے گیا اور نافرمانی

پر اتر آیا اس پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے پھر وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نافرمان بندے ناراض ہے۔

موسیٰ علیہ السلام سے یہ پیغام سن کر وہ اللہ کا عاصی بندہ جنگل کی طرف نکل گیا۔ اور تنہائی میں یوں اللہ عزوجل سے مخاطب ہوا۔ ''اے پروردگار! تو نے موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے یہ پیغام بھیجا ہے۔ کیا تیرے بخشش کے خزانے ختم ہو گئے یا میری نافرمانی سے تجھے کوئی نقصان پہنچا ہے کیا تو اپنے بندوں پر بخل سے کام لیتا ہے کیا کوئی گناہ تیرے عفو و کرم سے بڑا ہے۔ جب عفو و کرم تیری ہی صفت ہے۔ پھر تو مجھے نہیں بخشے گا۔ اگر تو اپنے بندوے کو ناامید کر دے گا تو وہ کس دروازے پر جائیں گے۔ تیرے در سے ٹھکرائے ہوئے کس کی پناہ تلاش کریں گے۔ اے الٰہی! اگر تیری رحمت ختم ہو چکی ہے اور تیرا عذاب مجھ پر لازم ہو گیا ہے تو اپنے تمام بندوں کے گناہ مجھ پر ڈال دے میں ان سب کے لیے اپنی جان قربان کرتا ہوں۔''

ان پر اللہ عزوجل کی رحمت جوش میں آئی اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اس آدمی کو پیغام بھیجا کہ ''اے میرے گنہگار بندے! تو میری رحمت سے ناامید نہیں ہے اگر تیری خطاؤں سے زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا بھی بھر جائے تو بھی میں تجھے بخش دوں گا کہ تو میری رحمت کاملہ اور عفو کا اعتراف کرتا ہے۔''

بنی اسرائیل کے ایک شخص کی توبہ کا واقعہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے۔ آکر وہ توبہ کی غرض سے نکلا اور ایک زہد و عابد کے پاس حاضر ہوا اپنا حال بتا کر توبہ کی قبولیت کا راستہ پوچھا تو اس نے کہا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اس نے اس عابد کو بھی قتل کر دیا اور پھر کسی اللہ والے کی تلاش شروع کر دی چناں چہ ایک شخص نے اسے کہا کہ تو فلاں گاؤں چلا جا کر وہاں ایک بزرگ عالم ہے جو تجھے توبہ کا طریقہ بتلائے گا۔ اس پر وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ جب آدھی رات طے کر لی تو اس کی موت آ گئی اور اسنے اپنا سینہ اس گاؤں کی طرف جھکا دیا۔

اس وقت رحمت اور موت کے فرشتے اس کے پاس جمع ہو گئے اور عذاب کے

فرشتوں نے اسے قاتل اور مجرم ٹھہایا لیکن رحمت کے فرشتوں نے اسے تائب بتایا کیوں کہ وہ توبہ کے لیے اس گاؤں کی طرف جارہاتا۔ چناں چہ اس کی بستی اور جس بستی کو جارہا تھا دونوں کا فاصلہ اس سے ناپنے کا حکم ہوا اور ساتھ ہی اللہ نے اس عالم کو بستی کو قریب ہونے کا حکم دیا چناں چہ وہ اس بستی کے بالشت بھر قریب نکلا اس طرح اللہ عزوجل نے اس کی بخشش کے سامان پیدا کردیئے اور اس کی روح رحمت کے فرشتے لے گئے۔ (مشکوۃ ص ۲۰۳)

دوستو! بیشک اللہ سے بخش طلب کی جائے تو وہ اپنے گنہگار بندوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ خواہ اس کے گناہ سے زمین وآسمان کے درمیان کی فضا کیوں نہ بھری ہوئی ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کو بخشنے میں کوئی عار نہیں اور وہ بخشنے پر آئے تو خطاؤں کے سمندر بھی بھرے ہوں تو بخش دیتا ہے اور تائب کو پاک کردیتا ہے۔ بشرطیکہ توبہ سچے دل سے کی جائے اور محبت الٰہی میں دل موجزن ہو۔ اللہ عزوجل کی بڑائی اور عظمت کا دل میں خیال رہے۔

توبہ کا عبرت ناک واقعہ:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری متفکر ہو کر دریا کے کنارے پر کھڑے تھے۔ دیکھا کہ بڑا بچھو دوڑتا دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مینڈک فوراً دریا سے نکل کر اس کو سوار کرکے پرلے کنارے لے چلا۔ یہ عجیب معاملہ دیکھ کر حضرت مصری بھی اس کنارے پر گئے۔ پھر وہ جلدی سے اتر کر ایک درخت کے نیچے گیا۔ وہاں ایک سانپ سوتے مسافر کی چھاتی پر بیٹھا تھا۔ چاہے کہ اسے کاٹے اس نے جاتے ہی سانپ کے ڈنگ مارا۔ وہ مرگیا۔ مسافر بچ گیا۔ پھر جلدی سے بچھو اسی طرح اپنے مکان کو چلا گیا۔ میں نے جانا یہ آدمی کوئی کامل ہے کہ عنایت الٰہی نے اس قدر اس کی حفاظت فرمائی کہ ایک موذی کو دوسرے موذی سے ختم کروایا اور اسے بچایا۔ اس کی ملازمت حاصل کرنا چاہیئے۔

جب اس کے نزدیک گیا چاہا کہ قدم آگے بڑھاؤں اس نے آنکھ کھول دی دیکھا تو کوئی شرابی سا ہے۔ مجھ کو کمال تعجب ہوا کہ اللہ اللہ اس کا یہ حال ہے۔ اور عنایت خدا کا وہ

حال ہے۔اللہ کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے ذوالنون حیران کیوں ہو؟ یہ بھی تو ہمارا بندہ ہے، اگر چہ گندہ ہے۔اگر ہم صرف نیکوں ہی کی حفاظت کریں تو بروں کی حفاظت کرنے والا کون ہے۔پس جو جناب باری میں رازی کرتا ہے فضل باری اس کی دستگیری کرتا ہے۔

جیسا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

التائبمن الذنب کمن لا ذنب له

''جو اگر یہ زاری ذریعے گناہ سے بیزرای چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔''

یہ سنتے ہی حضرت ذوالنون پر حالت جذب وجنون کی طاری تھی۔کہ گھومتے تھے اور کہتے تھے۔افسوس اور پر حال اس غافل کے کہ رحمت الٰہی اس جوش وخروش سے اس کی ہمدوش ہو اور وہ بیہوش خواب خرگوش میں مدحوش۔جب شام ہوئی اور ہوا سرد چلی اس غفلت زدہ کے حق میں صبح ہوئی۔نیند سے چونکا اور ذوالنون کو بیٹھا دیکھا۔متحیر و نادم ہو کر کہا اے مقتدائے وقت تم یہاں کہاں۔فرمایا تو اپنا حال بیان کر۔کہا میرا حال آپ پر بخوبی روشن ہے پھر میں نے اس کو وہ سانپ دکھایا۔دیکھتے ہی تھرا گیا۔جب سب قصہ سنایا، رو چلا کر سر میں خاک ڈالنے لگا چیخیں مارتا، کپڑے پھاڑتا جنگل کو چلا گیا اور نفس کو بہت لعنت ملازمت کرتا تھا کہ جب بروں کے حال پر اس قدر کرم ہے تو نیک لوگوں پر کس قدر عنایت ہوگی پھر اللہ کے حضور سچی توبہ کی اور تائب ہو کر عبادت میں مصروف ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اللہ نے اور کرم کیا تو وہ مستجاب الدعوات ہو گیا۔جس بیمار کو دم کرنا تندرست ہو جاتا اور تادم آخر اللہ کا احسان مند رہا۔

گناہ کر کے نادم ہونے والے شخص کا واقعہ:

معاذ بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور زنا کر بیٹھا ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس بھیج دیا اگلے دن وہ پھر آ گئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے زنا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ واپس لوٹا دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کو پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ تمہارے علم کے مطابق معاذ کی عقل میں کوئی فتور تو نہیں؟ یا تم اسے بدلا بدلا سا تو نہیں پاتے ہو؟ قوم والوں نے جواب دیا ہماری معلومات کے مطابق وہ کامل عقل کا مالک ہے اور ہمارے خیال کے مطابق وہ نیک آدمی ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ تیسرے دن پھر آ گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دوبارہ دریافت فرمایا قوم والوں نے کہا:

نہ تو اس کا کردار بدلا ہے اور نہ ہی اس کی عقل میں کوئی کوتاہی واقع ہوئی ہے۔

چناں چہ چوتھے روز ان کی خاطر ایک گڑھا کھودا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

پھر غامدیہ خاتون بھی آ گئی، اس نے درخواست کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زنا کر بیٹھی ہوں، مجھے پاک کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی واپس لوٹا دیا اگلے دن پھر آ کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کیوں واپس لوٹاتے ہیں؟ شاید آپ مجھے بھی اس طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح معاذ کو واپس لوٹایا تھا، اللہ کی قسم، میں تو حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان سننے کے بعد فرمایا: تب تو سزا نافذ نہیں ہو سکتی، جا اور ولادت کے بعد آنا۔

جب غامدیہ نے بچے کو جنم دے لیا تو اسے ایک کپڑے میں لے کر آئی اور کہا میں بچے کو جنم دے چکی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور دودھ پلاؤ یہاں تک کہ تم اس کا دودھ چھڑا دو۔ جب اس نے دودھ چھڑا دیا تو بچے کو لے کر آئی اور اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا کہنے لگی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کا دودھ میں نے چھڑوا دیا ہے اور اب یہ کھاتا پیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ایک مسلمان کے حوالے کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے حکم سے اس کے لیے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اسے سنگسار کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر غامدیہ کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر آپڑے اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو سخت الفاظ کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا:

مهلا یا خالد! فوالذی نفسی بیده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفر له (رواہ مسلم کمافی المشکوٰۃ)

خالد ''ذرا رک کر! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس عورت نے ایسی عظیم توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں سے ناجائز محصول یا ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کی بخشش ہو جاتی۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اسے رجم کیا ہے اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد تابت توبة لو قسمت بین سبعین من اهل المدینة وسعتهم، وهل وجدت شیئا افضل من ان جادت بنفسها لله عزوجل.

''یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی بخشش ہو جائے کیا تم نے اس سے بھی افضل کوئی کام دیکھا ہے کہ اس نے اپنی جان اللہ کو راضی کرنے کی خاطر قربان کر دی۔''

میرے دوستو! گناہ پر نادم ہونا یہ بندے کی اللہ سے محبت کی علامت ہے اور سچے تائب کی نشانی بھی ندامت ہی ہے چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ ندامت توبہ اور توبہ ندامت کا نام ہے۔ اللہ کے محبوب بندے اول تو گناہ کرتے ہی نہیں لیکن اگر کبھی نفس کے دباؤ میں آکر گناہ کر بیٹھتے ہیں تو ندامت کے ساتھ خوب رو دھو کر اللہ کو منا لیتے ہیں۔

ایک عابد شخص اور ایک بدکار عورت کی توبہ:

حسن بصری سے منقول ہے کہ ایک بدکار عورت تھی جو گویا ایک تہائی حسن کی مالک تھی وہ اپنے آپ پر قابو نہیں دیتی تھی مگر سو دینار کے بدلے۔ ایک عابد شخص نے اس کو دیکھا تو اس کو بہت پسند آئی اس نے جا کر محنت و مشقت کر کے سو دینار جمع کیے اور اس عورت کے پاس جا کر کہا کہ تو مجھے بہت پسند آئی اس لیے میں نے جا کر محنت مزدوری کر کے یہ سو دینار تمہارے لیے جمع کیے ہیں۔ اس عورت نے کہا اندر چلو، وہ دونوں اندر چلے گئے، اس عورت کی سونے کی چارپائی تھی وہ اپنے چارپائی پر بیٹھ گئی اور کہا آجاؤ جب عابد اس عورت کے پاس بیٹھ گیا جیسا کہ شوہر بیوی کے پاس (مخصوص کام کے لیے بیٹھ جاتا ہے) تو اس نے اللہ کے سامنے اپنی حاضری کو یاد کیا اور اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور اس نے عورت سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں جاؤں گا اور سو دینار تمہارے ہوگئے عورت نے کہا کیا ہوا تجھے؟ تو تو کہہ رہا تھا کہ میں تجھے دیکھ کر بہت پسند کیا ہے اس لیے تو نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر سو دینار اکھٹے کیے ہیں اب جب کہ تجھے مجھ پر قدرت مل گئی تو تیری یہ حالت ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس کے سامنے حاضری سے اب تو مجھے میرا نفس بھی برا لگنے لگا ہے اور تو بھی میرے نزدیک سب سے بدترین ہوگئی ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر تم اپنے اس واقعہ میں سچے ہو تو میرا شوہر تیرے علاوہ کوئی نہیں ہوگا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں جاتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ نہیں مگر یہ کہ میرے ساتھ اقرار کرلو کہ تم مجھ سے نکاح کروگے۔ اس نے کہا کہ میں کوئی اقرار نہیں کرتا اور میں یہاں سے جاؤں گا۔ اس عورت نے کہا کہ اگر میں تیرے پاس آجاؤں تو مجھ سے نکاح کروگے اس نے کہا ہوسکتا ہے۔

عابد وہاں سے چہرے پر نقاب ڈال کر نکل گیا اور اپنے شہر میں چلا گیا عورت بھی پشیمان ہوکر اپنے گذشتہ اعمال سے توبہ کر کے وہاں سے چلی یہاں تک کہ اس عابد کے شہر میں پہنچی اور اس کے نام اور مقام کو پوچھا لوگوں نے اس کی رہنمائی کی اور جا کر اس عابد سے کہدیا کہ فلاں ملکہ تیرے پاس آنا چاہتی ہے اس نے جب عورت کو آتے ہوئے دیکھا تو ایک زوردار چیخ ماری اور مرگیا۔ عورت پریشان ہوگئی اور کہنے لگی یہ تو مجھ سے چلا گیا کیا اس کا کوئی رشتہ دار ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا بھائی ہے وہ ایک فقیر آدمی ہے

عورت نے کہا کہ میں اس سے نکاح کروں گی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے چناں چہ اس نے اس سے نکاح کرلیا۔

ایک گنہگار بندہ کی توبہ:

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہو گئے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ اے کلیم اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمیں بارش سے سیراب کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر صحرا میں نکلے اور وہ ستر ہزار سے زائد تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ اپنی بارانی سے ہمیں سیراب فرما، اور ہمارے اوپر اپنی مرضی کو پھیلا دے اور ہمارے حال پر دودھ پیتے بچوں، گھاس چرتے جانوروں اور رکوع وسجود کرنے والے مشائخ کی وجہ سے رحم فرما۔

لیکن اس کے باوجود آسمان کے بادل سے صفائی اور بڑھ گئی اور دھوپ کی تمازت میں اضافہ ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ! اگر میرا مرتبہ تیرے نزدیک گھٹ گیا ہے تو اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے طفیل جسے آخر زمانے میں تو مبعوث فرمائے گا ہمیں بارش سے سیراب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تیرا مرتبہ میرے ہاں کم نہیں ہوا تم بدستور میرے نزدیک ہو۔ لیکن تم میں ایک بندہ ہے جو چالیس سال سے میری نافرمانی کرکے میرا مقابلہ کرنا چاہتا ہے لوگوں نے اعلان کرادو اور اس کو اپنے درمیان سے نکال دو، اسی کی وجہ سے تم سے بارش روک دی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے مولا! میں کمزور بندہ ہوں اور میری آواز پست ہے، ستر ہزار میں میری آواز کیسے پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم آواز لگاؤ پہنچانا میرا کام ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اعلان کیا: اے گنہگار بندے چالیس سال سے اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل جاؤ تمہاری وجہ سے بارش روک دی گئی۔ وہ گنہگار دائیں بائیں نظر دوڑائی تو کسی کو نکلتے ہوئے نہیں دیکھا اسے یقین ہو گیا کہ وہی مطلوب ہے اس نے اپنے دل میں کہا اگر سب لوگوں کے سامنے نکل جاؤں تو بنی اسرائیل کے سامنے رسوا ہو جاؤں گا اور اگر بیٹھا رہوں تو میری وجہ سے ان سے بارش بند

رہتی ہے۔اس نے اپنا سر گریبان میں ڈالا اور اپنے سابقہ گناہوں پر پچھتایا اور التجا کی اے مولیٰ اے آقا! میں نے چالیس سال تیری نافرمانی کی لیکن تو نے مجھے ڈھیل دی اب میں فرمانبردار ہو کر آیا ہوں لہٰذا مجھے معاف فرما۔اس نے اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ ایک سفید بدلی اٹھی اور زور سے موسلا دھار بارش برسی جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی بہہ رہا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے آقا کیسے بارش برسائی حالاں کہ ہم میں سے کوئی نہیں نکلا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں اسی کی وجہ سیراب کیا جس کی وجہ سے تم سے بارش روک دی تھی۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! مجھے وہ فرمانبردار بندہ دکھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ جب وہ میری نافرمانی کرتا تھا اس وقت میں نے اس کو رسوا نہیں کیا اب جب کہ وہ میرا فرمانبردار ہے کیسے اس کا راز فاش کروں گا جب کہ میں چغل خور سے بغض رکھتا ہوں تو میں خود کیسے کسی بندے کا راز بتا دوں۔

بصری بادشاہ اور اس کی لونڈی کا قصہ:

مالک بن دینار رحمہ اللہ علیہ ایک دن بصرہ کی کسی گلی میں جا رہے تھے اچانک انہوں نے دیکھا کہ شاہی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی سواری پر سوار ہے اور اس کے ساتھ خدام بھی ہیں۔جب مالک بن دینار رحمہ اللہ نے دیکھا تو اس سے پوچھا اے لونڈی! کیا تیرا آقا تجھے فروخت کرے گا؟ لونڈی نے کہا کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کیا تمہارا آقا تجھے بیچے گا؟ لونڈی نے کہا کہ اگر میرا آقا مجھے بیچ دے تو کیا تجھ جیسا مجھے خرید سکتا ہے؟ مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں وہ لونڈی ہنسنے لگی اور کہا کہ اس بڈھے کو گھر پہنچاؤ اس کو لے گئے لونڈی اپنے آقا کے پاس گئی اور اس کو قصہ سنایا تو اس کا آقا ہنسنے لگا اور مالک بن دینار کو اندر لانے کا کہا، جب وہ داخل ہو گئے تو لونڈی کے آقا کے دل میں اس بڈھے کی دہشت بیٹھ گئی اس نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے۔انہوں نے کہا اپنی لونڈی مجھے بیچ دو، اس نے کہا کیا تم اس کی قیمت ادا کر سکو گے۔مالک بن دینار نے کہا اس کی قیمت میرے ہاں دو گٹھلیاں ہیں جن کو کیڑا لگا ہوا ہے۔

سب ہنسے اور پوچھا کہ اس کی قیمت دو گٹھلیاں کیوں ہوگئی؟ انہوں نے کہا اس میں عیب زیادہ ہے۔ کہا کہ کیا عیب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اگر یہ عطر نہ لگائے تو اس سے بدبو آئے، مسواک نہ کرے تو منہ سے تعفن اٹھتا ہے، تیل نہ لگائے کنگھی نہ کرے تو اس کے بدن میں جوئیں پیدا ہوجاتی ہے اور پراگندہ ہوجاتی ہے اور اگر تھوڑی دیر زندہ رہے تو بوڑھی ہوجاتی ہے، حیض والی ہے، پیشاب اور کئی گندگیوں کا مجموعہ ہیں۔

اور یہ تجھ سے محبت صرف اور صرف اپنے نفس کی خاطر کرتی ہے اور اپنی طبعی مجبوری کی بناء پر وہ تجھ کو چاہتی ہے وہ تیرے وعدوں کو پورا نہیں کرسکتی اور نہ ہی اپنی محبت میں سچی ہوسکتی ہے اور تیرے بعد جس کے ہاتھ میں آئے گی اس کو تمہاری طرح سمجھے گی۔

اور میں اس کی قیمت سے کم پر جو تم نے اپنی باندی کے بارے میں پوچھا ایسی باندی خرید سکتا ہے جو عمدہ کافور سے بنی ہوئی اور جس کے لعاب دہن کو اگر نمک میں ملایا جائے تو وہ میٹھا بن جائے اور جس کی آواز سے اگر مردہ کو آواز دی جائے تو وہ زندہ ہوجائے اس کی ہتھیلی اگر سورج کے سامنے ظاہر ہوجائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔ رات کو ظاہر ہو تو اس کی روشنی پھیلتی ہی جائے اپنے پوشاک زیور سے اگر آفاق کا سامنا کرے تو وہ اس کی وجہ سے آراستہ نظر آئیں جس نے مشک وزعفران کے باغیچوں میں جنم لیا جو نعمتوں کے پودوں میں پلی بڑھی اور جس نے تسنیم (جنت) کا پانی پیا ہے جو وعدہ خلافی نہیں کرتی اس کی محبت بدلتی نہیں۔ تو بتا ان دونوں میں سے کونسی مہنگی قیمت کی حق دار ہے؟ اس نے کہا بڑی قیمت کی حق دار تو وہی ہے جس کی حالت تم نے بیان کی۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا: ایسی صفات والی لونڈی کو قیمت بھی موجود ہے اس کو مانگنا بھی آسان ہے، اس نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے اس کی کیا قیمت ہے؟ انہوں نے کہا بہت آسان اور گنجائش میں ہے وہ یہ کہ تم رات کو ایک وقت اپنے رب کی عبادت کے لیے فارغ کرو جس میں اپنے رب کے لیے اخلاص کے ساتھ دو رکعتیں پڑھو اور جب تم اپنا کھانا حاضر کرو تو اس وقت بھوکے غریبوں کو بھی یاد کرو اپنی ضرورت اور خواہش پر اللہ کی مرضی کو مقدم رکھو اور راستے سے پتھر روڑے اور گندگی صاف کرو نیز اپنے ایام گذارنے سے چلاؤ اور دنیا سے سارے ارادے اور امیدیں توڑ دو پس دنیا میں کفایت شعاری کے ساتھ رہو، عزت کے ساتھ رہو گے اور قیامت کو عزت کے میدان

میں امن کے ساتھ آ وگے اور جنت میں دائمی طور پر رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ گے۔
اس شخص نے اپنی لونڈی سے کہا: تم نے سنا جو شیخ نے کہا؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا سچ کہا یا جھوٹ بولا؟ لونڈی نے کہا بالکل سچ کہا خیر خواہی کی اور نیکی کی، اس کے مولا نے کہا جا پس تو آزاد ہے صرف اللہ کے واسطے اور فلاں فلاں جائیداد تیرے نام ہے اور اے خدام تم سب آزاد ہو اور فلاں فلاں جائیداد تمہاری ہے اور یہ گھر بمع اس کے مال و متاع کے اور میرا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے پھر اس نے ایک موٹے کھدر کے پردے کی طرف ہاتھ بڑھایا جو دروازے پر لٹک رہا تھا اس کو اکھاڑا اور اپنے سارے کپڑے اتار کر وہ موٹا کپڑا پہن لیا۔
باندی نے کہا اے میرے آقا تیرے بعد میری زندگی نہیں اس نے بھی سارے لباس اتار دیئے اور موٹے کپڑے پہن لیے اور اس کے ساتھ نکل گئی۔ مالک بن دینار نے ان کو الوداع کہا اور ان کی راہیں الگ ہو گئیں وہ دونوں اللہ کی عبادت میں لگے رہے یہاں تک کہ ان کی موت آئی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

عاشق کافر اور محبوب مسلمان ہو گیا:

ابوالحسن بن علی بن عبید اللہ زاغوانی حکایت بیان کرتے ہیں کہ ''ایک مسلمان، ایک عیسائی عورت کے دروازے کے سامنے گزرا تو اچانک عورت پر نگاہ پڑ گئی اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا اور اس کا یہ عشق اتنا بڑھا کہ اس کی عقل پر غالب آ گیا، چناں چہ اسے ایک دوسرے شہر میں منتقل کر دیا گیا۔ دوسری طرف وہ عورت بھی شدت سے اس کے عشق میں بے قرار رہنے لگی۔
اس عاشق کا ایک دوست تھا جو اس کے اور اس عورت کے درمیان خط و کتابت کا تبادلہ کیا کرتا تھا۔ پھر اس عاشق کی حالت مزید گر گئی، جب اس کا معاملہ نازک ہو گیا اور موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنے دوست سے کہا: ''موت قریب آ گئی ہے، میں اپنے دوست (یعنی اس عورت) سے دنیا میں تو نہیں مل سکا لیکن میرا ارادہ ہے کہ اس سے آخرت میں ملوں۔'' اس کے دوست نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا، ''میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے پھر کر عیسیٰ بن مریم اور 'صلیبِ اعظم' کا قائل ہوتا ہوں۔'' یہ کہ کر

اس کا دم نکل گیا۔

اس کا یہ دوست اس سے فارغ ہو کر اس عورت کے پاس پہنچا تو اسے بھی بیمار پایا۔ عورت نے اسے کہا۔ ''میں اپنے محبوب کو دنیا میں تو نہیں مل سکی لیکن چاہتی ہوں کہ اب اسے آخرت میں ملوں، چناں چہ میں گواہی دیتی ہوں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں عیسائی مذہب سے بیزار ہوں۔'' یہ سن کر اس لڑکی کے باپ نے اس شخص سے کہا کہ ''اب تم اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ، کیوں کہ یہ مسلمانوں میں سے ہو گئی ہے۔'' وہ شخص جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تو اس عورت نے کہہ کہ ''تم کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔'' وہ ٹھہر گیا، تھوڑی دیر بعد اس عورت کا بھی انتقال ہو گیا۔ (الھوی الابن جوزی)

اللہ کے عاشق کے ذریعہ فاحشہ عورت کی توبہ:

حضرت شیخ کبیر عیسیٰ یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک فاحشہ عورت پر گذر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم بعد عشاء کے تیرے پاس آئیں گے۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے حضرت شیخ کبیر کے انتظار میں بیٹھی جن لوگوں نے سنا۔ بہت تعجب ہوا۔ بعد عشاء کے حسب وعدہ آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں پڑھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ فاحشہ پر اس دو رکعت کا ایسا اثر ہوا کہ فوراً اٹھی اور کہنے لگی۔ آپ تو جا رہے ہیں۔ فرمایا میرا مقصود حاصل ہو گیا چناں چہ اسی وقت اس فاحشہ پر رقت طاری ہوئی اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل مال اسباب اپنا چھوڑ دیا۔ حضرت نے اپنے مرید سے اس کا نکاح کر دیا۔ اور فرمایا ولیمہ میں صرف روٹیاں پکوالو سالن کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے حسب الارشاد روٹیاں پکوائیں۔ اس فاحشہ کا ایک آشنا بڑا امیر تھا۔ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ فاحشہ نے توبہ کر کے شیخ کبیر کے ایک مرید سے نکاح کر لیا ہے اور اس کا آج ولیمہ ہے جس میں صرف روٹیاں پکوائی گئی ہیں، سالن نہیں۔ اس امیر نے چند بوتلیں شراب کی بھیج کر شیخ کبیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے سنا ہے۔ آپ نے فاحشہ کا نکاح اپنے ایک مرید سے کر دیا ہے اور آج ولیمہ میں صرف روٹیاں ہی پکوائی ہیں۔ سالن کا انتظام نہیں ہے۔ اس لیے میں یہ بوتلیں بھیج رہا ہوں ان

میں جو کچھ ہے اس کا سالن بنالیجیے۔ مقصد اس کا فقراء سے مذاق اور انہیں شرمندہ کرنا تھا۔ وہ قاصد بوتلیں لے کر جب پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو نے بہت دیر کردی پھر ان میں سے ایک بوتل کو خوب ہلایا اور اسے پیالہ میں ڈالا۔ اسی طرح دوسری بوتل کو بھی ہلایا پیالوں میں ڈالا پھر اس قاصد سے کہا۔ بیٹھ جا۔ ولیمہ تو بھی کھالے۔ وہ قاصد کہتا ہے کہ میں نے بھی بیٹھ کر کھایا۔ تو شراب ایک عمدہ اور لذیذ گھی بن چکا تھا کہ میں نے ایسا لذیذ گھی کبھی نہ کھایا تھا۔ یہ سارا قصہ اس نے امیر کو جا کر سنایا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا اور اسی وقت اٹھ کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے بھی توبہ کرلی۔

(نزہۃ البساتین ص ۳۱۸)

گناہوں کی پاکٹ بک:

بغداد شریف میں ایک بڑا ہی بدکار شخص تھا۔ اس کا یہ قاعدہ تھا کہ جو گناہ کرتا تھا۔ اسے ایک پاکٹ بک میں لکھ لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک رات کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک نہایت خوبصورت عورت کھڑی ہے۔ اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ بولی میرے چند یتیم بچے ہیں۔ جنہیں تین دن سے کھانا نہیں ملا۔ کچھ ان کے کھانے کو مجھے دو۔ اس نے کہا۔ اندر آؤ۔ تاکہ تمہیں کچھ دوں۔ عورت اندر آئی تو اس بدکار کی نیت بگڑی اور اس پر دست درازی کرنا چاہی۔ عورت نے چونک کر کہا۔ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ اس بدکار پر شیطان سوار تھا۔ وہ باز نہ آیا۔ اور اسے اپنی طرف کھینچا عورت نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

"اے ہر سختی وشدت کے کھولنے والے، تو مجھے اس شخص سے محفوظ رکھ۔"

پھر اس بدکار سے کہنے لگی۔ پہلے میری بات ذرا توجہ کے ساتھ سن لے۔ پھر اس نے عربی میں نہایت دردناک لہجہ میں چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اپنی فانی اس جوانی پر نہ پھول
اے جواں تو موت کو ہرگز نہ بھول
جو گناہوں میں رہے ہر دم پھنسے
آخر اک دن وہ بھی یاں سے چل بسے

لے گئے ساتھ اپنے کیا؟ بس ایک کفن
ڈر خدا سے اس کا تو باغی نہ بن
تو نے بھی تو ایک دن جانا ہے مر!
مت ستا مرنے کو رکھ پیش نظر!

اس کے بعد وہ زاروقطار رونے لگی اور سر اٹھا کر کہنے لگی۔ الٰہی! میری فریاد کو پہنچ۔ اور اس شخص سے مجھے نجات دے اس باعصمت عورت کے ان پر درد لہجہ میں پڑھے ہوئے۔ شعروں سے اس شخص کا سارا بدن لرز اٹھا۔ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس پر عورت نے کہا۔ میں تجھ سے خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ اب جب کہ تجھ میں اور تیرے مولا میں صلح واقع ہوگئی ہے تو بیچ والی کو یعنی مجھے نہ بھولیو۔ یہ شخص اسی حالت میں اندر گیا اور اسے کچھ دے کر کہنے لگا۔ اے نیک بخت بی بی۔ یہ لے جا۔ اور اپنے یتیم بچوں کو کھلا مگر ان سے میرے حق میں یہ دعا کرائیو۔ کہ میری پاکٹ بک میں جتنے گناہ لکھے ہیں وہ سب مٹ جائیں۔ یہ اس سے وعدہ کر کے اپنے گھر آئی اور جب بچوں کے آگے کھانا پکا کر رکھا تو اس شخص کے لیے دعا کی درخواست کی۔ بچوں نے کہا۔ اے ماں! خدا کی قسم! جب تک ہم اس کے لیے دعا نہ کرلیں گے۔ کھانا نہ کھائیں گے کیوں کہ مزدور اجرت کا مستحق اسی وقت ہوتا ہے جب کام کو انجام پر پہنچا دے۔ بچوں نے دعا کی۔ کھانا کھایا اور اس شخص نے اپنی پاکٹ بک دیکھی تو سارے گناہ مٹ چکے تھے۔ ساری پاکٹ بک صاف وسفید تھی۔ کسی ایک گناہ کا بھی اس میں نشان نہ تھا۔

(نزہۃ المجالس باب التوبہ ص ۱۴۱ ص ۲)

ایک فاحشہ عورت کی توبہ:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک زمانہ میں ایک فاحشہ عورت ایک سجے ہوئے بالاخانہ پر رہتی تھی اور عیاش لوگ اس کے پاس آکر راتیں گزارتے اور اپنا دین ودنیا برباد کرتے۔ ایک روز شام کے وقت حضرت بایزید خود اس کے دروازے پر جا بیٹھے۔ جو شخص بھی اوپر جانے کے لیے آتا آپ کو دیکھ کر واپس چلا جاتا جس کی وجہ سے اس رات اس کے پاس کوئی نہ آیا۔ اس نے لونڈی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا

کہ آج تمہارے دروازہ پر بایزید بیٹھے ہیں جو بھی آتا ہے۔ انہیں دیکھ کر پلٹ جاتا ہے۔ فاحشہ نے کہا کہ انہیں اوپر بلالو۔ وہ انہیں اوپر لے آئی۔ فاحشہ نے کہا۔ جناب! کہاں آپ! اور کہاں میں؟ آپ کا مجھ سے کیا کام ہے؟ فرمایا۔ آج کی رات میں یہاں رہوں گا۔ بولی میری فیس دو سو اشرفیاں ہیں آپ نے دو سو اشرفیاں جیب سے نکال کر دے دیں۔ اور فرمایا۔ اب جو میں چاہوں۔ تجھے کرنا ہوگا۔ اس نے کہا منظور ہے۔ آپ اپنے کپڑوں کا جوڑا ساتھ لائے تھے۔ فرمایا۔ اپنے کپڑے اتار کر یہ کپڑے پہن لو۔ اس نے پہن لیے۔ فرمایا اب دو قدم آگے بڑھو۔ آگے بڑھی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ الٰہی میں نے اس عورت کا ظاہر بدل کر نیک کر دیا ہے۔ اب اس کے باطن کو تو بدل کر نیک کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے یہ کپڑے اتار دے۔ بولی معاذ اللہ! اب میری طبیعت وہ نہیں رہی۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے توبہ کر کرلی ہے۔ مجھے فراق کے بعد وصال غضب کے بعد رضا مل گئی ہے میرے لیے دعا کرتے رہئے۔ خدا مجھے استقامت دے۔ حضرت بایزید اسے چھوڑ کر چلے گئے اور اگلے سال اسے کعبہ شریف کا طواف کرتے پایا۔ (نزہۃ المجالس باب التوبہ ص ۱۱ ج ۲)

باب نمبر:۱۶

عبرت ناک مناظر

بارہ ہزار یہودی بندر ہو گئے:

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی ''عقبہ'' کے پاس سمندر کے کنارے ''ایلہ'' نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار ان لوگوں پر حرام فرما دیا اور ہفتہ کے باقی دنوں میں شکار حلال فرما دیا۔ مگر اس طرح ان لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرمایا دیا کہ سنیچر کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ تو شیطان نے ان لوگوں کو یہ حیلہ بتا دیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنا لو اور جب سنیچر کے دن ان نالیوں کے ذریعہ مچھلیاں حوض میں آ جائیں تو نالیوں کا منہ بند کر دو اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ ان مچھلیوں کو پکڑ لو۔ ان لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آ گئی اور ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں و رحوض میں مقید ہو گئیں تو یہی ان کا شکار ہو گیا۔ تو سنیچر ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو ان کے لیے حرام تھا۔

اس موقعہ پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہو گئے۔

۱۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلہ سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہو کر شکار سے باز رہے۔

۲۔ اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے دوسرے کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔

۳۔ اور کچھ وہ سرکش و نافرمان جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کر لیا اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بچا بھی لیا۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کا باوجود شکار کر لیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے۔ چناں چہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار بنالی اور آمدورفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنالیا۔ حضرت داؤد علیہ اسلام نے غضب ناک ہو کر شکار کرنے والوں پر لعنت فرما دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تو انہیں دیکھنے کے لیے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے ہیں۔ اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آ کر ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ مگر لوگ ان بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھا پی نہ سکے۔ بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے بچالیا۔ (صاوی۔ ج:۱، ص:۳۵)

اس واقعہ کا اجمالی بیان تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے۔

ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خٰسئین

”اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو تم میں سے سنیچر کے بارے میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ تو ہم نے کہہ دیا کہ تم لوگ دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ!“ (البقرہ۔ رکوع:۸)

اصحاب کہف (غار والے):

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھالیے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت ابتر ہو گیا۔ یہ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ ”دقیانوس“ تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا۔ اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحاب کہف کون تھے؟:

اصحاب کہف شہر ''افسوس'' کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحب ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ ''دقیانوس'' کے ظلم و جبر سے پریشان ہوکر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لیے اس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے۔ سو گئے تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا۔ اور فرطِ غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ ایک سنگین دیوار اٹھا کر بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحب ایمان آدمی تھا۔ اس نے اصحاب کہف کے نام ان کی تعداد اور ان کا پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا۔ اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام ''بیدروس'' تھا تخت نشین ہوا اڑسٹھ سال تک بہت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی اس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی۔ اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج و غم میں ڈوب گیا۔ اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہوکر خداوند قدوس کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری کر کے دعائیں مانگنے لگا۔ کہ یا اللہ! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہوکر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہوگئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لیے اسی غار کو منتخب کیا۔ اور دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہوگئی کہ دیوار گرانے والے لرزہ براندام ہوکر وہاں بھاگ گئے اور اصحاب کہف بحکم الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہوکر اٹھ بیٹھے۔ اور ایک دوسرے سے سلام و کلام میں مشغول ہو گئے۔ اور نماز بھی ادا کر لی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی ''یملیخا'' سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ۔ اور نہایت خاموشی

سے یہ بھی معلوم کرو کہ ''دقیانوس'' ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ ''یملیخا'' غار سے نکل کر بازار گیا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے۔ اور لوگ علانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں ''یملیخا'' یہ منظر دیکھ کر بہت ہی پریشان ہوا۔

اصحاب کہف کی تعداد:

اصحاب کہف کی تعداد میں جب لوگوں کا اختلاف ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ:

قل ربی : اعلم بعدتهم وما يعلمهم الا قليل

''اے محبوب! فرما دیجیے۔ کہ اللہ اصحاب کہف کی گنتی کو زیادہ جانتا ہے۔ اور تم میں سے بہت ہی کم لوگ ان کو جانتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں انہیں کم لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی تعداد کو جانتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ (تفسیر صاوی۔ ج:۳، ص:۳)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

ام حسبت ان اصحاب الكهف والرقيم كانوا من ايتنا عجباً O اذا وى الفتية الى الكهف فقالوا ربنا اتنا من لدنك رحمة وهيء لنا من امرنا رشداً O فضربنا علىٰ اذا نهم فى الكهف سنين عدداً O ثم بعثنهم لنعلم اى الحزبين احضى بما لبثوا امداً O نحن نقص عليك نبا هم بالحق انهم فتية امنو بربهم وز دنهم هدىً O

''کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کے غار اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے

رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کا سامان کر۔ تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا (سلا دیا) پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔ ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال سناتے ہیں۔ وہ چند جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے۔ اور ہم نے انہیں زیادہ ہدایت عطا فرمائی۔"

اس کے آگے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا پورا پورا حال بیان فرمایا ہے جن کو ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔

اصحاب کہف کے نام:

ان کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے نام یہ ہیں۔ کمسلمینا۔ تملیخا۔ مرطونس۔ نینوس۔ ساریونس۔ ذونواس۔ فلسطیونس۔ اور ساتواں چرواہا تھا۔ جو ان لوگوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ اور ان لوگوں کے کتے کا نام "قطمیر" تھا۔ اور ان لوگوں کے شہر کا نام "افسوس" تھا اور ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ (مدارک التنزیل۔ ج:۳، ص:۸)

اور تفسیر صاوی میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کے نام یہ ہیں کمسلمینا۔ تملیخا۔ مرطونس۔ نینوس۔ ساریونس۔ ذونوانس۔ فلسطیونس۔ یہ آخری چرواہے تھے جو راستے میں ساتھ ہو لیے تھے۔ اور ان لوگوں کے کتے کا نام "قطمیر" تھا۔ (صاوی۔ ج:۳)

اصحاب کہف کے نام کے خواص:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے نام کا تعویذ نو کاموں کے لیے فائدہ مند ہے۔

۱۔ بھاگے ہوئے کو بلانے کے لیے اور دشمنوں سے بچ کر بھاگنے کے لیے۔

۲۔ آگ بجھانے کے لیے کپڑے پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں۔

۳۔ بچوں کے رونے اور تیسرے دن آنے والے بخار کے لیے۔
۴۔ دردسر کے لیے دائیں بازو پر باندھیں۔
۵۔ ام الصبیان کے لیے گلے میں پہنائیں۔
۶۔ خشکی اور سمندر میں سفر کے لیے۔
۷۔ مال کی حفاظت کے لیے۔
۸۔ عقل بڑھنے کے لیے۔
۹۔ گناہ گاروں کی نجات کے لیے۔

محو حیرت ہو گئے کہ الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ کہ اس شہر میں تو ایمان و اسلام کا نام لینا بھی جرم تھا۔ آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیوں کر آ گیا؟ پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے۔ اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلنا بند ہو چکا تھا۔ بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے۔ چناں چہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کر دیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی۔ اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ ''یملیخا'' نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہی ہے۔ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے۔ اور برسوں گذر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا۔ اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ یہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر یملیخا نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گذری کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو ان سے ملا دوں۔ چناں چہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اس غار کے پاس پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے۔ اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور و غوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالبا دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لیے آن پہنچی ہے۔

تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا۔ اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اس تختی پر اصحاب کہف کا نام لکھا تھا۔ اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لیے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لیے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ "بیدروس" کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا۔ تو اصحاب کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا مقبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحاب کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحاب کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے۔ اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحاب کہف کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوایا اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحاب کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لیے آیا کریں۔ (تفسیر خازن ملخصا سورہ کہف)

اصحاب کہف کتنے دنوں تک سوتے رہے؟:

جب قرآن کی آیت

ولبثوا فی کھفھم ثلث مئة سنین و ازدادوا تسعا O

"وہ لوگ غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اور زیادہ

رہے نازل ہوئی۔"

تو کفار کہنے لگے کہ ہم تین سو برس کے متعلق تو جانتے ہیں کہ اصحاب کہف اتنی مدت غار میں رہے۔ مگر ہم نو برس کو نہیں جانتے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ شمسی سال جوڑ رہے ہو اور قرآن مجید نے قمری سال کے حساب سے مدت بیان کی ہے۔ اور شمسی سال کے ہر سو برس میں تین سال قمری بڑھ جاتے ہیں۔

(صاوی۔ ج:۳، ص:۱۰)

درس ہدایت:

۱۔ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا حق ہے اور اصحاب کہف کا واقعہ اس کی نشانی اور دلیل ہے۔ جو قرآن مجید میں موجود ہے!

۲۔ جو اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان فرما دیتا ہے کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا!

۳۔ اللہ والوں کے ناموں میں برکت اور نفع بخش تاثیرات ہوتی ہیں!

سفر مجمع البحرین کی جھلکیاں:

ایک روایت ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ مصر میں قرار نصیب ہوا۔ تو ایک دن موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اس طرح مکالمہ شروع ہوا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: خداوندا! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون سا بندہ ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو میرا ذکر کرتا ہے۔ اور مجھے کبھی فراموش نہ کرے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: سب سے بہتر کرنے والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تاکہ اس طرح اسے کوئی

ایک ایسی بات مل جائے جو اسے ہدایت کی طرف راہنمائی کرے یا اس کو ہلاکت سے بچا لے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے اس کا پتہ بتا دے؟

اللہ تعالیٰ: ''خضر'' تم سے زیادہ علم والے ہیں۔

ستر ہزار مردے زندہ ہو گئے:

یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی قوم کا ایک بڑا ہی عبرت خیز اور انتہائی نصیحت آمیز واقعہ ہے جس کو خداوند قدوس نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں بیان فرمایا!

حضرت حزقیل کون تھے؟:

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ ہیں جو منصب نبوت پر سرفراز کئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اقدس کے بعد آپ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ ان کے بعد حضرت کالب بن یوحنا علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت سے سرفراز ہو کر مرتبہ نبوت پر فائز ہوئے۔ پھر ان کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین اور نبی ہوئے۔ حضرت حزقیل علیہ اسلام کا لقب ابن العجوز (بڑھیا کے بیٹے) ہے۔ اور آپ ذوالکفل بھی کہلاتے ہیں۔ ''ابن العجوز'' کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کی والدہ ماجدہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں اور آپ کا لقب ذوالکفل اس لیے ہوا کہ آپ نے اپنی کفالت میں لے کر ستر انبیاء کرام کو قتل سے بچا لیا تھا۔ جن کے قتل پر یہودی کی تلوار سے بچ گئے اور برسوں زندہ رہ کر اپنی قوم کو ہدایت فرماتے رہے!

مردوں کے زندہ ہونے کے واقعہ:

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت جو حضرت حزقیل علیہ السلام کے شہر میں رہتی تھی شہر میں طاعون کی وبا پھیل جانے سے ان لوگوں پر موت کا خوف سوار

ہوگیا اور یہ لوگ موت کے ڈر سے سب کے سب شہر چھوڑ کر ایک جنگل میں بھاگ گئے اور وہیں رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی یہ حرکت بہت زیادہ ناپسند ہوئی۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتہ کو اس جنگل میں بھیج دیا جس نے ایک پہاڑ کی آڑ میں چھپ کر اور چیخ مار کر بلند آواز سے یہ کہہ دیا کہ "موتوا" یعنی تم سب مر جاؤ اور اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر بغیر کسی بیماری کے اچانک یہ سب کے سب مر گئے جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔ ان مردوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ان کے کفن و دفن کا کوئی انتظام نہیں کر سکے اور ان مردوں کی لاشیں کھلے میدان میں بے گور و کفن آٹھ دن تک پڑی پڑی سڑنے لگیں اور بے انتہا تعفن اور بدبو سے پورے جنگل بلکہ اس کے اطراف میں بدبو پیدا ہوگئی کچھ لوگوں نے ان کی لاشوں پر رحم کھا کر چاروں طرف سے دیوار اٹھادی تاکہ یہ لاشیں درندوں سے محفوظ رہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جنگل میں ان لاشوں کے پاس سے گزر ہوا۔ تو اپنی قوم کے ستر ہزار انسانوں کو اس موت ناگہانی اور بے گور و کفن لاشوں کی فراوانی دیکھ کر رنج و غم سے ان کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہوگئے۔ اور باری تعالیٰ کے دربار میں دکھ بھرے دل سے گڑگڑا کر دعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے یہ غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آگئے۔ یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں ان لوگوں سے مجھے انس حاصل تھا اور یہ لوگ میرے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ افسوس کہ میری قوم ہلاک ہوگئی اور میں بالکل اکیلا رہ گیا۔

اے میرے رب! یہ وہ قوم تھی جو تیری حمد کرتی تھی اور تیری توحید کا اعلان کرتی تھی اور تیری کبریائی کا خطبہ پڑھتی تھی۔ آپ بڑے سوز دل کے ساتھ دعا میں مشغول تھے کہ اچانک آپ پر یہ وحی اتر پڑی کہ اے حزقیل! آپ ان بکھری ہوئی ہڈیوں سے فرما دیجیے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم اکٹھا ہو جاؤ۔ یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ہر آدمی کی ہڈیاں جمع ہو کر ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے پھر یہ وحی آئی کہ اے حزقیل! آپ یہ فرما دیجیے کہ اے ہڈیو! تم کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم گوشت پہن لو۔ یہ کلام سنتے ہی فوراً ہڈیوں کے ڈھانچوں پر گوشت پوست چڑھ گئے۔ پھر تیسری بار یہ وحی نازل ہوئی اے حزقیل! اب یہ کہہ دو کہ اے مردو! خدا کے حکم سے تم

سب اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ چناں چہ یہ فرما دیا تو آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی ستر ہزار لاشیں ایک دم یہ پڑھتے ہوئے کھڑی ہو گئیں کہ **سبحنک اللھم وبحمدک ولا الٰہ الا انت** ۔پھر یہ سب لوگ جنگل سے روانہ ہو کر اپنے شہر میں آ کر دوبارہ آباد ہو گئے اور اپنی عمروں کی مدت بھر زندہ رہے۔ لیکن ان لوگوں پر اس موت کا اتنا نشان باقی رہ گیا کہ ان کے اور ان کی اولاد کے جسموں سے سڑی ہوئی لاش کی بدبو برابر آتی رہی اور یہ لوگ جو کپڑا بھی پہنتے تھے وہ کفن کی صورت میں ہو جاتا تھا اور قبر میں جس طرح کفن میلا ہو جاتا ہے ایسا ہی میلا پن ان کے کپڑوں پر نمودار ہو جاتا تھا۔ چناں چہ یہ اثرات آج تک ان یہودیوں میں پائے جاتے ہیں جو ان لوگوں کی نسل سے باقی رہ گئے ہیں۔

(تفسیر صاوی۔ ج:۱،ص:۱۰۱۔ وروح البیان۔ ج:۲،ص:۳۷۷)

ایک عبرت ناک واقعہ:

ایک عارف کی بیان کردہ یہ حکایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا دایاں ہاتھ کندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو پکار رہا تھا لوگو ظلم نہ کرنا مجھے دیکھو میں تمہارے لیے عبرت ہوں میں اس کے قریب گیا اس سے پوچھا کیا واقعہ ہے اس نے کہا میں نے ایک دن ایک شکاری کے پاس مچھلی دیکھی تو میں نے کہا مجھے دے دو اس نے کہا نہیں میں تو بیچوں گا غریب آدمی ہوں تجھے کیوں دے دوں میں نے اس کو مار کر زبردستی مچھلی چھین لی ابھی میں لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں ہی مجھے اس کا کانٹا انگوٹھے میں لگ گیا گھر آ کر میں نے مچھلی پھینک دی اس کا مجھے اتنا درد اٹھا کہ رات بھر میں سو نہیں سکا شدت درد کی وجہ سے ہاتھ سوج گیا صبح کو میں حکیم صاحب کے پاس گیا اس نے کہا اس انگوٹھے کو کاٹنا پڑے گا چناں چہ کٹ گیا پھر درد ختم نہ ہوا رات کو نیند اڑ جاتی ہے پھر طبیب سے مشورہ کیا تو اس نے کلائی تک ہاتھ کاٹ دیا کیوں کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا پھر بھی درد ختم نہیں ہوا تو تیسری مرتبہ کہنی سے ہاتھ کاٹ دیا گیا تو درد کندھے تک پھیل چکا تھا پھر اس حکیم نے کہا اگر یہ ہاتھ سالم نہ کاٹا گیا تو زہر سارے جسم میں پھیل جائے گا چناں چہ ہاتھ کندھے تک کاٹ دیا گیا کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ درد کیوں ہے تو میں نے مچھلی والا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا جب پہلی مرتبہ تجھے درد ہوا

تھا تو اس سے جا کر معافی کیوں نہ مانگ لی اب بھی وقت ہے جا کر معافی مانگ لے ورنہ پورا جسم گل کر ختم ہو جائے گا چناں چہ میں نے پورے شہر میں اس مچھلی والے کو تلاش کیا جا کر اس کے قدموں میں گر گیا رو کر کہا خدا کے لیے مجھے معاف کر دے اس نے کہا تو کون ہے کہنے لگا میں نے تجھ سے مچھلی چھینی تھی آج تیری بددعا کا اثر ہے میرا یہ حال ہو گیا میں نے ہاتھ دکھایا تو اس نے کہا میں نے تجھے معاف کر دیا تب کہیں جا کر ٹھیک ہوا اس نے کہا کیا تو نے بددعا تھی میرے حق میں مچھلی والے نے کہا ہاں میں نے صرف اتنا کہا تھا یا اللہ میں کمزور ہوں یہ طاقتور ہے تو اپنی قدرت دکھلا تو عرش والے نے اپنی قدرت دکھلا دی یہ ہے حال ظلم کرنے کا۔

ریشمی دوپٹہ دو ٹکڑے ہو گیا:

عیسائی دنیا جسے رچرڈ شیر دل کہہ کر پکارتی اور فخر کرتی تھی اور جسے وہ یورپی ملکوں نے اپنی افواج کی سربراہی سونپ کر فلسطین کی جنگ میں صلاح الدین ایوبی کی مقابلے میں لا کھڑا کیا تھا اسی بادشاہ رچرڈ کا قاصد صلاح الدین ایوبی کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر تذبذب تھا۔ وہ اپنے بادشاہ رچرڈ کی طرف سے ایک ایسا پیغام لے کر آیا تھا جس کے بارے میں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ اس کا مثبت جواب نہیں دے گا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے بادشاہ رچرڈ کا پیغام پڑھا اور قاصد پر اک نگاہ ڈالی جس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے قاصد کی ذہنی حالت بھانپ لی تھی اور مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں جواب دیا:

> ''بادشاہ رچرڈ سے کہہ دیجیے کہ ہمیں ان کی درخواست منظور ہے ہم اپنے فوجی کمانڈر کو ابھی حکم بھجوا دیتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سات روز تک مکمل جنگ بندی کے عارضی معاہدے پر خود شاہ رچرڈ اور ان کی افواج بھی پوری طرح عمل کریں گے۔ صلیبی افواج کی طرف سے کوئی چھیڑ خانی ہوئی تو پھر ہم یہ درخواست رد کر دیں گے۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاصد کے سراپا کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا:

''ہماری طرف سے شاہ رچرڈ کو مبارک بھی پیش کر دیں کہ وہ ایک اہم فریضے سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔''

قاصد کے چہرے کا اضطراب دور ہو چکا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان اتنا فیاض بھی ہوگا۔ دل ہی دل میں وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر ایسی درخواست سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے بادشاہ رچرڈ کی خدمت میں پیش کی جاتی تو وہ اسے حقارت سے ٹھکرا دیتا۔ بلکہ اسے سارے دربار میں سنا کر اس کا مذاق اڑاتا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ کی درخواست قبول کر کے فیاضی کا ایسا ثبوت پیش کیا تھا جس کا تصور بھی اس عیسائی قاصد کے لیے محال تھا۔

شاہ رچرڈ اپنی بیٹی ماریا کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ شادی کے جشن کے لیے اسنے عین ایسے زمانے میں سات روز کے لیے جنگ بندی کی درخواست کی تھی جب یہ صلیبی جنگ اپنے زوروں پر لڑی جا رہی تھی۔

شاہ رچرڈ کے علاقے اور حلقے میں شادی کی تیاریاں زور شور سے ہونے لگیں۔ تھکے ماندے سپاہیوں کو بھی ستانے کا موقع مل گیا۔ عیسائی کیمپ میں فوجی شب و روز شراب پیتے اور رقص و سرور کی محفلیں برپا کرنے لگے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے کیمپ میں سپاہی آرام کرتے اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف دکھائی دیتے۔

شادی کے جشن کی تیاریوں میں مصروف شاہ رچرڈ کو ایک نئی بات سوجھی اور وہ اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

قاصد پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس بار اسے یقین تھا کہ سلطان صلاح الدین شاہ رچرڈ کا دعوت نامہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔ ذہین اور عاقل قاصد بڑے غور سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے دعوت نامہ پڑھتے وقت کسی تاثر یا ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ سلطان نے ایک نگاہ اپنے درباریوں پر ڈالی اور پھر قاصد کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔

''میں شاہ رچرڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی مسرتوں

میں شرکت کے لیے یاد رکھا۔شاہ رچرڈ کو میرا پیغام دینا کہ میں شادی کی تقریب میں ضرور شرکت کروں گا۔"

قاصد یہ جواب لے کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے خیمے سے باہر نکلا تو وہ مسکرا رہا تھا۔اس کا دل کہہ رہا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اگرچہ شادی کے جشن میں شرکت کے لیے ہامی تو بھر لی ہے لیکن وہ اپنا وعدہ وفا نہیں کرے گا۔ بھلا کون ایسا شخص ہوسکتا ہے جو دشمنوں کی کچھار میں جانے پر آمادہ ہو۔وہ ضرور بعد میں کسی مصروفیت کا عذر پیش کر دے گا۔

شاہ رچرڈ کی بیٹی شہزادی ماریا کی شادی کا دن آ گیا۔پورے تزک واحتشام سے عیسائی طریقے کے مطابق شہزادی کی شادی ہوئی۔رات کو شادی کی خوشی میں جشن کی تقریب منعقد ہونے والی تھی اور اس میں سلطان صلاح الدین ایوبی کو شرکت کے لیے دعوت بھیجی گئی تھی۔

شام سے پہلے ہی صلیبی کیمپ کا گوشہ گوشہ قندیلوں اور روشنیوں سے جگمگانے لگا۔ سپاہی شراب پی رہے تھے۔ ناچ اور گا رہے تھے۔شاہ رچرڈ کے خیمے میں اس کے درباری جرنیل اور عزیز واقارب جمع ہو چکے تھے۔شہزادی ماریا اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں نئی نویلی دلہن بنی بیٹھی تھی۔شاہ رچرڈ بڑ ہانکنے لگا تھا۔وہ اپنی شجاعت کے قصیدے خود ہی پڑھ رہا تھا۔بار بار اپنے سامعین کو کہہ رہا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نہیں آئے گا۔اس میں ہمارے کیمپ کا رخ کرنے کی جرأت کہاں؟

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے کیمپ میں بڑے اطمینان اور خضوع وخشوع سے عشاء کی نماز ادا کی۔نماز سے فارغ ہوکر وہ خیمے سے باہر نکلے جہاں ایک خادم ان کا خاص گھوڑا لیے موجود تھا۔سلطان صلاح الدین ایوبی گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑا چلنے لگا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے پیچھے دو گھڑ سوار بھی چلے آ رہے تھے جو شادی کے تحائف اٹھائے ہوئے تھے۔

"اب رات بہت ہوگئی شاہ معظم! ایک درباری نے شاہ رچرڈ کو مخاطب کر کے کہا! مسلمانوں کا سلطان نہیں آئے گا۔اب کھانے......"

شاہ رچرڈ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

''مجھے معلوم تھا وہ نہیں آئے گا۔ میں نے اسے مرعوب کرنے کے لیے جو انتظام کئے تھے وہ بے کار گئے۔''

عین اس لمحے حاجب نے اعلان کیا:

''مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین ایوبی تشریف لا رہے ہیں۔''

حیرت اور استعجاب سے شاہ رچرڈ اور اسکے درباریوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے شاہ رچرڈ اپنی حیرت اور بوکھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے باہر کی طرف لپکا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے دو خدمت گزاروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئے۔ خادموں نے تحائف اٹھا رکھے تھے۔ یہ تحائف سلطان صلاح الدین ایوبی نے نئی دلہن شہزادی ماریا کو پیش کئے۔ اس کے فوراً ہی بعد دونوں خادم خیمے سے باہر چلے گئے۔

شاہ رچرڈ کا خیمہ جو اس تقریب کے لیے بہت سجایا سنوارا گیا تھا۔ جس سے شاہ رچرڈ کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اک نظر دیکھا اور پھر اس میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی۔ عیسائی سردار، جرنیل اور اکابرین حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے جس کے خلاف وہ لڑ رہے تھے اور وہ کمال بے نیازی سے اکیلا ان کے درمیان بیٹھا تھا۔ اسے کسی قسم کے خوف اور خطرے کا احساس تک نہ تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی یہ بے نیازی، مردانہ وقار شاہ رچرڈ کو کھٹکنے لگا۔ اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے کہا:

''آپ کے جنگ سے دستبردار ہونے کا وقت آگیا ہے۔''

''مگر کیوں؟'' سلطان صلاح الدین ایوبی نے کمال سادگی سے پوچھا۔

''وہ اس لیے کہ یروشلم پر عیسائیوں کا حق ہے۔ یہ ہمارا مقدس مقام ہے۔ پھر ساری دنیا کے عیسائی یروشلم کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ آپ جیت نہیں سکیں گے اور بلاوجہ مسلمان سپاہیوں کی موت کا باعث بنیں گے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ کسی بات سے اثر نہیں لے رہے تھے۔ انہوں نے بڑے وقار سے جواب دیا:

''شاہ رچرڈ یہ بحث بے کار ہے۔ یہ خوشی کا موقع ہے۔ فلسطین کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا اس کے سوا اس مسئلہ کا کوئی اور حل نہیں۔ چند روز میں فیصلہ ہو جائے گا کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے۔''

سلطان صلاح الدین اوبی کی اس مسکت جواب نے شاہ رچرڈ کو یہ موضوع بدل دینے پر مجبور کر دیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے درباری اور اس کے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی کی بے خوفی سے مزید متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اب شاہ رچرڈ نے اپنا خفیہ ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اس نے بعض ماہر سپاہیوں کو خاص جنگی کرتب دکھانے کے لیے تیار کیا تھا۔ اس کے اشارے پر وہ سپاہی آ گئے۔ واقعی ان کے کرتب متاثر کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی بہادری اور شجاعت کے ایسے نمونے پیش کئے کہ تمام درباری عش عش کر اٹھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی تلواروں کا ماہرانہ کھیل غور سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے اسے ان مظاہروں میں دلچسپی تو ہے مگر وہ ان سے زیادہ اثر نہیں لے سکے۔

مظاہرے ختم ہوئے تو شاہ رچرڈ نے بڑے فخر سے کہا:

''سلطان آپ نے دیکھا میرے پاس کیسے کیسے سپاہی ہیں؟ کیا آپ کے سپاہی ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟ اسی لیے میں کہتا ہوں آپ جنگ ختم کر کے چلے جائیں۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی اپنی نشست سے اٹھے۔ انہوں نے اپنی ہلالی تلوار نیام سے نکالی تو اس کی آب و تاب سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

سلطان کے چہرے پر بلا کا وقار تھا۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''میں صرف ایک چیز دکھاتا ہوں۔ پھر آپ جواب دیجیے گا کہ کیا آپ کا ایک بھی سپاہی تلوار کے ایسے ماہرانہ استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے۔''

یہ کہہ کر سلطان صلاح الدین ایوبی بڑے وقار سے چلتے ہوئے دلہن شہزادی ماریا کے پاس پہنچے۔ اس کے سامنے سر کو قدرے جھکا کر انہوں نے بڑے نرم لہجے میں کہا:

''شہزادی کیا آپ کا یہ انتہائی مہین ریشمی دوپٹہ لے سکتا ہوں؟''

سب نگاہیں سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کی تلوار پر جمی ہوئی تھیں۔ شہزادی ماریا بھی بوکھلا گئی:

''ہاں سلطان معظم آپ لے سکتے ہیں۔''

اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا قیمتی سفید رنگ کا بہت ملائم بہت مہین ریشمی دوپٹہ اتار کر سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔

سلطان نے شکریہ ادا کر کے وہ دوپٹہ لیا۔ شاہ رچرڈ پر ایک نگاہ ڈالی، پھر وہاں موجود تمام جرنیلوں، درباریوں کو وقار بھرے انداز میں دیکھا اور وہ نازک دوپٹہ ہوا میں اچھال دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوپٹہ زمین پر آتا سلطان نے لپک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی تلوار نیام میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''کیا شاہ رچرڈ آپ خود یا آپ کی فوج میں کوئی ایسا سپاہی ہے جس کی تلوار ایسے نرم اور مہین دوپٹے کو کاٹ سکے؟ کوئی ہے تو اسے کہے کہ آئے اور اس کا ثبوت پیش کرے۔''

پورے دربار پر سناٹا چھا گیا۔ کوئی ایسا نہ تھا جس کی تلوار کی دھار اتنی تیز ہو اور کوئی ایسا نہ تھا جو سلطان صلاح الدین ایوبی جیسی مہارت رکھتا ہو۔

سلطان صلاح الدین ایوبی متانت سے کھڑے رہے۔ پھر جب کوئی نہ آیا تو انہوں نے جانے کی اجازت لی اور اعتماد کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اکیلے ہی خیمے سے باہر نکل گئے۔

عرب کی ایک خدارسیدہ خاتون کا چالیس سال تک قرآنی آیات میں گفتگو کرنا:

راقم الحروف شریف احمد ابن نیاز رحمہ اللہ درس نظامی کے آخری سال میں دورۂ

حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں پڑھ رہا تھا، یہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء کی بات ہے جس کو آج ۱۴۲۱ھ میں پورے............سال کی طویل مدت گذر رہی ہے۔

ایک روز ایک کتاب کی تلاش میں اس زمانے کی میری قلمی بیاض سامنے آگئی، جواب بہت شکستہ اور بوسیدہ ہو چکی ہے، اس میں اس خاتون کا یہ محیر العقول واقعہ درج تھا، چوں کہ یہ واقعہ اس کتاب کے موضوع سے کچھ مناسبت رکھتا ہے، اس لیے خیال ہوا کہ اس تاریخی واقعہ کو اپنی اس کتاب کی زینت بنادوں تاکہ واقعہ بھی محفوظ رہے، اور پڑھنے والے حضرات اس سے سبق بھی حاصل کریں۔

اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لیے بڑی عبرت اور سبق ہے جو صبح سے شام تک اپنی زبان سے نہ معلوم کیا کیا بے ہودہ اور ناجائز باتیں کرتے رہتے ہیں، اور کبھی جائز ناجائز ہونے کا دل میں وسوسہ تک نہیں آتا۔

یہ واقعہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص اور مشہور بزرگ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

میں حج سے فارغ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد پاک اور روضہ اطہر کی زیارت کے ارادہ سے سامان سفر باندھ رہا تھا کہ میرے ساتھیوں کا قافلہ روانہ ہو گیا، اور میں تنہا رہ گیا، جذبہ شوق التوائے سفر کی اجازت نہیں دیتا تھا، خدا کا نام لے کر تنہا ہی چل کھڑا ہوا خود ہی سوار تھا خود ہی ساربان، ہر قدم پر رہزن بدوؤں کا خوف، ہوا کی سرسراہٹ کانوں میں خوف ناک آوازیں بن کر آرہی تھی۔

اس غیر متناہی سلسلہ میں یا ہوا سے ہلتے ہوئے دیوہیکل کھجوروں کے پتے یا ریت کے بادل نظر آتے تھے، ورنہ ہر طرف سنسان اور ہو کا عالم تھا اچانک ایک نحیف وناتواں خاتون تن تنہا چادر میں لپٹی نظر آئی جس کا کمال یہ تھا کہ وہ ہر بات کا جواب قرآن کریم کی آیت سے دیتی تھی۔

عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ ایسے جنگل میں تنہا اور نحیف وناتواں عورت کو دیکھ کر حیران رہ گئے، اور اس کے قریب جا کر ڈرتے ڈرتے گفتگو شروع کی۔

چوں کہ یہ گفتگو خاصی طویل ہے، سال عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ اور جواب دینے

والی خاتون ہیں، اس لیے اس اہم واقعہ کو عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ اور جواب دینے والی ولیہ کو خاتون کے عنوان سے بیان کیا ہے، پہلے سوال میں عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ اس کے بعد ہر سوال میں صرف عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا عنوان رکھا ہے، جواب میں آیتوں کے حوالہ کا اضافہ میں نے خود کیا ہے، اس کے بعد ناظرین اصل واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ ابن مبارک: نے خاتون کے قریب جا کر کہا: **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔**

خاتون: **سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ**O (سورۂ یٰس)
''خدائے رحیم کی طرف سے اہل جنت کو سلام پہنچایا جائے گا۔''

عبداللہ ابن مبارک: **يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔** ''آپ اس ویرانہ میں کیوں پھر رہی ہیں؟''

خاتون: **مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ** ط (پارہ:۹، رکوع:۱۳)
''جسے اللہ تعالیٰ گم کردہ راہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر نہیں لاسکتا۔''

عبداللہ ابن مبارک: کہتے ہیں میں خاتون کے جواب سے سمجھ گیا کہ یہ قافلہ سے بچھڑ کر راستہ بھول گئی ہیں، چناں چہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ: ''آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟''

خاتون: **سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى۔** (پارہ:۱۵، رکوع:۱)
''کہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک۔''

حضرت عبداللہ خاتون کے جواب سے سمجھ گئے کہ حج سے فارغ ہو کر اب بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔

عبداللہ ابن مبارک: نے دریافت کیا، محترمہ اس جنگل میں کب سے سرگرداں پھر رہی ہیں؟

خاتون: **ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔** (پارہ:۱۶، رکوع:۴)
''یعنی تین راتوں سے پھر رہی ہوں۔''

عبداللہ ابن مبارک: نے دریافت کیا: آپ کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں؟

خاتون: هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ○ (پارہ:۱۹، رکوع:۹)

''یعنی اللہ تعالیٰ ہی مجھ کو کھانے پینے کو دیتا ہے۔''

عبداللہ ابن مبارک: نے سوال کیا، آپ وضو کس چیز سے کرتی ہیں؟

خاتون: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ○ (پارہ:۵، رکوع:۴)

''اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔''

عبداللہ ابن مبارک: میرے پاس کھانا ہے، اگر خواہش ہو تو پیش کروں۔

خاتون: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ (پارہ:۲، رکوع:۷)

''شام تک روزہ کو پورا کرو۔''

خاتون کا مطلب یہ تھا کہ میں روزہ سے ہوں۔

عبداللہ ابن مبارک: محترمہ! اب تو رمضان نہیں ہے۔

خاتون: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ (پارہ:۲، رکوع:۳)

''یعنی جو شخص خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی کرتے ہیں۔''

عبداللہ ابن مبارک: نے کہا سفر میں تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

خاتون: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(پارہ:۲، رکوع:۷)

''یعنی اور اگر تم (سفر میں) روزہ رکھ لو تو تمہارے لیے روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔''

عبداللہ ابن مبارک: آپ میری طرح اپنی مادری زبان میں گفتگو کیوں نہیں کرتیں؟

خاتون: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (پارہ:۲۶، سورۂ ق)

''انسان منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔''

مطلب یہ ہے میں لغزش اور گرفت کے خوف سے تمہاری طرح مادری زبان میں گفتگو سے بچتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ میرا نامہ اعمال قرآن کریم سے بھرا ہوا ہو۔

عبداللہ ابن مبارک: محترمہ! آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں؟

خاتون: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا O

(پارہ:۱۵، رکوع:۴)

''اور جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل نہ کرو، کیوں کہ قیامت کے روز کان، آنکھ، دل سب سے پرسش ہوگی۔''

عبداللہ ابن مبارک: خاتون کے اس جواب سے پشیمان ہوئے اور کہنے لگے، محترمہ مجھ سے غلطی ہوئی، کیا آپ میری اس غلطی کو معاف کردیں گی؟

خاتون: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (پارہ:۱۳، رکوع:۴)

''تم پر آج کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے۔''

عبداللہ ابن مبارک: محترمہ! میرے پاس سواری کے لیے اونٹ ہے، اگر آپ اپنے قافلہ کے ساتھیوں میں شامل ہونا چاہیں تو یہ اونٹ حاضر ہے، میں پہنچادوں؟

خاتون: درخواست قبول کرتے ہوئے جواب دیا: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط (پارہ:۲، رکوع:۹)

''اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔''

عبداللہ بن مبارک: میں محترمہ کا مطلب سمجھ گیا، اور اونٹ بٹھا کر ان سے سوار ہونے کی درخواست کی۔

خاتون: سوار ہونے کے لیے چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے گویا ہوئیں: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (پارہ:۱۸، رکوع:۱۰)

''مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی کرلیں۔''

گویا ان کا اشارہ میری طرف تھا کہ میں ذرا رخ پھیرلوں تا کہ بے پردگی نہ ہو۔

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں کہ میں نے آنکھیں بند کرلیں، اس کے بعد ابھی وہ سوار

بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ اونٹ اٹھ کھڑا ہوا، اور محترمہ اپنی کمزوری کی وجہ سے دھڑام سے زمین پر آگریں، چوٹ تو زیادہ نہیں لگی، مگر پڑانے کپڑے پھٹ گئے۔

خاتون: اس حادثہ پر انہوں نے کہا: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ (پارہ:۲۵،رکوع:۵)
''جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہوتا ہے۔''

عبداللہ ابن مبارک: نے کہا: محترمہ! آپ ذرا ٹھیریں میں اونٹ کی ٹانگیں باندھ دوں تا کہ دوبارہ ایسی تکلیف وہ بات نہ ہو۔

خاتون: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (پارہ:۱۷،رکوع:۶)
''یعنی اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی، اور سلیمان علیہ اسلام کی طرح مجھے بھی سمجھنے کی توفیق بخشی۔''

عبداللہ ابن مبارک: نے عرض کیا، محترمہ! میں نے سواری کے اونٹ کو درست کردیا، اب آپ اطمینان سے سوار ہوجائیں۔

خاتون: نے سواری پر سوار ہو کر پڑھا: سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ (پارہ:۲۵،رکوع:۷)
''وہ (اللہ تعالیٰ کی) ذات ہر عیب سے پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے لیے مسخر بنادیا ورنہ ان پر قابو پانا ہمارے بس کی بات نہ تھی، اور ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں خاتون جب سوار ہوگئیں اور مجھے اطمینان ہوگیا تو میں نے سواری کی نکیل پکڑ کر اشعار پڑھتے ہوئے تیز رفتاری سے چلنا شروع کیا، تا کہ بچھڑے ہوئے قافلہ سے جلد مل جاؤں، مگر تیز رفتاری سے خاتون کو تکلیف ہوئی اور بولیں:

خاتون: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ
(پارہ:۲۱، رکوع:۱۱)
''اپنی رفتار میں اعتدال رکھو اور آواز کو پست رکھو۔''

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں، ان خاتون نے مجھے اشعار پڑھنے سے روکا اور یہ آیت پڑھی۔

خاتون: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (پارہ:۲۹، سورۂ مزمل)
''جتنا پڑھ سکو قرآن مجید پڑھو۔''

عبداللہ ابن مبارک: بولے، محترمہ! آپ تو مجسم برکت ہیں، اور بخدا مجھے خیر کثیر مل گئی۔

خاتون: وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ O (پارہ:۳، رکوع:۵)
''کہ عقل مند لوگ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں کہ چلتے چلتے میں قافلہ کے قریب پہونچ گیا، میں نے خاتون سے دریافت کیا کہ اس قافلہ میں آپ کا کوئی عزیز و رشتہ دار ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

خاتون: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ (پارہ:۱۵، رکوع:۱۸)
''مال و اولاد تو دنیا کی زینت ہیں۔

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں کہ خاتون کے اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ اس قافلہ میں ان کے لڑکے ہیں، میں اس شش و پنج میں تھا کہ ان پتہ کیسے چلاؤں؟ تو خاتون بولیں۔

خاتون: وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ O (پارہ:۱۴، رکوع:۸)
''بہت سی نشانیاں ہیں، ستاروں سے بھی لوگ رستہ پا لیتے ہیں۔''
اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ خاتون کے لڑکے غیر معمولی روشنی کے مینار ہیں۔

عبداللہ ابن مبارک: فرماتے ہیں کہ میں نے خیموں کے پاس پہونچ کر خاتون سے دریافت کیا کہ کس نام سے معلوم کروں؟ یا پکاروں؟

خاتون: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا○ (پارہ:۵، رکوع:۱۵)

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بنالیا خاص دوست۔''

پھر دوسری آیت پڑھی:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا○ (پارہ:۶، رکوع:۳)

''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خاص طور پر کلام فرمایا۔''

پھر تیسری آیت پڑھی:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (پارہ:۱۶، رکوع:۴)

''اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔''

ان تینوں آیتوں سے میں سمجھ گیا کہ خاتون کے اس قافلہ میں تین لڑکے ہیں، ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ، اس کے بعد میں نے ہر ایک کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، میں نے ابھی پکارنا ہی شروع کیا تھا اور میری آواز پہاڑی دروں میں گونج رہی تھی کہ تین حسین نوجوان لڑکے دوڑتے ہوئے آئے، اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا کہ میں قافلہ میں کھڑا ہوا انسانوں کو آواز دے رہا ہوں تو سمجھتا کہ ایک ساتھ تین چاند طلوع ہو گئے جو اسی ولیہ کی کرامت ہے۔

خاتون: اس کے بعد خاتون بولیں: فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ○ (پارہ:۱۵، رکوع:۱۵)

''(اب تم) میں کوئی یہ روپیہ لے کر شہر چلا جائے تا کہ حلال اور پاکیزہ کھانا تحقیق کر کے تمہارے پاس لے آئے۔''

ماں کا یہ حکم سنتے ہی فرمانبردار بیٹوں میں سے ایک بیٹا چلا گیا اور کچھ دیر ہی گذری تھی کہ میرے سامنے دسترخوان پر کھانا چُن دیا گیا اور میزبان خاتون نے مجھ سے فرمایا:

خاتون: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ط (پارہ:۲۹، سورۂ حاقہ)

''کھاؤ اور پیو ان اعمال (حسنات) کے صلہ میں جو تم نے (اس سفر میں میرے ساتھ کیے۔''

عبداللہ نے چوں کہ اس سفر میں خاتون کا یہ محیر العقول واقعہ دیکھا کہ ہر سوال کا جواب قرآن پاک سے دیتی رہیں جو ہمارے زمانہ میں سمجھ سے باہر ہے، اس لیے خاتون کے لڑکوں کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

عبداللہ ابن مبارک: واللہ! میں اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا جب تک ان محترمہ کے ہوش ربا حالات سے مجھے آگاہ نہ کرو گے

میری یہ بات سن کر خاتون کا ایک لڑکا بولا:

لڑکا: ''محترم! یہ ہماری والدہ محترمہ ہیں، جنہوں نے صرف اس ڈر سے کہ میری زبان سے کوئی غلط اور ناجائز بات نکل جائے چالیس سال سے آیات قرآنی کے سوا ہر قسم کی گفتگو سے اجتناب کیا ہوا ہے، اور آج تک اسی عہد پر قائم ہیں۔''

یہ اس واقعہ ہوش ربا کا آخری منظر تھا، ناظرین کرام! غور کریں کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ضعیف اور کمزور جسم رکھنے والی اور خاتون ہر بات کا جواب قرآنی دائرہ میں رہتے ہوئے دیتی رہے، یہ بات مرد سے بھی ناممکن ہے چہ جائے کہ عورت کی ذات۔

عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں یہ سن کر حیران رہ گیا، اور میری زبان سے صرف اتنا نکلا:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ابلیس کا پرپوتا مسلمان ہو کر صحابی بن گیا:

درس قرآن میں ایک عجیب عبرت ناک حکایت نظر سے گذری، جو النصیحہ کے قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بہت سے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور محدثین سے جنات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانے کے نقل فرمائے ہیں۔ ان روایات میں ایک عجیب وغریب روایت جو ابلیس کے پرپوتے کی ہے وہ یہاں نقل کی

جاتی ہے:۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں، عقیلی اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکا یک ایک فقیر مرد ہاتھ میں عصا لیے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، کہ اس کی آواز جن کی سی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا، کہ تو کون ہے، اس نے عرض کیا کہ میرا نام ھاقہ ہے، میں ھیم کا بیٹا ہوں اور ھیم لاقیس کا بیٹا ہے اور لاقیس، ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اور تیرے درمیان میں دو ہی پشتیں ہیں، بتلا کہ تیری عمر کیا ہوگی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! جتنی دنیا کی عمر ہے، اس سے کچھ تھوڑی ہی سی میری عمر کم ہے، اس لیے کہ جن دنوں میں قابیل نے ہابیل کو مارا تھا، اس وقت میں بچہ تھا کئی برس کا، لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا، اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چرالاتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش واقرباء سے بدسلوکی کرنے کے وسوسے ڈالا کرتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہیں، اور جوانی اور بچپن کے کام بھی ویسے ہونگے۔ تو بہت برا شخص ہے۔

اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو ملامت نہ کیجیے، اس واسطے کہ میں اب توبہ کرنے آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ اسلام سے ملاقات کی ہے اور ان کی مسجد میں ان کی صحبت میں رہا ہوں، پہلے میں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی تھی، اور ایک سال ان کی مسجد میں رہا ہوں اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے توریت سیکھی تھی اور ان کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا ہوا، تو میرا اسلام ان کو پہنچانا سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور یہ بھی میری آرزو ہے

کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھ کو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمائیے، چناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتیں جیسے سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اس کو تعلیم فرمائیں اور یہ بھی آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اے ھاقہ! جس وقت تجھ کو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اسکی موت کی خبر ہم کو نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔

کتنی عجیب وغریب اور عبرت ناک حکایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت وشان ظاہر کرتی ہے۔ شیطان کا پر پوتا تو ایمان واسلام لاکر جنتی بن گیا اور کتنے انبیاء کی نسل اور اولادیں ایمان واسلام سے بے بہرہ ہو کر اپنے کو جہنم کا ایندھن بنا دیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرتے دم تک ایمان والسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔

(درس قرآن۔ جلد یازدھم، صفحہ:۲۸۳ تا ۲۸۴)

مرتبہ ومولف حضرت مولانا الحاج محمد احمد صاحب مدظلہ العالی

جدہ میں ایک مجرم کی گردن زنی کا واقعہ:

مئی ۱۹۹۳ء کے دوران جمعہ کے دن جدہ میں واقع ایک مشہور مسجد دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اسے مسجد ابراہیم جفالی کہا جاتا ہے۔ شیخ ابراہیم جفالی ایک مخیر شخص تھے جنہوں نے اسے ایک وسیع وعریض قطعہ میں بنوایا۔ یہ مسجد ۱۴۰۱ء میں مکمل ہوئی باہر سے سادہ ہے لیکن اندر سے بہت خوبصورت ہے دروازے اور کھڑکیوں پر بڑی خوبصورتی سے کام کیا گیا ہے مسجد کے اندر آیات قرآنی اور اسمائے باری تعالیٰ بڑی خوبصورتی سے لکھے گئے ہیں ہم جمعہ سے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وہاں پہنچے تو کافی پولیس مسجد کے قریب واقع گراؤنڈ میں نظر آئی۔ میرے ساتھی کہنے لگے ضرور کوئی سر قلم کرنے کا واقعہ آج رو پذیر ہوگا گراؤنڈ میں لاؤڈ اسپیکر پر آیات قرآنی کی تلاوت جاری تھی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی جارہی تھیں۔

”تحقیق ہم نے انسان کو بہترین حالت میں پیدا کیا۔ پھر ہم

نے اسے بدترین حالت میں لوٹا دیا''

تھوڑی دیر بعد خطبہ شروع ہوا امام صاحب کا خطبہ قصاص اور حدود و تعزیرات کے موضوع پر تھا ہم سمجھ گئے کہ آج ضرور کسی کا سر قلم ہوگا خطبے کے بعد نماز ہوئی فرض کے فوراً بعد تمام نمازی گراؤنڈ کی طرف دوڑ پڑے لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ پولیس کافی تعداد میں موجود تھی نیلی وردی میں ملبوس کمانڈوز بھی موجود تھے بلدیہ کی گاڑی بھی موجود تھی گراؤنڈ کے اردگرد لوہے کا جنگلہ تھا خواتین بھی ایک جانب جمع ہوگئیں بعض لوگ درختوں پر چڑھ گئے مجرم کو ایک گاڑی سے اتارا گیا۔ مجرم کی گاڑی جو جیل سے آئی تھی اس کے آگے مرر (ٹریفک پولیس) تھی اور اس کے پیچھے شرطہ (عام پولیس) کی گاڑی تھی مجرم کے بارے میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا گیا کہ وہ ایک سعودی ہے۔

''وہ چوریاں کیا کرتا تھا اور رہزنی اور ڈکیتیاں کرتا تھا لوہے کے سیف بھی توڑا کرتا تھا جرم ثابت ہونے پر اسے سزائے موت ملی ہے۔''

مجرم کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور ہاتھوں میں بھی زنجیر تھی۔ اس نے سرخ رنگ کی چپل پہنی ہوئی تھی عمر تقریباً ۳۵ سال تھی۔ اس نے سفید رنگ کا ثوب (عربی لباس) پہنا ہوا تھا سر ننگا تھا داڑھی سیاہ تھی رنگ گورا تھا اور آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی، دو پولیس والے اسے سہارا دیتے ہوئے گراؤنڈ کے چبوترے پر لائے جو سیاہ پتھر کا بنا ہوا تھا مجرم کو کہا گیا کہ وہ ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھ جائے۔ چناں چہ اس کے بعد جلاد نمودار ہوا اس نے چمڑے کی میان سے تلوار نکالی جو دور ہی سے چمک رہی تھی۔ جلاد نے مجرم کی گردن سے قمیض ہٹائی اور کندھوں سے بھی نیچے تک اتار دی تا کہ گردن صاف نظر آسکے لاؤڈ اسپیکر پر مجرم کے کوائف اور طریقہ واردات کے بارے میں اعلان برابر جاری تھا، کڑکتی دھوپ تھی، ہوا بڑی تیز چل رہی تھی گراؤنڈ کے ہر سو، سعودی حکومت کے پرچم پھڑ پھڑا رہے تھے مجرم نے اپنے سرخ جوتے بھی اتارے۔ آن واحد میں جلاد نے تلوار لہرائی اور مجرم کی گردن کی پچھلی جانب پر ضرب لگائی ایک ہی کاری ضرب سے مجرم کا سر ڈھلک گیا اور وہ نیچے گر پڑا۔ جلاد نے فوراً دوسری ضرب گردن پر ماری جس سے اس کا گلا کٹ گیا لیکن سر تن سے جدا نہیں ہوا۔ پھر جلاد نے ٹھوڑی کے نیچے گردن لپٹی ہوئی چند رگوں کو کاٹا

جیسے ذبح کیا جاتا ہے پھر اس نے تین اور وار کیے اب جلاد کل چھ ضربیں تلوار کی لگا چکا تھا اور مجرم کی لاش کے ارد گرد گھوم رہا تھا اور ہوا میں اپنی تلوار کو لہرا رہا تھا مجرم کی لاش کی طرف جلاد بڑی خونخوار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس نے کئی بار لاش کے گرد چکر لگائے اور اپنی تلوار کو ہوا میں لہرایا آخر میں اس نے خون آلود تلوار کو مجرم کے سفید کپڑوں سے صاف کیا مردہ مجرم کے قریب قاضی بھی سیاہ گاؤن (جبہ) پہن کر کھڑا تھا جبہ کے کنارے سنہری ڈوری کے بنے ہوئے تھے جو دور ہی سے چمک رہے تھے، ساتھ موجود ڈاکٹر نے مردہ مجرم کو دیکھا طبی معائنہ کرنے کے بعد اس نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ نیلی وردیوں میں ملبوس کمانڈو بار بار اچھل رہے تھے اور کمانڈوز ایکشن کرنے کے موڈ میں بار بار ورزش کر رہے تھے مستعد شرطے بھی خاکی وردی میں ملبوس اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے تقریباً ۱۰ منٹ تک مجرم کی خون آلود لاش اس سیاہ چبوترے پر پڑی رہی خون میں لت پت لاش، مجرم کی سرخ جوتے ساتھ ساتھ کھڑی ہوئی ایمبولینس، ہوا میں لگا تار تلوار لہراتا ہوا جلاد، سیاہ لباس میں ملبوس قاضی عجیب بھیانک منظر دکھا رہے تھے مجرم ایک ہی ضرب کاری سے ٹھنڈا ہو گیا نہ تو وہ تڑپا اور نہ ہی حرکت کی بعض لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں مجموعی طور پر لوگ مطمئن تھے کہ معاشرے سے ایک موذی مجرم کو خلاصی ہوئی ہر شخص عجیب انداز میں تبصرہ کر رہا تھا ہر شخص اسے ملامت کر رہا تھا اور عبرت حاصل کر رہا تھا لاش پر سفید رنگ کا کپڑا ڈالا گیا اور سٹریچر پر رکھ کر ایمبولینس میں روانہ کر دیا گیا بلدیہ والے سیاہ چبوتری کے قریب موجود تھے انہوں نے پہلے پانی کے پائپ سے خون آلود چبوترے کو صاف کیا۔ بلدیہ کے اہل کاروں نے وائپر لے کر چبوترے کو اچھی طرح صاف کیا لوگ ادھر ادھر بکھرنا شروع ہو گئے میں فوراً مسجد کی طرف گیا تا کہ دیکھوں کہ دیگر ساتھی آئے ہیں یا نہیں انہیں ساتھ لے کر ہم دیگر مقامات کی طرف روانہ ہوئے۔

ہم جدہ اپنے دوست کے گھر آئے تو وہاں دیگر پاکستانی ساتھیوں کو یہ واقعہ سنایا تو وہ کہنے لگے کیا ایسا قانون پاکستان میں لاگو نہیں ہو سکتا؟ میں نے عرض کیا آپ ارض مقدس میں رہتے ہیں دعا کریں وہ دن آئے جب شرعی قوانین پاکستان میں بھی لاگو ہوں آمین۔

سعودی عرب میں مقیم ایک پاکستانی مجھے بتانے لگا کہ چونکہ جعفانی مسجد والے واقعہ

میں مجرم قاتل نہیں تھا اس لیے جلاد نے فوراً مجرم کا سر قلم کر دیا اگر وہ قاتل ہوتا اور صرف قتل کی سزا کی وجہ سے اس کے سر قلم ہونے کا حکم ہوتا تو اس صورت میں اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کر دیں تو مقدمہ ختم ہو جاتا ہے ایسے قصاص کی سزاؤں میں جلاد مجرم کا سر قلم کرنے سے قبل تین دفعہ اپنی تلوار لہراتا ہوا مقتول کے ورثاء کے پاس جاتا ہے جو وہاں ہجوم میں موجود ہوتے ہیں اگر وہ تیسری دفعہ جانے پر بھی معاف نہ کریں تو مجرم کا سر قلم کر دیا جاتا ہے اگر وہ معاف کر دیں تو جلاد سر قلم نہیں کرتا اور سزا ساقط ہو جاتی ہے ایک سعودی خاندان نے جو مقتولین کے ورثاء تھے ایک پاکستانی کو جو پٹھان تھا اس طرح آخری لمحے پر معاف کر دیا تھا اس مجرم پٹھان کو بھی قتل کے بدلے سر قلم کئے جائے کی سزا سنائی جا چکی تھی۔ ایسے واقعات کم ہوتے ہیں کہ آخری لمحات میں معاف کر دیا جائے یہ واقعہ ریاض شہر کا بتایا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد میرا ایک عزیز جدہ سے آیا اور کہنے لگا کہ اگلے جمعہ کو پھر ایک اور شخص کا سر جفالی مسجد کے گراؤنڈ میں قلم کیا گیا جس کا سر قلم ہوا وہ شخص پاکستانی تھا وہ اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ سعودعرب میں کئی من چرس لے گیا تھا اس کے تین ساتھیوں کا سر جدہ میں قلم کیا گیا جہاں ایک گاڑی کے کنٹینر میں چرس پکڑی گئی میرے عزیز نے مجھے بتایا کہ جفالی مسجد میں جس سعودی مجرم کا سر قلم کیا گیا تھا جس کا تفصیلی حال میں نے اوپر بیان کیا ہے اس کے بارے میں مزید اطلاعات ملی ہیں کہ اس مجرم پر چھ الزامات تھے جو سچے ثابت ہوئے چناں چہ قاضی نے چھ دفعات کے تحت اسے سزا دی اس نے ایک بینک ڈکیتی کی تھی اور مزاحمت کرنے پر بینک کے چوکیدار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

چونکہ چھ دفعات کے تحت چھ دفعہ سزائے موت سنائی گئی تھی اس لیے جلاد نے بھی چھ دفعہ اس کی گردن پر تلوار کے وار کیے۔ یعنی ہر دفعہ کے تحت ایک بار اس کی گردن پر تلوار چلائی گئی تا کہ قاضی کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔

ختم نبوت کا اقرار کرنے پر انہیں دہکتی آگ میں ڈال دیا:

حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کی کرامت کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ جو تابع تابعین میں بلند پایہ بزرگ ہیں۔ ان کا ایک عجیب واقعہ حدیث وتاریخ کی نہایت مستند کتاب حلیہ ابی نعیم تاریخ ابن عساکر تاریخ ابن کثیر وغیرہ میں محدثانہ اسانید کے ساتھ مذکور ہے، جس کے دیکھنے سے سرور کائنات، فخر موجودات، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کمالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ جو معجزات وکمالات انبیائے سابقین کو عطا ہوئے تھے اس قسم کے بعض کمالات اور خوارق عادات حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد پر ظاہر فرما کر اہل علم پر ظاہر فرما دیا کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مسلیمہ کذاب کا نام شیطان کی طرح ایسا مشہور ہے کہ غالباً بہت سے عوام بھی اس سے واقف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا اعلان کیا کہ میں بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔ یمن میں اس کی نشوونما ہوئی۔ بے وقوف اور محروم القسمت گمراہوں کی ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہوگئی یہاں تک کہ اطراف پر چھا گئی اور لوگوں کو جبر واکراہ سے اپنے باطل مذہب کی طرف دعوت دینے لگی۔ ایک روز مسلیمہ کذاب نے حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے حاضر کیا اور دریافت کیا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ابو مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں۔ اس نے پھر کہا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابو مسلم نے فوراً کہا کہ بیشک۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابو مسلم نے فوراً کہا کہ میں سنتا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو فرمایا کہ ہاں، اس طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کئے اور یہی دونوں جواب سنے غصے میں آکر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار سوختہ کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دو۔ اس کی حزب شیطان نے حکم پاتے ہی جہنم کا یہ نمونہ تیار کر دیا اور ابو مسلم کو بے دردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا مگر جس قادر مطلق نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے دہکتی

آگ کو ایک پرفضا باغ اور برداوسلام بنادیا تھا وہ حیّ وقیوم آج بھی اپنے رسول کی محبت میں جان نثاری کرنے والے ابومسلم کو دیکھ کر رہا تھا۔ اس نے اس وقت پھر معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلادی اور نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملادیں۔

حضرت ابومسلم رحمہ اللہ صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسلیمہ کذاب کے ساتھی خود مذبذب ہونے لگے اور مسلیمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جائیں۔ حضرت ابومسلم رحمہ اللہ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ لی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کردی۔ اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے!

> ''مسلیمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلادیا ہے، بہت مشہور ہوچکا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے۔''

خون ناحق کا انتقام:

دریائے چناب اور دریائے جہلم تریموں کے مقام پر باہم گلے ملتے ہیں اور نیچے ملتان کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں۔ کچھ دور تک دونوں کے پانیوں کا رنگ جدا جدا نظر آتا ہے مگر جلد ہی جہلم اپنی انفرادیت مکمل طور پر چناب (ینہاں) کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی ینہاں کے مشرقی کنارے پر شورکوٹ واقع ہے جسے کھجوروں کے درخت گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔

اسی شہر میں پانچ صدی پہلے سلطان العارفین حضرت محمد باہو رحمہ اللہ نے آنکھیں کھولیں۔ اس وقت اکبر اعظم کا عہد تھا اور مغل ملوکیت اپنے عروج پر تھی۔ سلطان باہو رحمہ اللہ کو علاقے کے نیک نہاد صوبیدار کے گھر پیدا ہوئے لیکن صوبیداری سے کوئی انس نہ تھا۔ اللہ سے لولگائی اور اللہ کی مخلوق کی ہدایت کے لیے کام کیا۔ ملوکیت کے ہاتھوں عوام کے بنیادی حقوق کی پامالی دیکھ کر وہ تڑپ اٹھے اور بدی کے خلاف شعری جہاد کرتے

رہے۔ ان کا مزار شورکوٹ سے دور پنہاں کے مغربی کنارے پر واقع ہے جہاں سے گڑھ مہاراجہ قصبہ صرف تین میل دور واقع ہے۔ یہ قصبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام پر آباد ہوا اور آباد کرنے والے کا نام مہر رجب خان سیال تھا، لیکن اس نے از راہ عقیدت اس بستی کا نام گڑھ رجبانہ کے بجائے گڑھ مہاراجہ رکھا اور اس نے جھنگ سیال کے نوابوں کے خلاف مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مدد کی جس کے نتیجے میں جھنگ سیال مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر سکھوں کی جاگیر بنا۔ سکھوں سے انگریز چھین لے گئے اور قیام پاکستان کے وقت پھر مسلمانوں کے پاس آ گیا، لیکن گڑھ مہاراجہ جوں کا توں موجود رہا اور انسانی فطرت کی عجیب کہانی سناتا رہا۔

اسی گڑھ مہاراجہ اور شورکوٹ سے آگے بڑھیں تو دور پنہاں کے کنارے احمد پور سیال کی بستی موجود ہے جہاں ہندوؤں کی انگریز پرستیوں اور انگریز کی ہندو نوازیوں کے خلاف پنجاب میں پہلی بار منظم جدوجہد شروع ہوئی۔ جری سیالوں نے سیواجی کے بیٹوں کو یہ باور کرا دیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی رگوں میں عالمگیری خون رواں دواں ہے، یہاں سے ذرا آگے دریائے راوی اٹھکیلیاں کرتا پنہاں کی آغوش میں جا گرتا ہے جو ذرا آگے چل کر ملتان کے علاقے میں داخل ہو جاتا ہے اس جگہ ملتان کے بڑے بڑے خاندانوں میں سے ایک پرشکوہ خاندان آباد تھا۔

۱۸۸۰ء کا وسط تھا انگریز کی حکومت میں ابھی تک استحکام پیدا نہ ہوا تھا، لیکن اس علاقے میں انگریزوں سے بڑا حاکم ان کا پٹھو غلام فرید نول موجود تھا جس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہ مل سکتا تھا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام مہر دوست محمد تھا اور عمر دس سال تھی۔ اس کا ایک بھتیجا بھی جس کا نام عبدالمجید تھا، یہی کوئی بیس یا تیس برس کا۔ عبدالمجید کا باپ اس کے بچپن ہی میں طاعون کی نذر ہو گیا تھا اور اسی طاعون سے مہر غلام فرید کا دوسرا چھوٹا بھائی مہر غلام حیدر بھی فوت ہو گیا، اور اپنے پیچھے جوان بیوہ، دو لڑکیاں اور وسیع و عریض جائیداد چھوڑ گیا۔ جوان بیوہ کا میکہ رنگ پور ضلع مظفر گڑھ کے ایک اونچے خاندان میں تھا مہر غلام فرید کو بیوہ اور یتیم بھتیجیوں کی بجائے وسیع و عریض جائیداد کا فکر تھا کہ اگر اس کی بھتیجیوں کی شادیاں ان کے ننھیال میں ہو گئیں تو مہر غلام حیدر کی جائیداد کا بڑا حصہ وہ لے جائیں گی۔ مصیبت یہ آن پڑی تھی کہ مہر غلام فرید کا لڑکا مہر دوست محمد ابھی

دس برس کا تھا اور اس کا بھتیجا مہر عبدالمجید پہلے ہی شادی شدہ تھا اس لیے ان لڑکیوں کے لیے کوئی مرد موجود نہ تھا۔ مہر غلام فرید نے بیوہ بھابھی پر نکاح ثانی کے لیے ڈورے ڈالے، لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ اس نے اللہ کی عبادت اور بچیوں کی تربیت میں اپنے آپ کو گم کر دیا۔ وسیع زرعی جائیداد کی آمدنی کا بیشتر حصہ وہ رفاہی کاموں پر خرچ کر ڈالتی۔ اس نے بیواؤں اور ناداروں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے اور غریب لڑکیوں کے جہیز بنانا اس کا دل پسند مشغلہ تھا۔

مہر غلام فرید کی یتیم بھتیجیاں اب اٹھارہ اور بیس برس کی ہو چکی تھیں اور ان کی نیک سرشت والدہ کے لیے ان کو مزید بٹھائے رکھنا اب ممکن نہ رہا تھا۔ مہر غلام فرید اور اس کے درمیان لڑکیوں کے رشتے ناتے کی بات کئی مرتبہ آگے بڑھی۔ مہر کی خواہش یہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ خود نکاح پڑھائے، بڑی بیٹی کو مہر کے بھتیجے کے عقد میں دے جس کا پہلے بھی نکاح ہو چکا تھا۔ اور دوسری بیٹی کا نکاح اسی کے کمسن بیٹے کے ساتھ کر دے اور یوں تمام جائیداد گھر کی گھر ہی میں رہے۔

مہر غلام فرید کا کمسن لڑکا اب گیارہ بارہ سال کا تھا اور بیوہ کی بیٹی اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ بیوہ نے یہ رشتہ قبول کر لیا، لیکن وہ خود نکاح ثانی کے لیے اپنی بڑی بیٹی کو شادی شدہ عبدالمجید کے عقد میں دینے پر رضامند نہ تھی۔ اس نے اپنی بڑی بیٹی کا رشتہ اپنے بھتیجے کی ساتھ مظفر گڑھ میں طے کر دیا۔ منگنی دھوم دھام سے ہوئی۔ مہر غلام فرید اس کے بیٹے اور اس کے بھتیجے نے زبردست مخالفت کی مگر بیوہ عزم و ہمت کی چٹان بن گئی اس کے جواب میں مہر غلام فرید نے اپنے کمسن بیٹے کے لیے بیوہ کی چھوٹی بیٹی کا رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور سنگین نتائج کی دھمکیاں دینے لگا آخر مجبور ہو کر بیوہ نے دوسری بیٹی کا رشتہ بھی اپنے دوسرے بھتیجے کو دے دیا اور ۲۱/اپریل ۱۹۰۰ء کی تاریخ شادیوں کے لیے مقرر کر دی۔ مہر غلام فرید ابھی تک آس لگائے ہوئے تھا۔ لیکن تاریخ مقرر ہوتے ہی وہ تلملا اٹھا اور غصے کے عالم میں اس کی سوجھ بوجھ جواب دے گئی۔

۲۱/اپریل ۱۹۰۰ء کو صبح ہی سے آسمان پر غبار چھایا ہوا تھا۔ مست پنہاں چپکے چپکے بہ رہا تھا۔ پچھلے پہر سرخ آندھی کے آثار نمودار ہوئے۔ مغرب کی اذان بلند ہوئی اور ادھر باراتوں کی شہنائیاں بجنے لگیں اور لوگوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں تینوں ماں بیٹیوں

نے جلد جلد نمازیں پڑھیں کہ ٹاپوں کی گھن گرج سنائی دی۔ وہ بیس گھڑ سوار تھے جو مہر غلام فرید نے باراتیوں کے روپ میں اصل باراتیوں سے پہلے بھیج دیئے تھے انہوں نے تینوں نیک نہاد خواتین کی گردنیں جائے نمازوں ہی پر کاٹ ڈالیں اور ان کی لاشیں گٹھڑیوں کی شکل میں باندھ لیں اور انہیں گھوڑوں پر لاد کر دریائے چناب کے بیلوں میں گم ہو گئے۔

اصل باراتی آئے تو جائے نمازوں پر خون بکھرا ہوا تھا۔ ساتھ تین جوڑے زنانہ جوتے اور روز نانہ دوپٹے موجود تھے اسے مائیوں کا لباس کہا جاتا ہے۔

انگریزی قانون حرکت میں آیا مہر غلام فرید اور اس کے بھتیجے عبدالمجید کے چالان ہوئے۔ اصل قاتل بیس آدمی تھے وہ علاقے کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے ان کا بھی چالان ہوا، لیکن ایک تو مہر غلام فرید انگریزوں کا چہیتا اور ان کا دست و بازو تھا، دوسرے مقدمے کی پیروی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بیوہ کے میکے والے بھی باہمت ثابت نہ ہوئے اور مہر کی ہیبت سے ڈر گئے۔ تیسرے لاشیں برآمد نہ ہوئی تھیں، انہیں چناب کے گہرے پانی نگل گئے تھے۔ وقوعہ اندھیرے میں ہوا تھا۔ چشم دیدہ گواہ زیادہ تر بیوہ کی خادمائیں تھیں، وہ لائق فائق وکلاء کی جرح کے سامنے ریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گئیں۔

مہر غلام فرید اگلے سال ہی راہی ملک عدم ہو گیا، اسے چناب کے بیلوں میں کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا تھا اور چند ہی لمحوں بعد اسنے کھجور کے سائے میں دم توڑ دیا۔ جہاں اس سے پہلے تین مظلوم عورتوں کو لاوارث سمجھ کر ذبح کر دیا گیا تھا اور اب وہ مکان مہر غلام فرید کی ملکیت میں آ کر دائرہ (مہمان خانہ) بن چکا تھا۔

مہر غلام فرید تو رخصت ہو گیا، لیکن لوگوں کے لیے عبرت کی ایک داستان چھوڑ گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جنازے کے بعد اس کا پورا بدن، خصوصاً چہرہ سانپ کے زہر کی وجہ سے سیاہ پڑ چکا تھا۔ اسکی طرف دہشت سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ کئی روز اس حادثے کے چرچے رہے اور پھر لوگ سب کچھ بھول گئے اور مہر دوست محمد کا حکم بجا لانے لگے۔ مہر دوست محمد کی شادی جلد ہی جھنگ کے ڈب خاندان میں ہو گئی اور شوکت و سطوت کے پھریرے پہلے سے بھی زیادہ آب و تاب دکھانے لگے۔

مہر دوست محمد مسلسل ۱۹۴۵ء تک علاقے سے منتخب ہوتا رہا۔ اسمبلیاں اس کے بغیر مکمل ہوتی ہی نہ تھیں۔ ملتان، جھنگ، بلکہ پنجاب بھر کی سیاست میں وہ ایک مستقل

عنوان بن چکا تھا۔

ڈب قبیلے کی بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا مہر نذر محمد پیدا ہوئے۔ مہر نذر محمد کی شادی انتہائی دھوم دھام سے ہوئی اور روایت ہے کہ ۱۹۴۰ء کے سستے زمانے میں لاکھ روپے سے زائد سلامی دی گئی۔ ہندوستان بھر کے رؤسا، راجے، مہاراجے، انگریز حکام اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔

مہر نذر محمد کے ہاں یکے بعد دیگرے جڑواں شکل میں چار لڑکے پیدا ہوئے۔ لوگوں کو یاد ہی نہ رہا کہ مہر دوست محمد، اس کے چچیرے بھائی مہر عبدالمجید اور اس کے والد مہر غلام فرید نے کبھی ایک موسم بہار کی شام تین بے گناہ اور پاکباز عورتوں کو دولت و جائیداد کے لالچ میں بے دردی سے ذبح کروایا تھا۔

مہر دوست محمد کا بیٹا عین عنفوان شباب میں چار لڑکے چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی سے اپنے جوان بیٹے کا غم نہ دیکھا گیا اور وہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ مہر دوست محمد نے چاروں پوتے سینے سے لگائے، لیکن ۱۹۴۵ء میں دوسری شادی رچالی۔ دوسری بیوی سے مہر گل محمد پیدا ہوا جو باپ کی نگاہوں کا تارا بن گیا۔ مہر دوست محمد کا یہ عمل اس کے پوتوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ اب ان کی عمریں ۱۲ اور ۱۴ سال کی تھیں۔

مہر دوست محمد کا لڑکا اپنے بھتیجوں سے دو چار سال چھوٹا تھا، لیکن اس کی تعلیم لاہور کے اونچے تعلیمی اداروں میں ہو رہی تھی۔ اس کا زرق برق لباس، اس کی نئے ماڈل کی کار، اس کے خدام کے پہرے، یتیم بھتیجوں کو اشتعال دلانے کے لیے کافی تھے۔

۲۱/اپریل ۱۹۶۲ء کی ڈراؤنی شام کا واقعہ ہے۔ مہر دوست محمد کے مہمان خانے میں چچا بھتیجوں کی تو تکرار ہوئی۔ اس پر بھتیجے مشتعل ہو کر خنجر بدست للکارتے ہوئے آئے۔ مہر دوست محمد کا لڑکا مہر گل محمد جو بیس برس کا تھا، اس کو اسی کھجور کے نیچے قتل کر دیا گیا جہاں ساٹھ برس پہلے تین بے کس اور بے گناہ عورتیں ذبح کی گئیں تھیں۔ مقتول کے چاروں بھتیجے پولیس نے گرفتار کر لیے۔ سیشن جج ملتان کے ہاں سب کے لیے پھانسی کا حکم صادر ہوا۔

۱۹۶۶ء میں تین بھائی پھانسی پا گئے۔ سب سے چھوٹے کی عمر کم تھی۔ چناں چہ صدر

ایوب نے سزائے موت کو عمر قید کی سزا میں بدل دیا۔ اس سے میری ملاقات نیو سنٹرل جیل ملتان میں ہوئی۔ وہ ٹی بی کا مریض تھا اور سے ۱۹۶۷ء کے اوائل میں دماغی دورے پڑنے لگے تھے۔ اس نے مجھے یہ پوری داستان سنائی اور بڑی تفصیل سے بتایا کہ اس کا خاندان کس حال میں ہے۔

''میرے دادا کو اس کی چہیتی بیوی نے چپکے سے زہر دے دیا اور اسی کھجور کے درخت کے نیچے خون کی قے کرتا ہو مر گیا اس کی بیوی نے کسی دوسرے قبیلے میں شادی کر لی جس نے ہماری ساری جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جسے بچانے کے لیے ہم ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہتے تھے۔''

کھجور کا درخت اب غیروں کے قبضے میں ہے اور ظالموں کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ (بحوالہ خواتین میگزین)

باب نمبر: ۱۷

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کی برکات کے چند واقعات

سنت طریقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کے لیے دین پر چلنا آسان فرما دیا ہے۔ آپ کا ایک ایک طریقہ یعنی سنت اس ساری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے۔ سفر تو تقریباً ہر شخص کرتا ہے اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر سفر کریں تو ہر قسم کے حادثات سے بچ جائیں۔

چند سال قبل PIA کے کافی حادثات ہوئے تو PIA کی انتظامیہ کو سنت کے مطابق سفر کرنے کی ہدایات دی گئیں اور جب سے سفر کی دعا پڑھی جانے لگی ہے اللہ تعالیٰ نے PIA کو بڑے حادثات سے محفوظ فرما لیا۔ چند مشاہدات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ میرے دوست کا حادثے میں محفوظ رہنا:

ایک دفعہ میرے ایک دوست راجن پور سے ڈیرہ غازی خان بذریعہ بس سفر کر رہے تھے۔ سفر شروع کرتے وقت دعاؤں کا اہتمام کیا۔

دوران سفر بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی راستے میں بس کو حادثہ پیش آ گیا، بس الٹ گئی ہر مسافر زخمی ہو گیا اور درد کی وجہ سے چیخ و پکار سن کر جاگ اٹھے تو سوائے میرے دوست کے تمام مسافر زخمی تھے۔ انہوں نے الٹی ہوئی بس سے نکل کر دوسرے لوگوں کی مدد سے مسافروں کی مدد کی اور ہسپتال تک زخمیوں کو پہنچایا۔

اگر ہم سب ڈرائیور اور کلینر صاحبان کو سنت طریقے پر چلنے کی تاکید کریں اور یہ طریقہ ٹریننگ کورس میں شامل کر لیں تو روزانہ کے حادثات سے نجات مل سکتی ہے۔

اصل میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کی قدر نہیں ورنہ ہم لوگ اپنی جان ومال اور عزت بچانے کے لیے ان طریقوں پر مر مٹتے۔

۲۔ فیصل آباد کا سفر:

ایک دفعہ ملتان سے فیصل آباد بذریعہ کار ایک مریض کو دیکھنے کے لیے جانا پڑا۔ سفر شروع کرنے کے وقت سنت کے مطابق تمام دعائیں پڑھی گئیں۔ مجھے اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بٹھا دیا گیا اور ہم سب روانہ ہوگئے۔ جھنگ کے قریب بہت بارش تھی کیچڑ کی وجہ سے کئی حادثات ہو چکے تھے۔ وہاں پر ایک پل تھا اس کے اردگرد پانی بہت جمع تھا۔ اور ایک بس پل سے پھسل کر پانی میں گری ہوئی تھی جونہی ہماری کار پل کے قریب پہنچی تو پھسلنا شروع کر دیا۔ ڈرائیور سے میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا گاڑی پھسل رہی ہے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

سامنے والے دکاندار شور مچا رہے تھے کہ ''مر گئے مر گئے'' گاڑی ایک گڑھے کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا تھا جا رہی تھی، جب گاڑی گڑھے کے قریب پہنچی تو یکدم واپس ہو کر پل پر چڑھ گئی اور وہاں بند ہوگئی۔

ہم سب اللہ کے فضل سے بمع گاڑی محفوظ تھے۔ بہت سارے لوگ اکٹھے ہوگئے اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گاڑی کو کس نے واپس کیا ہے اور اوپر پل پر کون لے گیا۔ ہم سب کو اس بات کا یقین تھا کہ سنت طریقے پر سفر کرنے کی وجہ سے ہم لوگ اس بڑے حادثے سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چل کر دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۔ رات کا سفر:

۱۹۸۰ء میں میں بہاولپور میں سروس کرتا تھا۔ ایک رات اطلاع ملی کہ میرے والد صاحب راجن پور میں سخت بیمار ہوگئے ہیں فوراً پہنچیں۔ چناں چہ میں رات کے وقت ہی بمع اہل وعیال روانہ ہوگیا۔ سفر کے وقت تمام دعائیں پڑھیں۔ جب خانپور کے قریب پہنچے تو سڑک ٹوٹی ہوئی تھی اور تنگ تھی، گاڑیاں وقت سے گزر رہی تھیں۔

ایک جگہ ایسی آئی کہ میری کار ٹرک اور بس کے درمیان پھنس گئی میں نے ڈرائیوروں کی بہت منت سماجت کی، مگر کون سنتا ہے۔ ٹرک والے نے آ کر میری گاڑی پر ایک طرف سے دباؤ ڈالا تو ایک زبردست دھماکہ ہوا، بچوں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر بس والا اور ٹرک والا دونوں بھاگ گئے۔

جب میں گاڑی سے نیچے اترا اور حالات کا جائزہ لیا تو سوائے تھوڑی سی خراش کے اور گاڑی کو کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں نے گاڑی کو چلایا تو چل پڑی اور ہم سب بخیریت منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

اتنے بڑے حادثے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے بچالیا۔

۴۔ پہاڑی کا سفر:

چند سال قبل جماعت کے ساتھ ایک پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اور ہر قدم پر (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق) اللہ اکبر کہتے جارہے تھے۔ یہ خطرناک سفر تھا کیوں کہ پہاڑی کے نیچے دریائے سندھ گزر رہا تھا۔ راستہ میں بارش کی وجہ سے پھسلن تھی ہمارے ساتھ ایک بوڑھا پٹھان تھا۔ جو سب سے آگے تھا اور اونچی

آواز سے اللہ اکبر کہتا جارہا تھا۔

یکدم بوڑھے پٹھان کا پاؤں پھسلا اور اس نے پہاڑی کے ساتھ نیچے لڑھکنا شروع کر دیا، اس کے گرنے کو ہم سب دیکھ رہے تھے اور دریائے سندھ میں گرنے سے سوائے باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں بچا سکتا تھا یکدم ہم نے دیکھا کہ وہ ایک پتھر پر کھڑا ہو گیا ہے اور جھاڑی کو پکڑ رکھا ہے۔ ہم نے رسیاں نیچے پھینکیں اور اس کو آرام سے اوپر کھینچ لیا نیچے دریائے سندھ صاف نظر آرہا تھا۔

جب یہ بوڑھا پٹھان واپس آ گیا تو میں نے اس کے سارے جسم کا معائنہ کیا تو سوائے دو جگہ معمولی خراش کے باقی اس کا جسم صحیح سلامت تھا اور ہماری طرح چل پھر رہا تھا۔ میں نے اس سے بچ جانے کی وجہ پوچھی تو فوراً بولا میں سنت کے مطابق بلندی پر

چڑھ رہا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات:

واقعات جو میں نے خود سنے حاضر خدمت ہیں:

سنت طریقہ پر کھانے کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا:

ملتان کی ایک جماعت کافی عرصہ پہلے امریکہ گئی۔ کام سے فارغ ہو کر کھانا کھانے کے لیے دستر خوان لگایا۔ اسی عرصہ میں ایک حبشی امریکن آیا۔ اس نے انگریزی میں کہا کہ میں آپ سے چند سوالات کرنے آیا ہوں۔ جماعت کے ساتھیوں نے اسے کھانے میں شریک کیا اور کافی اکرام کیا میٹھا کھلایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو کہا کہ مجھے مسلمان بنا دیں۔ جماعت کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ سوالات پوچھنے آئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ جس سادگی اور محبت سے آپ نے کھانا کھلایا ہے آج تک تو میری ماں نے بھی کبھی نہیں کھلایا۔ گھر میں ہر ایک کی علیحدہ پلیٹ، علیحدہ چمچہ، کانٹا اور گلاس ہے، جس کو میں ہی ہاتھ لگاتا ہوں اور اس میں صرف میں ہی کھاتا ہوں۔ گھر کے تمام افراد حتیٰ کہ والدین بھی میری چیزوں سے دور رہتے ہیں۔ یہاں تو ہم سب نے ایک ہی پلیٹ میں کھایا اور ایک ہی گلاس سے پانی پیا۔ اگر اسلام یہی ہے تو مجھے قبول ہے۔ چناں چہ اس نے مسلمان ہو کر جماعت کے ساتھ کچھ وقت لگایا اور بہت خوش تھا کہ اللہ کی ذات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی برکت سے ایمان کی دولت سے نوازا۔

غیر مسلم نکاح کے عمل کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا:

ملتان میں ابدالی مسجد میں لمبی لمبی زلفوں والا ایک نو مسلم جماعت کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ ساتھی اس سے ملتے، وہ بہت محبت سے پیش آتا، اور جب لوگ اس سے یہ سوال کرتے کہ آپ اسلام میں کیسے داخل ہوئے تو ناراض ہو جاتا۔ میں اس کو بار بار ملتا رہا اور مسلمان ہونے کی وجہ نہ پوچھی، بلکہ اپنے ذاتی تجربات سنائے۔ وہ ایک دن اصل بات بتانے کے لیے خود بخود آمادہ ہو گیا۔ لندن میں ایک گرجا گھر میں اس کا والد پادری

تھا اور اس کا باپ اس کو گرجا کی سروس کرنے کی تعلیم دیتا رہتا اور اس کو اپنے بعد پادری بننے کی ترغیب دیتا۔ جس پر یہ بھی رضامند تھا۔ ایک روز اتوار کے دن گرجا میں دو مردوں کی آپس میں شادی کا اعلان ہوا۔ اس نے اپنے باپ سے پوچھا کہ مرد عورت کا نکاح تو ہوتا ہے مگر آج دو مردوں کا کیسے ہوا؟ کیا آپ نے عیسائی مذہب میں تبدیلی کر دی ہے؟ میرے باپ نے بتایا کہ جب دونوں فریق راضی ہوں تو برٹش پارلیمنٹ نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ یہ جواب سن کر نومسلم پریشان ہو گیا اور گرجا میں جانا بند کر دیا۔ اس کے باپ پادری نے بہت دباؤ ڈالا مگر کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت کا فیصلہ کر دیا تھا اس لیے وہ عیسائیت سے بیزار ہو گیا اور نئے مذہب کی تلاش میں نکلا۔ وہ کہنے لگا کہ میرے گھر کے قریب ایک مسجد تھی جس میں میں نے جانا شروع کر دیا۔ وہاں کے لوگوں نے بہت عزت کی اور چند دنوں میں ایک نکاح ہوا جس کو میں نے بہت غور سے دیکھا کہ صرف مرد آئے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا کیا دو مردوں کا آپس میں بھی نکاح ہوا تو لوگوں بتایا کہ اسلام میں یہ حرام ہے۔ چناں چہ اس عمل نے مجھے ہدایت دی اور میں مسلمان ہو گیا۔ اور جب سے کلمہ کی محنت میں لگا ہوں بہت سکون سے ہوں۔

غیر مسلم استنجاء کے عمل کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا:

لندن کے علاقہ کا دھوبی جو پہلے عیسائی تھا مسلمان ہو کر جماعت کے ساتھ ملتان آیا۔ میں اس کے کافی قریب ہوا تو باتوں باتوں میں اس نے اسلام لانے کی وجہ خود بتا دی۔ کیوں کہ وہ دھوبی تھا اس لیے اس کے پاس مسلمانوں اور غیر مسلموں کی پینٹیں آیا کرتی تھیں۔ دونوں پینٹوں میں اس نے نمایاں فرق پایا۔ مسلمانوں کی پینٹ صاف ہوتی اور غیر مسلموں کی غلاظت سے بھری ہوتی تھیں اور یہ گندی پینٹیں واپس کر دیتا اور ان کو بتاتا کہ مسلمانوں کی پینٹیں کتنی صاف ہیں۔ چناں چہ مسلمانوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو مسلمان بتاتے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کا عمل بتایا ہے جس سے ہم پاک ہو جاتے ہیں۔ دھوبی کہنے لگا کہ ہمارے مذہب میں کوئی ایسی بات نہ تھی اور پادری بھی نہیں جانتے تھے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں ڈال دی کہ مسلمانوں کے نبی نے کتنا مکمل ضابطہ حیات حتیٰ

کہ پاک ہونے کا طریقہ بھی بتلایا ہے جس کی وجہ سے میں مسلمان ہوگیا۔

ملتان کی ایک جماعت انگلستان ۷ ماہ کے لیے گئی وہاں مسلمانوں سے ملاقاتیں کیں۔ اسی دوران ایک پادری نے ان کو کافی پریشان کیا کہ مسلمان پاک ہونے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں جو ہمارے علاقہ میں بہت قیمتی ہے اور یہ کام تو ٹشو پیپر سے بھی ہو جاتا ہے۔ جماعت والوں نے اس پادری کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ ٹشو پیپر سے انسان پاک نہیں ہوتا۔ اور پانی خود پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ اس چیز کو پادری نہیں مان رہا تھا اور جماعت والوں کو تنگ کر رہا تھا۔ چناں چہ جماعت کے ایک ساتھی نے ہمت کی اور اس چیز کا مشاہدہ کرانے کی ٹھان لی۔ اس ساتھی نے گندگی منگوائی۔ اس میں اپنی انگلی ڈال کر نکال لی اور اس کو کافی دفعہ ٹشو پیپر سے صاف کیا اور پادری کی ناک کے قریب لے گیا۔ تو پادری نے تسلیم کیا کہ اس سے بو ابھی آتی ہے۔ پھر اس نے دوبارہ اپنی انگلی گندگی میں ڈال کر نکالی اور اس کو پانی سے خوب دھویا اور پادری کی ناک کے قریب لے گیا تو پادری نے خود بتایا کہ اب اس سے بو نہیں آتی۔ اس پر وہ پادری اٹھ کر یہ کہہ کر چلا گیا کہ جو تم کہتے ہو وہ حق ہے۔

شوہر کے اخلاق دیکھ کر امریکی لڑکی مسلمان ہوگئی:

امریکہ میں ایک جماعت جس میں ملتان کے کچھ ساتھی تھے۔ انہوں نے واپس آ کر ایک عجیب کارگزاری سنائی۔ امریکہ میں قیام کے دوران ایک پاکستانی نے جو وہاں نوکری کر رہا تھا جماعت کی گھر بلا کر ضیافت کی اور گزارش کی کہ اس کی بیوی غیر مسلم ہے۔ کئی دفعہ اس کے کہنے کے باوجود مسلمان نہیں ہوئی۔ چناں چہ ان ساتھیوں نے اس کی بیوی سے پردے کے پیچھے اسلام کی خوبیاں بیان کیں، مگر اس محترمہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں اپنے شوہر اور غیر مسلم مردوں میں کوئی فرق نہیں پاتی۔ یہ غیر عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، شراب اور خنزیر کھاتے ہیں اور میں نے اپنے شوہر میں کوئی اسلام کی خوبی نہیں دیکھی۔

چناں چہ جماعت کے ساتھی مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ مگر اس پاکستانی کے دل میں بیوی کو مسلمان کرنے کی بڑی تڑپ دیکھ کر جماعت کے ساتھیوں نے اس کو اللہ کے

راستے میں نکل کر دین سیکھنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اس کی بیوی نے بھی اس کو جماعت کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ کچھ دن جماعت کے ساتھ لگا کر جب یہ صاحب گھر واپس آئے تو اس کی بیوی نے اس کی موجودہ اور ماضی کی زندگی میں نمایاں فرق دیکھا۔ تو اس بی بی نے اپنے خاوند کو بھیج کر جماعت کے ساتھیوں کو اپنے گھر از خود بلایا اور کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ جماعت کے ساتھیوں نے وجہ پوچھی تو بی بی نے بتایا کہ چند دن جماعت میں گزارنے سے میرا خاوند تو بالکل بدل گیا ہے۔ غیر عورتوں کے ساتھ میل جول تو کیا ان کو دیکھتا ہی نہیں۔ شراب اور خنزیر سے بالکل متنفر ہو گیا ہے۔ نماز جو اس نے کبھی نہیں پڑھی تھی پابندی سے بڑھ رہا ہے۔ میرے ساتھ بحیثیت خاوند اس کا رویہ اب بہت ہمدردانہ ہے۔ اگر یہی اسلام ہے تو مجھے بھی اس کی ضرورت ہے۔ جماعت کے ساتھیوں نے بتایا کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپنے اندر لے آئیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عمل میں اللہ تعالیٰ نے نورانیت رکھی ہے، یہ نمایاں تبدیلی جو آپ اپنے شوہر میں دیکھ رہی ہیں یہ اسی ماحول کا نتیجہ ہے۔

اتباع سنت کی اہمیت پر ایک پادری کے مسلمان ہونے کا واقعہ:

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ایک جماعت جاپان میں گئی وہاں کا جو سب سے بڑا پادری تھا اس کے گرجے میں ٹھہری کیونکہ وہاں گرجے تو اتوار والے دن ہی کھلتے ہیں باقی دن بند رہتے ہیں تو تیسرے دن وہ پادی آیا اور کہنے لگا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ ساتھی بڑے حیران ہوئے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا میرے اندر اتنی روحانیت ہے کہ اس کی ادنیٰ طاقت میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں پھر اس نے غالباً ۲۰ (بیس) فٹ کے فاصلے پر ایک ساتھی کو کھڑے ہونے کا کہا اور دور سے اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دے کر نیچے کیا تو وہ ساتھی گر گیا وہ پادری کہنے لگا یہ تو میری ادنیٰ طاقت کا نمونہ ہے۔ اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا سنت کے مطابق تو مجھے اس جگہ نور ہی نور نظر آیا اور پھر کہا کہ جہاں میری اعلیٰ طاقت کا نور ختم ہوتا ہے وہاں سے سنت کا نور شروع ہوتا ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ (سوانح یوسفی)

اتباع سنت پر امریکی لڑکی کا اسلام قبول کرنا:

امریکہ کا ایک نوجوان اسکا لباس بھی سنت کے مطابق اور سر پر بھی سنت کے مطابق عمامہ تھا تو ایک لڑکی آئی وہ کہنے لگی تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں وہ کہنے لگی کہ مسلمان تو ایسے نہیں ہوتے۔ نوجوان نے جواب دیا کہ یہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ تو وہ لڑکی کہنے لگی کہ اس لباس میں بڑی وجاہت ہے پھر وہ وہیں مسلمان ہوگئی۔

ایک مریض کا واقعہ:

گلاسکو میں تبلیغی جماعت گئی تو وہاں ایک ساتھی بیمار ہوگیا۔ وہ تین دن ہسپتال میں رہ ۳ دن مسلسل ایک نرس آتی رہی دیکھ بھال کے لیے تیسرے دن وہ کہنے لگی میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں وہ ساتھی بڑا حیران ہوا اس سے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے تو نرس کہنے لگی اللہ نے مجھے اتنا حسن دیا ہے جو میری طرف دیکھتا ہے اس کی نگاہیں ہٹتی نہیں ہیں، لیکن تمہارے اندر وہ کون سی قوت ہے کہ جب بھی میں تمہارے سامنے آتی ہوں تو تم اپنی نظروں کو جھکا لیتے ہو اسی کشش اور بات کی وجہ سے میں تمہارے طرف راغب ہوئی ہوں تو وہ ساتھی کہنے لگا میرے اور تیرے راستے تو جدا جدا ہیں۔ تو عیسائی، میں مسلمان تو وہ کہنے لگی تم مجھے جو کہو گے میں وہ کرونگی۔ اگر تم کہو گے تو میں مسلمان بھی ہو جاؤں گی۔ نوکری بھی چھوڑ دوں گی اس طرح وہ ایک سنت کے اہتمام کی برکت سے مسلمان ہوگئی۔

(سمعت حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم)

مجھے ایک صاحب ملے کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں! امریکن تھا میں نے کہا وہ کیوں تم تو غیر مسلم ہو؟ کہنے لگا وہ ایسے کہ سال میں کچھ وقت انسان کو ایسا گزارنا چاہیے کہ وہ ڈائٹنگ کر کے اپنے نظام ہضم کو کچھ عرصہ فارغ رکھے۔ اس طرح اس کے اندر موجود رطوبتیں جو وقت کے ساتھ زہر میں تبدیل ہو جاتی ہیں، روزے سے ختم ہو جاتی ہیں۔ ان خطرناک رطوبتوں کے ختم ہونے سے بہت سے پیچیدہ امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس طرح نظام ہضم پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔

اس لیے میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم مہینے میں اس طرح روزہ رکھ کر

ڈائٹنگ کریں گے۔ میں نے کہا ہمیں یہ سنت دین میں بتائی گئی ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں ان کے اندر ایک ڈسپلن اور ضبط نفس پیدا ہوتا ہے۔ (مواعظ نقشبندی)

ایک خاتون کا ایمان افروز واقعہ جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا:

لیلیٰ برادر اسلامی ملک مراکش کی ایک نوجوان خاتون ہے، جسے اللہ نے حسن و جمال، رعنائی وزیبائی، مال و دولت، خاوند اور اولاد غرض ہر نعمت سے نواز رکھا ہے۔ خود استانی ہے اور خاوند کا پیشہ تجارت، نادیہ اور کریم ان کے دولڑ کے ہی خوبصورت اور پیارے بچے ہیں۔ لیلیٰ کی زندگی بڑے عیش و نشاط سے گزر رہی تھی، گانے بجانے، موسیقی سے شغل کرنے اور آرائش وزیبائش کرتے رہنے کے سوا اسے گویا اور کوئی کام ہی نہیں تھا، دینوی مشاغل اور عیش و عشرت میں اس قدر منہمک تھی کہ اللہ کا نام بھی کبھی اس کی زبان پر نہ آیا تھا، پچھلے موسم گرما میں جب یہ اپنے خاوند اور بچوں کے ہمراہ ساحل سمندر پر سیر وتفریح کے لیے گئی تو واپسی پر اس نے اپنے بائیں پستان پر سرخ سرخ رنگ کے ڈورے دیکھے جو آہستہ آہستہ بڑھتے گئے اور پستان سرخ انار کی صورت اختیار کر گیا اس سے سیاہ رنگ کا گرم گرم سا مواد بھی رسنے لگا اور پھر اس میں نہایت ہی شدید درد و کرب کی ٹیسیں پڑنے لگیں، ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ سرطان کا شدید حملہ ہے اس کا علاج یہاں ممکن نہیں ہوگا، لہٰذا فوراً بیلجیئم یا فرانس چلے جاؤ وہاں کے کینسر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے اس کا علاج کراؤ!۔

لیلیٰ اپنے خاوند کے ہمراہ فوراً بذریعہ ہوائی جہاز فرانس چلی گئی، وہاں کینسر کے چھ ماہر ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے اس کا طبی معائنہ کیا اور رپورٹ میں ان سب ڈاکٹروں نے بالاتفاق یہ لکھا کہ یہ مریضہ چند ہفتوں سے زیادہ کی مہمان نہیں ہے کیونکہ کینسر اس کے سارے جسم میں پھیلتا جا رہا ہے۔ لیلیٰ نے مسیحاؤں کی زبان سے مایوسی اور موت کی یہ بات سنی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حسرت و یاس کے سائے اس پر طاری ہو گئے، آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشاریں بہنے لگیں درد و کرب میں مزید اضافہ ہو گیا اور اسے پوری کائنات گردش کرتی دکھائی دینے لگی۔ ڈاکٹرں کی رائے یہ بھی تھی کہ سرطان

زدہ پستان کاٹ دیا جائے، ورنہ سرطان میں سارا بدن مبتلا ہو جائے گا، جس کے نتیجہ میں جسم پھول جائے گا۔ بال بھی باقی نہ رہیں گے، حتی کہ پلکوں اور ابرو کے بال بھی باقی نہ رہیں گے۔ چناں چہ واقعی کچھ دنوں میں لیلیٰ کے اوپر کے بدن کے حصہ گردن پر کانوں کے پیچھے اور بغلوں میں چھوٹی چھوٹی گٹھلیاں نکل آئیں جنہوں نے آہستہ آہستہ بڑھنا اور تن ہمہ کو داغ داغ شُد کرنا شروع کر دیا۔ لیلیٰ کے خاوند سے بھی اس کی یہ صورت دیکھی نہ جاتی تھی، اس نے بڑے ہی کرب سے گلوگیر لہجے میں کہا لیلیٰ! اب تو کچھ شک نہیں رہا کہ تم واقعی چند دن کی مہمان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ہم کیوں نہ مکہ مکرمہ چلیں اور اس ذات اقدس کے باب عالی پر دستک دیں جو بے کسوں اور بے بسوں کا ملجاو ماویٰ ہے۔ خاوند کی بات سن کر لیلیٰ کو بھی انبساط و انشراح قلب وصدر نصیب ہوا۔ چناں چہ اس کا اپنا بیان یہ ہے کہ: ہم نے ہسپتال چھوڑ دیا، سوئے حرم روانگی شروع کر دی اور پیرس کی سڑکوں پر ہی بلند آواز سے تکبیر وتحمید اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا شروع کر دیا۔

لیلیٰ نے مکہ میں ایک نئی دنیا دیکھی، جہاں کی کیفیات ہی کچھ اور تھیں اور اس مقام پر رک کر کھڑے ہو کر بارہ الٰہی میں فریاد شروع کی:

> ''اے اللہ! کائنات کے بادشاہ اور اپنی ساری مخلوق کو شفا بخشنے والے! تیری ایک گناہگار بندی تیرے دربار میں حاضر ہے جو دور دراز سے چل کر آئی ہے اور سرطان جیسے ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہے۔ تمام حکیم و ڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز و قاصر ہیں۔ یا اللہ! میرے دل کو اپنی محبت اور اپنے ذکر سے آباد کر دے، ڈاکٹر عاجز و درماندہ ہیں، تیرے لیے تو کوئی مشکل کام نہیں تو مجھے صحت و شفا عطا فرما دے اے میرے مولا مجھے صبر و توفیق عطا فرما اور صحت و عافیت سے شاد باد فرما دے۔''

لیلیٰ نے حرم مکے کے ایک کونے میں ڈیرہ ڈال دیا، اپنے تئیں کو خدا کا مہمان بنا دیا اور یہاں شب و روز اسی طرح گزارنے شروع کر دیئے کبھی تو بارگاہ ایزدی میں رکوع کی حالت میں ہے اور کبھی سجدہ ریز اور کبھی غلاف کعبہ سے چمٹ کر خداوند کریم کے حضور اپنی

اور کبھی لپک لپک کر چاہ زمزم کے قریب جاتی ہے، اسے نوش کرتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو یاد کرتی ہے کہ:

"آب زمزم جس نیت سے بھی پیا جائے مراد پوری ہو جاتی ہے، اگر تم حصول شفا کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ صحت وشفا عطا فرما دیتے ہیں، بھوک مٹانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ اس کو کھانے کے قائم مقام بنا دیتا ہے، اگر پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ اسے باعث فرحت وتسکین بنا دیتا ہے۔"

پورے چار دن لیلیٰ نے اسی محویت اور استغراق کے عالم میں گزار دیئے، دن رات میں وہ صرف ایک انڈا اور ایک روٹی کا ٹکڑا کھاتی، زمزم خوب پیتی، طواف، نماز، تلاوت اور ذکر واذکار کے علاوہ اسے کوئی کام نہ تھا، اس کے ٹوٹے ہوئے دل سے بار بار یہ آہیں نکلتیں:

"اے غم وفکر سے نجات دینے والے مجھے بھی اس غم سے نجات دے، اے نعمتوں کے مینہ برسانے والے مجھے بھی نعمت شفا عطا فرما۔"

لیلیٰ نے یہ دن بارگاہ الٰہی میں اسی انداز سے گزارے کہ کبھی بیت اللہ کا طواف کر رہی ہے اور کبھی حجر اسود کو بوسہ دے رہی ہے، کبھی مقام ابرہیم پر نماز پڑھ رہی ہے اور کبھی غلاف کعبہ سے چمٹ کر آہ وفغاں کر رہی ہے، سوسو مرتبہ درود شریف پڑھتی، کئی کئی پارے قرآن مجید کی تلاوت کرتی، بھاگ کر آب زمزم کی طرف جاتی، جس کے نوش جان کرنے سے ساری تکلیفیں اور تھکاوٹیں دور ہو جاتیں، تو پھر سے تازہ دم ہو کر طواف، نماز، تلاوت اور ذکر واذکار شروع کر دیتی۔ لیلیٰ کا بیان ہے:

"بس پھر کیا تھا، مجھے انبساط وانشراح قلب وصدر کی دولت نصیب ہو گئی رحمت الٰہی نے مجھے اس طرح اپنے جلو میں لے لیا کہ مجھ پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور مجھے یہ احساس بھی نہ رہا کہ میں کعبۃ اللہ میں موجود ہوں اور اپنی بیماری کے علاج کے لیے دربار الٰہی میں حاضر ہوں۔"

واقعی رب کی رحمتیں لیلیٰ پر نازل ہونا شروع ہو گئی تھیں، لیلیٰ بیان کرتی ہے:

"میں نے اپنی قمیض کے اندر ہاتھ ڈالا تا کہ دیکھوں کہ سرطان کے پھوڑوں اور ان کے ورموں کی کیا حالت ہے؟ لیکن مجھے کوئی بھی پھوڑا نظر نہ آیا اور نہ کوئی ورم محسوس ہوا، میں نے حیرت سے اپنے ساتھ عبادت میں مصروف خواتین سے پوچھا ذرا دیکھو میری گردن اور بازوؤں پر تمہیں کوئی پھوڑا، پھنسی نظر آ رہی ہے سب نے کہا نہیں کچھ نہیں، ہمیں تو بالکل کوئی پھوڑا پھنسی نظر نہیں آ رہا سب نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔"

لیلیٰ فرطِ مسرت سے بھاگ کر اپنے خاوند کی طرف گئی جو حرم کے کسی دوسرے کونے میں تھا، لیلیٰ نے جب اپنے خاوند کو یہ صورتحال بتائی تو وہ بھی فورا مسرت سے رونے لگا اور کہنے لگا کہ لیلیٰ تمہیں خبر ہے ڈاکٹروں نے مجھے یہ کہا تھا کہ تم صرف ۳ ہفتوں کی مہمان ہو۔ پھر لیلیٰ اور اس کے خاوند تشکر واطمینان کے جذبات سے لبریز ہو کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

لیلیٰ اور اس کے خاوند نے چند دن مزید حرم میں حمد وشکر اور ذکر وفکرِ الٰہی میں گزارے حتیٰ کہ فرانس جانے کا وقت قریب آ گیا، تا کہ ڈاکٹروں نے دوبارہ معائنے کے لیے جو وقت دیا ہوا تھا اس کے مطابق وہاں پہنچ سکیں۔ دوبارہ فرانس واپسی کے بعد جب ڈاکٹروں نے مریضہ کو دیکھا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، طبی نتائج پہلے کی نسبت اس قدر زیادہ مختلف تھے کہ ایک ڈاکٹر نے پوچھا:

"کیا تم واقعی فلاں مریضہ ہو؟ سچ سچ بتاؤ! کیا تم واقعی وہ خاتون ہو جو نادیہ اور کریم کی ماں ہے؟ تمہارے سرطان کو کیا ہوا؟ کچھ دن پہلے تو تمہارے بدن میں کینسر کے پھوڑے اور ورم تھے وہ کدھر گئے......؟؟ لیلیٰ نے ان سب سوالات کے جواب میں صرف ایک ہی بات کہی، اللہ کی رحمت اور اس کی کرم نوازی نے میرے تمام دکھ درد دور کر دیے ہیں۔"

ڈاکٹروں کی حیرت کی انتہا نہ تھی تاہم انہوں نے مشورہ دیا کہ از راہِ احتیاط دواؤں کا

استعمال بھی جاری رکھنا، لیلیٰ کہتی ہے کہ میرا دل اطمینان و یقین کی دولت سے لبریز تھا کہ مجھے شفاء نصیب ہوگئی ہے تاہم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں علاج کا سلسلہ جاری رکھا، چناں چہ وہ آج کل اپنے گھر میں اپنے خاوند اور اپنے پیارے بچوں نادیہ اور کریم کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کر رہی ہے، لیلیٰ کا بیان ہے:

> ''جب میری حالت ناگفتہ بہ تھی، سارا خون پیپ اور گندے مادوں میں تبدیل ہوگیا اور میں نے اللہ کے گھر پر ڈیرے ڈال دیئے تھے، اس وقت بھی میرا دل اس یقین سے سرشار تھا کہ جس بیماری کے علاج سے اطبا اور ڈاکٹر عاجز آچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے شفا عطا فرما سکتے ہیں اور اس بات پر بھی میرا ایمان تھا کہ دعا سے تقدیر بھی بدل سکتی ہے۔''

باب نمبر: ۱۸

ناقابل یقین سچے واقعات

اس نے کیا دیکھا؟:

بیس برس پہلے کی بات ہے۔ میں ان دنوں کیپٹن تھا اور گوجرانوالہ چھاؤنی میں تعینات تھا۔ گوجرانوالہ کے رجسٹریشن آفس میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ عمر ان کی ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی۔ سفید لمبی داڑھی اور نورانی چہرہ۔ ملاقات کا سلسلہ یہاں تک بڑھا کہ باتوں باتوں میں انہوں نے ایک دن ذکر کیا کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ رجسٹریشن آفس والے صاحب ایک دن مجھے سیٹ لائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ لے گئے جہاں انہوں نے میری ملاقات خضر کو دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے چوہدری اسلم صاحب سے کرائی۔ وہ ساٹھ پینسٹھ کے پیٹے میں تھے۔ سفید داڑھی اور نورانی چہرہ، میرے استفسار پر کہنے لگے:

''ہاں! میں نے خضر کو دیکھا ہے، میں گوجر خان کا رہنے والا ہوں۔ یہ ۱۸۴۷ء کی بات ہے۔ میری عمر تقریباً پچیس سال تھی اور میں ریلوے میں نائب گارڈ تھا۔ مہینے کی پہلی تاریخ تھی مجھے کوئی چالیس پچاس روپے تنخواہ ملی جو ان دنوں کے حساب سے ایک خزانہ تھی۔ میں نے ریلوے اسٹیشن سے دو روپے میں آموں کی دو پیٹیاں لیں اور گاڑی میں سوار ہوگیا۔ ریلوے کا ملازم ہونے کے ناطے مجھے الگ برتھ مل گئی۔

گاڑی راولپنڈی کی طرف چل پڑی۔ گوجرانوالہ اسٹیشن سے ذرا پہلے اس ڈبے میں ایک بھکارن چڑھ آئی، وہ جوان اور خوبصورت تھی۔ کئی لوگ اس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھتے اور بھیک دیتے جو بھیک نہ دیتا، وہ کوئی نا کوئی آواز ضرور کس دیتا وہ چپکے سے بھیک مانگتی رہی۔ اس کی اس حالت پر مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب وہ میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ لوگ تمہیں کتنی بری بری باتیں کہتے ہیں۔ تم یہ کام چھوڑ کیوں نہیں دیتی۔ کہنے لگی: مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، کچھ دینا ہے تو دے دو ورنہ چپ رہو۔ میں

نے اسے ایک آنہ دیتے ہوئے پوچھا کہ دن میں کتنے پیسے کما لیتی ہو۔ کہنے لگی: جب بارہ آنے ہو جاتے ہیں تو میں بھیک مانگنا بند کر دیتی ہوں اور گھر چلی جاتی ہوں۔ میں نے اسے ایک روپیہ نکال کر دیا اور کہا کہ بہن! اگر برا نہ مانو تو سامنے سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ وہ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارا آج کا ٹارگٹ تو پورا ہو گیا۔ اب بتاؤ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ کہنے لگی میرا میاں راج تھا اور دو بچے ہیں۔ چھت گرنے سے میرے میاں کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بیکار ہو گیا ہے۔ چونکہ زندگی گزارنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں، اس لیے مجھے بھیک مانگنی پڑتی ہے۔ دو آنے میں میرے میاں کی دوا آتی ہے اور باقی پیسوں سے گھر چلتا ہے۔ میں نے یہ بات سن کر اسے ایک روپیہ نکال کر دیا۔ گوجرانولہ پہنچنے پر وہ گاڑی سے اتر گئی۔

ان دنوں میں دو روپے اچھی خاصی رقم تھی۔ مجھے تجسس ہوا کہ یہ عورت سچ کہہ رہی تھی یا جھوٹ۔ میں نے آموں کی پیٹیاں اتروا کر کسی کے حوالے کیں اور خود اس عورت کا پیچھا کرنے لگا۔ کئی گلیوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک گھر میں داخل ہو گئی۔ اندر سے کسی نے آواز دی آج جلدی آ گئی ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ کا بندہ مل گیا تھا، اس نے اتنی رقم دے دی کہ گھر آ گئی۔ بچوں کی آوازیں بھی آئیں جس سے میری تسلی ہو گئی۔ میں واپس آ کر اگلی گاڑی پر سوار ہو گیا۔ ان دنوں گاڑیاں بھی کم ہوتی تھیں اور ان کی رفتار بھی کم۔ جب گاڑی گوجر خان کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ ان دنوں گوجر خان ریلوے اسٹیشن پر بجلی نہیں تھی۔ پورے پلیٹ فارم پر مٹی کے تیل کا ایک ہی لیمپ جل رہا تھا۔ اس کے نیچے ایک آدمی کھڑا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک خوبصورت جوان تھا اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے آواز دی۔ چوہدری صاحب بڑی دیر کر دی ہے۔ میں تو اسے نہیں پہچانتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ شاید وہ مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک ٹانگہ لے آؤ۔ میں نے گاؤں جانا ہے۔ کہنے لگا: چوہدری صاحب اس وقت تانگہ کہاں ملے گا۔ میرا گاؤں بھی آپ کے گاؤں کی طرف ہے۔ آیئے آپ کو آپ کے گاؤں چھوڑ دوں۔ اس نے آموں کی دونوں پیٹیاں اٹھا لیں۔

رات گھپ اندھیری تھی۔ آگے آگے میں اور پیچھے پیچھے وہ چل پڑا۔ چند سو گز جانے

پر مجھے احساس ہوا کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے۔ یہ ایک ہٹا کٹا نوجوان ہے۔ میرے پاس اچھی خاصی رقم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے مار کر رقم ہتھیا لے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص مجھے کہنے لگا کہ چوہدری صاحب مجھے آپ کو گھر تک بحفاظت پہنچانے کی ذمہ داری ملی ہے۔ میں چپکے سے چل پڑا۔ اونچے اونچے راستوں پر چلتے ہوئے مجھے کئی بار یہی خیال آیا اور جب بھی یہ خیال میرے ذہن میں آتا وہ شخص کہتا کہ چوہدری صاحب مجھے آپ کو گھر تک بحفاظت پہنچانے کی ذمہ داری ملی ہے۔

ہم راستے میں ہی تھے کہ چاند نکل آیا۔ اللہ اللہ کر کے ہم گھر کے پاس پہنچ گئے۔ حویلی کے قریب اس نے پٹیاں اتار کر رکھ دیں۔ میں نے سوچا کہ جان بھی بچی اور راستہ بھی آسانی سے کٹ گیا۔ یہ سوچتے ہی میں نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا اور اس شخص کو دینا چاہا۔ اس نے کہا چوہدری صاحب مجھے آپ کو گھر تک بحفاظت پہنچانے کی ذمہ داری ملی تھی اور میں شام چار بجے سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ اللہ کی راہ میں دو روپے دیئے تھے ناں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے وسوسوں میں نہیں پڑتے۔ یہ دس روپے بھی آپ کو نصیب ہوں۔ میرا کام مکمل ہو گیا ہے۔ یہ کہتے ہی وہ شخص میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد واپسی میں میں نے گوجرانوالہ میں اس گھر کو اور اس عورت کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن آج تک نہ وہ گھر ملا، نہ وہ عورت ملی۔

اس نوجوان کا واقعہ جو انجینئر بنتے ہی موت کی آغوش میں چلا گیا:

کبھی کبھی کچھ ایسا تجربہ گزرتا ہے کہ اپنی حقیقت پر سے سارے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ پچھلے ہفتے کچھ طبیعت پر موسمی اثر ہوا، ایک نرسنگ ہوم دکھانے کے لیے چلا گیا۔ میں دکھا کر فارغ ہی ہوا تھا ایک صاحب نے جن کی عمر تقریباً ۶۰ سال سے کچھ اوپر ہو گی، صورت شکل دیندارانہ، مجھ سے کہا: مولانا صاحب ہمارے بیٹے کے لیے دعا کر دیجیے۔ یہاں بھرتی ہے۔ میں نے از راہ ہمدردی پوچھا کہ کیا ہوا، کہنے لگے کہ بس اللہ اس کو عافیت ہی سے رکھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ سنگین ہے۔ میں ان کے ساتھ عیادت کو چلا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے تفصیل بتلائی کہ ان صاحب کا یہ لڑکا جس کی عمر ۳۰ سال ہے،

اس وقت M.B.B.S. کے آخری سال میں ہے۔ والدین کی اکیلی اولاد ہے۔ اب پتہ چلا کہ جگر کے کینسر میں مبتلا ہے جس کا اثر دماغ تک پہنچ چکا ہے۔ بس ناامیدی ہے۔ باپ نے آپ بیتی سنائی کہ اس نے کیا کیا ارمان باندھ رکھے تھے مگر مجھے ان باپ بیٹوں دونوں پر رشک آیا کہ سراپا صبر واحتساب بنے تھے اور اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔

ایک اور ایسی ہی درد بھری داستان سنیے۔ اور دیکھئے انسانی زندگی کی ناپائیداری اور دنیا کی بے وفائی۔ ہندوستان کے ایک صاحب جدہ (سعودی عرب) میں رہتے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا جس نے وہیں پرورش پائی، اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ گیا۔ چھٹیوں میں وہاں سے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آئے اور مجھ سے کچھ علیک سلیک ایک تقریب میں ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ بہترین تنومند سراپا، آنکھوں میں جوانی کی امنگیں، پیشانی پر عزم و ہمت کا وقار۔ پھر وہ امریکہ سے Aeroinauntical انجینئر ونگ کر کے آئے۔ ایک اور مناسبت سے ملے اور یہ مژدہ سنایا کہ ان کو جدہ ایرپورٹ پر سروس مل گئی ہے۔ اور نہایت اعلیٰ گریڈ پر تقرر ہوا ہے۔ پتہ چلا کہ گھر میں اس کی ویسی ہی خوشیاں منائی گئیں جیسی اس کامیابی کا فطری طور پر حق تھا مگر چند ہی ماہ بعد پتہ چلا کہ یہ نوجوان جن سے گھر والوں کو بڑی بڑی امیدیں تھیں بلڈ کینسر کے موذی مرض کا شکار ہو چکے ہیں اور چند ہی دنوں میں قضا کے فیصلے نے آلیا۔

دیر سویر ہم بھی اسی راہ پر چلے جائیں گے۔ کہ بقول سودا

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

یہ تو اچانک موتیں ہیں۔ ہم میں سے جو طبعی عمریں پالیں گے ان کو بھی جب وقت آئے گا تو ایسا ہی لگے گا کہ ابھی تو بڑی حسرتیں باقی ہیں۔ مگر وقت آنے کے بعد کچھ نہیں ہوسکتا۔ انسانی زندگی کیا حقیقت رکھتی ہے کچھ نہیں واقعۃً کچھ نہیں جس انسان کے بس میں کچھ نہ ہو جو مجبور، مجبور محض ہو۔ نہ اپنی زندگی کا مالک نہ موت کا...... اس منصوبے...... ہمالے سے اونچے...... اس کی تمنائیں...... کائنات میں نہ سمائیں۔ اور وہ خود کچھ کر نے پر قادر نہیں اس کی ڈوری قسمت کے بے رحم ہاتھوں میں...... کس قدر ناسمجھ ہے یہ انسان جو اس زندگی کو مقصود بنالیتا ہے۔ جہاں اس کی پیاس بجھ ہی نہیں سکتی۔

ایک جانباز کا واقعہ جو ۲۷ سال بعد گھر لوٹا:

ایک جانباز گھوڑے پہ سوار تلوار میان میں لٹکائے نیزہ ہاتھ میں لیے مدینہ کی گلیوں سے گزر رہا تھا وہ ماضی کی یادوں (شہنائیوں) کو آواز دیتے ہوئے ایک گھر کے قریب ٹھہر گیا۔ گویا اس کے کانوں نے لبیک کی صدا سن لی ہو۔ نگاہ اٹھائی اور مکان کو ایک نظر دیکھا۔ پھر نیزہ سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پا کر ایک ۲۷ سالہ نوجوان نے باہر آتے ہوئے کہا۔ دشمن خدا! تم ہمارے گھر پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ نوجوان کو دیکھ کر نو وارد شخص آپے سے باہر ہو گیا اور غصہ میں کہا، اے اللہ کے دشمن، تو نے ہمارے حرم میں بلا اجازت داخل ہو کر ہماری غیرت کو للکارا ہے، تجھے چھوڑوں گا نہیں ابھی اس کا مزہ چکھا دوں گا شور وغوغا بلند ہوا اور دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے، آواز سن کر پڑوسی حیران ہو گئے ان کی حیرانی اس وقت بڑھ گئی جب انہوں نے دیکھا کہ فقیہ مدینہ (نوجوان) ایک نو وارد شخص سے باہم دست و گریباں ہیں اتنے میں مالک بن انس بھی آ گئے۔ انہوں نے نو وارد شخص سے کہا محترم بزرگوار! آپ کو اس گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں ملا تھا؟ نو وارد نے کہا: یہ گھر میرا ہے اور میں فروخ ہوں اتنا سننا تھا کہ نوجوان کی ماں گھر سے باہر آئیں اور کہا یہ میرے شوہر ہیں اور یہ آپ کا بیٹا ہے۔ جسے آپ نے جہاد پر روانگی کے وقت میرے شکم میں بطور امانت چھوڑ رکھا تھا۔

یہ سنتے ہی دونوں کے جذبات بے قابو ہو گئے۔ سب گلے مل گئے اور محبت سے لبریز نگاہیں بہت دیر تک خوشی کے آنسو بہاتی رہیں۔ فروخ بنو امیہ کے عہد خلافت میں جہاد کے لیے خراسان چلے گئے تھے۔ وہ ۲۷ سال کے بعد گھر واپس آئے تھے انہوں نے تیس ہزار دینار بطور امانت رکھ چھوڑے تھے۔ اس وقت ان کے بیٹے ربیعۃ الرای شکم مادر ہی میں تھے پیدائش کے بعد ماں نے اچھی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا یہاں تک کہ وہ اپنے وقت کے بڑے فقیہ اور امام عصر کی حیثیت سے معروف ہو گئے حتی کہ امام مالک اور حسن بصری نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

فروخ گھر میں گئے، بیوی سے ہم کلام ہوئے اور کہا! میری وہ امانت جو تمہارے پاس تھی کہاں ہے؟ بیوی نے کہا میں نے اسے بحفاظت دفن کر دیا ابھی نکالتی ہوں ہاں اس وقفہ

میں ربیعۃ الرائ مسجد میں گئے۔ جہاں امام مالک، حسن بصری شرفاء مدینہ اور بہت سے طالبان علوم دینیہ کا حلقہ لگا ہوا تھا۔ آپ درمیان حلقہ مسند درس پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور تشنگان علوم دینیہ کو کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے سیراب کرنے لگے۔

دوران گفتگو بیوی نے اپنے شوہر فروخ سے کہا! ذرا مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر نماز تو پڑھ آیئے۔ فروخ مسجد پہنچے۔ ایک جم غفیر دیکھا اس کے قریب گئے۔ اس وقت ربیعۃ ایک بلند ٹوپی لگائے سر جھکائے درس دے رہے تھے۔ ان کے والد پہچان نہ سکے اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ جواب ملا! ربیعۃ بن فروخ ہیں یہ سن کر فروخ بہت خوش ہوئے بول اٹھے یا الٰہی! میرے بیٹے کو ہمیشہ بلند و بالا رکھ اور اسی طرح دعائیں دیتے سرشار گھر لوٹے، بیوی سے کہا۔ میں نے تمہارے بیٹے کو علم و فضل کے اس مقام پر فائز دیکھا کہ اس سے پہلے میں نے کسی صاحب علم کو اس مقام پر نہیں دیکھا۔ تب بیوی نے کہا، اب یہ بتایئے کہ تیس ہزار دینار آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا بیٹے کا یہ علم و مرتبہ؟ فروخ نے کہا بخدا یہ دوسری چیز ہی ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے، بیوی نے کہا میں نے آپ کا سارا مال بیٹے کی تعلیم و تربیت پر صرف کر دیا ہے۔ فروخ نے بے ساختہ فرمایا اللہ کی قسم! تم نے میرا مال ضائع نہیں کیا۔

قارئین کرام! مذکورہ واقعہ سے جہاں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان غیور رہتا ہے وہیں تعلیم و تعلم کی فضیلت و اہمیت کھل کر ہماری سامنے آجاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں اس بات کا بھی درس ملتا ہے کہ تربیت اولاد میں والدین کا بڑا حصہ ہے۔ اگر انہوں نے اپنے اس فریضہ کو بحسن و خوبی انجام نہ دیا تو انجام کار برا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس رہنا چاہیے۔ تاکہ اس کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ رہے۔ (شکریہ ندائے اسلام مئی ۱۹۹۷ء)

میں نے اپنی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا:

قبیلہ بنو تمیم میں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا ظالمانہ رواج کچھ زیادہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کرنے کا حسرت ناک واقعہ سناتے ہوئے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا، میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا۔ ماں اس کو جیسے تیسے چند دن تک پالتی رہی مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی مامتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس تصور ہی سے لرز اٹھتی کہ باپ آ کر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا۔

چناں چہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آ جائے گا میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا اور بات آئی گئی ہو گئی۔ بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہو گئی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میں ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر نہیں ہے، کیوں نہ اس کو بلالوں اس نے اس کو بلالیا۔ شامت اعمال کچھ دیر کے بعد باپ بھی گھر پہنچ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت خوبصورت بنی سنوری پیاری بچی گھر میں ادھر سے ادھر دوڑ رہی ہے۔ میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا انداز دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اٹھی ہے اور خوشی کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے، بڑی پیاری بچی ہے! اور بیوی نے سارا قصہ سنا دیا، میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگالیا۔ ماں نے اسے بتایا تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کی محبت پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوئی کہ ابا ابا کہتے اس کا گلہ نہ سوکھتا تھا اور جب وہ ابا ابا کہہ کر میرے پاس دوڑتی آتی تو میں اسے گلے لگا کر عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اسی طرح دن گزرتے رہے اور لڑکی محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پروا پرورش پاتی رہی مگر اس کو دیکھ کر کبھی کبھی میں سوچتا ہوں اس کے وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا، مجھے یہ ذلت برداشت کرنا ہوگی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے لوگوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا۔ میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجوڑا، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ اس ذلت کے سامان کو میں دفن کر کے ہی دم لوں گا۔ میں نے بیوی سے کہا، لڑکی کو تیار کر دو، ایک دعوت میں

اپنے ساتھ لے جاؤں گا بیوی نے اس کو نہلایا دھلایا، صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر تیار کر دیا۔ بچی بھی خوشی سے چہک رہی تھی کہ اپنے ابا جان کے ساتھ جا رہی ہوں میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف چل رہا تھا کہ رات ہو گئی۔ بچی کودتی پھاندتی، خوش خوش میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد اس شرم کی پتلی کو مٹی میں دبا دوں۔ بچی کو کیا خبر تھی۔ معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی، کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی، کبھی پیاری زبان میں باتیں کرتی، یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رک گیا۔ پھر میں نے زمین میں گڑھا کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں، اور پوچھتی ابا یہ کیوں کھود رہے ہیں۔ اسے کیا خبر تھی کہ ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لیے ہی قبر کھود رہا ہے تاکہ ہمیشہ کے لیے اسے خاموش کر دے۔ گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی، تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی اور توتلی زبان میں کہتی "ابا آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔"

جب میں نے گہرا گڑھا کھود لیا تو ایک دم اس بے گناہ، ہنستی کھیلتی بچی کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی مجھے حسرت سے دیکھتے ہوئے چیختی رہی "ابا جان، میرے ابا جان، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابا آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابا میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا ہے، ابا آپ مجھے کیوں مٹی میں دبائے جا رہے ہیں؟" اور میں بہرا، اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی تو رحم نہ آیا اور بچی کو زندہ دفن کرنے میں اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آ گیا۔"

معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو رواں ہو گئے۔ آپ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے "یہ انتہائی سنگدلی ہے، جو انسان دوسروں پر رحم نہیں کھاتا خدا اس پر کیسے رحم کھائے گا۔"

کٹا ہوا ہاتھ:

کئی سال پہلے کی بات ہے، یہ سچا واقعہ میرے ایک رفیق کار نے مجھے سنایا تھا۔ چچا

احمد خان جس ادارے سے وابستہ تھے وہاں دوسری عالمی جنگ کی ہندوستانی فوج کے ریٹائرڈ میجر طفیل بھی ملازم تھے جو بائیں ہاتھ سے ٹنڈے تھے بڑے دیندار پابند صوم و صلوٰۃ، پرہیزگار فرض شناس، خاموش طبع اور کم آمیز اپنے کام سے کام رکھتے دوسرے ملازموں سے بہت کم بات چیت کرتے۔ ہر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہتے کسی سے کچھ لے کر کھاتے پیتے بھی نہ تھے ہر وقت زیر لب کچھ پڑھتے رہتے بعض دفعہ اچانک بڑبڑا اٹھتے ''میں گنہگار'' تو ''بخشنہار'' سننے والے چونک اٹھتے۔ ان کا یہ رویہ دوسرے ملازموں کے لیے خاصا حیران کن تھا البتہ چچا جان سے ان کی کچھ ہم مزاقی تھی ان سے گاہے گاہے مختصر سی بات چیت ہو جاتی، لیکن میجر کے کٹے ہوئے ہاتھ کے بارے میں پوچھتے انہیں بھی ہچکچاہٹ محسوس ہوتی تھی تاہم ایک دن میجر صاحب کو قدرے خوش گوار موڈ میں پا کر چچا جان نے جرأت کر کے ان سے پوچھ ہی لیا۔

میجر صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا بایاں ہاتھ کیسے کٹا؟ کسی فوجی کارروائی میں کوئی شدید ضرب لگی یا عام زندگی ہی میں کوئی حادثہ پیش آ گیا، اور پھر آپ اتنے گم صم کیوں رہتے ہیں جیسے آپ اندر سے دکھی ہوں۔؟

''احمد خاں جی! اس کے پیچھے ایک طویل اور دہشت انگیز داستان ہے آپ سن کر کیا کریں گے؟'' میجر طفیل نے تشنجی کیفیت سے کہا اور ان کا رنگ زرد ہو گیا۔

میجر صاحب! مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کا ہاتھ کٹنے کے پس پردہ کوئی ذہنی و نفسیاتی طور پر اذیت ناک واقعہ ہے کیا حرج ہے اگر آپ یہ گزرا ہوا واقعہ مجھے سنا دیں۔ اس سے آپ کا جی بھی ہلکا ہو سکتا ہے اور شاید میرے لیے بھی اس میں کوئی سبق ہو۔'' چچا خان نے کہا۔

میجر طفیل نے کچھ تامل کے بعد کہنا شروع کیا:

میں نے اپنا ہاتھ کٹنے بلکہ خود کاٹنے کا واقعہ اب تک کسی کو نہیں سنایا، آج آپ کو سناتا ہوں شاید واقعی اس میں آپ کے لیے کوئی غور کرنے کا نکتہ اور عبرت کا سامان ہو۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا جرمنی اور اٹلی ایک طرف تھے برطانیہ اور فرانس دوسری طرف بعد میں روس اور امریکہ بھی برطانیہ اور فرانس کے اتحادی بن گئے امریکہ کے مقابلہ میں جاپان نے محوری طاقتوں، یعنی جرمنی اور اٹلی کا

ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا اور بحر الکاہل پر واقع امریکہ کی مشہور بندرگاہ اور جنگی اڈے ''پرل ہاربر'' پر اچانک حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دیا اور پھر اپنے ہمسایہ مشرقی ایشیائی ممالک فلپائن انڈونیشیا، ملایا، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، سنگاپور اور برما وغیرہ پر، جن پر یورپی طاقتوں کا قبضہ تھا، حملہ کر کے قبضہ کرلیا۔

انگریزی، فرانسیسی اور ولندیزی فوجوں کی بری طرح پٹائی کی۔ کلکتہ اور آسام پر بھی بمباری کی جس سے وہاں بھگدڑ مچ گئی دولت مندوں نے کلکتہ اور آسام کے بڑے شہروں سے اندرون ہند کے محفوظ علاقوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا سنگاپور اور برما میں انگریزی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے انگریز جرنیل نے ہتھیار ڈالتے وقت اپنے فوجیوں سے کہہ دیا کہ جو فرار ہو کر جانیں بچا سکتے ہیں انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے وہ اپنی فوج کے آسام میں واقع بیس کیمپ میں رپورٹ کریں یا جدھر اور جہاں ممکن ہو جاپانیوں سے بچ کر نکل جائیں اور اپنے فوجی دستوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ فوجیوں کے علاوہ سنگاپور اور برما میں جو غیر فوجی ہندوستانی کاروبار وغیرہ کے سلسلے میں مقیم تھے وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں جانیں بچا کر بھاگے برما اور آسام کے بسوں کا سفر بڑا کٹھن، اذیت ناک اور جان لیوا تھا کچھ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور بہت سے مارے گئے۔ انگریز فوجوں نے ایسی عام اور بڑے پیمانے پر بے پناہ شکست کسی دوسرے ایشیائی ملک میں اس سے پہلے کبھی نہ کھائی تھی۔

اس افراتفری اور عام ہڑبونگ کے دوران میری رجمنٹ کا ایک سکھ میجر نہال سنگھ اور میں اندھیری رات میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور برما کے محاذ سے سرپٹ بھاگے برما گھنے، گنجان، تاریک اور خطرناک جنگلوں کا ملک ہے جن میں سے گزرنا بڑا دشوار کام تھا جنگلی درندوں کے اچانک حملے کا ہر وقت دھڑکا اور راستے نامعلوم، بلکہ ناپید بہر حال ہم نے اندازے سے ہندوستانی صوبہ آسام کا رخ کیا جہاں جاپانی بمباری کے باوجود ہنوز انگریزی تسلط برقرار تھا۔ گھنے جنگلوں میں ہم ٹکریوں کا راستہ کاٹتے چھانٹتے چلے جا رہے تھے دنوں کی گنتی نہ راتوں کا شمار یاد رہا کھانے پینے کا سامان ختم ہوتا جا رہا تھا جنگلی پھلوں اور ندی نالوں کے پانی پر گزارہ ہونے لگا بعض دفعہ درندوں اور خطرناک سانپوں سے بھی واسطہ پڑا مگر ان وسے بچ کر آگے نکل جاتے رہے۔

ایک دن اچانک سامنے کھلی جگہ پر ایک قبرستان دکھائی دیا پچیس تیس قبریں ہونگی ارد گرد کوئی آبادی نہ تھی کبھی ہوگی، لیکن اب تو یہاں کے مکین مرکھپ چکے تھے یا جنگ کے خطرات سونگھ کر کہیں دور محفوظ مقامات پر جا چکے تھے شکستہ، ویران اور زمیں بوس جھونپڑیوں میں ہو کا عالم تھا ہم نے وہاں کھانے کی چیزیں تلاش کرنے کی عبث کوشش کی. مایوس ہوکر ہم اپنی راہ کی طرف چلے تھے کہ اچانک ایک قبر سے مردے کی تقریباً آدھی نعش باہر نکلی ہوئی، کچھ گلی سڑی اور کچھ بچی ہوئی دکھائی دی اس پر ایک چھوٹے سائز کے کچھوے کے برابر بچھو بیٹھا اسے بار بار ڈنک مارتا تھا اور نعش سے خوفناک چیخیں نکلتی تھیں جو زندہ انسانوں اور جانوروں کو دہلانے بلکہ بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہوتیں یہ ایک خاصا وحشت ناک اور دہشت انگیز، منظر تھا۔

میجر نہال سنگھ نے بچھو پر گولی چلادی، میں نے اسے سختی سے منع کیا اور اپنی راہ لینے کے لیے کہا کہ پتہ نہیں اس مردے اور بچھو کا کیا معاملہ ہے۔ کوئی خدائی بھید ہے ہمیں اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ لیکن میجر نہال سنگھ آخر سکھ تھا اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور بظاہر مسلم قبرستان کے ایک مردے کو بچھو سے بچانے کے لیے دوبارہ گولی داغ دی۔ پھر ایک شعلہ سا نکلا لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہوا اس پر بچھو نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھا میں نے نہال سنگھ سے کہا کہ اب بھاگو یہاں سے، بچھو کا نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔

ہم نے گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے خاصے دور آگے جا کر پیچھے نظر ڈالی تو بچھو ہمارے تعاقب میں تیزی سے چلا آ رہا تھا ہم نے گھوڑوں کو پھر ایڑ لگائی چند میل آگے جا کر ایک ندی سامنے آگئی جو خاصی گہری معلوم ہوتی تھی ہم تھوڑی دیر کے لیے رک کر سوچنے لگے کہ ندی میں گھوڑے ڈال دیں یا کنارے کنارے چل کر کوئی پل گھاٹ وغیرہ تلاش کیا جائے لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ دیکھا وہی بچھو ہمارے قریب پہنچنا چاہتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جنگ آزمودہ اور مسلح فوجی ہونے کے باوجود ہم پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی اور ہمارے گھوڑے ٹاپیں مارنے لگے جیسے وہ بھی بچھو سے خوفزدہ ہو گئے ہوں بچھو کا رخ نہال سنگھ کی طرف تھا نہال سنگھ نے خوف اور حواس باختگی کے عالم میں اپنا گھوڑا ندی میں ڈال دیا اس کے تعاقب میں بچھو بھی ندی میں اتر گیا خدا جانے بچھو نے اسے

پاؤں یا ٹانگ یا جسم کے کسی حصے پر کاٹا کہ گھوڑے نے بھی اس غیر معمولی قسم کی بلائے بے درماں بچھو کی آمد سے خوف محسوس کیا اس پر کپکپی سی طاری ہو گئی...... نہال سنگھ نے کربناک چیخ کے ساتھ مجھے پکارا۔

طفیل میں ڈوب رہا ہوں جل رہا ہوں مجھے بچھو سے بچاؤ بچاؤ۔

میں نے بھی گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا اور سہارے کے لیے بایاں ہاتھ نہال سنگھ کے طرف بڑھایا جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہاں ندی کا عام پانی نہیں بلکہ آگ کا زہریلا لاوا بہہ رہا ہے جو نہ صرف میرے ہاتھ کو جلا ڈالے گا بلکہ میرے باقی جسم کو بھی مکئی کے بھٹے کی طرح ابال کر رکھ دے گا میں نے اوسان بحال رکھے اور جلدی سے فوجی ککری نکالی اور اپنا بایاں بازو کاٹ کر پھینک دیا میں نے اپنے آپ کو نہال سنگھ کی گرفت سے چھڑا لیا تھا، لہٰذا جلدی سے گھوڑے سمیت کنارے کا رخ کیا۔ میجر نہال سنگھ مجھے آوازیں دیتے دیتے اور درد سے چیختے کراہتے گھوڑے سمیت کھولتے پانی کی دیگ میں ڈوب چکا تھا اور سطح آب پر بڑے بڑے آتشیں بلبلے اٹھ رہے تھے کنارے کے قریب پانی کا درجۂ حرارت نارمل معلوم ہوا۔

''وہ قہر خداوندی بچھو اپنا کام کر کے جا چکا تھا مجھے کہیں دکھائی نہیں دیا اللہ کے لشکروں میں سے وہ اکیلا ایک غیبی لشکر کے مانند تھا اس نے مجھ سے کوئی تعارض نہیں کیا غالباً جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو اپنے کار مفوضہ کی طرف لوٹ گیا۔''

یہ کہتے ہوئے ٹنڈے میجر طفیل کو جھرجھری سی آگئی اور آنکھیں نم ہو گئیں۔

''پھر کیا ہوا؟ چچا احمد خان نے میجر طفیل سے پوچھا۔''

میں نے پٹی باندھی اور جوں توں کر کے جنگل پہاڑ، ندی، نالے عبور کرتا ہوا، جنگلی درندوں سے بچتا بچاتا، کہیں جنگلی پھل کھاتا ہوا بالآخر ایک بیس کیمپ میں پہنچ گیا۔ میں ادھ موا ہو چکا تھا بیس کمانڈر کو رپورٹ کی اور اپنی سرگزشت بیان کی گئی دن تک کیمپ اسپتال میں میرا علاج ہوتا رہا اور آرام کرنے کا موقعہ دیا گیا کیمپ کمانڈر نے ''آرڈر آف دی ڈے'' جاری کیا کہ فوجی افسر اور سپاہی جنگلوں، قبرستانوں اور مقامی لوگوں کی بستیوں سے گزرتے وقت کسی قسم کی غیر ضروری دخل اندازی نہ کیا کریں۔''

بیس کیمپ سے آپ کو کہاں بھیجا گیا؟ میں نے پوچھا۔

میں مستقل ملازمت کے قابل نہیں رہا تھا ضروری کارروائی کے بعد مجھے پنشن پر گھر بھیج دیا گیا جنگ کے خاتمے پر جب فوجیوں کی سول زندگی میں بحالی کا پروگرام شروع کیا گیا تو مجھے اس محکمہ میں ملازمت مل گئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

اس واقعہ نے آپ کی زندگی پر کیا اثر ڈالا؟'' چچا کا اگلا سوال تھا۔''

سچ تو یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے میں کوئی خاص مزہبی آدمی نہ تھا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ضرور تھا مگر نماز، روزے اور دیگر دینی اعمال پر عملاً کاربند نہ تھا یہی خیال تھا کہ: ''ایہہ جگ مٹھا، اگلا کنے ڈٹھا'' لیکن اس واقعے نے میرے قلب و ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور میں موت کے بعد زندگی، قبر کے عذاب وثواب، قیامت، حشر، پل صراط وغیرہ کے متعلق سوچنے لگا۔ قرآن وحدیث کے مطالعے، علماء واہل دل حضرات سے گفتگوؤں کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اللہ نے دنیا عبث پیدا نہیں کی اس دنیا بلکہ ساری کائنات اور ہماری زندگیوں کا ایک مقصد ہے ہمیں اپنے اچھے برے اعمال کا حساب دینا ہوگا یہاں مکافات عمل کا اصول جاری ہے انسان کو آخرت کا زادِ سفر تیار کرتے رہنا چاہیے۔

مردہ شوہر کے جسم سے:

کیا یہ ممکن ہے کہ کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ اس وقت تک حاملہ بھی نہ ہو، مگر چند ماہ بعد حاملہ ہو جائے اور اس کے بچے کو جنم دے؟

بظاہر تو یہ ناممکن نظر آتا ہے، مگر سینڈرا ریڈ کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ دونوں میاں بیوی شادی کے بعد ہنی مون منانے اور لینڈو گئے تھے کہ وہاں سینڈرا کے شوہر ڈینی کو دل کا دورہ پڑا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی جس سے اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اتفاق سے ڈینی کے ماں باپ بھی انگلستان سے لینڈو پہنچ گئے تھے۔ ڈینی مر چکا تھا۔ اس کے بعد نرسوں نے آکر سینڈرا کو بتایا کہ اگر تم چاہو تو ڈینی کے مردہ جسم سے نطفہ (اسپرم) لے سکتی ہو۔ سینڈرا نے اس پیش کش پر غور کیا۔ دراصل ڈینی نے زندگی میں تین چیزوں کی خواہش کی تھی: اچھا سا گھر، اچھی سی بیوی، پیارا سا بچہ۔ دو کام تو ہو چکے تھے، مگر تیسری خواہش پوری ہونے سے پہلے

وہ دنیا سے چل بسا۔ اس نے تو اپنی بچی کا نام بھی منتخب کر لیا تھا۔شینٹل !

اتفاق سے جس ہسپتال میں ڈینی کا انتقال ہوا تھا اسی ہسپتال میں باروری کے ماہر ڈاکٹر مارک کام کرتے تھے۔ڈاکٹر مارک نے ڈینی کے مردہ جسم سے لاکھوں صحت مند نطفے (اسپرم) حاصل کر لیے۔ اس کام میں سینڈرا کے ۲۰۰ پاؤنڈ خرچ ہوئے۔ انہیں منجمد (فریز) کر دیا گیا اور اب سینڈرا تیاری کر رہی ہے تا کہ ان کی مصنوعی تخم ریزی کی جا سکے۔ مگر ڈاکٹر مارک نے اسے بتایا ہے کہ یہ کام چھ ماہ سے پہلے ممکن نہیں ہے۔ گویا سینڈرا کو حاملہ ہونے میں اور بھی دیر لگے گی۔ سینڈرا اس خیال سے بے حد خوش ہے کہ وہ ڈینی کی موت کے بعد بھی ڈینی کے بچے کی ماں بنے گی۔

اس کا کہنا ہے کہ میں اپنے آنجہانی شوہر کو اس سے بڑا اخراج عقیدت اور کیا پیش کر سکتی ہوں۔ اگر میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اس کا نام ڈینی ہی رکھوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کے جسم کا حصہ زندہ رہے۔ مجھے ایک ننھے منے ڈینی کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کام میں تھوڑی سے پیچیدگی ہے۔ ڈینی کا انتقال لینڈو میں ہوا تھا جب کہ اس کی رہائش انگلستان میں ہے۔

امریکا کے قانون کے مطابق بیوائیں اپنے آنجہانی شوہر کے مردہ جسموں سے نطفے حاصل کر کے مصنوعی تخم ریزی کرا سکتی ہیں جب کہ انگریزی قانون یہ کہتا ہے کہ اس کے لیے مرنے والے کی تحریری اجازت ضروری ہے۔ سینڈرا کو انگریزی حکومت نے یہ اجازت نہیں دی کہ وہ ڈینی کا نطفہ انگلستان لائے، البتہ اس نے ڈینی کو انگلستان لا کر دفن کیا ہے۔ اب اسے ڈینی کے جسم کے اس حصے کی فکر ہے جو ابھی زندہ ہے اور امریکا میں محفوظ ہے۔ وہ اس نطفے کو انگلستان لانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس کی ترکیب سینڈرا نے یہ نکالی ہے کہ وہ ایک ماہ کے لیے فلوریڈا جائے گی اور وہاں مصنوعی باروری مکمل کرا کے واپس انگلستان آجائے گی۔ اس کام میں اس کے سات ہزار پاؤنڈ خرچ ہوں گے جو اس کے لیے بہت زیادہ ہیں۔ وہ ابھی تک الجھن میں ہے کہ کیا کرے۔

ڈاکٹروں نے سینڈرا کو خبردار کیا ہے کہ اس کا ہونے والا بچہ بھی پیدائشی طور پر اسی بیماری کا شکار ہو سکتا ہے جس میں اس کے شوہر کی جان گئی تھی۔ یعنی دماغ کی شریان پھٹنے کی بیماری مگر سینڈرا اس کے باوجود تیار ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میرے آنجہانی شوہر کہتے تھے

کہ زندگی بے حد مختصر ہے لہٰذا اس میں فکر مند اور پریشان ہونے کے بجائے خوش رہو۔ آگے جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔

برمودا مثلث جس پر جہاز نما بک ہو جاتے:

کہا جاتا ہے برمودا مثلث کی اصطلاح ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ایک مصنف ونسنٹ گیڈس Vincent Gaddis نے سب سے پہلے استعمال کی۔ اس سے اس کی مراد وہ مثلث نما علاقہ ہے جو بحراوقیانوس میں امریکی ریاست فلوریڈا کی جنوب مغربی راس سے لے کر بہاماس، پورٹو ریکو، شمال میں برمودا اور پھر واپس جنوب مغرب میں فلوریڈا تک کھینچے گئے فرضی خطوط کے درمیان موجود ہے۔

گیڈس کی اصطلاح اس قدر مقبول ہوئی کہ اکثر افراد جنہیں برمودا کے پراسرار علاقے کے مثلث نما ہونے پر یقین نہیں تھا بلکہ وہ اسے دائروی بیضوی یا بے ترتیب اور گیڈلیس کے مقرر کردہ علاقے سے زیادہ وسیع خیال کرتے ہیں وہ بھی اسے برمودا ٹرائی اینگل ہی لکھتے چلے آرہے تھے۔

یہ علاقہ شروع سے پراسرار سمجھا جاتا رہا ہے۔ ۱۴۹۲ء میں کولمبس نے جزائر غرب الہند پر لنگر انداز ہونے سے پہلے ایک واقعہ جہاز کے روزنامچے میں تحریر کیا کہ انہوں نے ایک بہت بڑے آتشیں گولے کو سمندر میں گرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۱۱ اکتوبر کی شام کو کولمبس اور عملے کے ایک آدمی نے پانی کی سطح پر ایک غیر معمولی چمک کو نمودار ہو کر یکدم غائب ہوتے ہوئے دیکھا۔

کولمبس کو سفر سے پہلے یہ بات معلوم تھی کہ ملاحوں کا خیال ہے کہ مغرب کی جانب سفر کرنے سے جہاز دنیا کے پرلے کنارے جا گریں گے۔ بعض تجربہ کار ملاحوں کا کہنا تھا کہ آگے سارا گیسو سمندر آتا ہے۔ جہاں کی بلائیں کسی جہاز کو صحیح سلامت آگے جانے نہیں دیتیں۔

کولمبس جس وقت اس سمندر سے گزر رہا تھا تو اس نے یہ غیر معمولی بات نوٹ کی کہ قطب نما کی سوئی شمال سے شمال جنوب کی جانب انحراف کر رہی ہے۔ جوں جوں یہ آگے بڑھتے رہے قطب نما کی سوئی کے انحراف میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ عملے کے تمام ارکان

سخت خوفزدہ ہو گئے کہ ضرور کوئی انہونی بات ہو کر رہے گی۔ کیوں کہ قطب نما کی یہ غیر معمولی حرکت ثابت کر رہی ہے کہ وہ کسی پراسرار علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان میں بغاوت کے جراثیم سر اٹھانے لگے۔ ادھر کولمبس کو بھی یقین تھا کہ قطب نما کی سوئی قطبی تارے کی بجائے کسی اور کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ درحقیقت سوئی کرہ ارض کے قطب شمالی کی جانب اشارہ دے رہی تھی اور کولمبس پہلا شخص تھا جس نے یہ انحراف دیکھا۔

بعدازاں معلوم ہوا کہ دنیا میں بعض مقامات ایسے ہی ہیں کہ جہاں قطب نما کی سوئی بیک وقت قطبی تارے کی اصلی شمالی سمت اور زمینی مقناطیس کا شمالی قطب ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے اور برمودا مثلث کا مغربی خط ۸۰ طول البلد پر ایسا ہی مقام ہے۔

امریکہ کے دریافت کرنے کے بعد سے سمندر کا یہ علاقہ بحری اور فضائی ٹریفک کے اعتبار سے بہت پر رش ہوتا چلا گیا۔ زیادہ رش کے تناسب سے حادثات کے امکانات بھی بڑھتے گئے مگر پے در پے ایسے حیران کن حادثات وقوع پذیر ہوئے جنہوں نے ذمہ دار افراد کو پریشان کر دیا۔ اس علاقے سے گزرنے والے کئی بحری جہاز، کشتیاں، آبدوزیں، حتیٰ کہ لڑاکا اور مسافر ہوائی جہاز اس طور سے غائب ہوئے کہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔

اس سلسلے کی ابتداء ۱۹۴۵ء سے ہوئی دسمبر کی ۵ تاریخ کو ۵ عدد بمبار طیارے فلوریڈا سے ۳۲۰ میل پر محیط علاقہ میں مشق کے لیے روانہ ہوئے۔ انہیں فلائٹ ۱۹ کا نام دیا گیا۔ ان طیاروں پر ۱۵ تجربہ کار افراد سوار تھے۔ ان کا سفر مشرق سے شمال میں بہاماس کی طرف اور وہاں سے واپس مستقر کی جانب طے تھا۔

پرواز کے دو گھنٹے بعد ہوا باز ٹیلر نے اطلاع دی کہ اس کے دونوں قطب نما غیر معمولی طور پر غلط ریڈنگ دے رہے ہیں اور انہیں کچھ علم نہیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر اندازہ لگایا کہ وہ اصل راستے سے بھٹک کر دو سو میل دور فلوریڈا کیز کے علاقے میں آ گئے ہیں۔ اس کے بعد ٹوٹ ٹوٹ کر نہ سمجھ میں آنے والی آوازوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تین گھنٹے تک جاری رہا۔ آخر میں یوں معلوم ہوا جیسے ایندھن ختم ہو رہا ہے اور وہ لوگ اترنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہنگامی حالات کے پیش نظر ایک تیز رفتار مارٹن طیارے کو فوری طور پر بھجوا دیا گیا۔ اس میں یہ خوبی تھی کہ پانی پر

بھی اتر سکتا تھا۔ اس میں پندرہ افراد سوار تھے مگر روانگی کے کچھ دیر بعد یہ بھی اچانک گم ہوگیا۔ اگلے چند روز تک بری بحری اور فضائی دستے دو لاکھ پچاس ہزار میل کے رقبے میں چھ جہازوں یا ان کے عملے کے افراد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ مگر کسی چیز کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ دسمبر ۱۹۴۵ء سے آج تک سینکڑوں کی تعداد میں ہوائی جہاز اور کشتیاں اس منحوس علاقے میں بغیر کسی سراغ کے غائب ہو چکے ہیں۔

محققین نے برمودا کے علاقے سے گزرنے والے پائلٹوں سے ادھر کی غیر معمولی وارداتوں کی تفصیل معلوم کیں۔ مثلاً بعض پائلٹوں کا بیان ہے کہ کسی موقع پر جب وہ برمودا کے علاقے کی فضا میں سے گزر رہے تھے تو یہاں ان کے الیکٹرانک آلات نے اچانک کام کرنا بند کردیا اور کچھ دیر رکنے کے بعد پھر سے ٹھیک طور پر چلنے لگے۔ کچھ پائلٹوں نے فضا میں روشنی خارج کرتے ہوئے بادل دیکھنے کی اطلاع دی۔

چارلز برلز نے پرواز نمبر ۷۲۷ کا قصہ سنایا ہے کہ میامی کے اڈے پر موجود راڈر روم میں حسب معمول جہاز کی نشاندہی ہو رہی تھی کہ اچانک جہاز راڈار پر سے غائب ہوگیا۔ اڈے پر سراسیمگی پھیل گئی مگر دس منٹ بعد جہاز پھر سے راڈار پر اچانک نظر آنے لگا۔ جس وقت جہاز منزل پر پہنچا تو عملے سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے۔ ان کا بیان تھا کہ کوئی خاص بات نہیں بس جہاز دس منٹ تک ایک روشن بادل سے گزر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ روشن بادلوں میں راڈار کی لہریں کسی شے کو نہیں دیکھ سکتیں۔ عملے اور مسافروں نے ایک اور عجیب بات نوٹ کی کہ بادل والے واقعے سے کچھ دیر قبل سب نے اپنی گھڑیاں زمینی وقت کے مطابق چیک کر لی تھیں مگر اب جو دیکھا گیا تو جہاز پر تمام افراد کی کلائی کی گھڑیاں منٹ پیچھے تھیں۔ گویا یہ روشن دھند کے بادل وقت میں جھول پیدا کر سکتے ہیں۔

وہ جن کے عزیز و اقارب برمودا کی شیطانی مثلث کا شکار ہوئے۔ جب اس قسم کے واقعات سنتے ہیں تو بیم و رجاء کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ نظریہ سازوں کے خیال میں برمودا کے روشن بادلوں میں وقت کی رفتار بہت دھیمی ہو جاتی ہے۔ کیا معلوم کہ جتنے لوگ غائب ہوئے ہیں وہ بھی کسی بادل میں مقید ہوں۔ وقت کی ست روی سے ان کی عمر میں اضافہ کی قدرتی رفتار بھی ست پڑ چکی ہو اور کسی دن اچانک وہ پھر سے باہر آجائیں تو

ان کے سب عزیز واقارب مرکھپ چکے ہوں گے۔

شاید وقت اور برمودا مثلث کے درمیان غیر معمولی تعلق ہے۔ گمشدگی کی بے شمار اطلاعات کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی اطلاعات بھی آئی ہیں جن سے پریشانی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اطلاعات آسیبی جہازوں کی ہیں۔ ایک ہی وقت میں کئی افراد اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سمندر میں انہیں ایک ہوائی جہاز گرتا ہوا دکھائی دیا ہے۔ کوسٹ گارڈ دوڑے ہوئے آتے ہیں مگر وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ۱۹۶۷ء میں کوئن ایلز بیتھ بحری جہاز کے دو ملازمین نے ایک چھوٹے سے ہوائی جہاز کو بحری جہاز کی جانب بڑھتے دیکھا۔ قریب تھا کہ وہ بحری جہاز کے اوپر سے گزر جائے کہ اچانک ان لوگوں کے سامنے سمندر میں جا گرا۔ ان لوگوں نے بحری جہاز کو واپس چلوایا کہ تا کہ بدقسمت جہاز کے عملے کے افراد کی جان بچائی جاسکے مگر وہاں تو کچھ نہیں تھا۔

قیاس ہے کہ یہ ہوائی جہاز برمودا میں وقت کی غیر معمولی حرکت کے نتیجے میں اپنے قید خانوں سے نکل کر اپنے انجام کی المناک کہانی دہراتے ہیں اور برقناطیسی امواج میں ان کی تصاویر نمودار ہو جاتی ہیں یا پھر یہ برمودا کی نحوست کا شکار ہونے والی مجبور روحیں ہیں جو بے چینی کے عالم میں اس طرح کے اشاروں سے کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔ اپنی یاد دنیا کے لوگوں کی مدد کے لیے۔

۱۹۷۲ء میں حکومت امریکہ کے بھیجے گئے تمام موسمیاتی سیاروں کے بارے میں قومی بحری اور ہوائی فضائی ایڈمنسٹریشن کی جانب سے یہ اطلاع ملی کہ جیسے ہی مصنوعی سیارہ برمودا کے علاقے پر سے گزرتا ہے تو اس دوران زمین پر آنے والی لہریں ایک دم سے کمزور پڑ جاتی ہیں۔ خیال تھا کہ اس علاقے میں مقناطیسی شعاعوں کا بے پناہ اثر موجود ہے جو بالائی فضا میں ۸۰۰ میل کی بلندی پر گزرتے ہوئے مصنوعی سیاروں کی مقناطیسی ٹیپوں پر برے اثرات ڈال رہا ہے جس کے نتیجے میں ٹیپ چلتا چلتا رک جاتا ہے یا واپس گھومنے لگتا ہے۔

برمودا مثلث کے مظاہر کی ایک تشریح اڑن طشتریوں کے حوالے کی گئی ہے چوں کہ کئی لوگوں نے اس علاقے میں اڑن طشتریوں کی غیر معمولی نقل وحرکت دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا خیال ہے جتنے افراد بھی غائب ہوئے یا تو اڑن طشتریوں نے

انہیں بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا یا پھر اغواء کر کے لے گئے ہیں۔
ایک تشریح گمشدہ براعظم اٹلانٹس (دیکھئے گمشدہ سرزمین) کے حوالے سے ہے۔
لوگوں کا خیال ہے کہ صدیوں پہلے یہاں ایک آباد خطہ اٹلانٹس تھا جہاں کی انسانی تہذیب نے بے حد و حساب ترقی کر لی تھی۔ ارضی آفات نے اس خطے کو ڈبو دیا مگر اٹلانٹس کے عقل مند باشندوں نے زیر آب رہنے کا گر سیکھ لیا۔ ان کی زیر آب سرزمین میں ایسے لیزر ہتھیار لگے ہوئے ہیں جو برمودا پر سے گزرنے والی سواریوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یا پھر اٹلانٹوی خشکی کے لوگوں اور سواریون کو تجربات کی خاطر اغواء کر لیتے ہیں۔
برمودا مثلث کی بدنام شہرت کے بعد دنیا کے اور کئی علاقوں کے بارے میں بھی لوگوں کے بیانات ملے ہیں کہ وہاں بھی اس قسم کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ ایسے مقامات کو ANOMALIC ZONES کہا گیا ہے۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اسرار کی چھان بین کرنے والی مشہور سوسائٹی کے صدر آئیون سینڈرسن نے کرہ ارض کے گرد ایسے بارہ پراسرار علاقوں کا نظریہ پیش کیا جس میں قطبین کے علاوہ برمودا کے مخالف سمت میں واقع جاپان کا شیطانی سمندر بھی شامل کیا گیا۔ ڈیولز سی یا شیطانی سمندر جنوب مشرقی جاپان آئیو و جیما (جزار بونن) اور میریانا جزائر کے درمیانی علاقے کا نام ہے جہاں دوسری جنگ عظیم کے دوران بڑی تعداد میں گمشدگی کے واقعات پیش آئے۔ مگر یہ علاقہ برمودا کی طرح مشہور نہیں ہو سکا۔ حتیٰ کہ ایک سروے کے مطابق جاپان میں بہت ہی کم لوگوں کو اس حوالے سے اس علاقے کے بارے میں کوئی معلومات ہیں۔ ۱۵۰ درجے کا طول البلد اس علاقے گزرتا ہے اور یہاں ایک مقام پر برمودا کی طرح قطب نما کی سوئی میں اصل شمال اور قطب شمالی کے درمیان انحراف دیکھنے میں آتا ہے۔ مشہور ہوا باز ایمیلیا (دیکھئے بے چاری ایمیلیا) اس علاقے میں میریانا کے قریب غائب ہوئی تھی۔

بحیرہ مردار جو انسان کو نہیں ڈبوتا:

اردو اہل لغت نے اسی طرح ترجمہ کیا، ہم نے ہو بہو اس طرح پیش کیا ہے۔
''ڈیڈ سی'' (Dead Sea) کا جب وہ اردو میں ترجمہ کرتے ہیں تو اسے بحیرہ مردار کہتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ جیسے اس سمندر میں بے شعور لوگ مری ہوئی بھیڑ بکریاں

پھینکتے ہوں جب کہ حقیقت پانی میں چھپے عجوبہ کی ہے۔

عام طور پر خطہ زمین پر موجود ہر شئے اور ہر ملک سطح سمندر سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر واقع ہوتا ہے مگر اردن کے بحیرہ مردار کے قریب آ کر سطح سمندر سے بلندی کا خیال حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے اور ذہن میں سطح سمندر کی پستی آجاتی ہے۔ بحیرہ مردار سطح سمندر سے ۴۰۰ میٹر نشیبی زمین میں واقع ہے اور علم جغرافیہ میں یہ زمین کا انتہائی نشیب گنا جاتا ہے۔ اس کا پانی بے پناہ عجائبات رکھتا ہے۔ اس کا پانی کسی چیز کو حتیٰ کہ بے شرم انسان کو بھی نہ ڈبوتا ہے اور نہ مارتا ہے۔ اس کے پانیوں پر سطح زمین کی طرح چلنا ممکن ہے بلکہ کوئی اگر چاہے تو اس کے پانیوں پر بیٹھ بھی سکتا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے نوشتہ دیوار پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اخبار پڑھ سکتا ہے، کوئی کتاب پڑھ سکتا ہے کیوں کہ اس کا پانی عام پانی سے برعکس تاثیر رکھتا ہے بلکہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

ارضی طبیعیات (Geo-physics) کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بحیرہ مردار کے پانیوں سے سو کے لگ بھگ مرکبات نکلتے ہیں جو حسن بخش اور صحت افزا ضماد اور محلول بنانے کے کام آتے ہیں۔ اسے قدرت کاملہ کے بے پناہ عجائبات میں سے ایک بڑا عجوبہ کہنا چاہیے اور اس کی قدرت کا ادراک کرنا چاہیے۔ تیل صاف کرنے کے عمل سے ایک شئے پٹرولیم جیلی کے نام سے نکلتی ہے جس سے آرائش و زیبائش بدن کے بے شمار محلولات و مرکبات تیار ہوتے ہیں جو بوڑھے کو جوان اور جوان کو توانا بناتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بحیرہ مردار کے پانیوں کو چھان پھٹک کر اور کیمیاوی مراحل سے گزار کر ایسی معدنیات نکالی جاتی ہیں جو عام پانی میں موجود نہیں ہوتیں۔ مغرب اور مشرق کے دواساز اور حسن افزا اشیا تیار کرنے والے ادارے ان سے سینکڑوں قسم کی کارآمد اشیا تیار کرتے ہیں ان میں بیشتر میں، دوائی اثرات کارفرما ہوتے ہیں مگر ماہرین انہیں زیبائشی اجزاء یعنی کاسمیٹکس کا نام دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف ملکوں میں (دوائیوں اور حسن افزاء خام مال) میڈیسن اور کاسمیٹکس پر محصول لگایا جاتا ہے حالاں کہ وہ بھی دوائی کا اثر رکھتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوا کھائی جاتی ہے۔ جبکہ کاسمیٹکس خارجی طور پر استعمال کی جاتی ہے مگر یہ تفریق روا رکھی جاتی ہے کہ جو لوگ کاسمیٹکس استعمال کریں، وہ زیادہ قیمت بھی ادا کریں۔

بحیرہ مردار کے پانی کی طرف دیکھنے پر ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ عام سمندری پانی ہو مگر اس میں تلاطم برپا نہیں ہوتا۔ ہوا کی شوخی اس میں لہریں ضرور پیدا کرتی ہیں مگر اس کے باوجود اسے تلاطم مد و جزر، بحری مخلوق، مچھلیوں اور نہنگوں سے محروم پانی کہا جاتا ہے۔ یہ پانی پینے کے کام بھی نہیں آتا البتہ اسے نہانے کے لیے انتہائی مفید پانی قرار دیا گیا ہے کہ روئے زمین کا کوئی دوسرا پانی اس کا ثانی نہیں رکھتا۔ اسی بناء پر صحت مند رہنے اور جلد کی بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لیے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ دنیا بھر سے یہاں نہانے کے لیے آتے ہیں۔ یہ بھی اس کا ایک عجوبہ ہے۔ بحیرہ مردار کے ''محروم'' پانی میں ہزاروں طرح کی خوبیاں اور برکتیں پائی جاتی ہیں۔

سطح آب پر غروب آفتاب کا ہر منظر سہانا شمار ہوتا ہے مگر بحیرہ مردار پر آفتاب غروب ہونے کا منظر نہایت دلکش و دلربا ہوتا ہے۔ منظر میں پیلے اور سرخ رنگ کی لہریں دیکھنے کے لیے اکثر لوگ یہاں اس طرح آتے ہیں جیسے یہاں کوئی دلفریب تماشا لگا ہو۔ اردن کیدار الحکومت عمان سے ۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر بحیرہ مردار اگرچہ نام سے مردہ ہے مگر بے پناہ زندگی بخش کام دکھاتا ہے اور یہاں پہنچنے والا یہ احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ زمین سے کسی دوسرے سیارہ پر آن پہنچا ہے۔

عام پانی کی خوبیوں سے محروم اس خالی پانی کی ایک وجہ علم بحریات کے ماہرین یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے پانی میں نمکیات اور معدنیات کی بے شمار اقسام کثیر مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ جنہوں نے اس کے ڈبونے کی خاصیت ختم کردی ہے۔ مروجہ خاصیت ختم ہونے اور موجودہ خوبی کی دریافت کا علم موجودہ سائنس نے نہیں کیا تھا بلکہ یہ گذشتہ دو ہزار سال سے معلوم تھا۔

بحیرہ مردار کے عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے پانی سے علیحدہ کئے جانے والے نمکیات اور حسن افزاء مرکبات اردن کی قومی آمدنی کا بڑا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

بحیرہ مردار کے عجائبات میں یہ بھی شامل ہے کہ عام طور پر اس کا پانی اتنا پرسکوت ہوتا ہے جیسے ایک جوہڑ کا پانی مگر سال کے کچھ مہینوں میں ہنگامہ خیز اور پرشور ہو جاتا ہے ایسا موسم گرما کے دنوں میں ہوتا ہے جب سورج میں تمازت آجاتی ہے۔ اس وقت ایک منظر یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ساحل کے قریبی چٹانی حصے میں جھاگ جمع ہو جاتی ہے اور

دیکھنے پر یوں لگتا ہے کہ جیسے برف باری ہوئی ہو جب کہ کچھ ساعتوں کے بعد تمام تر سطح آب ایک ایسا منظر پیش کرتی ہے جو پہلے منظر سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔

بحیرہ مردار کا پانی ڈبونے کی صلاحیت سے اس لیے محروم ہے کہ اس پانی میں نمکیات کی مقدار دوسرے سمندر سے چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔

بحیرہ مردار کا پانی ڈبونے کی صلاحیت سے اس لیے محروم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی نہیں کیوں کہ اس میں قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

انسانی زندگی کا الٹرا ساؤنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد
فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان
نفسہ وعمل لما بعد الموت (مشکوٰۃ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر امتی کو چودہ سو سال پہلے سے باخبر فرمادیا کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرے یعنی اپنا لین دین اور اپنے تمام شعبوں سے متعلق سب اعمال چیک کر کے درست کر لے۔ اگر حساب کتاب شروع ہو گیا اور گڑبڑ نکلی تو پکڑا جائے گا۔

اس لیے مناسب خیال ہوتا ہے کہ ہم اپنی اوسط ساٹھ پینسٹھ سالہ زندگی کا بغور جائزہ لیں۔ (اس امت کی عمریں اوسطاً ساٹھ پینسٹھ سال ہیں)۔ اس مختصر سی زندگی میں ہم کیا کردار ادا کرتے ہیں۔ کتنی نیکیاں جمع کرتے ہیں اور کتنے گناہ اپنے سر پر لادتے ہیں آئیے ہم مل کر اپنی زندگی کا تجزیہ یعنی الٹرا ساؤنڈ کریں۔ ایک اندازے کے مطابق عمومی سطح پر انسان کی زندگی یوں گزرتی ہے۔

۱۔ ساٹھ سال میں ایک آدمی پانچ کروڑ پچیس لاکھ ساٹھ ہزار سانس لیتا

ہے کیوں کہ سائنس دان کا کہنا ہے کہ ہر آدمی یومیہ چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔

۲۔ انسان اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں سے پچیس سال صرف نیند میں گزارتا ہے۔ وہ اس طرح کہ پانچ سال بچپن کے مکمل نیند (شب و روز) اور اوسطاً یومیہ آٹھ گھنٹے نیند کے حساب سے۔

۳۔ نوسو اکتیس دن (۳۰ ماہ) یعنی اڑھائی سال انسان صرف کھانے پینے میں خرچ کرتا ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ شمار کر کے۔

۴۔ تین سو پانچ دن (دس ماہ) تقریباً ایک سال انسان کا بیت الخلاء میں گزرتا ہے۔ روزانہ بیس منٹ کے اعتبار سے۔

۵۔ اگر آدمی کی ایک بیوی ہو اور بیس سال کی عمر میں شادی ہو جائے اور ایک ماہ میں اوسطاً چھ گھنٹے بیوی کے ساتھ خرچ ہوں تو ساٹھ سالہ اوسطاً زندگی میں انسان چار ماہ اپنی بیوی کے ساتھ مشغولی و غسل میں لگاتا ہے۔

اگر کسی صاحب کے ایک ماہ میں مثلاً بارہ گھنٹے خرچ ہوں یا اس کی دو بیویاں ہو تو وہ حساب دوگنا کر لے۔

۶۔ مردوں کے تیرہ سو اڑسٹھ دن (۱۳۶۸) یعنی تین سال نو ماہ نماز میں خرچ ہوتے ہیں۔ روزانہ اوسط دو گھنٹے پانچ وقتی نماز باجماعت شمار کر کے۔ جب کہ عورتوں کا تقریباً ڈیڑھ سال نماز میں لگتا ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ کے حساب سے۔ عورت پندرہ سال کی بالغ شمار کریں اور پچپن سال کی ہو جانے پر ماہواری آسکتی ہے تو ان چالیس سالوں میں اوسطاً آٹھ دن ہر ماہ میں ان کی نماز چھوٹتی ہیں۔ لہٰذا کل دس سال پوری عمر میں عورتوں کی نمازیں چھوٹتی ہیں اور پینتیس سال باقی بچ گئے ساٹھ سال سے ان میں اگر پابندی سے نمازیں پڑھیں تو مجموعی طور پر ڈیڑھ سال خرچ ہوتا ہے۔

۷۔ آدمی پندرہ سال کا بالغ شمار کریں تو پینتالیس سال کے اندر آدمی

تئیس سو چالیس جمعے ادا کرتا ہے۔ جس میں انچاس دن (پونے دو ماہ) خرچ ہوتے ہیں۔

۸۔ بالغ ہونے کے بعد مرد تیرہ سو پچاس (عورت تقریباً ایک ہزار) روزے رکھتے ہیں جس میں تقریباً چار سال خرچ ہوتے ہیں۔

۹۔ ایک سال تلاوت قرآن مجید میں خرچ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ساری زندگی تھوڑا تھوڑا پڑھتا رہے۔

۱۰۔ ایک سال دوسری عبادات اور اچھے کاموں اور اچھی باتوں میں لگتا ہے۔

نتیجہ: یہ کل ساڑھے اڑتیس سال ہوئے جو کسی نہ کسی کام میں لگے ان میں بھی صرف دس سال عبادات میں مصروف ہوئے باقی اوسطاً پینسٹھ سالہ زندگی کا اندازہ لگائیں کہ پچاس پچپن سال نیکی سے بظاہر خالی اور بے کار گزرتے ہیں۔

آیئے ہم اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

زندگی کو قیمتی بنانے کا آسان طریقہ:

سب گناہوں سے توبہ کر کے یہ نیت کر لینی چاہیے کہ یا اللہ میں نے جو نیک کام کیا ہے یا کر رہا ہوں یا کروں گا سب آپ کی رضا کے لیے ہیں۔ مہربانی فرما کر حقیقت میں نیکی شمار فرما کر قبول فرمالیں اور یا اللہ جو میں نے جائز کام کیا ہے یا کر رہا ہوں یا کروں گا وہ سب آپ کی رضا و عبادات کی تیاری کے لیے ہیں۔ مہربانی فرما کر ان جائز کاموں کو بھی اچھی نیت کی وجہ سے نیک کاموں میں شامل فرما کر قبول فرمائے۔ اس نیت سے انشاء اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹے نیکی میں شمار ہو سکتے ہیں۔ کھانے پینے پہننے اور جائز ملازمت کرنے بلکہ بیت الخلاء تک جانے میں نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لیے کہ جائز کام کو اچھی نیت کر کے نیک کام بنایا جا سکتا ہے اور نیک کام میں بھی تازہ خالص نیت کرتے رہنا چاہیے۔ باقی رہے گناہ کے کام تو ان سے فوری طور پر

لازمی بچنا ہے۔ گناہ کے کام میں کوئی اچھی نیت نہیں چلتی اور وہ ہر حال میں چھوڑنا ہی ہے۔

نوٹ: یہ ہے اپنے اعمال وافعال کا محاسبہ...... زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ کسی کی عمر اسّی سال سے بھی زائد ہو جاتی ہے اور کسی کو چالیس سال بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اگر نمازیں روزے سجدے تلاوت حج زکوٰۃ وغیرہ قضا ہیں تو ان کا غالب گمان سے حساب کر کے لکھ دے اور حسب طاقت ادا کرنا شروع کر دے۔ ساتھ وصیت بھی لکھ دے کہ میرے ذمہ یہ کچھ ہے اگر میں ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں تو میرے مال میں سے فدیہ دے دیا جائے۔ بس اب اگر یہ مرے گا تو سیدھا جنت میں جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کی قدر کرنے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ کرنے کی توفیق دیں آمین ثم آمین یارب العالمین۔

خیرات کی برکتیں:

میرے گاؤں میں ایک خاتون تھیں منظور کی اماں۔ میری اماں بتاتی تھیں کہ بیٹے جب یہ خاتون بیاہ کر آئی تھیں تو اس گھر میں اتنی غربت تھی کہ دو وقت چولہا مشکل سے جلتا تھا مگر اس خاتون کے آنے کے بعد اس گھر کے حالات بدلنا شروع ہوئے اور پورے گاؤں کے لوگ حیران ہیں کہ ایسی کیا بات ہوئی جوان کی حد سے بگڑی ہوئی معاشی اور گھریلو حالت میں اچانک اتنی تبدیلی آ گئی، کہاں تو مشکل سے دو وقت کی روٹی ملتی تھی، کہاں یہ عالم ہے کہ کوئی سائل ضرورت منداس خاتون کے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ میں نو دس سال کی عمر میں جب ۱۹۳۳ء میں اپنے گاؤں سے بغرض تعلیم کلکتہ آیا، تو میں ایک باراس خاتون کے میاں جس کو میں نظیر چچا کہا کرتا تھا، ان کی دوکان پر ملنے گیا، بچپن سے میری یہ عادت رہی ہے کہ جب میں کسی بات کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کی ٹوہ میں لگا رہتا ہوں۔ نظیر چچا کی دکان کلکتہ شہر کے ایک ایسے علاقہ میں تھی جو کوئی معروف حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ تب ان کی دکان کے سامنے لال دکی کھیل کا میدان تھا۔ اس کے پاس ہی

ان کی ایک بہت چھوٹی سی پان بیڑی کی دکان تھی۔ میں جس وقت ان کی دکان پر گیا تھا دو آدمی بیڑی بنانے میں مشغول تھے اور نظیر چچا پان بنانے اور لگانے میں۔ گاؤں میں ان کا گھر میرے پڑوس میں تھا، مل کر بہت خوش ہوئے۔ دکان میں اوپر بلا کر بٹھالیا۔

باتوں باتوں میں نے ان سے پوچھ لیا کہ چچا بس آپ کی یہی چھوٹی سی دکان ہے، بولے ہاں بیٹا! اللہ اسی میں خیر و برکت دیتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پورے گاؤں میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ آپ کے گھر سے کوئی خالی نہیں جاتا اور چچی سب سائلوں اور مانگنے والوں کو مٹھی بند کر کے ریزگاری دیتی ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ بولے بیٹا، وہ ایسا اس لیے کرتی ہے کہ ان کے پاس ضرورت مندوں کو دینے کے لیے ریزگاری ہی ہوتی ہے۔ اتنا کہہ کر نظیر چچا نے دکان میں رکھے ہوئے ایک ٹین کے ڈبہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ڈبہ دیکھتے ہو جس دن سے یہ دکان کھولی ہے، اللہ کا نام لے کر اس روز سے آج تک میرا یہ معمول ہے کہ روزانہ جو بکری ہوتی ہے تو شام کو اس کا حساب کر کے ہر روپیہ پر ایک پیسہ غریبوں کے لیے نکال کر ڈبہ میں ڈال دیتا ہوں۔ جب یہ ڈبہ بھر جاتا ہے تو تمہاری چچی کے پاس بھجوا دیتا ہوں۔ شروع دن سے آج تک میرا یہ روزمرہ کا معمول چلا آ رہا ہے۔'' ان کی زبان سے یہ سب کچھ سننے کے بعد مجھ پر یہ راز کھل گیا کہ پڑوس میں رہنے والی میری چچی منظور کی اماں کی خوشحالی اور سخاوت کا راز کیا تھا۔ گاؤں میں کوئی بھی مسافر اگر مسجد میں قیام کرتا تو امام صاحب ''منظور کی اماں'' کے گھر خبر بھجوا دیتے، مسافر جتنے دنوں رہتے ان کا دونوں وقت کا کھانا ان کے گھر سے جاتا۔ اگر زادراہ کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی بھجوا دیتیں۔

نظیر چچا گھریلو اخراجات کے لیے ہر ماہ تین سے چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر بھیجا کرتے تھے۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب اعلیٰ قسم کا چاول ایک روپیہ کا دس سیر، گائے کا گوشت آج کے حساب سے چھ پیسے میں ایک سیر ملا کرتا تھا۔ ارزانی کے اس دور میں بھی جس گھر کے اخراجات چار سو روپے ہوں وہ گھر کتنا خوش حال ہو گا۔

بقر عید کے زمانہ میں قصاب گاؤں میں جھنڈ کے جھنڈ گائے بیل لے کر فروخت کرنے آتے۔ گاؤں پہنچ کر وہ سب سے پہلے چچی کے پاس جاتے، اس لیے کہ ان

کو یہ معلوم تھا کہ قربانی کے لیے ان سے زیادہ موٹا تازہ جانور گاؤں میں کوئی اور نہیں خریدے گا۔ یہ اس گاؤں کا حال تھا جہاں بڑے بڑے زمیندار بھی تھے۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز حضرات بھی، خان بہادر، ڈاکٹر، انجینئر، بھی مگر اللہ کی راہ میں دینے اور لٹانے والی تو صرف میرے پڑوس کی چچی ہی تھیں۔ یہ نہ سمجھئے کہ ان کے دینے دلانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سلسلہ صرف روپیہ میں ایک پیسہ تک محدود تھا۔ جی نہیں، زکوٰۃ، صدقات دینا اس پر مستزاد تھا۔ ایک ایسی خاتون کہ جب وہ اس گھر میں بیاہ کر آئی تھی تو اس وقت دو وقت کی روٹی مشکل سے نصیب تھی وہ بھی ارزانی کے زمانہ میں، وہ گھر اور اس گھر کی وہ خاتون گاؤں کی سب سے مخیّر اور ضرورت مندوں کے کام آنے والی کیسے بن گئی، اس راز کو سمجھنے اور پانے کے لیے ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے۔ (اس راز کو تو اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے قرآن مجید میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

۱۔ ''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں ۱۰۰ دانے ہوں۔ (سورہ البقرہ)

۲۔ ''تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی۔'' (سورہ البقرہ)

۳۔ ''کون ہے جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض تاکہ اللہ اسے بڑھا کر کئی گنا واپس کرے۔'' (سورہ الحدید......ادارہ بیدار)

نماز کی برکت:

عالم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات اتنے زیادہ ہیں کہ شمار واحاطے میں نہیں آسکتے، مگر انسان ہے کہ **ان الانسان لظلوم کفار** (بے شک آدمی بڑا بے انصاف، ناشکرا ہے) کا مصداق بنا ہوا ہے۔ جو واقعہ میں لکھنے جا رہا ہوں شاید اس میں قارئین کے لیے کوئی کشش نہ ہو، مگر میری ذات کے لیے ناقابل فراموش ہے اور میں تادم مرگ اسے نہیں بھلا سکتا۔ ہوا یوں کہ تین مہینے پہلے دوستوں کی دعوت پر پنجگور شہر

سے باہر پہاڑی علاقے میں گھومنے کی نیت سے نکلا۔ منزل تقریباً تین گھنٹے کی مسافت پر تھی۔ اس لیے ظہر کی نماز کے بعد روانہ ہوگئے تو میں نے تہیہ کرلیا کہ عصر کی نماز جائے مطلوبہ پر پڑھیں گے۔ اس لیے موٹر سائیکل کو میں نے پوری رفتار سے بھگا دیا۔ دو ساتھی پیچھے دبک کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نیم پختہ سڑک تھی، اس لیے بلاکسی پریشانی کے ہم بڑی تیزی کے ساتھ منزل کی طرف بڑھے جارہے تھے کہ اچانک پوری اسپیڈ میں، موٹر سائیکل بالکل بند ہوگئی، اس لیے بریک لگا کر رکنا پڑا۔ میں بحسب دانست جلدی جلدی اس کا پلگ کھولنے لگا تو واقعتاً پلگ کے سرے پر چھوٹا سا کنکر آ گیا تھا۔ پلگ کی صفائی کے بعد فٹافٹ اس کو فٹ کرنے لگا، مگر جلد بازی کی وجہ سے سیلنڈر کی چوڑیاں گھس گئیں تھیں، اب پلگ کیسے فٹ ہو؟ بے ساختہ میرے منہ سے **انا للہ وانا الیہ راجعون** کے مقدس الفاظ نکلے۔ اب ہر طرف نظر دوڑاؤ تو سوائے پہاڑی سلسلے اور لق دوق صحرا کے کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ سڑک اگرچہ مین روڈ ہے، مگر وہ بھی سنسان ہے۔ اس سناٹے میں سوائے موٹر سائیکل کے اوزار کی کھڑکھڑاہٹ کے کچھ سنائی نہیں دیتا بلکہ ہر چیز پر ایک لامتناہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بڑی دیر کے بعد ایک گاڑی گزر گئی، مگر ہم نے اپنی خودداری کی وجہ سے مدد نہیں مانگی بلکہ ساتھیوں کو کہا کہ طاقت ور مددگار سے رجوع کرو کہ پوری مخلوق اسی کی محکوم ہے۔ میں کوشش تو کر رہا ہوں، مگر میری کوششیں بارآور ثابت نہیں ہورہی ہیں۔ لگتا ہے کہ اس نے ٹھیک نہ ہونے کی قسم کھالی ہے۔ اب شہر والی مسافت دو گھنٹے کی ہے۔ آگے منزل مقصود بھی ڈیڑھ ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے۔ قرب و جوار میں کوئی بھی ٹھکانہ نہیں ہے۔

پونے گھنٹے کی محنت کے بعد پلگ تھوڑا سا فٹ ہوا، مگر اسٹارٹ کر کے روانہ ہوئے تو دو قدم بھی موٹر سائیکل نہیں چلی تھی کہ بند ہوگئی اس لیے پلگ پھر کھول دیا۔ مگر اب میرا میکانکی دماغ سن تھا، کچھ کام نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ میں تو مایوس تھا کہ اب کریں تو کیا کریں؟ جب ٹائم دیکھا تو عصر کا وقت ہوچکا تھا، اس لیے باجماعت عصر کی نماز پڑھی اور اپنی مشکل التجا والتماس کی شکل میں حقیقی مشکل کشا کے سامنے پیش کردی۔ کہ اب تو نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ جب بعد نماز میں نے پانا اٹھا کر پلگ فٹ کرنا چاہا تو بلاکسی پریشانی و مشکل کے پلگ فٹ ہوگیا۔ اور پھر موٹر سائیکل اسٹارٹ بھی ہوگئی۔ ہم نے سفر شروع

کیا۔ بعد از مغرب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو وہ لوگ حیران ہو گئے کہ گھسی ہوئی چوڑیوں میں پلگ کیسے فٹ ہو گیا؟

میں نے کہا، بامر اللہ: پلگ اللہ کی مخلوق ہے۔ جب خالق نے حکم دیا تو اس کے لیے حکم برداری کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ کوئی انسان تو نہیں تھا کہ خواہشات کے چنگل میں پھنس جاتا اور منعم حقیقی کے احکام کو خواہشات نفس کی بھینٹ چڑھا دیتا۔

قصہ مختصر اسی پلگ سے میں نے بلا کسی مشکل کے اپنا سفر پورا کیا اور پھر شہر پہنچ گئے۔ پھر جب میں موٹر سائیکل کو میکنک کے پاس لے گیا تو اس نے کھول کر دیکھا اور حیرت و استعجاب کے عالم میں پوچھنے لگا کہ اس کو کسی نے فٹ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ کے حکم سے یہ خود بخود فٹ ہو گیا ہے۔ میری تھوڑی سی ناکام محنت بھی شامل ہے۔ اس نے کہا کہ فی الواقع یہ اسی قادر مطلق کا کام ہو سکتا ہے ورنہ بغیر چوڑی کے کیسے یہ فٹ ہو کر چلتا رہا؟

یقیناً میں اس واقعے کو تادم مرگ نہیں بھول سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ ''ناقابل یقین سچے واقعات'' کے صفحے پر اس کے لیے کوئی جگہ ضرور متعین ہونی چاہئے تاکہ جو لوگ ایسے موقعوں پر غیر اللہ سے استعانت مانگتے ہیں، ان کی آنکھیں کھل جائیں۔

دعائے سفر:

زندگی میں کچھ لمحات ایسے آتے ہیں کہ جس وقت انسان کو مایوسی اور بے یقینی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایسے حالات میں صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جو لوگ انتہائی نامساعد حالات میں صبر کرتے ہیں یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہم اسلام آباد سے واپس اپنے گھر آ رہے تھے۔ ہم یہ سفر بذریعہ ریل گاڑی کر رہے تھے۔ ریل گاڑی ہواؤں کو چیرتی ہوئی، وادیوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی انتہائی تیز رفتاری سے چل رہی تھی۔ رات کا اندھیرا آسمان پر پھیل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سورج کی روشنی چھپ گئی اور رات کا اندھیرا چھا گیا۔

گاڑی جس جگہ سے گزر رہی تھی اس سے تھوڑے ہی فاصلے سے تقریباً ایک میل لمبی لائن کی پٹری بالکل غائب تھی۔ غور کریں کہ اتنی تیز رفتار گاڑی جب اس جگہ پہنچے گی تو کچھ

بھی ہوسکتا تھا، مگر جب گاڑی اس مقام پر پہنچی تو نہایت آرام سے رک گئی۔ صرف معمولی سا جھٹکا محسوس ہوا۔

اس کے بعد مسافر نیچے اترے۔ بہت گہرا اندھیرا چھا چکا تھا۔ گندے پانی کے جوہڑ اس جگہ پر پھیلے ہوئے تھے۔ سخت گرمی اور مچھروں کی بھنبھناہٹ کانوں میں گونجنے لگی۔ اب سب مسافر پریشان ہوئے کیا کرنا چاہیے۔ ہمارے والد صاحب نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلنا شروع کیا تو سارے مسافر چل پڑے۔ آخر کار سب لوگ لالہ موسیٰ اسٹیشن پر پہنچے۔ اس دوران نہایت مشکل حالات کا مقابلہ کرنا پڑا، کیوں کہ پیاس سے زبان خشک اور خوف سے دم نکلا جارہا تھا۔

آخر کار صبح ہم دوسری گاڑی سے گھر پہنچے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم اتنے بڑے حادثے سے کیسے بچے؟ تو یقین جانیے کہ یہ صرف دعائے سفر کا نتیجہ ہے۔

صحیح نیت:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ پس جب انسان کا ہر عمل محض رضائے الٰہی کے حصول کا مقصد ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بے یارومددگار نہیں چھوڑتے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہم اپنے رشتے داروں کی شادی میں شرکت کی غرض سے سرگودھا پہنچے۔ بارات سرگودھا سے ساہیوال جانی تھی۔ بارات رات کے ایک بجے روانہ ہوئی اور نماز فجر کے وقت ساہیوال سے کچھ دور ایک بستی میں ٹھہری تا کہ تمام احباب نماز فجر ادا کرسکیں۔ مرد حضرات قریب ہی مسجد میں چلے گئے۔

میری بہن اور چچی صاحبہ کو خیال آیا کہ ہم بھی مردوں کے ساتھ چلیں اور ایک طرف ہو کر نماز پڑھ لیں، لیکن مرد حضرات مسجد پہنچ چکے تھے چناں چہ خواتین کو مسجد دکھائی نہ دی، کیوں کہ مسجد کچھ فاصلے پر تھی۔

چناں چہ خواتین نے سامنے والے گھر میں دستک دی۔ اندر سے گھر والوں نے معلوم کیا کہ کون ہیں۔ کیوں کہ ابھی تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنا مقصد بتایا کہ ہم نماز ادا کرنا چاہتی ہیں تو انہوں نے دوازہ کھول دیا۔

یہ خواتین بیان کرتی ہیں کہ وہ ہم سے اس طرح ملیں جیسے بہت گہرا تعلق ہو۔آخر انہوں نے چائے کی پیشکش کی کہ ہم تمام بارات والوں کو چائے پلانا چاہتے ہیں لیکن وقت کی قلت کے باعث انہوں نے معذرت کرلی۔

ان کے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔تمام بچے تلاوت کررہے تھے۔گھر کی خاتون نے بتایا کہ یہ تمام بستی غنڈوں، چوروں کی ہے۔آپ بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ ہمارے گھر آئے کیوں کہ سوائے ہمارے گھر کے یہاں کوئی بھی مذہبی گھرانہ نہیں ہے۔

یہ سن کر ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ہماری نیت صحیح تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح جگہ لے آئے۔

اللہ کی ذات سے امید پر:

انسان کی زندگی میں آنے والی مشکلات اس وقت آسانی سے ختم ہوسکتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہونے کا یقین پیدا ہوجائے۔چھوٹی سے بڑی مشکل تک اللہ حل کرنے والے ہیں۔بعض اوقات انسان سے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا تعلق مضبوط کروانے کے لیے اس کو آزمائش میں ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ انسان اپنی آزمائش حل کروانے کے لیے کس قدر میری طرف رجوع کرتا ہے۔

یہ کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ میری بہن، چچی اور چچا ہماری پھوپھی صاحبہ سے ملنے کے لیے ضلع ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔جب حیدرآباد اسٹیشن پر پہنچے تو یہ اپنا بیگ کسی جگہ چھوڑ کر آگے گزر گئے۔جس میں نقدی، زیورات، کپڑے وغیرہ تھے۔ان کے پاس چند روپے تھے جو پھوپھی صاحبہ کے گھر تک پہنچنے کے لیے ناکافی تھے، جب کہ تمام پیسے بیگ میں تھے۔

اس دیارِ غیر میں جہاں کوئی بھی پرسانِ حال نہ تھا اور خودداری کے سبب کسی کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلائے جاسکتے تھے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ مرکوز ہوئی اور جب سب کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور چند لمحوں بعد ہی ایک رکشا آکر رکا۔رکشا سوار نے بیگ ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔بیگ دیکھتے ہی زبان پر یہ الفاظ آئے۔''الحمد للہ''

رکشا ڈرائیور نے بتایا کہ آپ نے جب یہ بیگ اسٹیشن پر رکھا تو میں دیکھ رہا تھا،

لیکن دیکھتے ہی دیکھتے آپ ہجوم میں اس طرح نظروں سے اوجھل ہوئے کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کس طرف گئے ہیں تاہم میں کافی دیر تک آپ کو تلاش کرتا کرتا یہاں پہنچ گیا ہوں۔ کیوں کہ یہ مقام اسٹیشن سے آدھ گھنٹہ کے فاصلے پر تھا۔ بے شک بیگ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے پرامید ہونے سے ملا۔ ورنہ اس پریشانی کے عالم میں رکشا ڈرائیور کے ہاتھوں بیگ کا مل جانا بالکل ہی ناقابل یقین تھا۔

عظیم باپ عظیم بیٹا:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے والد غلام تھے، اپنے مالک کے باغ میں کام کرتے تھے، ایک مرتبہ مالک باغ میں آیا اور کہا ''میٹھا انار لائیے'' مبارک ایک درخت سے انار کا دانہ توڑ کر لائے، مالک نے چکھا تو کھٹا تھا، اس کی تیوری پر بل آئے، کہا ''میں میٹھا انار مانگ رہا ہوں، تم کھٹا لائے ہو'' مبارک جا کر دوسرے درخت سے انار لائے، مالک نے کھا کر دیکھا تو وہ بھی کھٹا تھا، غصہ ہوئے کہنے لگے ''میں نے تم سے میٹھا انار مانگا ہے اور تم جا کر کھٹا لے آئے ہو'' مبارک گئے اور ایک تیسرے درخت سے انار لے کر آئے، اتفاقاً وہ بھی کھٹا تھا، مالک کو غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا، پوچھا ''تمہیں ابھی تک میٹھے کھٹے کی تمیز اور پہچان نہیں......''

مبارک نے جواب میں فرمایا ''میٹھے کھٹے کی پہچان کھا کر ہی ہوسکتی ہے اور میں نے اس باغ کے کسی درخت سے کبھی کوئی انار نہیں کھایا''...... مالک نے پوچھا ''کیوں؟''......اس لیے کہ آپ نے باغ سے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے اور آپ کی اجازت کے بغیر میرے لیے کسی انار کا کھانا کیسے جائز ہوسکتا ہے''......یہ بات مالک کے دل میں گھر کر گئی اور تھی بھی یہ گھر کرنے والی بات! تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتاً مبارک نے کبھی کسی درخت سے کوئی انار نہیں کھایا، مالک اپنے غلام مبارک کی اس عظیم دیانت داری سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کرایا، اسی بیٹی سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ پیدا ہوئے، حضرت عبداللہ بن مبارک کو اللہ جل شانہ نے علمائے اسلام میں جو مقام عطا فرمایا ہے، وہ محتاج تعارف نہیں۔

(وفیات الاعیان، ج:۳، ص:۳۲) بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں۔

پسند آئی انہیں اک ادائے عاشقانہ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ محدثین کے امام ہیں، صحاح ستہ میں شامل ان کی سنن، ان کے زندہ وجاوید ہونے کے لیے کافی ہے، ایک بار وہ کشتی میں سفر کررہے تھے، دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد "الحمد اللہ" کہتے ہوئے سنا، چھینکنے والا "الحمد للہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا سنت بھی ہے اور مسلمان بھائی کا حق بھی! امام کی کشتی آگے نکل گئی، آپ نے ایک دوسری چھوٹی کشتی تین درہم کے عوض کرایہ پر لی، چھینکنے والے کے پاس آئے اور اسے "یرحمک اللہ" کہا، اس نے جواب میں "یھدیکم اللہ" (اللہ آپ کو ہدایت دے) کہا، امام واپس اپنی کشتی پر آگئے، ساتھیوں نے ان سے اس تکلیف کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے "مجھے خیال ہوا کہ ہوسکتا ہے یہ آدمی مستجاب الدعوات ہو، اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہو، میرے "یرحمک اللہ" کہنے کے جواب میں وہ "یھدیکم اللہ" کہے گا تو بہت ممکن ہے اس کی دعا میرے حق میں قبول ہوجائے، اس لیے میں کشتی لے کر اس کے پاس گیا۔"

کہتے ہیں جب سفر کرتے ہوئے رات کو کشتی کے مسافر سوگئے تو سب نے یہ ہاتف غیبی سنی کہ آواز آرہی ہے "کشتی والو! ابوداؤد نے تین درہم کے عوض اللہ سے جنت خرید لی ہے۔" (شرح العلوائی علی مختصر ابن ابی جمرۃ، ص: ۲۹۰؟)

سب مچھلیوں کے منہ میں سوئیاں:

حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ جب سلطنت چھوڑ کر اطاعت الٰہی میں مشغول ہوگئے تو حضرت کے ایک صاحبزادے نے آپ کو بے حد تلاش کیا اس نے ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام کے بعد عرض کیا، یہ کیسی زندگی آپ نے اختیار کر رکھی ہے اس تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے سوئی حضرت کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی اور کہا۔ یا تو آپ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرت نے فرمایا بیٹا سوئی

اب کس طرح نکل سکتی ہے لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرت نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لیے حاضر ہوگئیں تو اسنے کہا میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں جو میں نے پھینکی ہے، اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا کہ میں اس سوئی کو حضرت خضر کے لیے بطور تبرک لیے جارہی تھی، حضرت کے احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے محبوب بندے کی محبت میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی، مجھے معاف کیجیے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجیے۔ حضرت شیخ نے فرمایا بیٹا تم واپس جاؤ۔ جو اپنے پروردگار عالم کی یاد میں محو ہو اسے کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا۔ **(امرأۃ الاسرار۔ ص ۲۸۳)**

مشہور ادیب اصمعیؒ کا حافظہ:

عربی زبان کے مشہور ادیب و ماہر ''اصمعی'' کے حافظے کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں، جو علامہ ابن خلکان نے ''وفیات الأعیان'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر حسن ابن سہیل نے ادیبوں کو جمع کیا جن میں اصمعی، ابو عبیدہ اور نصر بن علی وغیرہ شامل تھے۔ ادیبوں کے ساتھ گفتگو شروع کرنے سے قبل، امیر نے مختلف ضروریات کے لیے دی گئی، پچاس درخواستوں پر اپنی صوابدید کے مطابق احکامات لکھ کر جاری کیے، پھر ادیبوں سے گفتگو شروع کی، محدثین کا تذکرہ چلا تو ابو عبیدہ، اصمعی پر تعریض کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جناب،! اس مجلس میں بھی موجود کچھ لوگ اسلاف جیسے حافظہ کا دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ...... ''ایک بار کوئی کتاب پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کے دیکھنے کی انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی اور کوئی بات ایک مرتبہ ان کے ذہن میں داخل ہو جائے تو پھر کبھی نہیں نکلتی'' ...... اصمعی نے کہا جناب! ابو عبیدہ مجھ پر تعریض کر رہے ہیں لیکن واقعہ وہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا، ابھی آپ نے پچاس درخواستوں پر مختلف احکامات لکھے، قریب ہونے کی وجہ سے میں دیکھ رہا تھا اگر آپ چاہیں تو وہ تمام درخواستیں منگوالیں، ہر درخواست میں جو کچھ لکھا ہوگا، میں تمام زبانی سنائے دیتا ہوں'' چناں چہ اصمعی نے وہ تمام درخواستیں اور امیر کی طرف سے ان پر لکھے گئے احکامات سنانا شروع کیے،

جب چالیس سے کچھ اوپر پہنچے تو نصر بن علی نے اصمعی کو منع کیا کہ کہیں ''نظر بد لگ جائے گی''، تب اصمعی رک گئے۔ (وفیات الاعیان، ج:۳، ص:۱۷۳)

انسانی غیرت کا حیرت انگیز واقعہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (م: ۴۵۸ھ) نے اپنی سند سے موسیٰ بن اسحاق قاضی کے زمانے کا ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ غیرت انسانی کا ایک عجیب واقعہ ہے جی چاہا کہ نذر قارئین کیا جائے ہو سکتا ہے اس سے ہماری غیرت جاگ اٹھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ موسیٰ بن اسحاق قاضی کی عدالت میں ایک برقع پوش خاتون نے اپنے شوہر پر پانچ سو اشرفی مہر کا دعویٰ کیا، شوہر مہر کی اس مقدار کا منکر تھا، عورت کے وکیل نے دعویٰ کے ثبوت پر دو گواہ پیش کیے۔ دونوں گواہوں میں سے ایک نے مطالبہ کیا کہ میں عورت کا چہرہ دیکھ کر گواہی دوں گا، چناں چہ گواہ چہرہ دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر شوہر کی غیرت کو جوش آ گیا اور اس نے کہا کہ آخر کس وجہ سے میری بیوی پر اجنبی مرد کی نظر ڈلوائی جا رہی ہے؟ میں قاضی کے سامنے خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے ذمے میری بیوی کے مہر کے پانچ سو دینار خالص سونے کے واجب ہیں، مگر میری بیوی اپنا چہرہ ہرگز نہ دکھائے گی اس غیرت وحمیت کا عورت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت وہ سارا مہر معاف کر دیا، یہ عجیب واقعہ دیکھ کر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس واقعہ کو مکارم اخلاق کے یادگار واقعات میں درج کیا جائے۔''

(ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات)

یقین پختہ کرنے کا واقعہ:

شیخ فتح موصلی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک لڑکا نابالغ دیکھا جو راہ چل

رہا تھا اور اس کے لبوں کو جنبش تھی۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا۔ پھر میں نے سوال کیا صاحبزادے کہاں جارہے ہو؟ کہا بیت اللہ کو جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کن الفاظ کے ساتھ اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہو؟ کہا قرآن کے ساتھ۔ میں نے کہا ابھی تک تم پر تکلیف کا قلم نہیں چلا۔ کہا میں موت کو دیکھتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹوں کو لے رہی ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راہ دور ہے؟ کہا مجھ پر قدم اٹھانا اور خدا کا منزل مقصود تک پہنچانا ذمے ہے۔ میں نے کہا توشہ اور سواری کہاں ہے؟ کہا توشہ میرا یقین اور سواری میرے پاؤں ہیں۔ کہا میں تم سے پوچھتا ہوں روٹی پانی کہاں ہیں؟ کہا اے چچا! کوئی مخلوق میں سے تم کو اپنے گھر بلائے کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ اپنے ساتھ توشہ اس کے گھر لے جاؤ۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میرا سردار بندوں کو اپنے گھر بلاتا ہے اور ان کو گھر کی زیارت کی اجازت دی ہے۔ ان کے ضعف یقین نے انہیں توشہ لینے پر آمادہ کیا اور میں یہ برا جانتا ہوں، ادب کا لحاظ کرتا ہوں۔ کیا تمہیں گمان ہے کہ وہ مجھے ضائع و برباد کردے گا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں، وہ پھر لڑکا میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ پھر میں نے اسے مکہ میں دیکھا اور اس نے بھی مجھے دیکھا اور کہا اے شیخ! تم ابھی تک ضعف یقین ہی پر ہو۔ (نزہۃ البساتین) قصص الاولیاء عالم فقری۔

نصرانی طبیب کے قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ کے مرید آپ کی خانقاہ میں حاضر رہتے آپ ان سے مختلف طریقوں سے نفس کشی کراتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں چالیس مرید موجود تھے آپ ان کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا خود کفیل ہے اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

''جو پرہیزگاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے گرز بسر کے ذریعے کھولتا اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اسے خیال بھی نہ تھا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس

کے لیے کافی ہے۔"

آپ کا ارشاد سن کر سب مریدوں نے توکل اختیار کر لیا اور نہایت تضرع کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح ان کو تین دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ تیسرے دن شیخ شبلی رحمہ اللہ پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ نے سبب کو بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے:

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی منا کبھا و کلوا من رزقہ۔

"وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا
پس اس کے راستوں میں چلو اور اس کے رزق کو کھاؤ۔"

اس لیے اب مناسب ہے کہ تم میں سے ایک سب سے زیادہ نیک نیت شخص اس گوشہ عزلت سے نکلے اور رزق تلاش کرے تاکہ اسے کھا کر تم کچھ قوت حاصل کرو۔ آپ کی ہدایت سن کر سب نے ایک شخص کو منتخب کیا اور اسے تلاش معاش کے لیے روانہ کیا۔ وہ بغداد کے سارے محلوں میں گھوما مگر کچھ ہاتھ نہ آیا پہلے ہی تین دن کا بھوکا تھا اس دوڑ دھوپ سے اور نڈھال ہو گیا اور ٹانگیں چلنے پھرنے سے جواب دے گئیں۔ قریب ہی ایک نصرانی طبیب کا مطب نظر آیا۔ مجبور ہو کر اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں بہت سے مریض جمع تھے اور حکیم صاحب باری باری ان کو دیکھ کر دوا تجویز کرتے جاتے تھے۔ جب بھیڑ کم ہوئی تو حکیم صاحب کی نظر اس خستہ حال درویش پر پڑی۔ اس کو اپنے پاس بلا کر نرمی سے پوچھا تمہیں کیا شکایت ہے؟ درویش شیخ شبلی کی صحبت میں رہ کر مانگنے کی عادت ترک کر چکا تھا، یہ تو نہ کہہ سکا کہ روٹی کی تلاش میں ہوں، بے اختیاری میں اپنا ہاتھ طبیب کے ہاتھ میں دے دیا، اس نے نبض دیکھی اور سمجھ گیا کہ یہ بیچارہ بھوک کا مریض ہے اس سے کہا ذرا صبر کرو، تمہاری بیماری کا علاج ابھی ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ بازار جا کر ایک رطل روٹی، ایک رطل حلوا اور ایک رطل بھنا ہوا گوشت لاؤ۔ جب ملازم ساری چیزیں لے آیا تو طبیب نے انہیں درویش کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تمہارے مرض کا یہی علاج ہے۔ درویش نے کہا آپ کی تشخیص تو بالکل صحیح ہے لیکن میں تنہا اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں، ہم ایسے چالیس مریض ہیں۔ فراخ حوصلہ

طبیب نے فوراً ملازم کو بھیج کر یہ تمام چیزیں چالیس چالیس رطل کی مقدار میں منگائیں اوران سب کو ایک خوان میں لگا کر ایک مزدور کے سر پر لدوائیں اور کہا کہ یہ شخص جہاں لے جائے ان چیزوں کو ساتھ لے جا کر پہنچا دے۔ چناں چہ وہ درویش اللہ تعالیٰ کی تحمید کرتا ہوا ان نعمتوں کو لیے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خانقاہ میں پہنچا جہاں وہ سب شیخ شبلی کے ہمراہ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ شیخ نے یہ خوان نعمت دیکھا تو فرمایا اس کھانے کا عجیب بھید ہے۔ پھر اس مرید سے سارا واقعہ سنا اور فرمایا دوستو! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ اور اس کا کچھ معاوضہ ادا نہ کرو سب نے عرض کیا کہ اے شیخ اس کا معاوضہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے حق میں دعائے خیر کرو، اسی وقت سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اس نصرانی طبیب کے لیئے ہدایت اور خیر و برکت کی دعا کرنے لگے۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ وہ نصرانی طبیب بھی بھوک کے ان چالیس مریضوں کو دیکھنے کے لیے اس درویش کے پیچھے چلا آیا تھا۔ ان لوگوں کا توکل دیکھا، تو بے حد متاثر ہوا اور جب انہوں نے اس کے حق میں سچے دل کے ساتھ دعائے خیر کرنا شروع کی، تو وہ بیتاب ہو گیا اور فوراً خانقاہ کے دروازے پر جا کر دستک دینے لگا۔ جب دروازہ کھلا تو دوڑ کر شیخ شبلی کے قدموں پر جا گرا اور مشرف باسلام ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اس طرح اس کو اپنی نیکی کا معاوضہ ہدایت کی صورت میں مل گیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ اور ایک راہب:

ایک راہب اپنے گرجا میں معتقدین کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانیت کے الفاظ بیان کررہا تھا۔ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ وہاں سے گزر رہے تھے۔ اطلاع پا کر حضرت بایزید گرجے میں چلے گئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے۔ راہب کی زبان بند ہوگئی۔ نہ فضیلت عیسیٰ علیہ السلام بیان ہو سکے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی ایسا ویسا لفظ نکل سکے۔ کہنے لگا ''مجمع میں کوئی مسلمان آ گیا ہے۔ اسے چاہئے کہ کھڑا ہو کر میرے سوالات کا جواب دے۔ حضرت بایزید'' مجمع میں کھڑے ہو گئے۔

راہب: بتاؤ وہ ایک کیا ہے جس کا دوسرا نہیں ہے؟

بایزید: ایسا ایک جس کا کوئی ثانی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے۔

راہب: وہ دو کیا ہیں جن کا تیسرا نہیں ہے؟

بایزید: وہ دو رات دن ہیں جن کا تیسرا نہیں ہے۔

راہب: وہ تین چیزیں کیا ہیں جن کا چوتھا نہیں؟

بایزید: وہ تین چیزیں جن کا چوتھا نہیں۔ عرش، کرسی اور قلم ہیں۔

راہب: وہ چار چیزیں بتائیں جن کا پانچواں نہیں ہے؟

بایزید: قرآن، زبور، تورات اور انجیل (یعنی چار آسمانی صحیفے)

راہب: وہ پانچ چیزیں بتائیں جن کا چھٹا نہیں ہے؟

بایزید: وہ پانچ فرض نمازیں ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔

راہب: آپ براہ کرم اب وہ چھ چیزیں بتائیں جن کا ساتواں نہ ہو؟

بایزید: وہ ستہ ایام یعنی چھ دن ہیں جن میں زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی۔

راہب: ایسی سات چیزوں کے نام بتائیں جن کا آٹھواں نہیں ہے؟

بایزید: وہ سات چیزیں سات آسمان ہیں جن کا آٹھواں نہیں۔

راہب: ایسی آٹھ چیزیں کون سی ہیں جن کی نویں نہیں؟

بایزید: یہ آٹھ حاملین عرش ہیں جن کا ذکر یوں ہے۔

ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ (سورۃ الحاقہ)

راہب: وہ نو چیزیں کیا ہیں جن کا دسواں نہیں؟

بایزید: یہ نو کا عدد حضرت صالح کی قوم کی نو بستیاں ہیں جن میں مفسدین آباد تھے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔ **وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون** (سورۃ نمل آیت ۴۸)

راہب: عشرۂ کاملہ کیا ہے؟

بایزید: جو شخص حج تمتع کرے اور قربانی کی طاقت رکھتا ہو اس کو دس روزے رکھنے چاہئیں ان دس دن کے روزوں کو عشرۂ کاملہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **تلک عشرۃ کاملۃ**۔

راہب: وہ گیارہ، بارہ اور تیرہ چیزیں کیا ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے؟

بایزید: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور بارہ مہینے، حضرت یوسف علیہ السلام نے تیرہ چیزوں کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ **انی رأیت احد عشر کو کبا والشمس والقمر رائیت ھم لی ساجدین** (القرآن سورۃ یوسف آیت ۴)

راہب: وہ کون سی قوم ہے جس نے جھوٹ بولا پھر بھی بہشت میں گئی اور وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا پھر بھی جہنم میں گئے۔

بایزید: حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے جھوٹ بولا (مگر بعد میں توبہ کی) اور بہشت میں گئے اور یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی تکذیب میں سچے ہیں۔ لیکن دوزخ میں جائیں گے۔ **وقالت الیھود لیست النصاری علی شئی وقالت النصاریٰ لیست الیھود علی شئی!** (سورۃ بقرہ آیت ۱۱۳)

راہب: وہ چودہ چیزیں کیا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سے تکلم کا شرف حاصل ہے؟

بایزید: سات آسمان اور سات زمینیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ **فقال لھا وللارض ایتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین** (سورۃ سجدہ آیت نمبر ۱۱)

راہب: وہ قبر کون سی ہے جو اپنے مدفون کو لیے پھری؟

بایزید: حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی!

راہب: وہ پانی کون سا ہے جو نہ آسمان سے برسا اور نہ زمین سے نکالا گیا؟

بایزید: حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جو پانی بھیجا تھا وہ گھوڑوں کا پسینہ تھا!

راہب: وہ چار چیزیں کیا ہیں جو نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں اور نہ باپ کی پیٹھ سے؟

بایزید: وہ مینڈھا جو اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا۔ صالح علیہ السلام کی اونٹنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام۔

راہب: جو خون سب سے پہلے زمین پر بہایا گیا وہ کس کا تھا؟

بایزید: سب سے پہلے ہابیل کا خون بہایا گیا جسے اپنے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا۔

راہب: وہ کون سی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر اس کو خود خرید لیا؟

بایزید: یہ مومن کے نفوس اور اموال ہیں۔ قرآن کریم ہے۔ **ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ** (القرآن۔ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱)

راہب: وہ کیا چیز ہے جسے خدا نے پیدا کیا اور پھر خود اس کے متعلق دریافت کیا؟

بایزید: حضرت موسیٰ کا عصا فرمایا۔ **وما تلک بیمنک یا موسیٰ** (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۷)

راہب: اچھا اب بتائیں کہ ایک درخت میں بارہ ٹہنیاں ہیں ہر ٹہنی میں تیس پتے ہیں اور ہر پتے میں پانچ پھول ہیں۔ دو پھول دھوپ میں ہیں اور تین پھولوں پر سایہ پڑ رہا ہے یہ کیا ہے؟

بایزید: درخت سے مراد سال ہے جس میں بارہ ٹہنیاں یعنی بارہ مہینے ہیں اور ہر ٹہنی کے تیس پتے یعنی ہر مہینے میں تیس دن ہیں اور ہر دن میں پانچ پھول، یعنی پانچ وقت کی نمازیں ہیں جن میں ظہر اور عصر سورج کی روشنی میں ادا کی جاتی ہیں اور تین نمازیں مغرب اور عشاء رات کے سایہ میں یعنی غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہیں۔ فجر کی نماز بھی طلوع آفتاب سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔

راہب: وہ کیا ہے جس نے کعبہ کا طواف کیا حالاں کہ اس میں نہ روح ہے اور نہ حج فرض ہے؟

بایزید: یہ حضرت نوحؑ کی کشتی ہے جب طوفان کی حالت میں یہ کشتی جزیرۃ العرب میں پہنچی تو بیت اللہ کا طواف کیا اگر چہ بیت اللہ بھی پانی میں تھا مگر اس کشتی نے بتقدیر الٰہی مکمل طور پر طواف کیا۔

اب حضرت سلطان العارفین بایزید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ اب میرے ایک سوال کا جواب دے دیں۔ راہب بولا کہ پوچھیے۔

بایزید: جنت کی کنجی کیا ہے؟

راہب: (خاموش رہا)

بایزید: جواب کیوں نہیں دیتے؟

سامعین: ہاں ہاں۔ جواب دیجیے آپ کے کتنے ہی مشکل سوالات کا حضرت نے فی الفور جواب دیا ہے۔ آپ ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے رہے۔

راہب: اگر میں اس سوال کا جواب دوں تو مجھے مسلمان ہونا پڑے گا۔

سامعین: نہیں نہیں۔ آپ جواب دیں۔

راہب: (بولا) کلید جنت ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

باب نمبر:۱۹

موت کے چند مناظر

مرتے وقت ملک الموت کا نظر آنا:

(۱) میرے ہمسائے میں ایک شخص کی حالت بگڑ گئی تو مجھے بلا گیا، میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہے اور وہ ایک سمت میں اشارہ کر کے کہہ رہا تھا کہ یہ مجھے لینے کے لیے آیا ہے اور لے جائے گا لیکن میری لڑکی کا کیا بنے گا، یہ کلمات اس نے تین مرتبہ دہرائے اور پھر اس کی روح قفس عصری سے پرواز کر گئی۔

(۲) میری ایک عزیزہ طلاج کے لیے میرے پاس ملتان آئی ہوئی تھیں، ایک دن ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ ایک طرف دیکھ کر کہنے لگی کہ یہ کون آیا ہے، پھر کہنے لگیں کہ مجھے جلدی گھر پہنچاؤ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے، چنانچہ ان کو گھر پہنچایا گیا، تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

(۳) روجھان روڈ پر ایک بس تیزی سے اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی، اچانک ڈرائیور نے بریک لگائی اور کنڈیکٹر سے کہا کہ سواری چڑھالو، کنڈیکٹر نے گیٹ کھول کر دیکھا تو باہر کوئی بھی مسافر نہ تھا، چنانچہ اس نے چلو چلو کی آواز لگا دی، لیکن ڈرائیور نے بس نہ چلائی، ڈرائیور کے قریب جا کر دیکھا تو اس کا سر سٹیرنگ پر ڈھلکا ہوا تھا، اور اس کی روح پرواز کر چکی تھی، یہ واقعہ مجھے اس بس کے ایک مسافر نے سنایا۔

مرتے وقت اپنی محبوب چیز کا طلب کرنا:

میرا ایک عزیز جو خورد و نوش کا بہت شوقین تھا' نتیجتاً اسے شوگر (ذیابطیس) اور دل کا مرض لاحق ہو گیا، بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ میرے وارڈ میں داخل ہو گیا، اس کی حالت بگڑتی گئی، موت سے چند لمحے پہلے اس نے پکوڑے، برفی اور دودھ وغیرہ کی خواہش ظاہر کی یہ، ساری چیزیں اس کو مہیا کی گئیں، ابھی اس نے پہلا لقمہ بھی منہ میں نہ

ڈالا تھا کہ بستر پر ڈھیر ہو گیا، دیکھا تو انتقال ہو چکا تھا۔

ایک بزرگ کا موت کے بعد زندہ ہونا:

ہمارے ایک بہت ہی مشہور بزرگ کو معدے کے السر کی وجہ سے پاخانے کے راستے خون آنا شروع ہو گیا، چنانچہ ان کی حالت خاصی تشویش ناک ہو گئی۔ ساتھ ہی دل کی دھڑکن بھی بے قاعدہ ہو گئی جس کی وجہ سے سرجن نے آپریشن کرنے سے انکار کر دیا، سارے متعلقین اور معالج مایوس ہو گئے، میں ان کے بستر کے پاس ہی کھڑا تھا، میں نے دیکھا کہ انہوں نے چھ کلمے پڑھے اور پھر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے دل کی حرکت بند ہو گئی، نبضیں ختم ہو گئیں اور طبی لحاظ سے موت واقع ہو گئی، ان پر آٹھ منٹ تک یہ کیفیت طاری رہی، جس کے بعد انہوں نے پھر کلمہ کا ورد شروع کر دیا، میں کھڑا ہو حیرانگی سے انکی یہ حالت دیکھتا رہا، ہوش میں آنے کے بعد ان کے دل کی حرکت باقاعدہ جاری ہو گئی۔

چناں چہ ان کا کامیاب آپریشن کیا گیا اور پانچویں دن وہ چھٹی لے کر چلے گئے۔ جب وہ ہسپتال سے رخصت ہونے لگے تو میں نے علیحدگی میں موت نما بے ہوشی کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ دو فرشتے مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے میری قبر کی جگہ دکھائی، اسی اثنا میں ایک تیسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اللہ جل جلالہ نے اس کو مزید مہلت دے دی ہے، چناں چہ مجھے واپس نشتر ہسپتال لایا گیا۔

مرنے کے بعد بجلی کے جھٹکے سے کلمہ اور درود شریف پڑھنا:

ڈاکٹر بقائی مرحوم کالج آف ٹیکنالوجی میں کام کرتے تھے، بہت ہی نیک آدمی تھے، انہیں دل کا دورہ پڑا اور فوری طور پر انتہائی نگہداشت کے شعبے میں داخل کرایا گیا، میں ان کے بستر کے قریب موجود تھا، ان کا دل یکایک بند ہو گیا اللہ کو پیارا ہو چکا تھا، واقعی والد سے زیادتی کرنے والے کو سزا اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے۔

(۱) میرے وارڈ ایک نوجوان گردے فیل ہو جانے کی وجہ سے مرا، تین دن تک حالت نزع میں رہا، اتنی بری موت مرا کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلی چالیس

سال کی زندگی میں نہیں دیکھی۔ اس کا منہ نیلا ہو جاتا تھا، آنکھیں نکل آتی تھیں، اور منہ سے دردناک آواز نکلتی جیسے کوئی اس کا گلہ دبا رہا ہو مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہو گئی، آواز اور تیز ہو گئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہو گئے چنانچہ اس کو وارڈ سے دور کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ تاکہ آواز کم ہو جائے مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی۔ اس کا والد مجھے یہ کہنے کے لیے آیا کہ اس کو زہر کا ٹیکہ لگا دیں تاکہ یہ مر جائے ہم سے ایسی حالت دیکھی نہیں جا سکتی۔ میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے، اس کا والد فوراً بول اٹھا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے اپنی ماں کو مارا کرتا تھا، اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا، یہ بری موت اس کا نتیجہ تھی۔

(۲) میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتہ داروں کو ملنے گیا وہاں ایک واقعہ ہو تھا جو درج کر رہا ہوں، اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اس کی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا، کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی، بہت منت ساجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا اس کی بیوی نے یہ شرط آخری بار رکھی کہ اگر تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو پھر میں تمہارے گھر آؤں گی۔ اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا وہ کسان روزانہ کماد کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا، ایک دن اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے پر لے گیا کہ وہ کماد کا گھیڈہ اس کے سر پر رکھ دے گی۔ چناں چہ والدہ کو ساتھ کھڑا کیا اور کماع کاٹنے شروع کر دئے۔ اور یکدم اپنی کلہاڑی سے اپنی ماں کو ختم کرنے ارادہ سے حملہ کیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے کلہاڑی دور جا پڑی اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بنانے کے لیے بھاگ گئی۔

اسی دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا تو کسان نے چلانا شروع کر دیا اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا رہا، اور معافی مانگتا رہا مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک آواز بہت دیر کے بعد پہنچی جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند ہو رہا تھا اسی حالت میں آہستہ آہستہ زمین دفن ہوتا گیا لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہیں مر گیا۔ یہ چند ماہ کا واقعہ ہے اور تحقیق شدہ ہے۔

مرتے وقت مسلمانوں کا آخری کلام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی قریب المرگ تھے اور کلمہ اس کی زبان پر نہیں آرہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی، آپ نے فرمایا کہ تحقیق کرو، کوئی اس سے ناراض تو نہیں۔ چنانچہ تحقیق پر معلوم ہوکہ اس کی والدہ اس سے ناراض ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کو ترغیب دی، بی بی نے اپنے لڑکے کو معاف کیا تو اس صحابی نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا۔

آج ہم اپنا سوچیں اور کتنے لوگ ہوں گے جس کی وجہ سے یہ نعمت ہمیں مرتے وقت نصیب نہیں ہوتی۔ ایک جائزہ کے مطابق میں نے ایک فی صد مسلمانوں میں سے صرف تین کو آخری وقت کلمہ پڑھتے سنا۔

مندرجہ ذیل احوال پیش خدمت ہیں۔

۱۔ایک ڈاکٹر کے آخری کلمات:

آخری وقت میں وہ ریڈرز ڈائجسٹ طلب کر رہا تھا اور اس کی بیگم اس کے قریب کھڑی ہوئی کلمہ کی تلقین کر رہی تھی، جب وہ اللہ کو پیارے ہوئے تو میں نے ان کی بیگم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر مرحوم کو ریڈرز ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق تھا، کیونکہ یہ آپ کی محبوب چیز تھی اس لیے مرتے وقت اس کی طلب تھی۔

۲۔ایک زمیندار کے آخری کلمات:

ایک زمیندار بار بار یہی دریافت کر رہا تھا کہ بھینس کو چارہ ڈالا ہے؟ یہ شکایت جب اس کے رشتہ دار روں نے مجھے آکر کی تو میں چونک اٹھا میں نے سمجھ لیا یہ اس کا آخری وقت ہے کیونکہ اس کی ساری عمر بھینسوں اور چارہ میں گزری اس لیے وہ چیز اس کو مرتے وقت سامنے آئی اور کلمہ جیسی نعمت سے محروم ہو گیا۔

۳۔حافظ قرآن کی بیوی کی موت:

ہمارے ایک حافظ قرآن کی بیوی کو گردن توڑ بخار ہو گیا اور وہ میرے وارڈ میں

داخل ہوئی۔ علاج سے کافی افاقہ ہو رہا تھا ایک دن شام کے وقت مجھے وارڈ کی نرس نے ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ بی بی اونچے اونچے کلمے پڑھ رہی ہے۔ میں گھر سے بھاگا جب وارڈ پہنچا تو میرے پہنچنے سے پہلے اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ یہ مرحومہ دریافت کرنے پر نماز روزہ کی پابند بتائی جاتی تھی، اور خود بھی حافظ تھی۔

۴۔ وکیل صاحب کے آخری کلمات:

ملتان کے ایک وکیل جو میرے زیر علاج تھے میرے وارڈ میں داخل ہوئے، چند دن علاج کے بعد رشتہ داروں نے بتایا کہ ہر وقت شفعہ کی بات کر رہے ہیں، میں جب ان کے قریب گیا تو دائیں کروٹ بدلی اور پوچھا شفعہ نمبر ۶ کا کیا بنا، پھر بائیں کروٹ بدلی اور پوچھا شفعہ نمبر ۳ کا کیا بنا؟...... تھوڑی دیر بعد یہ صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۵۔ مرتے وقت گالیاں نکالنا:

ایک مریض جو میرے وارڈ میں تھا، اس کا مرض یکدم شدید ہو گیا، میں نے دیکھنے کے بعد نرس کو ٹیکہ لگانے کے لیے کہا۔ جب نرس نے ٹیکہ لگایا تو اس کو بہت گندی گالی دی، دوسرا ٹیکہ نرس نے لگانے سے انکار کر دیا تو میں نے لگایا، ٹیکہ لگانے کے فوراً بعد اس نے مجھے اور گندی گالی دی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا، تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی نکالنا اس کا تکیہ کلام تھا، جب بھی کسی سے مخاطب ہوتا تو گالی دے کر بلایا کرتا تھا، اور آخری وقت یہ چیز نصیب ہوئی۔

۶۔ ایک نیک آدمی کی موت:

ملتان کے ایک مشہور بزرگ زمیندار ۱۹۵۰ء سے دعوت و تبلیغ میں کام کر رہے تھے۔ دنیا کے کئی ممالک میں جا کر کام کیا جب بھی کوئی دین کا تقاضا پیش ہوتا۔ سب سے پہلی کھڑے ہو کر اعلان کرتے کہ دین کے لیے ساری زندگی حاضر ہے۔ بڑھاپا آ جانے کی وجہ سے ان کا دل بیمار ہو گیا اور دل کا شدید دورہ پڑا، ہم لوگوں نے علاج اور مکمل آرام کے لیے تاکید کی۔ بستر پر آرام کر رہے تھے کہ یکدم اٹھ بیٹھے، کلمہ کا ورد شروع کر دیا، اپنی

بیوی سے کلمہ پڑھنے کو کہا اور بتایا کہ میرے جانے کا وقت ہے آسمان کی طرف دیکھ کر بتا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استقبال کے لیے کیا کیا انتظام کیا ہے، وہ دیکھو کتنے فرشتے گلدستے لے کر میرے انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں کلمہ کا ورد کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ایسی موت اللہ تعالیٰ تب نصیب فرماتے ہیں جس نے اللہ کے دین کی محنت کی ہو۔ جو نبیوں کی محنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے یہ محنت آپ کی امت نے کرنی ہے، جو اس محنت میں لگے رہے ایسی موت مرے کہ لوگ رشک کرتے رہے۔

۷۔ مرتے وقت گانے گانا:

ایک نوجوان دل کے مرض سے داخل تھا اور میرے وارڈ میں میرے زیر علاج تھا جب میں اس کو دیکھنے گیا ریڈیو اس کے ساتھ رکھا ہوتا تھا، اور گانے سننے میں مشغول ہوتا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ لاعلاج مرض ہے میں نے قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب دی تو اس نے بتایا کہ میں حافظ قرآن ہوں، گانے بھی سنتا ہوں اور قرآن بھی پڑھتا ہوں تو میں نے پوچھا کہ کون سا کام زیادہ کرتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ گانے کو زیادہ وقت دیتا ہوں، جب مر رہا تھا تو گانے کی آواز منہ سے آ رہی تھی کلمہ کی توفیق نہ نصیب ہوئی۔ کتنی ہی بدنصیبی ہے کہ اللہ کے کلام کو گانوں سے کم تر سمجھا تو کلمہ کی نعمت سے محروم رہا۔

عبرت آموز واقعہ:

حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ایک عبرت اموز واقعہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا فتح محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شیخ دہان تاجرِ روغن ایک بڑے عالم تھے نے فرمایا کہ:

مکہ میں ایک عالم کا انتقال ہو گیا اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصے ک بعد کسی دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو اس کے وارثوں نے ان عالم صاحب کی قبر میں دفن کرنا چاہا۔ مکہ میں یہ دستور ہے کہ ایک قبر میں کئی کئی مردوں کو دفن کر دیتے ہیں چناں چہ ان عالم

صاحب کی قبر کھودی گئی تو دیکھا ان کی لاش کے بجائے ایک نہایت حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے اور صورت سے وہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی، سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتفاق سے اس مجمع میں یورپ سے آنے والا ایک شخص بھی موجود تھا، اس نے جو اس لڑکی کی صورت دیکھی تو کہا میں اس کو پہچانتا ہوں۔

یہ لڑکی فرانس کی رہنے والی ہے اور ایک عیسائی کی بیٹی ہے۔ یہ مجھ سے اردو پڑھتی تھی، اور در پردہ مسلمان ہوگئی تھی۔ میں نے اس کو دینیات کے چند رسالے بھی پڑھائے تھے۔ اتفاق سے یہ بیمار ہو کر مرگئی اور میں دل برداشتہ ہو کر نوکری چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ مسلمان اور نیک تھی لیکن اب یہ غور طلب بات ہے کہ عالم صاحب کی لاش کہاں گئی؟ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید اس لڑکی کی قبر میں منتقل کردی گئی ہو۔

اس پر ان لوگوں نے اس سیاح سے کہا کہ تم حج سے واپس ہو کر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کر دیکھنا کہ اس میں مسلمان عالم کی لاش ہے یا نہیں؟ اور کوئی صورت شناس بھی ساتھ کردیا۔ چناں چہ وہ شخص یورپ گیا اور لڑکی کے والدین سے یہ حال بیان کیا۔ اس پر ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکی کی لاش کو دفن تو کیا جائے فرانس میں اور تم ان کی لاش مکہ میں دیکھ لو۔ آخر یہ طے پایا کہ لڑکی کی قبر کھودی جائے۔ چناں چہ اس کے والدین نے اور چند لوگوں نے اس حیرت انگیز معاملہ کی تفتیش کے لیے قبرستان جا کر اس لڑکی کی قبر کھودی تو واقعی اس کے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اس کے بجائے وہ مسلمان عالم مقطع صورت وہاں دھرے ہوئے تھے جن کو مکہ میں دفن کیا گیا تھا۔

شیخ دہان نے فرمایا کہ اس سیاح نے ہمیں کسی ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عالم کی لاش یہاں فرانس میں موجود ہے۔ اب مکہ والوں کو فکر ہوئی کہ لڑکی کا مکہ پہنچ جانا تو اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے اس کے مقبول ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی مگر اس عالم کا مکہ سے کافرستان پہنچ جانا کس بناء پر ہوا، اس کے مردود ہونے کی وجہ کیا ہے اس کی بیوی سے پوچھنا چاہیے۔

چناں چہ اس کے گھر گئے اور دریافت کیا کہ تیرے شوہر میں خلاف اسلام کوئی بات

تھی؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں وہ تو بڑا غازی اور قرآن پڑھنے والا تہجد گزار تھا۔ لوگوں نے کہا سوچ کر بتاؤ کیوں کہ اس کی لاش دفن کے بعد مکہ سے کفرستان پہنچ گئی ہے کوئی بات اسلام کے خلاف اس میں ضرور تھی۔ اس پر بیوی نے کہا ہاں! میں اس کی بات پر ہمیشہ کڑتی تھی۔ وہ یہ کہ جب بھی ہمارے ساتھ مشغول ہوتا اور فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ نصاریٰ کے مذہب میں یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ان کے یہاں غسلِ جنابت فرض نہیں۔ لوگوں نے کہا بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو مکہ سے اسی قوم کی جگہ پھینک دیا جن کے طریقے کو وہ پسند کرتا تھا۔

یہ شخص بظاہر عالم، متقی اور پورا مسلمان تھا مگر تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں بات کفر کی موجود تھی کہ وہ کفارہ کے ایک طریقے کو اسلامی حکم پر ترجیح دیتا تھا اور استحسان کفر، کفر ہے، اس لیے وہ شخص پہلے ہی مسلمان نہ تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے مگر اللہ تعالیٰ کہیں ایسا بھی کر کے دکھلا دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو کہ بد حالی کا نتیجہ یہ ہے۔

ایک بادشاہ کا واقعہ:

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بادشاہ تھا جس کا اپنی مملکت کی زمین کی سیر کرنے کا ارادہ ہوا، اس کے لیے شاہانہ جوڑا منگایا، ایک جوڑا لایا گیا وہ پسند نہ آیا، دوسرا منگایا، غرض بار بار منگانے کے بعد ایک جوڑا پسند آیا، اس کے بعد سواری کے لیے ایک گھوڑا لایا گیا وہ پسند نہ آیا، اس کو واپس کر کے دوسرا، پھر تیسرا گھوڑا منگایا گیا، جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے بادشاہ کے سامنے لائے گئے، ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے اس پر سوار ہوا، شیطان مردود نے اس وقت اس کے کانوں میں نخوت و تکبر کی ہوا بھر دی اور تکبر سے سوار ہوا، حشم و خدم، فوج پیادہ ساتھ چلے، مگر بر انخوت تھا بادشاہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا، راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ملا، اس نے بادشاہ کو سلام کیا، تو اس نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔

اس خستہ حال نے بادشاہ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی، بادشاہ نے اس کو ڈانٹا، اور کہنے

لگا، گھوڑے کی لگام چھوڑ، تجھے میرے گھوڑے کے لگام پکڑنے کی جرأت کیسے ہوئی، اس غریب نے بادشاہ سے کہا، مجھے تجھ سے ایک کام ہے، بادشاہ نے کہا اچھا صبر کر، جب میں سواری سے اتروں گا تو اس وقت کہہ لینا، اس نے کہا، نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی، بادشاہ نے کہا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری جان لینے آیا ہوں، یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا، زبان لڑکھڑا گئی۔ پھر کہنے لگا، اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر اپنے سامان کا کچھ بندوبست کر دوں، گھر والوں سے مل لوں۔

یہ غریب آدمی کی شکل میں ملک الموت تھا۔ ملک الموت نے کہا، بالکل مہلت نہیں، اب تو اپنے سامان اور گھر کو بھی نہیں دیکھ سکے گا، یہ کہہ کر اس کی روح گھوڑے پر ہی قبض کر لی اور بادشاہ گھوڑے سے لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا۔

ایک نیک شخص کا واقعہ:

بادشاہ کی روح قبض کرنے کے بعد ملک الموت ایک نیک شخص کی روح قبض کرنے کے لیے گیا، یہ نیک بندہ کہیں سفر میں جا رہا تھا، ملک الموت نے اس کے پاس جا کر سلام کیا، اس نے جواب میں وعلیکم السلام کہا، ملک الموت نے اس نیک بندہ سے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے، اس نے کہا کہو: اس نے کان میں کہا: میں ملک الموت ہوں، اس نے جواب دیا، بہت اچھا کیا آپ کا آنا مبارک ہے، ایسے شخص کا آنا جس کا آنا بہت طویل ہو گیا تھا اور مجھے جتنے آدمی دور ہیں ان میں سے کسی سے ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تم سے ملاقات کا شوق تھا، ملک الموت نے کہا، تم جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پورا کر لو، اس نیک بندہ نے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی کام نہیں، ملک الموت نے کہا تم جس حالت پر اپنا مرنا پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں تمہاری روح قبض کروں گا۔

اس نیک بندہ نے کہا تمہیں اختیار ہے، ملک الموت نے کہا: حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی اور خوشی کا اتباع کروں، اس نیک بندہ نے کہا،

اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو، جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا، چناں چہ اس نے نماز شروع کی اور سجدہ کی حالت میں اس کی روح قبض کر لی گئی۔

دورِ جدید میں عبرت کا واقعہ:

ڈاکٹر نور محمد صاحب لکھتے ہیں جب میں قائداعظم میڈیکل کالج میں پرنسپل تھا۔ قریب کی بستی میں ایک ڈسپنسر اپنے کسی قریبی مریض کے بارے میں مجھ سے مشورہ کے لیے آیا کرتا تھا۔

ایک روز اس نے واقعہ سنایا کہ ہماری بستی میں ایک شخص فوت ہو گیا۔ جب اس پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو لوگوں نے اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ اس نے موت کی سختی کی وجہ سے کلمہ شریف کو گالی دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا اور جب اسے دفن کرنے لگے تو دیکھا کہ اس کی قبر بچھوؤں سے بھری ہوئی ہے۔ لوگوں نے قبر بند کر دی اور دوسری جگہ قبر کھودی گئی اور جب میت کو قبر میں اتارنے لگے تو دیکھا کہ وہ قبر بھی بچھوؤں سے بھری ہوئی ہے۔

چناں چہ اسی حالت میں مردے کو قبر میں رکھ کر قبر بند کر دی گئی۔

(روزنامہ پاکستان۔ ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۲)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی نیک ہوتا ہے، دیکھنے والے لوگ بھی اس کو نیک سمجھتے ہیں مگر مرنے والے کا سانس رکا رہتا ہے، کلمہ پڑھا جا رہا ہے، سورۂ یٰسین بھی پڑھی جا رہی ہے، مگر خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا، جس سے لواحقین پریشان ہو جاتے ہیں، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھیے!

ماں کی نافرمانی اور موت کے وقت کلمہ شہادت جاری نہ ہونا:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

علقمہ نامی ایک شخص جو نماز اور روزہ کا بہت پابند تھا جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمہ شہادت جاری نہ ہوتا تھا علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟
معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تم میرے پاس آتی ہو یا میں تمہارے پاس آؤں۔
علقمہ کی والدہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتی بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں۔ چناں چہ وہ بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا۔
تو اس نے کہا کہ علقمہ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلہ میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے اس لیے میں اس سے ناراض ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اس کی خطا معاف کردے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے لیکن اس نے انکار کردیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلادو۔
بڑھیا یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے پوچھا کہ کیا میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارا عذاب ہلکا ہے خدا کی قسم جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔
بڑھیا نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کردیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھوں علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوا ہے کہ نہیں۔
لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا اور کلمہ شہادت کے ساتھ انہوں نے انتقال فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کے غسل وکفن کا حکم دیا اور خود جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور علقمہ کو دفن کرنے کے

بعد فرمایا:

مہاجرین وانصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح بھی ممکن ہو اس کو راضی کرے اس کی رضا ماں کی رضا مندی پر موقوف ہے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ اس کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔ (طبرانی)

لہٰذا جو حضرات خدانخواستہ اگر والدین کی نافرمانی اور ایذارسانی میں مبتلا ہوں انہیں چاہئے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور ہر ممکن طریقے سے والدین کو راضی رکھنے کی کوشش کریں کیوں کہ اسی میں انسان کی فلاح ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

''جنت ماں کے قدموں تلے ہیں۔''

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ایک شخص کا موت کے وقت قابلِ عبرت حال دیکھا:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ایک شخص کا بڑا قابل عبرت واقعہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ:

میں ایک شخص کی عیادت کو گیا، وہاں پہونچ کر میں نے دیکھا کہ اس کے انتقال کا وقت قریب ہی ہے، میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا، ہر چند میں نے توجہ کی کہ اس کے دل پر سے یہ ظلمتیں اہل کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئیں ہیں یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی، جہنم کے عذاب سے ہی زائل ہوں گی۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم۔ بحوالہ الاعتدال فی مراتب الرجال شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علیہ)

حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المرء مع احب

ترجمہ: آدمی (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرتا ہوگا۔ (بخاری)

اس لیے دنیا میں جتنا ممکن ہو نیک لوگوں اور بزرگان دین کی صحبت میں بیٹھنے کی

کوشش کرے، مشہور ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

کہ نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنائے گی، برے لوگوں کی صحبت برا بنائے گی۔

سکرات اور جان کنی کی پہچان وعلامات:

☆ مریض کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔
☆ سانس جلدی جلدی چلنے لگتا ہے۔
☆ ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔
☆ آنکھیں اوپر کو چڑھ جاتی ہیں۔
☆ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔
☆ ٹانگیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور ان کے کھڑے ہونے کی طاقت ختم ہو جاتی ہیں۔
☆ ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔
☆ ڈاڑھی کے بال بکھر جاتے ہیں۔ یعنی کھل جاتے ہیں۔

جب مریض پر اس قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو حاضرین مجلس یا مرنے والے کے ورثاء کو چاہیے کہ مریض کا منہ قبلہ کی طرف کر دیں اور جس طرح زندگی میں سیدھی کروٹ لیٹنا مستحب ہے اسی طرح مرنے والے کو بھی لٹا دیں، بشرطیکہ اس کو تکلیف نہ ہو، یا چت لٹا کر اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں۔ اور سر کے نیچے پاک تکیہ رکھ کر سر ذرا اونچا کر دیں، تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔

مریض میں جب یہ کیفیات ظاہر ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب موت کا وقت قریب آ گیا ہے، اس وقت آگے لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔

خاتمہ بالخیر کی علامات:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص کی موت کا وقت قریب ہو تو اس میں تین علامتیں غور سے

دیکھو۔

۱۔ اگر اس کی پیشانی غرق آلود ہو۔

۲۔ آنکھیں پرنم ہو جائیں۔ (یعنی آنکھوں میں آنسو ہوں)

۳۔ اور ناک کے نتھنے پھول جائیں۔

تو سمجھ لو اس پر اللہ کی رحمت ہو گئی (گویا یہ اچھی علامتیں ہیں)۔

باب نمبر:۴۰

دنیا بھر کے معروف
غیر مسلموں کا قبول اسلام

عبداللہ گلبرٹ (فرانس۔گلوکار):

ہبرس میں مقیم شہرآفاق مصنف عالم دین اور مفکر ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ چند برس قبل فرانس میں گلز گلبرٹ کے نام کا ایک ایسے شخص رہتا تھا جو اپنے ذوق مزاج اور پیشے کے اعتبار سے مشہور ماہر گلوکار تھا وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھا اور موسیقی کے فن پر عبور بھی رکھتا تھا۔ حسن اتفاق کہ اس نے کسی مسلمان قاری کو قرآن پڑھتے ہوئے سن لیا، پھر تو وہ قرآن کے لحن کا شیدائی بن گیا اس کے نزدیک یہ موسیقی تھی اور اس کا وہ اس طرح غیر معمولی شیدائی ہوا کہ اکثر و بیشتر وہ فرمائش کر کے قاری صاحبان سے قرآن سنا کرتا لیکن جب ایک مرتبہ اسے بتایا گیا کہ قرآن نثر کی کتاب نہیں ہے اور شاعری خواہ کسی زبان کی ہو وہ بہر حال مترنم ہوتی ہے، اسے گایا جا سکتا ہے، اس کے مصروں کی تقطیع کی جاسکتی ہے اور اسے خاص اوزانوں پر جانچا جا سکتا ہے لیکن دنیا کی کسی زبان کی نثر میں یہ خصوصیت نہیں ہوتی۔ اس میں نہ اوزان ہوتے ہیں اور نہ اسے کسی طرح گایا جا سکتا ہے۔ یہ آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ عجیب وغریب اور منفرد خصوصیت اس میں کیسے پیدا ہوگئی؟

اس سوال کا جواب پانے کے لیے گلز گلبرٹ نے عربی زبان سیکھنی سروع کر دی ور تھوڑے عرصے بعد وہ روانی سے قرآن پاک پڑھنے لگا۔ اس نے جیبی سائز کا ایک قرآن پاک خرید لیا۔ وہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا اور اکثر و بیشتر اس کا مطالعہ کرتا رہتا۔ اس نے قرآن کی متعدد چھوٹی سورتیں زبانی یاد کرلیں اور انہیں خوش الحانی سے پڑھتا رہتا حتیٰ کہ کچھ ہی عرصے بعد اس نے اسلام قبول کرلیا اور عبداللہ گلبرٹ نام اختیار کیا۔

میری موصوف سے ملاقات بیس سال پہلے استنبول میں ہوئی۔ اس نے اپنے نظریئے یا انکشاف کی وصاحت کی کہ شاعری یا منظومات کو ریاضی کے کلیوں کی طرح

مختلف اوزان پر جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے لیکن دنیا کی کوئی نثر خواہ وہ کلاسیکل ہو یا ماڈرن، اس معیار پر پورا نہیں اترتی۔ یہ انفرادیت صرف عربی اور وہ بھی قرآنی عربی کو حاصل ہے کہ اس کی آیات کو شاعری کے اوزان کی طرح جانچا جا سکتا ہے۔ اور ایک لفظ اگر ادھر ادھر ہو جائے تو تجوید کا جاننے والا فوراً اس سے باخبر ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا تھا، لازماً یہ وحی الٰہی ہے اور یہ یہی سبب ہے کہ میں اس پر ایمان لے آیا۔

میں استنبول میں تھا کہ ایک روز وہ میرے پاس یونیورسٹی میں آیا اور سخت برہم اور جزباتی ہو رہا تھا۔ اس نے کہا: یقیناً ہمارے مسلمان بزرگوں نے کسی طرح قرآن پاک کا ایک ٹکڑا کر دیا ہے" وضاحت کرتے ہوئے وہ کہنے لگا:

''سورہ نمبر ۱۱۰ اذا جاء نصر اللّٰہ میں لوگ پڑھتے ہے" **افواجا فسبح** ''اور موسیقی کے اصولوں کے مطابق یہ ناممکن ہے۔''

اللہ کا شکر ہے کہ مجھے فن تجوید سے بھی کچھ شناسائی تھی اس لیے میں نے اسے بتایا کہ ''اس آیت کو پڑھنے کا صرف یہی ایک طریقہ نہیں بلکہ اسے **افوا جن فسبح** (**افواجاً فسبح**) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔'' یہ سن کر وہ اچھل پڑا، اس کا سارا اضطراب سکون میں بدل گیا اور کہنے لگا: ''واہ بہت خوب، مسئلہ حل ہو گیا۔ فن اور موسیقی کا ایک لازمی تقاضا پورا ہو گیا۔ لایئے میں آپ کے ہاتھ پر ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔

''عبداللہ گلبرٹ کو ترکوں سے بڑی محبت تھی۔ پیرس میں وہ ترکوں کی مسجد میں جمعہ کے لیے آیا کرتا اور وہیں اس سے ملاقات ہوا کرتی۔ افسوس! وہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گیا، اللہ مغفرت کرے۔

(ماخوذ از "ہم کیوں مسلمان ہوئے؟" صفحہ: ۵۰۸، ۵۰۹۔ پروفیسر عبدالغنی فاروق بہ حوالہ "یقین انٹرنیشنل" مارچ ۱۹۸۴ء)

محمد رؤف براؤن (کینیڈا):

کینیڈا کے پاپ سٹار اوبنگ براؤن نے گزشتہ دنوں جدہ میں اسلام قبول کر لیا، اب ان کا مسلم نام محمد رؤف براؤن رکھا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ مزکورہ پاپ سٹار جو کینیڈا میں عالمی شہرت یافتہ ڈانسر اور گلوکار مائیکل جیکسن کے بھائی جمی جیکسن کے

ساتھ اپنے شو منعقد کیا کرتا تھا، جمی جیکسن کے اسلام قبول کرنے کے بعد لفظ ''اسلام'' سے پہلی دفعہ مانوس ہوا۔ براؤن جس کی پیدائش اور پرورش کیتھولک گھرانے میں ہوئی، اپنے دوست جمی جیکسن کے حج بیت اللہ کی ادائیگی کے بعد سعودی عرب سے آئی ہوئی کتابوں کے مطالعہ کی جانب راغب ہوا، نیز جمی جیکسن کی زندگی میں اسلام کے بعد آنے والی یک لخت تبدیلی نے اس کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ اسلام کے موضوع پر کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی حقانیت مجھ پر واضح ہوتی چلی گئی، ورنہ اس سے قبل اسلام کو میں ایک دہشت گرد اور پرفتن دین سمجھتا تھا، مگر کتابوں کے مطالعہ نے مجھ پر ایک نئی دنیا روشن کر دی، اسلام کا پیغام میرے دل کو چھونے لگا جس نے میرے اندر اسلام کی مزید معلومات حاصل کرنے کا داعیہ پیدا کر دیا۔ اتفاق سے میں اپنی والدہ کے پاس نیویارک گیا، جہاں میری قیام گاہ کے قریب ہی پانچ وقت بلند آواز سے اذان کہی جاتی تھی، چناں چہ ہر اذان کی آواز میرے دل کی دنیا میں ہل چل مچانے لگی۔ اس کے بعد جزبہ شوق کی رفتار مجھے مصر اور سعودی عرب لے گئی، جہاں میں نے نہایت قریب سے مسلم معاشرے اور ماحول کا مطالعہ کرنے کے بعد بالآخر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ (ماخوذ از: ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' صفحہ: ۳۲۷، ۳۲۸۔ حکیم محمد طارق محمود چغتائی گولڈ میڈلسٹ، بہ حوالہ: ''وہ جن کا قرآن رہبر ہے'')

مشہور پاپ سنگر صابر ابوالاعلیٰ (مصر):

اوپر درج شدہ یہ الفاظ صابر ابوالاعلیٰ کے ہیں، جو مصر کے مشہور پاپ سنگر اور موسیقی کے استاد تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے چن لیا اور وہ اس ''فن سے تائب ہو کر مصر کی راسخ العقیدہ جماعت'' الجماۃ الاسلامیہ'' سے منسلک ہو گئے۔ ان دنوں ۳۲ سالہ صابر ابوالاعلیٰ اپنے ۲۴ سالہ بھائی محمود کے ساتھ نظر بند ہیں اور ان دونوں بھائیوں پر قاہرہ کی ایک فوجی عدالت میں ۹ جرمن سیاحوں کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ فوجی عدالت کے ججوں کا رویہ ظاہر کرتا ہے کہ دونوں بھائیوں کو یقینی طور پر سزائے موت دے دی جائے گی۔ صابر ابوالاعلیٰ نے پورے ایمانی جزبات کے تحت عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں عدالت کی طرف سے متوقع سخت سزا

کی کوئی پرواہ نہیں، ہمیں یورپ اور یہودیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے مقابلے میں شہادت فی سبیل اللہ زیادہ پسند اور قبول ہے۔

(ماخوذ از: روزنامہ جسارت۔ کراچی)

مشہور فلپائنی اداکار رابن کا قبول اسلام!:

فلپائن کے مشہور اداکار رابن پوڈیلا نے بھی فن کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کرلیا ہے۔ ان دنوں وہ اسلحہ رکھنے کے جرم میں ۲۱ سالہ قید کاٹ رہے ہیں۔ ۲۴ سالہ رابن کا کہنا ہے کہ اسلام نے مجھے جزباتی اور روحانی طور پر مزید مستحکم بنادیا ہے۔ اس سال میں نے جیل میں پہلی بار رمضان کے روزے بھی رکھے ہیں۔ انہوں نے فلپائنی عوام سے کہا ہے کہ وہ تعصب اور جھوٹ ونفرت کو ختم کر کے اسلام کو بہتر طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔

(ماخوذ از ماہنامہ "خواتین میگزین" شمارہ جون/۱۹۹۶ء، صفحہ:۵۵)

امریکی فوجی کے قبول اسلام کا عبرت آموز واقعہ:

"ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ یہ مذہب عالمگیر ہے اور کسی ایک قوم یا علاقے کا پابند نہیں ہے اور نہ یہ تاریخ کی بھولی بسری کہانی ہے اور انشاء اللہ العزیز ایمان کی یہ سطح ہمیں اس قابل بنادے گی کہ ہم باوردی مسلمانوں کی حیثیت سے عمدہ مثال پیش کرسکیں۔ جس طرح بغیر کسی جبر وکراہ کے دین اسلام کا انتخاب میرا ذاتی فیصلہ تھا۔ اسی طرح امریکی مسلمانوں کی حیثیت سے اس بات کا فیصلہ بھی خود کرنا ہے کہ آئندہ امریکا میں ہمیں اپنے دین کے لیے کیا اور کس حد تک جدوجہد کرنی ہے اور ہم واقعتاً اسلام کے لیے کیا مقام چاہتے ہیں۔"

امریکہ میں اسلام اپنی اصل اور مکمل شکل میں جس طرح آج ہمیں نظر آتا ہے، آغاز میں ایسا نہیں تھا، یورپی آبادکاروں نے افریقی باشندوں کو بحری جہازوں میں بھر بھر کر امریکا پہنچایا جہاں ان سے جانوروں سے بدتر سلوک کیا گیا اور بطور غلام ان سے مشقت

لی گئی۔ یہ سلسلہ لمبے عرصے تک جاری رہا۔ تا آنکہ آزادی اور حریت کی عالمی تحریکوں سے متاثر ہو کر سیاہ فام امریکی باشندوں میں اپنی شناخت کا شعور پروان چڑھا اور اپنے نسلی منبع کی تلاش میں وہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن افریقہ تک پہنچ گئے۔ خود دریافتی کے اس سفر میں انہیں معلوم ہوا کہ ان کے اجداد کا مذہب اسلام تھا، چونکہ منبع اسلام سے دور ہونے پر اسلامی تعلیمات کے متعلق براہ راست جاننے کا ذریعہ عدم موجود تھا اس لیے شروع میں سیاہ فام نسل میں اسلام سے متعلق ٹھیک معلومات نہ ہونے کی بناء پر کئی غلط روشیں در آئیں۔ فضا میں چونکہ نسل پرستی کا عنصر بافراط موجود تھا اس لیے یہ سیاہ فام نسل پرستی اور اسلام ہم معنی ہو کر رہ گئے۔ ایک تنظیم ''نیشن آف اسلام'' وجود میں آئی جس کی قیادت عالی جاہ محمد کے ہاتھ میں تھی۔ میلکم ایکس اور لوئیس فرحان بھی سیاہ فام کمیونٹی کے نمایاں قائد رہے، پھر عالی جاہ محمد کی موت کے بعد تنظیم کی قیادت امام ڈبلیو دین محمد کے ہاتھ آئی جس کے بعد صحیح اسلامی فکر کی طرف مراجعت کا دور شروع ہوا اور اب قلیل سی تعداد کے سوا جو کہ سابقہ قائدین کی ژولیدہ فکر سے چمٹی ہوئی ہے اکثریت درست اسلامی فکر کی حامل ہے۔ کیپٹن عبدالرشید محمد جو امریکی مسلح افواج میں مسلم امام کے بطور وابستہ ہیں کا زیر نظر مضمون امریکا میں اسلامی فکر کے ارتقاء سے متعلق صحیح صورتحال کی عکاسی کرتا ہے۔ (مترجم)

میں نے جون ۱۹۷۳ء میں اسلام کا انتخاب کیا۔ میرا قبول اسلام میری بیوی اور بے شمار دیگر افریقی پس منظر رکھنے والے امریکیوں کی طرح نیشن آف اسلام کے ذریعے سے عالی جاہ محمد کی تعلیمات کے زیر اثر ہوا۔ اگرچہ موصوف نے اپنی کم علمی کی وجہ سے اسلام کی تو غلط تعبیر پیش کی لیکن پھر بھی سماجی تبدیلی اور معاشرتی آزادی جیسے نظریات احسن طریقے سے پیش کیے۔ درحقیقت ایسی تحریک کی سیاہ فام اکثریت کو اشد ضرورت تھی جو کہ میلکم ایکس الحاج ملک الشہباز نے بخوبی پوری کی۔

اسلام کے ابدی پیغام کو قبول کرنے سے قطع نظر ایک بات پر روز اول سے میرا پختہ یقین رہا کہ انسان محض اللہ کا بندہ ہے اور کوئی انسان خدا نہیں ہو سکتا۔ شروع شروع میں اپنے جیسے کئی دوسرے افراد کی مانند میں بھی اسلام کی صحیح تصویر سے آگاہ نہ تھا۔ صحیح اسلام شناسی اس وقت ممکن ہوئی جب امام ڈبلیو دین محمد اپنے والد عالی جاہ محمد کی وفات کے کچھ

عرصہ بعد نیشن آف اسلام کے نئے قائد بنے۔ یہ ۱۹۷۵ء کا دور تھا جب ہم سابقہ نیشن آف اسلام کے پیروکاروں نے قرآن وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح خطوط پر مطالعہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ لوئیس فرحان سمیت دو لاکھ پچاس ہزار کے لگ بھگ دیگر اراکین نے بھی تنظیم کی ہدایات کو قبول کیا۔

لوئیس فرحان اور اس کے چند ساتھیوں (جنہوں نے بعد میں تنظیم کے اندر آنے والی مثبت تبدیلی پر علیحدگی اختیار کر لی) کے برعکس اس روحانی ارتقاء کے سفر کو میں نے جاری رکھا۔ ہماری تنظیم نیشن آف اسلام پہلے مغربی عالمی اسلامی تنظیم میں، پھر امریکہ میں مسلم مشن اور بالآخر امریکی مسلم تنظیم میں تبدیل ہوگئی۔

میں بطور عیسائی مائے رون میکس ویل میں پیدا ہوا، اگرچہ میں نے والدین کی ہمیشہ فرمانبرداری کی لیکن ساتھ ساتھ دین میں تبدیلی کی ضرورت کو بھی محسوس کیا۔ حیران کن طور پر کئی دوسرے اہم فیصلوں کی نسبت اسلام کے انتخاب کا فیصلہ آسانی سے ہوگیا، البتہ مشکل مرحلہ میرے مسلم نام کے اختیار کرنے کا تھا، مجھے ذاتی طور پر یقین تھا کہ ایسا کرنا ضروری ہے، میں نے محسوس کیا کہ مسلم نام میری اسلامی شناخت بن جائے گا اور اس طرح میرے لیے عملی طور پر اسلام کو اپنانا ممکن ہو جائے گا۔

نیویارک براک پورٹ سے اینتھروپالوجی میں انڈر گریجویشن کرنے کے بعد سان ڈیاگو یونیورسٹی سے گریجویشن کے لیے سفر کیا۔ یہ انہی دنوں ۱۹۷۸ء کی بات ہے کہ جنوب مشرقی سان ڈیاگو کی مسجد محمد میں میری ملاقات سلیمہ سے ہوئی جو بعد میں میری شریک حیات بنی۔ کچھ عرصہ بعد یونیورسٹی کیمپس ہی میں ہماری شادی ہوگئی۔

میری طرح سلیمہ بھی عیسائی پس منظر اور لوتھری فرقے سے تعلق رکھتی تھی، خاندان بھر میں وہ اکیلی مسلمان ہے، میرا بڑا بھائی ۱۹۷۰ء میں نیشن آف اسلام کا پیروکار بنا مگر بدقسمتی سے اصل اسلام کی طرف پیش قدمی نہ کی۔ ستمبر ۱۹۸۲ء میں، میں نے امریکی مسلح افواج میں شرکت اختیار کر لی۔ یہ فیصلہ بھی میں نے اشاعت اسلام کا فریضہ مقامی سطح پر آگے بڑھ کر انجام دینے کے لیے کیا۔

امریکی افواج کو بطور پیشہ منتخب کرنے میں بہتری ہی تھی۔ یقیناً ہر کام میں اللہ کی حکمت کارفرما ہوتی ہے، اس مالک کی جس کا اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی میں ماننے

والا تھا، امریکی افواج میں بطور امام کے تقرر میرے نصب العین کے مطابق تھا، اس حیثیت سے میں براہ راست سپاہیوں اور ان کے اہل خانہ کے مسائل اور حالات سے آگاہ رہتا ہوں اور اس طرح ان کے روحانی واخلاقی مسائل حل کرنے میں ان کی مدد کرتا ہوں۔

سابقہ سماجی کارکن کی حیثیت سے مجھے دوسروں کے مسائل حل کرنے اور اس سلسلے میں ہر چیلنج سے نبرد آزما ہونے میں ہمیشہ لطف محسوس ہوتا ہے۔ بحیثیت امام میری ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ مجھے وہ تمام مہارتیں جو میں نے گزشتہ بیس سالوں میں سیکھی ہیں، استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ستمبر کا مہینہ شمالی امریکہ کے مسلمانوں کے لیے بہت ہی مبارک ہے، جس میں وہ شمالی امریکہ کے اسلامی حلقے کے سالانہ کنونشن کے موقع پر مل بیٹھتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک خوشخبری میرے پاس یہ ہے کہ انشاء اللہ فورٹ بریگ چھاؤنی میں ایک مسجد تعمیر کی جارہی ہے، جس میں تین سو نمازیوں کی گنجائش ہوگی، یہ میری اپنے کمانڈر کو دی گئی تجویز کا نتیجہ ہے، میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ میری درخواست کو اس نے ثمر آور کیا جو کہ ۱۹۹۵ء کے لیے میری اولین ترجیح تھی۔ یہ ایک اہم قدم ہے جس سے مسلمان فوجیوں اور ان کے اہل خانہ کو قرآن وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں عبادت کے لیے صحیح جگہ میسر آئے گی۔

بطور مسلمان فوجی ہم محض جذباتیت کے بجائے اپنے پروردگار کی عطا کردہ سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہتے ہیں اور صحیح اسلامی طرز حیات اپنانے کے لیے مسلم امریکی فوجیوں کی حیثیت سمجھتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مختلف نہیں۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ یہ مذہب عالمگیر ہے اور کسی ایک قوم یا علاقے کا پابند نہیں اور نہ یہ تاریخ کی بھولی بسری کہانی ہے اور انشاء اللہ العزیز ایمان کی یہ سطح ہمیں اس قابل بنادے گی کہ ہم باوردی مسلمانوں کی حیثیت سے عمدہ مثال پیش کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہم تمام ملت اسلامیہ سے دعاؤں اور مدد کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے مشوروں کو خوش آمدید کہیں گے۔

بحیثیت مسلمان ہمیں اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ امریکہ کبھی بھی کسی خاص گروہ، مذہب یا مسلک کی آماجگاہ نہیں رہا۔ جس طرح بغیر کسی جبر واکراہ کے دین اسلام کا انتخاب میرا ذاتی فیصلہ تھا اسی طرح ہمیں امریکی مسلمانوں کی حیثیت سے اس بات کا

فیصلہ بھی خود کرنا ہے کہ آئندہ امریکہ میں ہمیں اپنے دین کے فروغ کے لیے کیا اور کس حد تک جدوجہد کرنی ہے اور ہم واقعتاً اسلام کے لیے کیا مقام چاہتے ہیں:

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

بی بی سی کے چیف جان برٹ کے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا:

بی بی سی لندن کے سخت گیر ڈائیریکٹر جنرل جان برٹ کے بیٹے جوناتھن برٹ نے اسلام قبول کرلیا ہے اور ایک ۲۴ سالہ صحافیہ فوزیہ بورا سے شادی کرلی ہے، اس نے اپنا اسلامی نام یحییٰ رکھا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کے نام جوناتھن کا یہ عربی ترجمہ ہے۔ نومسلم یحییٰ کی ملاقات فوزیہ سے ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی ایک دوست نے بتایا کہ ایک لیکچر سننے کے لیے جب دونوں یکجا ہوئے تو۔

فوزیہ کے اسلامی طور طریقے دیکھ کر یحییٰ اسے بڑی عقیدت سے چاہنے لگا، فوزیہ آکسفورڈ یونی ورسٹی میں زیرِ تعلیم ہے اور (دورِ وسطیٰ کی مصری تاریخ میں) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے لیے تعلیم حاصل کررہی ہے، اس سے قبل وہ اسی یونی ورسٹی سے انگریزی زبان میں فرسٹ کلاس آنرز ڈگری لے چکی ہے۔ اسلام سے رغبت اور اسلام قبول کرنے پر جوناتھن کی آمادگی کی وجہ اس کا ایک مسلمان دوست بنا ہے، اس مسلم دوست نے مذہب کے تعلق سے جوناتھن (یحییٰ) کا رویہ اور نقطۂ نظر بالکل بدل کر رکھ دیا۔ اور وہ خود بھی رکھ رکھاؤ، طور طریقوں، نشست و برخاست میں بدلتا چلا گیا، اس مسلم دوست سے اس کا تعلق اس طرح قائم ہوا کہ یہ مسلم دوست اسی کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں رہتا تھا، تعلیم حاصل کرنے کے بعد جوناتھن (یحییٰ) نے ایک اسلامی مرکز پر کام کرنا پسند کیا، کیوں کہ اس نے سوچا کہ اس طرح اسے اسلام کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اس مرکز پر واحد یورپی شخص ہے جو لوگوں کو عربی زبان اور اسلامی ادب و تاریخ اور دوسرے اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مرکز پر اس کا کام موسمِ گرما کی تعطیلات تک ہے۔ جس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہوکر اپنی یونیورسٹی میں تعلیم پھر شروع کرے گا۔ اس نے اپنا مغربی طور طریقہ، یورپی رنگ

ڈھنگ، سب ترک کر دیا ہے۔ اور اپنا نام یحییٰ رکھ لیا ہے۔ اب جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اللہ کا نام اور قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی اس میں ہوتا ہے۔ ہندوستانی خاتون فوزیہ سے اس کی شادی گذشتہ ماہ ہوئی تھی جس کے بعد ان دونوں نے شام، اردن، مشرقی بیت المقدس کا دورہ کیا تھا۔ بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل جان برسٹ نے بتایا کہ اب ان کا بیٹا تبلیغ اسلام میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے اپنا مغربی لباس بھی ترک کر دیا ہے اور شلوار قمیض میں نظر آتا ہے۔ سر پر ہمیشہ ٹوپی رہتی ہے اور اکثر آیات کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تسبیح بھی ہاتھ میں رہتی ہے۔

ایک کمیونسٹ روسی جنرل کا قبول اسلام:

دو تین برس قبل وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔ جہاں کہیں بھی اسے کوئی مسلمان یا مسلمانوں کا ٹھکانہ نظر آتا، اس کی سرتوڑ کوشش یہ ہوتی کہ اپنی فوجی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے نیست و نابود کر کے اپنے غیظ و غضب کی پیاس بجھا دے۔ جب بھی اسے آزادی کے جیالوں اور اللہ کے سپاہیوں کے کارناموں کی اطلاع ملتی تو وہ بے اختیار طیش میں آ کر بڑبڑاتے ہوئے اپنے ہی سپاہیوں پر ٹوٹ پڑتا اور انہیں اس لیے زدوکوب کیا کرتا کہ ان کے مقابلے میں نہتے اور ماڈرن جنگی صلاحیتوں سے محروم افغان گوریلے کیوں کر کامیاب کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اس کا عقیدہ تھا کہ سرخ فوج جہاں بھی قدم جمائے تو وہاں جاندار تو کیا بے روح اشیاء بھی اس کی اجازت کے بغیر ہل جل نہیں سکتیں۔ لیکن اسے کیا معلوم کہ جس عقیدے کے تحت اور جس جذبے کے ساتھ افغان جیالے لڑتے ہیں، آخرکار وہی عقیدہ اس پر غالب آ جائے گا اور وہ خود بھی ان کا ہمنوا بن جائے گا۔

پچھلے دنوں سعودی عرب کے دارالحکومت ''جدہ'' سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''المسلمون'' نے یہ خبر شائع کی سابق روسی جنرل ''اندردوییچ اناطولی'' مشرف بہ اسلام ہوا۔ سابق روسی جنرل اندردوییچ اناطوئی وہ شخص ہے جس نے افغانستان پر روسی افواج کی براہ راست مداخلت کے بعد افغان مسلم عوام کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسے افغانستان کے کئی محاذوں پر جذبہ دین و وطن سے سرشار افغان مجاہدین کی مزاحمت کا

سامنا کرنا پڑا۔ سابق روسی جنرل اناطولی جلال آباد کے محاذ پر مجاہدین کے خلاف روسی درندہ صفت افواج کے کمانڈر کی حیثیت سے یہی ذمہ داریاں انجام دے چکا ہے۔ وہ جب تک افغانستان میں افغان مجاہدین کے خلاف روسی افواج کی رہنمائی کرتا رہا خود بھی لڑائی میں شریک ہوتا رہا اور مجاہدین اور اسلام کا شدت سے مخالف رہا۔ لیکن افغانستان سے روسی افواج کی واپسی کے بعد مسئلہ الٹا ہو گیا۔ اناطولی ایک اور لباس میں نمودار ہوا۔ اس کی کمیت اور کیفیت دونوں میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی اور اس کی زندگی میں دوسرا انقلاب آ گیا۔ اس نے اپنی سابقہ ملازمت عقیدہ اور حتیٰ کہ نام تک تبدیل کر کے نئی ملازمت، عقیدہ اور نام اختیار کر لیا۔

سابق فوجی ''اناطولی اندرو یچ'' اب ''علی'' کے نام سے مسمیٰ ہے۔ کمیونسٹ نظریہ کو ترک کر کے اس نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور روسی فوج میں جنرل کا عہدہ چھوڑ کر مسلمانوں کو اللہ اور نماز کی طرف بلانے کی ذمہ داریاں نبھا رہا ہے۔ یعنی انہوں نے مسجد کے ''موذن'' کا عہدہ سنبھالا ہے۔

جدہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''المسلمون'' کو انٹرویو دیتے ہوئے سابق روسی جنرل ''اناطولی'' جس کا اب اسلامی نام ''علی'' ہے نے کہا ہے۔

''افغانستان میں جب میں نہتے افغان مسلم عوام اور مجاہدین کے خلاف ظالمانہ کاروائیوں میں مصروف تھا تو اس وقت بھی افغان جیالوں کی طرف سے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی مگر اس وقت میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ کمیونسٹ لادینی نظریات سے میری گہری وابستگی تھی اور افغانستان میں روسی افواج کی بالادستی کمیونسٹ نظام مسلط کرانے اور افغان مجاہدین کو کچلنا میرا واحد مقصد تھا۔ مجھے مجاہدین کو کچلنے اور افغان عوام پر روسی کمیونسٹ نظام مسلط کرانے سے گہری دلچسپی تھی۔ اسی بناء پر افغانستان میں رہ کر مجھے افغان مجاہدین کی طرف سے دعوت اسلام کی پیش کش پر میرے سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ سوچ مجھے اس وقت لاحق ہوئی جب افغانستان سے روسی افواج واپس آمو دریا پار کرنے پر مجبور ہوئیں۔ چناں چہ یہاں آ کر غیور اور جیالے افغان مجاہدوں کے یادگار کارنامے ایک ایک کر کے میری نظروں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ان کی بہادری، ان کا جذبہ شہادت اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر ان کا

راسخ عقیدہ میرے لیے روشن مستقبل کا روشن مینار بن کر میری کیفیت تبدیل کرنے کا سبب بنا۔ حقیقتاً مجاہدین حق کے متوالے اور آزادی کے پروانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال ہے اور رہے گی۔

طویل سوچ و بچار کے بعد روسی فوج میں سابق جنرل ''اناطولی اندردوپچ'' نے روس میں اسلامی ریاست جمہوریہ قازقستان کے ایک عالم دین حضرت مولانا محمد حسین کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا اور دین حق قبول کر کے مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کا اسلامی نام ''علی'' رکھا گیا۔ اب وہ، وہ روسی جنرل نہیں، جس کی مسلمان اور افغان مجاہدین سے مخاصمت اور عداوت تھی، اب وہ اناطولی نہیں جس کی اسلام سے نفرت تھی۔ اب وہ، وہ روسی جنرل اناطولی نہیں جس کو مجاہدین کی طرف سے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھیجا گیا تھا، نہ صرف یہ کہ اب وہ خود مسلمان ہے بلکہ دوسروں کو بھی اسلام کی دعوت دینے لگا ہے اور مسجد میں پانچ وقت نماز کے لیے ازان دے کر دیگر مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ''علی'' اب مسلمان، مسلمانوں کا ہمدرد، دلسوز اور افغان مجاہدین کا بہی خواہ ہے۔ علی شب و روز میں پانچ وقت حضور باری تعالیٰ میں سجدہ ریز ہو کر عالم اسلام کی سربلندی اور مسلمانان عالم کے اتفاق و اتحاد کے لیے دعا کرتا ہے۔

ویسے تو بے شمار لوگ افغان مجاہدین یا دیگر مسلمانوں کی دعوت پر غور و فکر کر کے اسلام کی حقانیت پر قائل ہو کر مسلمان ہو چکے ہوں گے، لیکن ایک کٹر کمیونسٹ دہری نظریات کا حامل اور روسی سرخ افواج کا افسر اور وہ بھی جنرل کے عہدے پر فائز ایک ملحد کا اسلام قبول کرنا موجودہ صدی میں ایک تاریخی اور انوکھا واقعہ ہے۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ کے سچے بندے غالب اور کامیاب ہیں۔

اللہ کے سچے بندے، اللہ کے سپاہی اور دین اسلام کے سچے شیدائی آخرکار غالب ہوتے اور کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔

امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے کا بیٹا جارج اشقون کے قبول اسلام کی داستان:

میری پیدائش واشنگٹن کے قریب ورجینیا میں ہوئی۔ میرے والد امریکی بحریہ میں

ایک افسر تھے۔ وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے۔ میری نشو ونما اور تعلیم و تربیت کے سارے مراحل خاندان ہی میں طے ہوئے۔ میرے آباؤ اجداد کا ایک بڑا فارم ہے جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔

عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بچپن ہی سے تھی۔ میں جس پادری سے بھی سوالات کرتا، وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہو جاتا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ دور میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

جب میں نے صحافتی زندگی میں قدم رکھا تو ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لیے بیروت جانا پڑا۔ ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کر کے مجھے خوف اور گھبراہٹ ہو رہی تھی، اس لیے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھا دی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں، وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں، انسانی تہذیب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن لبنان میں داخل ہوتے ہی میرے تمام نظریات و تصورات یکسر باطل ثابت ہوئے۔ میں بچشم خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمانوں اور عربوں سے متعلق مغربی میڈیا نے جو کچھ تصورات دیئے ہیں وہ جھوٹ اور گمراہ کن پروپیگنڈہ ہیں۔ لبنان میں جن مسلمانوں سے مختلف مقامات پر ملاقاتیں ہوئیں، انہوں نے ہمیں خطرات سے محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگا دی۔ میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام وسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب (عیسائی فوجوں) کہ کمین گاہوں سے مجھ پر گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے چور ہو گیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور انہوں نے اس طرح میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور فرد خاندان ہوں۔ اس وقت میری عمر صرف بیس سال تھی۔ جس ہوٹل میں میرا قیام تھا وہیں قریب میں ایک مسجد تھی، جس کے امام سے میں ملاقاتیں کرتا اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا۔ ان کی باتوں سے میرے اندر اسلام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ حدیث سے واقف تھا، لیکن مسلمانوں سے گفتگو اور مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام

غلط فہمیوں کو دور کر دیا۔ میں ان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے محاذ پر جاتا تھا تاکہ تصویریں لے سکوں۔ پھر میں واپس امریکہ آ گیا۔ میں نے از سر نو مسیحی عقائد اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا، گرجا گھروں میں پادریوں سے بھی ملا لیکن مجھے تشفی نہ ہو سکی۔

جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک کمیٹی نے مجھے رپورٹنگ کے لیے افغانستان بھیجا۔ میری یہ بھی ذمہ داری تھی کہ مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی و فوجی امداد کا اندازہ کروں۔ ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک مدعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلہ خیال کر سکیں۔ ان رابطوں کے دوران میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی، اس نے مجھے حیرت زندہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکہ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ کہا کرتے تھے کہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لیے ہم یہ عبادت کرتے ہیں۔ میں جب انہیں جوش و جذبے سے جہاد کرتے دیکھتا اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً فتح و غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اس لیے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج محروم ہے۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے فرماتے تھے کہ وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین جدید ترین جنگی ساز و سامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ کیمرہ مین کا کام کرنے لگا۔ ۱۹۸۸ء میں نیویارک میں ہم نے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ ''راک اینڈ رول'' گانے والوں کی ایک ٹیم ہم نے تشکیل دی۔ یہاں سے ہماری دوسری زندگی شروع ہوئی جو سراسر لہو ولعب اور رقص و سرور اور شراب و شباب کی

زندگی تھی۔ ہماری ملاقاتیں ان مشہور فلمیں ستاروں سے بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہم نے دولت اکٹھی کرنی شروع کی۔ ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہو گئے۔ میری زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم میرے ہاتھ میں آئی۔

مجھے ایک بڑے دولت مند کی شادی کی تقریب میں ناروے مدعو کیا گیا تاکہ اس کی فلم بندی کروں، اس میں اچھے خاصے پیسے ملے۔ ۱۹۹۲ء میں مجھے راک اینڈ رول کے مشہور مغنی ایلٹن جان کے ساتھ سفر میں جانا پڑا تاکہ اس کے اس سفر کو کیمرے میں محفوظ کروں۔ یورپ کی سیاحت کے دوران وائنا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ دار اقوام متحدہ کے ایک عہدیدار سے ہوئی۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ صرف دو دن کے لیے بوسنیا ہو کر آئیے اور وہاں کی خانہ جنگی کی بھی تصویریں لے لیجیے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لیے کافی ہیں۔ میں نے کہا میں ارٹیریا، ایتھوپیا، پولیساریو (مراکش) افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں۔ لیکن جب میں اپنے ہوٹل میں واپس آیا تو اس شب ٹیلی ویژن پر بوسنیا کی خبریں دیکھ کر میری رائے بدل گئی۔ ہم نے ٹی وی پر دیکھا کہ سرائیوو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لیے جولائن لگائی تھی، اس پر سربوں نے زبردستی گولہ باری کی۔ اس خبر نے میرے احساسات کو جھنجھوڑ دیا، اس لیے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئے لیکن اصل مقابلہ مردوں کا مردوں سے تھا۔ لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہو رہی تھی وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی۔ ہر اس چیز کو چن چن کر نشانہ بنایا جارہا تھا جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا۔ یہ جنگ سراسر ایک بھیانک نسلی جنگ تھی۔ دوسرے دن میں اقوام متحدہ کے دفتر میں کام کرنے والے اس دوست کے پاس دوبارہ پہنچا تاکہ سرائیوو جانے کا پروگرام ترتیب دیا جائے۔ ہم نے جب اس کی اطلاع رسالہ ٹائم کے صدر دفتر کو دی تو ذمہ داروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ دو دن کے بجائے آپ دو ہفتے وہاں رہیں۔ لیکن میں نے کہا کہ میں صرف دو دن ہی اس کے لیے نکال سکتا ہوں تاکہ اپنی کمپنی کے ضروری کام انجام دینے کے لیے نیویارک واپس جاسکوں۔

سرائیوو پہنچنے کے دوسرے ہی دن ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے۔ فرانسیسی بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر میں ایئر پورٹ کے راستے میں واقع ہسپتال گیا تاکہ وہاں کے مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرسکوں۔ ہسپتال پہنچا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ سرب فوجی ہسپتال پر زبردست گولہ باری کررہے ہیں۔ ہسپتال سے باہر ایک زخمی کو ہم نے فوراً اندر پہنچایا۔ فرانسیسی محافظ دستے تو واپس چلے گئے، ہم وہیں ہسپتال میں ٹھہر گئے اور تقریباً سولہ گھنٹے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ ہم نے گزارے جو کھانے پینے سے بے پرواہ ہوکر شب و روز انتہائی تندہی اور توجہ و محنت سے مریضوں کے علاج میں مشغول تھے۔ انہیں آپریشن کے لیے ضروری اور بنیادی سامان نہیں مل رہے تھے۔ ان کے پاس انجکشن اور دوائیں نہیں تھیں، آکسیجن کی شدید کمی تھی۔ پانی اور بجلی سے بھی یہ ہسپتال محروم تھا۔ بجلی کے بجائے موم بتی سے کام لیا جارہا تھا۔ بے ہوش کرنے والی دوا تک نہیں تھی۔ ہسپتال میں آپریشن کے وسائل اور جدید ترین مشینیں موجود تھیں لیکن بجلی نہ ہونے سے سب بیکار تھیں۔ دوسری طرف سرب فوجیوں کی مسلسل گولہ باری نے سارا نظام درہم برہم کررکھا تھا۔ آکسیجن کے سلنڈر خالی رکھے ہوئے تھے۔ چار مہینے سے یہ صورت حال تھی۔ ہم نے اقوام متحدہ کے دفتر میں فون کرکے دریافت کیا کہ کیا آکسیجن کا انتظام ہوسکتا ہے؟ کیا ہسپتال میں مریضوں کو غذائی اشیاء مہیا کی جاسکتی ہیں؟ لیکن اقوام متحدہ کے افسران نے یہ عذر کیا کہ اگر ہم کسی ٹرک کے ذریعے یہ سامان پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے تو سرب فوجیں اپنی گولہ باری سے اس کو ناکام بنادیں گی۔ ہم آپ کی مدد نہیں کرسکتے، اس لیے کہ ہمارے پاس صرف تیرہ ٹرک ہیں جن میں غذائی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ ہم کسی ایک ٹرک سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے وہاں موجود بوسنیا کے مسلمان فوجیوں سے ایک ٹرک حاصل کیا اور ان کے تعاون سے ٹرک کو سفید رنگ سے رنگ دیا اور اس کے ہر طرف اقوام متحدہ کا مونو گرام بنادیا۔ ہم نے ہسپتال کو درکار اشیاء کی فہرست بنائی۔ پھر اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر سے غذائی اور طبی سازوسامان لیا اور خود ڈرائیور بن کر ٹرک سے ایئر پورٹ کے راستے سربوں کی چوکیوں سے گزرتے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے۔ سربوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا۔ دوسرے دن اقوام متحدہ کے دفتر کو حیرت اور تعجب ہورہا تھا کہ میرے پاس تو

کاغذات ایک صحافی کے تھے اور میں اقوام متحدہ کا ڈرائیور کیسے بن گیا۔ سربوں کی وحشیانہ گولہ باری سے بچ کر صحیح سلامت ہسپتال تک پہنچنا ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر ہم اپنے کو غیر ملکی صحافی بتا دیتے تو سرب ہمیں یقیناً گولیوں سے اڑا دیتے، اس لیے کہ بیسویں صدی کی جو خانہ جنگیاں ہوئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ صحافی سربوں کی گولیوں سے ہی مارے گئے ہیں۔

مجھے محسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص مقصد سے بھیجا ہے۔ میں نے تین دن کے بجائے مزید تین ہفتے یہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا وہ میرے قیام کا تیسرا اور آخری ہفتہ تھا جب مجھے ضروری تصویریں اتارنی تھیں کہ اچانک ایک کمین گاہ سے مجھ پر گولیاں چلائی گئیں جو میرے ایک بازو اور ٹانگ میں لگیں۔ بوسنیا کے مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طبی امداد پہنچائی۔ اس کے بعد مکمل علاج کے لیے میونخ (جرمنی) چلا گیا۔ جہاں امریکی ہسپتال میں ڈیڑھ دو مہینے علاج کی غرض سے مقیم رہا۔ ڈاکٹروں نے زخم دیکھ کر بتایا کہ اگر دو سال تک اچھی طرح علاج ہو تو آپ چل پھر سکتے ہو۔ لیکن میں نے ان کی ہدایات کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ کرلیا کہ مجھے بوسنیا میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا ہے۔ چناں چہ میں نے پلاسٹک کے تھیلوں سے اپنے پاؤں کو لپیٹ لیا اور پھر ہسپتال پہنچ گیا۔ ایک مہینے کے اندر میں چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا۔ جرمنی ہی میں ہم نے بوسنیا کے لیے دوائیں جمع کرنے کی مہم شروع کردی۔ جب ضروری دواؤں کی اچھی خاصی مقدار جمع ہوگئی تو میں بوسنیا واپس چلا گیا۔ یہاں مجھے ایک عجیب وغریب تجربے سے گزرنا پڑا۔ جس سے مجھے بہت غیر معمولی نفسیاتی صدمہ پہنچا۔ اس واقعے نے میری زندگی کا رخ یکسر بدل کر رکھ دیا۔

ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ بوسنیا کا ایک چھوٹا سا شہر سرب فوجوں کے محاصرے میں ہے۔ میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ کروٹ اور بوسنیا کی فوجوں نے میرے اس فیصلے کی مخالفت کی اور متنبہ کیا کہ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ ہر طرف سربی فوج گھات لگائے بیٹھی ہے۔ یقیناً وہ ہم کو گولیوں سے بھون دیں گے۔ آپ یہ سفر نہ کریں تو بہتر ہے۔ یہ سفر خودکشی کے مترادف ہے۔ لیکن میرا فیصلہ اٹل تھا۔ ہم رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب اچھی طرح تاریکی چھا گئی تو ہم نے سفر کا آغاز کردیا۔ آخر وہی ہوا

جس کا اندیشہ تھا۔ سرب فوجیوں نے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچالیا، ہم جس موٹر میں سوار تھے، وہ بری طرح تباہ وبرباد ہوگئی۔ انجن، ٹائر اور شیشے مکمل طور پر تباہ ہوگئے۔ ہم واپس آگئے۔ دوسری موٹر لی اور ایک دوسرے راستے کا انتخاب کیا، جہاں سے منزل مقصود تک پہنچا جاسکتا تھا۔ وحشت ناک جنگ کے اس جہنم میں ہم نے چار خواتین کو دیکھا جو ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہی تھیں۔ سربوں نے پھر ہم پر گولیاں چلائیں۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ خواتین اپنے جسموں کو اچھی طرح لپیٹے ہوئے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ مسلمان خواتین ہیں۔ سرب فوجی مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمان خواتین اور مردوں کو دھوکہ دیا کرتے تھے اور ان کو قتل کردیتے تھے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے شک ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواتین سربوں سے تعلق رکھتی ہوں اور ہم مدد کے لیے پہنچیں تو سربوں کی گولیوں کا شکار ہوجائیں۔ ہم نے یہ بات حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ ان خواتین میں سے ایک کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں موٹر سے اترا اور میرے ساتھ ڈرائیور بھی اتر گیا۔ یہ خواتین شدت تکلیف سے بری طرح چیخ رہی تھیں اور زاروقطار رو رہی تھیں۔ ہم جب ان خواتین کے قریب آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں ایک بچی بارہ سال کی اور دوسری تیرہ سال کی ہے۔ ایک لڑکی کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اس بچی کو اپنی موٹر میں سوار کرلیا۔ خاتون، جس کی بچی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا، بڑی مضطرب تھی۔ ڈرائیور نے اس کو بتایا کہ یہ ڈاکٹر ہیں۔ میں نے اس بچی کو فوری طبی امداد پہنچانے کا فیصلہ کیا، اس لیے کہ اس کی حالت بہت سنگین ہورہی تھی۔ مجھے ''ابتدائی طبی امداد'' کی تربیت مل چکی تھی جو اس موقع پر کام آئی۔

میں نے جب اس بچی کو دیکھا تو مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔ یہ ناقابل فراموش واقعہ زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ اس بچی کی ماں نے مجھے بتایا کہ سرب فوجیوں نے اس کے ساتھ بڑی درندگی کا معاملہ کیا۔ اس کے بعد سے یہ بچی بے ہوش ہے اور قریب المرگ ہے۔ نبض بھی کمزور تھی۔ بچی کی ماں نے روتے ہوئے بتایا کہ سربوں نے ان کی مسلمان بستی پر حملہ کیا۔ تمام مردوں اور بچوں کو انہوں نے ان کے رشتے داروں کے سامنے ایک ایک کرکے قتل کردیا۔ اس کے بعد فارغ ہوکر ان درندوں نے بستی کی خواتین اور بچیوں کی

عصمت دری کی۔ پچاس سے زائد سرب فوجیوں نے ہمارے سامنے اس بچی کی عصمت دری کی۔ اس کے باوجود بھی ان کی تسکین نہیں ہوئی تو بچی کو اپنے ساتھ لے گئے اور کئی دن کے بعد اس حال میں واپس کیا۔ پھر ان درندوں نے متعدد بار ان دونوں بچیوں کی ماؤں کی عصمت دری کی۔ آخر کار ہم لوگوں نے رات کے اندھیرے میں اس گاؤں سے بھاگنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں بچیاں شدید تکلیف سے دوچار تھیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا کر ہم لوگ اس گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ہولناک واقعہ سن کر میں برداشت نہ کر سکا، رونے لگا۔ اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور میں اس طرح رونے لگا جیسے میری بچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھ پر کیا گزری میں نے یہ محسوس کیا کہ ان انسانوں کو بچانے کی خاطر مجھے اپنی زندگی یکسر تبدیل کر دینا چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ یہ مسلمان ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ انسان ہیں۔ بچپن میں مجھے انسانوں سے محبت کرنا سکھایا گیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہ کر بھی ہم نے یہی سیکھا تھا۔ خاص طور پر بوسنیا کے قیام کے دوران اس کا مشاہدہ زیادہ ہوا۔ میں نے اس بچی کو بوسنیا کے اس ہسپتال میں داخل کروادیا جو خواتین کے لیے تھا۔ وہاں جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح کے عصمت دری کے کئی کیس ہیں جن کا علاج ہو رہا ہے، اور یہ صرف ایک شب میں پیش آیا تھا۔

بوسنیا میں مسلمان صحافیوں کے ساتھ ملاقات رہتی تھی۔ ایک سعودی صحافی سے دیر تک اسلام اور مسلمانوں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ میری باتیں سن کر اس صحافی نے وہی کہا جو بیروت کی مسجد کے امام نے کہا۔ ”آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کا دل تو مسلمان ہے۔ آپ اسلام قبول کر لیں گے تو اسلام سے متعلق بہت سے سوالات کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ مسلمان صحافی کا یہ جملہ اس وقت میرے ذہن میں گردش کرتا رہا ہے۔

میں نے بوسنیا کے قیام کے دوران ایک مسلمان خاندان کو امریکہ علاج کے لیے بھجوانے کا انتظام کیا تھا۔ اس خاندان کے سرپرست کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ ان کا ایک گردہ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ جس ہسپتال میں ہم نے اس خاندان کے سربراہ کو علاج کے لیے داخل کیا تھا وہاں سے ہمارا برابر رابطہ رہا۔ اس دوران میں نے قرآن

شریف کا مطالعہ شروع کردیا تاکہ بہتر طریقے سے براہ راست اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکوں۔ قرآن مجید میں چند ہی دنوں میں مجھے اپنے سوالوں کا جواب تشفی بخش مل گیا جس کے لیے میں برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کر دیا تھا۔

میں بوسنیا واپس آیا تو تیسرے دن اس خاندان سے ملنے ہسپتال گیا تاکہ ان کے حالات معلوم کروں۔ مجھے معلوم ہوا کہ مریض ہونے کے باوجود وہ یہاں ایک قریبی مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے جاتے ہیں۔ میں نے اس بوسنی مسلمان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اس وقت میں نے بڑے تاثر سے کہا کہ آپ کے دین اسلام میں سب کچھ ہے، اور یہی اصل دین ہے جس پر پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے۔ میں یہ جملہ کہہ رہا تھا، اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔ اندر سے مجھے شدید خواہش ہورہی تھی کہ اپنے اسلام کا اعلان کر کے ابھی گھر جا کر نمازیں پڑھنے لگوں۔

میں جب گھر واپس آیا تو دوسرے دن اس بوسنی مسلمان کے انتقال کی افسوسناک اطلاع ملی۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ہم سے پہلے اس شہر میں موجود مسلمانوں کی بڑی تعداد تجہیز وتکفین کے لیے پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ مسلمان تھے جو بھارت، پاکستان، سعودی عرب، کویت اور دیگر اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی کوئی رشتے داری مرحوم سے نہیں تھی، لیکن وہ سب اس طرح شریک تھے جیسے یہ ان کے فرد خاندان اور بزرگ ہوں۔ ہر شخص اس خاندان کے افراد کی دلجوئی اور تسکین ودلاسے کا فریضہ انجام دے رہا تھا۔ ہر شخص متاثر اور غمگین تھا۔ یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ جب مرحوم بوسنی دوست عثمان کے جسم کو غسل دیا جارہا تھا، میں نے عین اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کردیا۔ اسی لمحے میری زندگی یکسر تبدیل ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد صرف بوسنیا ہی نہیں، میرے اندر دنیا بھر کے مسلمانوں کی مدد کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوگیا، اس لیے کہ وہ سب میرے بھائی ہیں اور اسلامی اخوت عالمگیر ہے۔

ڈاکٹر لی آن کا قبول اسلام:

ڈاکٹر لی آن ایم اے، پی ایچ ڈی، ایل ایل بی، انگلستان کا ایک سائنس دان تھا۔

اس نے ۱۸۸۶ء میں اسلام قبول کیا اور اسلامی نام ہارون مصطفیٰ رکھا۔ اس نے ایک موقع پر کہا:

''اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہے۔ عقل انسانی دماغ کی ایک اہم قوت ہے، جسے کلیسا قطعاً خاطر میں نہیں لاتا، لیکن اسلام کا حکم یہ ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اسے عقل پر پرکھو۔ اسلام اور صداقت مترادف الفاظ ہیں اور کوئی شخص عقل کی مدد کے بغیر صداقت تک نہیں پہنچ سکتا۔''

ڈاکٹر بینائسٹ کا قبول اسلام:

پیرس کا یہ ڈاکٹر (طبیب) ۱۹۵۳ء میں اسلام لایا، اس کا اسلامی نام علی سلمان رکھا گیا۔ اس نے قبول اسلام کے محرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

''میں پیرس کی ایک کیتھولک فیملی سے تعلق رکھتا ہوں، تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں خدا اور عیسائیت ہر دو سے منکر ہو گیا تھا، کیوں کہ عیسائیت اور خصوصاً کیتھولزم کے اصول عقل کی رسائی سے باہر تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور باپ، بیٹا اور روح القدس کا مجموعہ تسلیم کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ چناں چہ میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس میں بعض ایسے سائنسی حقائق پائے، جنہیں ماڈرن سائنس نے آج دریافت کیا ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔''

ڈاکٹر رالف بیرن کا قبول اسلام:

ڈاکٹر رالف آسٹریا کا رہنے والا تھا۔ یہ بچپن ہی میں اسلام کی طرف مائل ہو گیا تھا، آغاز شباب میں جب یہ ترکی کی سیاحت کو گیا تو وہاں یہ مساجد میں مسلمانوں کے ساتھ

مل کر نماز ادا کرتا تھا۔ اس نے ۱۹۲۷ء میں اسلام قبول کیا اور اپنا نام عمر رکھا۔ ۱۹۴۹ء میں یہ مدراس یونیورسٹی میں پروفیسر بھی رہا۔ کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ ''علم الاقوام'' کے عنوان سے انجمن ترقی اردو دہلی نے شائع کیا ہے۔ یہ اسلام کے متعلق کہتا ہے کہ:

''اسلام اسی صداقت کا نام ہے جو سب سے پہلے آدم علیہ السلام پر آشکار ہوئی تھی، اور آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اسلام کو قبول کرنا گویا عیسائیت ہی پہ دوبارہ ایمان لانا ہے، مذاہب میں وحدت خدائی ہے اور اختلاف انسانی۔ اسلام انسانی اخوت کا داعی ہے اور رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی اختلاف کو قطعاً خاطر میں نہیں لاتا۔''

ڈاکٹر جرمینس کا قبول اسلام:

ڈاکٹر جرمینس، بوداپسٹ (ہنگری) یونیورسٹی میں پروفیسر تھا، دوسری جنگ سے ذرا پہلے ہندوستان بھی آیا اور کچھ عرصہ ٹیگور کی درسگاہ شانتی نکیتن میں رہا۔ پھر دہلی کی جامعہ ملیہ میں چلا گیا اور وہیں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کا اسلامی نام عبدالکریم تھا۔ اس نے ہنگری زبان میں قرآن کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ ۱۹۶۰ء میں زندہ تھا اس نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا ہے کہ:

''ایک رات رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم میرے خواب میں آئے اور فرمایا کہ بے جھجک قدم اٹھاؤ، صراط مستقیم تمہارے سامنے ہے۔ پھر یہ فصیح و بلیغ آیت تلاوت فرمائی:

الم نجعل الارض مهاداً والجبال اوتادا وخلقناكم ازواجاً وجعلنا نومكم سباتاً وجعلنا الليل لباساً وجعلنا النهار معاشاً

''کیا ہم نے زمین کو بستر اور پہاڑوں کو زمین کی میخیں نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تمہیں مرد و زن کی صورت میں پیدا نہیں کیا؟

کیا ہم نے نیند کو سکون اور رات کو پردہ پوش اور دن کو کسب معاش کے لیے موزوں نہیں بنایا؟''

اس خواب کے بعد مجھ پر اسلام کی صداقت آشکار ہوگئی۔ میں جمعہ کے دن دہلی کی جامع مسجد میں پہنچا اور وہاں اعلان اسلام کر دیا، اس پر ہر طرف سے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ کئی ہزار انسانوں نے اٹھ کر مجھ سے معانقہ کیا، نیز میرے ہاتھ چومے، میں اخوت ومحبت کے اس منظر سے بے حد متاثر ہوا اور میری روح سے مسرت کی اتنی بڑی لہر اٹھی جس کی لرزشیں زندگی بھر باقی رہیں گی۔

ڈاکٹر مارقس کا قبول اسلام:

ڈاکٹر مارقس ایک جرمن صحافی تھا۔ اسلام لانے کے بعد حامد مارقس کہلانے لگا۔ لکھتا ہے کہ:

''اولاً میں اس اخلاقی وروحانی انقلاب سے متاثر ہوا جو اسلام نے پیدا کیا تھا، ثانیاً اس حقیقت سے کہ اسلامی تعلیمات سائنس کی جدید تحقیقات سے متصادم نہیں۔ ثالثاً اس بات سے کہ اسلام ایک فرد کو آزادی سے محروم نہیں کرتا بلکہ آزادی کی جائز حدود متعین کرتا ہے۔ رابعاً یہ وسعت ظرف ونظر کی تعلیم دیتا ہے اور صداقت کو جس ماخذ سے بھی ملے، لے لیتا ہے۔''

جان وینبسٹر محمد کا قبول اسلام:

انگلینڈ کا یہ نو مسلم ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۳۳ء میں اسلام قبول کیا، یہ لکھتا ہے کہ

''عیسائیت زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہ دنیا کو شیطان کی بازی گاہ اور انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتی ہے۔ اگر ہم مسیحی تعلیمات پہ پوری طرح عمل کریں تو صرف راہب بن سکتے ہیں اور نہ کریں تو خطا کار رہ جاتے ہیں۔ اسلام وہ مذہب واحد ہے جو اس قسم کی پیچیدگیوں سے مبرّا ہے۔

زجرسکی، اسماعیل کا قبولِ اسلام:

پولینڈ کا یہ سماجی کارکن ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوا، اس کا والد رسماً عیسائی تھا اور عملاً ملحد۔ دوسری جنگ کی تباہ کاریاں دیکھ کر اسے خیال آیا کہ زندگی کا مقصد پیٹ بھرنا نہیں کچھ اور بھی ہے، جب انسان مقصد اعلیٰ ترک کر دیتا ہے تو خدا اسے راہ راست پہ لانے کے لیے سزائیں دیتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی یہ سچے مذہب کی تلاش میں نکل پڑا اور اسلام پر ایک پمفلٹ پڑھنے کے بعد ۱۹۴۹ء میں مسلمان ہوگیا۔ اس کے تاثرات یہ ہیں:

> ''اسلام ہی زندگی کے اصل مقصد کا پتہ دیتا ہے۔ یہ وہ شاہراہ ہے جو آسمانی بادشاہت تک پہنچاتی ہے اور اسلام کے بعض احکام خصوصاً زکوٰۃ، میراث، امتناع سود، حج اور محدود تعداد ازواج سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اسلام سرمایہ داری اور کمیونزم کے مابین ایک راہ اعتدال ہے۔ رنگ ونسل کے امتیازات سے ماوراء''

بیٹرس بے۔ عبداللہ:

برطانوی فوج کا یہ میجر پہلی جنگ سے کچھ پہلے برما میں متعین تھا۔ اس کا تعلق ملٹری پولیس سے تھا۔ یہ لکھتا ہے کہ:

> ''مجھے ہر روز ایک کشتی کے ذریعے ادھر ادھر جانا پڑتا۔ ملاح کا نام شیخ علی تھا۔ چٹاگاؤں کا رہنے والا نہایت صاف ستھرا رہتا تھا، اور دن میں کئی بار قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرتا تھا۔ میں اس کی پارسایانہ زندگی کو دیکھ کر اسلام کے متعلق سوچنے لگا اور رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس مذہب نے ایک ناخواندہ ملاح کو اس قدر متقی، دیانتدار، سچا اور مہذب بنایا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ یہ یقین پچیس برس تک ایک راز بن کر میرے سینے میں نہاں رہا، لیکن جب یہ ظہور کے لیے بے تاب ہوگیا تو میں ۱۹۳۸ء میں یروشلم کی ایک مسجد میں چلا گیا اور اسلام کا اعلان کر دیا۔

میں ہر روز نماز کے بعد اس ملاح کو دعائیں دیتا ہوں جس کے پاکیزہ عمل نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا تھا۔ برما میں مجھے بدھ راہبوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ لیکن میں ان سے اسی لیے متاثر نہ ہوا کہ ان میں زندگی سے فرار کا پہلو بہت نمایاں تھا اور فعالیت مفقود۔“

تموان فرینک اسلام کے سائے میں:

تموان فرینک جو کئی گرجا گھروں کے صدر رہ چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ۱۷ نومبر ۱۹۶۱ء کو یوگنڈا کے شہر مساکا میں ایک عیسائی گھر میں پیدا ہوئے ابتدائی اور ثانوی تعلیم و تربیت کیمیدیا اور گوما میں حاصل کی۔ اسی دوران انہوں نے زراعتی علوم بھی سیکھے، پھر ان کا رجحان عیسائی مذہب کی طرف بڑھ گیا اور انہوں نے گوما کی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لے لیا، فراغت کے بعد وہ ایک گرجا گھر کے پادری مقرر ہو گئے، مذہب پرستی اور عیسائیت پسندی کے سبب انہیں یوگنڈا کے کئی گرجا گھروں کا صدر بھی بنایا گیا۔ اور اپنے زمانہ صدارت میں انہوں نے بیاگا (Buyaga)، مریمبر (Marembar) ماگیری (Magiri)، دینو (Dino)، روکنیا (rukunya)، کیوتیر (Kyotera)، اور کاموزندا (Kamuzinda) میں بہت سے گرجا گھر تعمیر کروائے، اور آخر میں یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت اور کفالت کے لیے ایک ادارہ بھی کھولا جس میں دو ہزار یتیم بچوں کی پرورش کی سہولت تھی، اس کے باوجود ان کا کہنا ہے کہ میرا دل ہر وقت فکر مند اور بے چین رہتا تھا کہ میں ہدایت میں نہیں ہوں۔

جنت میں دخول کا باعث اسلام ہے:

وہ کہتے ہیں کہ موجودہ تحریف شدہ انجیل کی بہت سی چیزوں نے مجھے حیرت اور شک وتذبذب میں ڈال دیا، چناں چہ میں حق کی تلاش میں لگ گیا، اور کئی اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا تو مجھے یقین کامل ہوگیا کہ دین اسلام ہی دین حق ہے اور صرف یہی مذہب مرنے کے بعد جنت میں دخول کا باعث ہے، تو میں نے گرجا گھر کی خدمت سے علیحدگی

اختیار کر لی اور دیگر گرجا گھروں کی صدارت سے ۲۴ ردسمبر ۱۹۹۵ء کو استعفیٰ دے دیا۔ پھر میں نے اسلامی لٹریچر اور کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میرے دل کو سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔ اور میرا ذہن اسلام کے لیے ہموار ہو گیا چناں چہ ۲۲ رفروری ۱۹۹۶ء بروز جمعرات کمبالا شہر کی مسجد میں داخل ہو کر بھرے مجمع میں اسلام قبول کر لیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر توحید ورسالت کی گواہی دی، اور اپنا نام مصطفیٰ تموان رکھا۔ میرے اسلام قبول کرنے کے بعد میری اہلیہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ جو اس سے قبل گرجا گھر کے داخلی امور کی نگران تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہم لوگ اب اسلامی تعلیمی وتربیتی ادارہ دارالارقم میں توحید ورسالت کی بنیادی باتیں اور اسلام کے ارکان عملی طور پر سیکھ کر ان پر عمل کر رہے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کا فریضہ:

مصطفیٰ تموان کا کہنا ہے کہ اسلامی تعلیمات سے واقفیت کے بعد اپنے علاقہ میں دین کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دوں گا، تا کہ ان کی راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کروں اور انشاء اللہ میں اپنی آخری سانس تک یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا۔

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب

مائیکل شہلوب، شہرت یافتہ اداکار:

مصر کے شہرت یافتہ اداکار مائیکل شہلوب نے مذہب اسلام قبول کر کے اپنا اسلامی نام عمر شریف رکھا ہے اور وہ اب عمرہ کے لیے سعودی عرب پہنچ گئے ہیں۔

انہوں نے اپنے مذہب اسلام کا اعلان پیرس میں مصری قونصل جنرل کے سامنے کیا، انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے انہیں دین اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔

مشہور باسکٹ بال کے کھلاڑی یوری بارنیس نے اسلام قبول کرلیا:

امریکہ کا مشہور باسکٹ بال کھلاڑی بارنیس پروفیشنل باسکٹ بال کھیلنے کے لیے اسرائیل آیا ہوا تھا، اس نے سیزن ختم ہونے کے بعد امریکہ واپس جانے سے پہلے اسلام

قبول کرنے کا فیصلہ کیا، بارنیس نے اسلام قبول کرنے کی وجہ اپنے دوست اور ماہر نفسیات ڈاکٹر سعد المصری کے وعظ کو قرار دیا، دونوں امریکہ میں ورجینیا یونیورسٹی میں ہم جماعت تھے، بارنیس کا اسلامی نام بلال رکھا گیا ہے، واضح رہے کہ بارنیس کے قبول اسلام کی رسم جبل ابوغنیم کے سامنے فلسطینیوں کے ایک احتجاجی کیمپ میں ادا کی گئی۔ جب ابوغنیم میں یہودیوں کے لیے مکانات تعمیر کرنے کے منصوبے پر فلسطینی احتجاج کررہے تھے۔

فلپائن کا فلم اسٹار اداکار جیل میں اسلام سے متاثر ہوکر مسلمان ہو گیا:

یہ رپورٹ تو صرف امریکی جیلوں میں اسلام کی مقبولیت پر خاص طور پر لکھی جارہی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کی جیلوں میں قیدیوں کی اپنے سابقہ مذاہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کی رفتار میں مسلسل تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ایک تازہ اطلاع کے مطابق فلپائن حکومت نے ملک کی فلمی دنیا کے ایک ایکشن سپر اسٹار اداکار ''واین یا ڈیلا'' کو غیر قانونی آتشی اسلحہ رکھنے کے الزام میں سترہ سال قید کی سزا سنا کر جیل میں بند کردیا۔ چند ماہ قبل جیل میں انہوں نے بغور اسلام کا مطالعہ کیا اور مسلمان ہونے کا اعلان کردیا اور اپنا نیا نام عبدالعزیز رکھ لیا ہے۔ دو ماہ قبل ۲۵ سالہ نومسلم عبدالعزیز نے اپنی بیوی اور تین بچوں سمیت باقاعدہ طور پر اسلام قبول کرلیا۔ لہٰذا ان کی ۲۴ سالہ بیوی ''ہیزبی'' کو دلہن کے روپ میں بڑی عزت اور احترام کے ساتھ جیل کے سوشل ہال میں لایا گیا۔ جہاں اسلامی طریقہ کے مطابق دونوں کا (دوبارہ) نکاح ہوا۔ ان کی شادی میں ۴ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی اور اسے ۲۴ کمپنیوں کی طرف سے اسپانسر کیا گیا۔ فلپائن کے پریس نے اسے ''ویڈنگ آف دی ایئر'' قرار دیا ہے۔

اس واقعہ کے ردعمل کے طور پر فلپائن کی جیلوں میں بند قیدیوں میں خاص طور پر اور لوگوں میں عمومی طور پر اسلام سے تعارف کرنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔

ممباسا کے گرجا گھر کے پادری نے اسلام قبول کیا:

ممباسا کے علاقہ میں واقع ایک بستی غیر سینی کے گرجا گھر کے ایک پادری ''میتھو

بوناپا'' نے ۲ رنومبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنا عمر رکھ لیا ہے۔ مسٹر میتھو بوناپا ۱۹۶۲ء میں اپنے آبائی وطن غیر سینی میں پیدا ہوئے۔ کلیۃ اللاہوت سے عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سند فراغت حاصل کی اور ممباسا میں الاخوۃ الافریقیۃ نامی گرجا گھر کے پوپ مقرر ہوئے۔ اور وہیں عیسائیت کی تعلیم و تربیت دینے لگے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے گروہوں کے ساتھ رہ کر اسلامی تعلیمات، اسلامی دعوت و تبلیغ اور مذہب اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے تھے۔ اور گذشتہ سال جب ''تنزانیہ'' سے دعوت و تبلیغ کے لیے ایک جماعت آئی اور ممباسا کے علاقوں میں اپنے اجتماعات منعقد کیے تو انہوں نے زبردست مخالفت کی بلکہ کثرت سے ایسے ایسے سوالات کرتے تھے کہ اس جماعت کے لوگ اپنے دعوتی عمل سے باز آجائیں۔ اس اسلامی مخالفت اور عیسائیت نوازی کی بنیاد پر گرجا گھر کی مجلس انتظامیہ نے طے کیا کہ ان کو مزید تعلیم کے لیے امریکہ کے بڑے ادارہ میں بھیجے۔

لیکن گذشتہ دنوں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا، اور ان کے لیے حق کو واضح کر کے ہدایت دی۔ چناں چہ اسلام کی حقانیت ان کے دل پر جم گئی اور جمعرات کے دن ۲ رنومبر ۱۹۹۵ء کو کلمۂ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام پر ثابت قدم رکھے، اور اسلام کا داعی بنائے۔

دوسرے دن جمعہ کو گرجا گھر کی مجلس میں جا کر وہاں کنجیاں اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا سب واپس کر دیا۔ بعض پادریوں نے انہیں عیسائیت کی طرف لوٹنے کی پھر دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ بلکہ خود موصوف عمر صاحب نے ان پادریوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

سوئٹزرلینڈ کے ایک معروف رہنما کا قبول اسلام:

سوئٹزرلینڈ کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی ایس پی کے اعلیٰ عہدے پر فائز اور پارلیمنٹ میں جنرلسٹ کے طور پر معروف رہنما نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان پارلیمنٹ کے ایوانوں میں کیا، انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ میں اسلام کی حقانیت کو قبول کرتا ہوں، اسلام وہ حقیقت ہے جسے غیر متعصب باشعور انسان قبول کرتی

لیتا ہے، ہمیں اس حقانیت کو واضح کرنا ہے، عرصہ دراز سے مسلمان قومیں خواب غفلت کا شکار ہیں انہیں بھی اب بھرپور انداز سے اسلام کا دامن تھامنا ہوگا کیوں کہ عزت اور کامیابی کا واحد راستہ رحمۃ للعالمین کا اسوۂ حسنہ ہے۔ پیش نظر رہے کہ موصوف نے اپنا نام احمد خوبرو رکھا ہے اور ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد سے ان کے لیے ترقی کے تمام راستے بند کردیئے گئے ہیں اور انہیں پارٹی سے نکالا جاچکا ہے۔

یوسف اسلام، عیسائی گلوکار:

گذری ہوئی صدی کی ساتوی دہائی کے مشہور عیسائی گلوکار یوسف اسلام (کیٹ اسٹون) نے موسیقی ترک کر کے اسلام قبول کرلیا ہے وہ آج کل اسلامی اسکالرز کی کتابوں کا مطالعہ کررہے ہیں ان کے والدین یونان سے تعلق رکھتے تھے اور عیسائی تھے۔ یوسف اسلام نے اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایا کہ ۱۹۸۱ء میں لندن میں ہونے والے میوزیکل شو کے موقع پر ایک بک اسٹال سے ان کو اسلامی معلومات سے متعلق ایک کتاب ملی جس کے مطالعہ کے بعد ان کی زندگی بدل گئی اور انہوں نے سچے دل سے خدا اور اس کے احکامات کو تسلیم کر کے اسلام قبول کرلیا۔ یوسف اسلام کا کہنا ہے کہ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو انسانی رواداری کی تلقین کرتا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام قبول کر کے ان کے دل کو سکون و راحت حاصل ہوئی ہے جب کہ اس سے قبل موسیقی سے وہ سکون حاصل نہ ہوسکا جس کی تلاش میں وہ برابر رہے۔

ایک اہم تاریخی واقعہ:

چھٹی صدی ہجری میں تاتاری اپنے علاقوں سے نکل کر ترکستان سے لے کر سارے وسط ایشیا تک چھاگئے، منگولیا کے یہ وحشی قبائل جو جنگلی جانوروں کا گوشت کھاتے تھے اور لباس کے طور پر ان کی کھال اوڑھ لیتے تھے اسلامی دنیا پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ بے شمار مسلمانوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا اور بڑے بڑے متمدن شہروں کو خاکستر بنا ڈالا۔ اس زمانے میں تاتاریوں کا رعب اس قدر طاری تھا کہ ایک نہتا تاتاری راستہ میں ایک مسلمان کو پکڑتا اور کہتا کہ یہیں ٹھہرو میں گھر سے ہتھیار لے کر آتا ہوں تو تم کو قتل

کردوں گا وہ تلوار لینے چلا جاتا اور مسلمان کو یہ ہمت نہ ہوتی کہ وہاں سے بھاگ جائے۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ایک ایک تاتاری سو سو مسلمانوں کو اس طرح ہنکا کر لے جاتا تھا جس طرح چرواہا ریوڑ کو ہنکا کر لے جاتا ہے۔ ان کی قوت اس قدر ناقابل تسخیر سمجھی جانے لگی کہ یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا اگر تم سنو کہ تاتاری شکست کھا گئے تو اس خبر پر یقین نہ کرنا مگر یہی ناقابل تسخیر سیلاب صرف ایک کلمہ ایمان سے فرو ہو گیا تاتاریوں نے علماء و محدثین کی ایک جماعت کو قراقرم میں بے دخل کر دیا تھا انہیں میں ایک باخدا بزرگ شیخ جمال الدین بھی تھے یہ بزرگ کاشغر سے دو سو کلومیٹر دور بجانب مشرق ''آقا سو'' کی آبادی میں سفر کر رہے تھے، انہیں دنوں اتفاق سے ایک تاتاری شہزادہ تغلق تیمور خان یہاں شکار کے لیے آیا ہوا تھا، اس کا حکم تھا کہ رعیت کے تمام لوگ اس کے ساتھ شکار میں شریک ہوں چناں چہ علاقہ کی پوری آبادی اس کے ہم رکاب تھی، یکایک اس کی نظر شیخ جمال الدین اور ان کے رفیق پر پڑی جو ایک گوشہ میں بیٹھے آرام کر رہے تھے۔ تیمور نے حکم دیا کہ انہیں اس کے سامنے حاضر کیا جائے۔ میرا حکم ہے کہ ساری رعایا میرے ساتھ چلے پھر تم میرے حکم کے خلاف یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ خان نے غصہ میں کہا، ہم پردیسی ہیں اور ہمیں آپ کے حکم کا بالکل علم نہ تھا۔ شیخ نے جواب دیا۔ اس عذر کو سننے کے بعد خان نے انہیں چھوڑ دیا، مگر اپنے ایک شکاری کتے جسے وہ خنزیر کا گوشت کھلا رہا تھا کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا ''او بڈھے! بتا کہ تو اس کتے سے اچھا ہے یا کتا تجھ سے اچھا ہے؟ شیخ نے جواب دیا اگر مجھ میں ایمان ہے تو میں اچھا ہوں ورنہ کتا مجھ سے اچھا ہے۔ یہ جواب تاتاری شہزادہ کے دل پر اثر کر گیا اس نے ایک امیر کو حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے میرے خیمے میں لے آؤ شیخ جمال الدین جب تغلق تیمور کے خیمے میں آئے تو اس نے پوچھا ''کہ وہ کیا چیز ہے جو انسان کو کتے سے بہتر بناتی ہے؟'' ''اسلام'' اور پھر اسلام کی حقیقت اس طرح بیان کی جسے سن کر وہ بے اختیار رونے لگا۔ آخر میں اس نے کہا ابھی میرے اختیارات محدود ہیں جب میں تخت پر بیٹھوں اس وقت ضرور میرے پاس آنا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت میں مسلمان ہو جاؤں گا، شیخ جمال الدین نے واپس آ کر اپنے بیٹے ارشد الدین کو سارا قصہ سنایا اور ان کو وصیت کی کہ اگر میں تغلق تیمور خان کی مسند نشینی سے پہلے مر جاؤں تو اس سے مل کر قبول اسلام کا

قصہ ضرور یاد دلا دینا۔ اس وصیت کے کچھ ہی دن بعد شیخ جمال الدین کا انتقال ہو گیا۔

۱۳۴۷ء میں امرائے دولت کے مشترکہ فیصلہ کے تحت تغلق تیمور کو منگولستان (منگولیا) کا خاقان تجویز کیا گیا اور وہ بڑے کروفر کے ساتھ حکومت کے تخت پر بیٹھا شیخ ارشد الدین یہ خبر سنتے ہی پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گئے مگر کئی روز تک خاقان کے دربار تک رسائی نہ ہو سکی آپ ہر روز صبح کے وقت خاقان کے خیمہ کے قریب پہنچ جاتے اور پو پھٹتے ہی اس رقت سے اذان دیتے کہ ساری وادی گونج اٹھتی آخر ایک دن جب کہ خاقان کی نیندان کی اذان کی آواز سے اچاٹ ہو گئی تھی اس نے حکم دیا کہ اس بے ادب شخص کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔

پیش ہونے پر خاقان تغلق تیمور نے پوچھا کہ ''تم کون ہو جو ہر روز منہ اندھیرے آ کر ہمارے خیمہ کے پاس چلانے لگتے ہو؟'' ''میں اس شخص کا بیٹا ہوں'' شیخ ارشد الدین نے کہنا شروع کیا جسے آپ نے ایک موقع پر اسلام قبول کرنے کا قول دیا تھا۔ میرے باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور اب میں مرحوم کی وصیت کے مطابق آپ کو یاد دلانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

تغلق تیمور خان کو اپنا وعدہ یاد آ گیا بستر سے اٹھ کر مسند پر آ بیٹھا اور شیخ کو پوری عقیدت کے ساتھ اپنے پہلو میں جگہ دی اس کے بعد کہا: ''میں تخت نشینی کے وقت سے آپ کا منتظر ہوں اب آپ آ گئے ہیں تو بتایئے میں کیا کروں شیخ نے تغلق تیمور خان کو غسل کرنے کے لیے کہا، پھر کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کیا۔ اب شیخ کے مشورہ کے مطابق خاقان نے منگولستان میں اسلام کی اشاعت شروع کی پہلے اس نے ایک ایک امیر کو الگ الگ بلا کر دین حق کی دعوت دی اس طرح بہت سے امیر مسلمان ہو گئے آخر میں جب امیر جبراس کو دعوت دی گئی تو اس نے بڑی نازک صورت پیدا کر دی، اس نے یہ شرط پیش کی کہ اگر شیخ راشد الدین میرے پہلوان ساتشنے بقا کو کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ خاقان نے ہر چند اس شرط کو ختم کرنا چاہا مگر امیر راضی نہیں ہوتا تھا۔ اس اثناء میں شیخ ارشد الدین کھڑے ہو گئے اور کہا:

''مجھے امیر کی شرط منظور ہے''

ان الفاظ کو سنتے ہی خاقان کے دربار میں سناٹا چھا گیا امیر جبراس خوشی سے اچھل

پڑا۔ دوسری طرف خاقان کا دل بجھ گیا۔ ساتشنے بقا ایک انتہائی قوی اور زورآور پہلوان تھا۔ خاقان نے سوچا کہ شیخ کو چونکہ اس کی بابت کچھ علم نہیں ہے اس لیے انہوں نے شرط منظور کرلی ہے۔ حالاں کہ ان جیسا کمزور آدمی کبھی بھی اس دیوہیکل پہلوان کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے گا اور اس طرح ان کی شکست سے اسلام کو شکست ہوجائے گی۔

مگر شیخ ارشد الدین بھری مجلس میں الفاظ ہار چکے تھے۔ اب خاقان کے لیے رضامندی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تھا۔ ملک کے تمام طول وعرض میں ساتشنے بقا اور شیخ ارشد الدین کی کشتی کا اعلان کردیا گیا۔ امیر جبر نے اس دنگل کے اشتہار میں اپنی زیادہ سے زیادہ طاقت صرف کردی۔ ایک بہت بڑا مقام اس کشتی کے لیے تجویز ہوا۔ کشتی سے کئی دن پہلے خاقان کا صدر مقام ہجوم خلائق سے بھر گیا۔ تمام امرا آئے اور تمام گورنر اور تمام عہدے دار آئے۔ ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہوگئے اور خود امیر جبر اس بڑی شان کے ساتھ میدان میں آیا کہ منگولستان کا سب سے بڑا پہلوان ساتشنے بقا بھی اس کے ساتھ تھا۔

شاہی نقارے پر چوٹ پڑی اور لوگوں نے دیکھا کہ امیر جبر اور اس کا پہلوان مست ہاتھی کی طرح کھڑا ہوا ہے۔ دوسری طرف سے ایک کمزور اور نحیف فقیر نکلا۔ تماشائیوں نے اپنی سانسیں روک لیں۔ مسلمان دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔ اب دونوں پہلوان ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئے تھے۔

دفعتاً شیخ ارشد الدین کے جسم میں حرکت ہوئی اور انہوں نے تیزی سے ایک ہاتھ اٹھا کر ساتشنی بقا کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ خدا کے حکم سے یہ قضا کا طمانچہ بن گیا۔ ساتشنے بقا اسی وقت زمین پر گرا اور فوراً مرگیا۔

مسلمانوں نے دیکھ کر اس قوت شدت سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ کفر واسلام کی کشتی خدا کے حکم سے ایک ہی لمحہ میں ختم ہوگئی، اس وقت جتنے بھی لوگ میدان میں جمع تھے سب خدا کے آگے جھک گئے، شام ہوتے ہوتے ایک لاکھ ساٹھ ہزار تاتاریوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس طرح ایک شخص کی ایمانی طاقت نے اس مہیب اور عظیم مسئلہ کو حل کردیا جس کو حل کرنے کے لیے تمام مادی تدبیریں ناکام ہوچکی تھیں۔ جب تاتاری مسلمان ہوگئے تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی کارروائیاں

بھی خود بخود ختم ہو گئیں۔

وحشی تاتاریوں کو فوج شکست نہ دے سکی مگر اسلام کی قوت نے انہیں جیت لیا۔ ہماری خود اپنی تاریخ یہ صفحہ ہمیں ایک عظیم سبق دیتا ہے وہ سب یہ ہے کہ ایک کمزور ترین آدمی بھی سخت ترین قوت کے مقابلہ میں بازی جیت سکتا ہے۔ مگر کب؟ اس وقت جب کہ اس کے اندر ایمان کی طاقت پیدا ہو جائے۔

باب نمبر:۲۱

موت کے منہ سے بچنے والوں کے واقعات

ماں کے پیٹ میں بچے کا آپریشن:

قدیم زمانے کے اطباء اس حقیقت سے واقف تھے کہ پیدائش سے پہلے، بچے کوئی بیماریاں ماں کے پیٹ ہی میں لگ جاتی ہیں۔ اس قسم کے بچے پیدائش کے بعد اکثر مر جاتے ہیں یا پھر جسمانی طور پر اپاہج اور معزور ہو جاتے ہیں، یوں عمر بھر کے لیے ماں باپ پر بوجھ رہتے ہیں۔ قبل از پیدائش بیماریوں میں پھیپھڑے اور پیشاب کے عارضے زیادہ ہیں۔

مغرب میں اس مسئلے پر طویل عرصے تک تحقیق ہوتی رہی ہے کہ بچے کو ماں کے پیٹ میں لگ جانے والی بیماریوں کا تدارک کس طرح کیا جائے؟ اب حال ہی میں ڈاکٹروں نے پہلا کامیاب آپریشن سرانجام دیا ہے جس میں رحم مادر سے چھ ماہ کے بچے کو نکالا گیا اور اس کے بیمار پھیپھڑے کا اپریشن کرنے کے بعد دوبارہ رحم مادر میں رکھ دیا گیا۔ تین ماہ کے بعد جب بچہ پیدا ہوا تو وہ بالکل صحت مند تھا اور اب اس کی عمر چھ ماہ ہو چکی ہے۔ اس تجربے سے طب کی دنیا میں ایک انقلاب آ گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ ایسے بچے جن کے پھیپھڑے رحم مادر ہی میں کسی بیماری سے اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کا سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے، موت کے منہ سے جانے سے بچائے جا سکیں گے۔ انشاء اللہ امریکی ڈاکٹروں نے اس تجربے کی تفصیلات حال ہی میں اخبارات کو جاری کی ہیں، اور اب برطانیہ میں اس کام کو مزید آگے بڑھایا جا رہا ہے۔

جب یہ آپریشن کیا گیا تو رحم مادر میں بچے کے پھیپھڑے میں ایک خطرناک قسم کی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی اور وہ فطری طور پر سانس نہیں لے سکتا تھا۔ اس وقت ماں کے پیٹ میں بچے کی ولادت کے مرحلے کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ اس کی لمبائی صرف آٹھ انچ تھی۔ اس کے دونوں پھیپھڑے بادام کی جسامت سے زیادہ بڑے نہیں تھے۔ بچے کی ماں کو

اچانک محسوس ہوا کہ اس کے رحم میں کوئی غیر معمولی عمل ہو رہا ہے اور اس کا ہونے والا بچہ شدت سے تکلیف میں ہے۔ اس نے فون پر ڈاکٹر کو بتایا لیکن وہ اس کی تشخیص نہ کر سکا۔ تاہم اسے اندازہ ہو گیا کہ بیماری ماں کو نہیں بلکہ اس کے ہونے والے بچے کو ہے، اور اگر بروقت علاج نہ کیا گیا تو بچہ اور زچہ کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ چناں چہ الٹر مائیکل ہیریسن کو بھیجا گیا۔ جس نے ابتدائی طبی معاملے میں معمولی سا وقت بھی ضائع نہ کیا اور والدین کی رضامندی سے آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا۔

ڈاکٹر ہیری سن نے کہا: ''مجھے یقین تھا کہ اگر آپریشن کو کامیاب کروں گا، اور خدا مجھے سرفراز کرے گا۔ اب میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس قسم کے آپریشن سے نہ ماں کو خطرہ ہے اور نہ بچے کو۔''

آپریشن کرنے والے ڈاکٹر ہیری سن نے فی الحال اس تجربے پر اپنی ابتدائی رپورٹ شائع کی ہے اور اب وہ اس پر ایک تفصیلی تحقیقاتی مقالہ لکھ رہے ہیں تاکہ دنیا کے دوسرے ڈاکٹران کے اس تجربے سے استفادہ کر سکیں۔ لندن کے ڈاکٹر کیپراس نکولائیڈ نے ڈاکٹر ہیری سن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا، ''انہوں نے ناقابلِ یقین بات کو قابلِ عمل کر دکھایا ہے۔ اس سے قبل نومولود بچے کو رحمِ مادر سے نکالنا ماں کی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا اور کوئی ماہر ڈاکٹر اس کی جرات نہیں کر سکتا تھا، لیکن اب تحقیق کے لیے ایک نیا دروازہ کھل گیا ہے اور میں خود لندن میں اس تکنیک پر تجربات کر رہا ہوں۔'' اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی بیماری بارہ سو بچوں میں سے ایک کو لاحق ہوتی ہے اور یہ تاحال ناقابلِ علاج سمجھی جاتی تھی۔

واضح رہے کہ آپریشن کے وقت ماں کے علاوہ رحمِ مادر میں پلنے والے بچے کو بھی بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ پھر ماں کا ''سیزیرین آپریشن'' کر کے بچے کا بایاں بازو اور چھاتی باہر نکالی گئی، اور سرجن نے ایک مخصوص درجہ حرارت کے آپریشن روم میں کی گئی جو رحمِ مادر کے درجہ حرارت کے برابر تھی اور ضائع شدہ مائعات کی کمی بھی رحمِ مادر کے مشابہ مائعات سے پوری کر دی گئی۔

اس تجربے پر ڈاکٹر ہیری سن اور ان کے رفقاء دس برس تک کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے سات دفعہ ناکامی کا سامنا کیا، لیکن آٹھویں کوشش بالآخر کامیابی سے ہمکنار

ہوئی۔ سابقہ تجربوں میں انہوں نے نومولود بچے کی پیشاب کی رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس بیماری میں رحم مادر سے بہت کم وقت کے لیے بچہ باہر رکھنا پڑتا ہے۔

اس تجربے کے بعد مغرب میں رحم مادر سے باہر بچے کے اس آپریشن پر ایک طویل بحث شروع ہوگئی ہے۔

بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اس میں ماں کی زندگی کو زیادہ خطرات لاحق ہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اس قسم کا آپریشن غیر اخلاقی اور خلاف فطرت ہے۔ ڈاکٹر ہارنز نے خیال ظاہر کیا کہ حمل ساقط کرادینے یا معزور بچہ پیدا کرنے کے بجائے یہ ایک بہتر عمل ہے جو والدین کی باہم رضامندی سے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔،، ایک اور طبقے کا خیال ہے: "اس قسم کی بیماریوں میں بچے کا جو آپریشن رحم مادر میں کیا جاتا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتا تھا۔،، اس ساری بحث کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ڈاکٹر ہیری سن کے تجربے کو پوری دنیا میں حیرت اور استعجاب سے دیکھا جارہا ہے۔

اس آپریشن کے سلسلے میں ڈاکٹر ہیری سن کے ساتھ اخبار نویسوں نے جو گفتگو کی، اس کا اجمال حسب ذیل ہے:

سوال: ڈاکٹر ہیریسن! کیا ماں کے پیٹ میں بچے کا آپریشن پہلی دفعہ کیا گیا ہے؟

جواب: دراصل ہمیں یہ سوال عرصے سے ستا رہا تھا کہ اگر بچے کو ولادت کے عرصے میں کوئی بیماری لگ جائے تو اس کا علاج کس طرح کیا جائے؟ اس سے قبل رحم مادر میں بچوں پر آپریشن کے تجربات کیے جاچکے ہیں۔ ہم نے پیدا ہونے والے بچے کو رحم مادر سے باہر نکال کر آپریشن کرنے کا تجربہ کیا ہے۔

سوال: رحم مادر میں کتنے ماہ کے بچے کا کامیاب آپریشن ہوچکا ہے؟

جواب: امریکی ہسپتالوں میں ۱۶ ہفتوں کی حاملہ عورت کے بچے پر رحم مادر میں کامیاب آپریشن ہوچکا ہے۔ اس تکنیک پر کوئین چارلیٹ ہسپتال لندن میں بھی عمل ہورہا ہے۔

سوال: کیا آپ اس تکنیک کی وضاحت کریں گے؟

جواب: تکنیک یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں ایک بڑی سوئی داخل کی جاتی ہے، جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے۔ اس سوئی کے داخلی خلا سے بہت نازک اوزار بچے کے جسم کے جس حصے کا آپریشن کرنا ہوتا ہے، اس سے کیا جاتا ہے۔

برطانوی سرجنوں کا کارنامہ...... کٹے ہوئے ہاتھ کو جوڑ دیا:

برطانیہ میں گزشتہ سرجری کا ایک حیرت انگیز آپریشن انجام دیا گیا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میڈیکل میں سرجری کس حد تک ترقی کر گئی ہے۔ اس سے قبل چین میں بھی ایک ایسا ہی آپریشن کیا گیا جس میں کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا گیا تھا۔ حالیہ آپریشن میں بھی سرجنوں نے ۱۲ گھنٹے کے طویل آپریشن کی بعد ایک سارجنٹ کا کلائی سے کٹا ہوا ہاتھ دوبارہ جوڑ دیا۔ ایک مجرم نے تلوار کا وار کر کے اس کانسٹیبل کا کلائی سے ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ گزشتہ دنوں جب سارجنٹ باب وِنڈو نے بتایا کہ وہ اپنی انگلیوں کو حرکت دے سکتا ہے تو تمام سرجن خوشی سے چلا اٹھے۔

سارجنٹ ونڈو پر جب اس مجرم نے وار کیا تو اس کی کلائی سے ہاتھ بالکل کٹ گیا اور صرف ایک باریک سی شریان کے ذریعے سے جڑا ہوا تھا۔ اسے فوراً آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا، جہاں ڈاکٹروں نے آپریشن کیا، جس پر ۱۲ گھنٹے صرف ہو گئے۔ اس آپریشن میں سرجنوں کو کٹے ہاتھ اور کلائی کے درمیان شریانوں، ہڈیوں، انتہائی باریک رگوں، ریشوں اور دوسرا نظام نئے سرے سے استوار کرنا پڑا۔

ایک جگہ پر نئی ہڈی ڈالنی، نئی باریک شریانیں لگانا پڑیں اور خون کا بہاؤ بالکل اپنی رگوں میں بحال کرنا پڑا جہاں یہ پہلے تھیں۔ اگر ایک رگ بھی دوسری رگ سے ٹھیک طور پر نہ جڑتی یا خون کا بہاؤ ٹھیک نہ ہوتا تو ہاتھ پر سوجن ہو جاتی یا یہ حرکت نہ کر سکتا۔ لیکن سرجنوں نے انتہائی باریک شریانوں کو پھر سے جوڑا، ہڈیوں کو باہم ملایا اور اوپر کی جلد کے ریشوں اور خلیوں کی مرمت کی۔ پھر ہاتھ کی جلد کو اس طرح سے ٹانکے لگائے کہ یہ بالکل ایک دوسرے میں پیوست ہو گئی۔ آپریشن کی پیچیدگی کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ۶

سے زائد سرجنوں کی ٹیم نے مکمل ۱۲ گھنٹے لگا دیئے سرجنوں کا کہنا ہے کہ جب ہاتھ کے اندر شریانوں کا نظام مکمل طور پر بحال ہو جائے گا تو پھر یہ ہاتھ بالکل ٹھیک طور پر کام کرنے لگے گا اور سارجنٹ دوبارہ ڈرائیونگ کر سکے گا۔ (ماخوذ)

عام طور پر ہسپتالوں میں جانا پسند نہیں کرتے اور سرطان کے مریض کی حیثیت میں جانا تو اور بھی مایوس کن ہوتا ہے۔ ذہن صورت حال کو کسی طرح قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ زندگی کی امکانات اس قدر محدود ہوتے ہیں کہ یہ سارا تردّد بالکل بے کار لگتا ہے۔ دن بھر الیگزینڈر رسولزنتسن کی مشہور کہانی،، کینسر وارڈ'' میرے ذہن کو چھبتی رہی۔ اس وارڈ میں پڑے سارے مریض بظاہر کتنے تندرست معلوم ہوتے تھے۔ کسی بیماری کی علامات ان میں نہیں تھیں، لیکن اس کے باوجود ان میں سے ہر ایک میری طرح زندگی سے مایوس تھا۔ شاید اسی باعث ہسپتال کے سارے عملے کا رویہ غیر معمولی طور پر ہمدردانہ تھا۔ عام مریض کس قدر سور مچاتے اور کراہتے ہیں! اس کے برعکس سرطان کے مریض ایک پر اسرار قنوطیت کا شکار ہونے کے باوجود بظاہر پرسکون اور نارمل دکھائی دیتے ہیں، لیکن کوئی نہیں جانتا کہ ان میں سے کتنے بچیں گے اور کتنے حیرت انگیز سرعت سے موت کی وادی میں اتر جائیں گے؟

مگر سرطان کا وارڈ سب سے زیادہ حوصلہ پرور اور امید افزا بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں دس دس بارہ بارہ برس تک اس مہلک بیماری کا مقابلہ کرنے والے مریض بھی ملتے ہیں، جنہیں جدید علاج نے نارمل زندگی بسر کرنے کے مواقع عطا کئے اور وہ صرف وقفے وقفے سے معائنے کے لیے وہاں آ کر دوسروں کے لیے روحانی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔

کئی لوگ تحقیقی ہسپتالوں میں علاج کروانے سے کتراتے ہیں کہ انہیں تجربات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ میری رائے میں جب موت اس قدر قریب ہو تو کسی مریض کو ایسے تجربات پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہی مستقبل کے مریضوں کے لیے بہتر علاج معالجے کی بنیادیں فراہم کر جائے اور ان کی زندگی کے امکانات زیادہ روشن ہوں۔ جب مرنا ہی مقدر ٹھہرا تو کیوں نہ ہم جاتے جاتے دوسروں کے لیے جینا سہل کر جائیں۔

میرا روئے سخن خاص طور پر ان نام نہاد آزادی پسند امریکن عورتوں کی طرف ہے جو سینے کا آپریشن، عورت کو جسمانی طور پر کچلنے کے لیے امریکی مرد کی سازش قرار دیتی ہیں۔ مجھے اپنی بیماری کے سلسلے میں جو تجربات حاصل ہوئے، ان میں کہیں بھی کسی ایذا پسند سرجن سے واسطہ نہ پڑا، بلکہ سبھی سرجن (بلا لحاظ جنس) اس بات پر متفق پائے کہ سینے کے سرطان کی مریض خواتین کے لیے ابھی تک سینے کے مکمل آپریشن سے بہتر کوئی طریقہ علاج دریافت نہیں ہوا، اور اگر کچھ خواتین جذبات کی رو میں بہہ کر اس طریقہ علاج کو بھی عورت کے خلاف مرد کی ایک سازش قرار دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ تو وہ صریحاً گم کردہ راہ میں ہیں اور اپنی بہنوں کو قبل از وقت موت کی راہوں پر دھکیل رہی ہیں۔

سینے کا مکمل آپریشن عورت کو کچلنے کے لیے نہیں، بلکہ سینے کے سرطان کی صورت میں اسے دوبارہ زندگی عطا کرنے کی واحد کوشش ہے۔ مجھ سے زیادہ بہتر طور پر کون یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں سرطان کی مریضہ تھی، لیکن آج بھی میں زندہ ہوں۔

زم زم پی کر چار معزور ٹھیک ہوگئے:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آب زم زم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ صحن کعبہ شریف میں واقع اس کنویں کا پانی اگر پیاس بجھاتا ہے تو پیٹ بھر پینے سے یہ بھوک کا احساس بھی ختم کردیتا ہے۔ جلائے قلب کا سامان کرتا ہے تو بیماروں کو شفا بھی عطا کرتا ہے۔ اپاہج اسے پی کر نجات پا جاتے ہیں۔

''سعودی گزٹ'' مورخہ ۳/ مارچ ۱۹۸۹ء نے روزنامہ ''الندوہ'' کے حوالے سے بتایا ہے کہ حال ہی میں انگلستان میں بغرض عمرہ آنے والے معزور افراد میں سے تین معزور لڑکیاں اور ایک معزور شخص آب زم زم پی کر صحت یاب ہوگئے۔ ابوالاعلیٰ ٹورسٹ ایجنسی نے لندن کے معزوروں کے ایک اسکول کے ۳۰ اپاہج بچوں کے دورہ سعودی عرب کا اہتمام کیا تھا۔ ان میں ۹ سالہ ریحانہ محمد اعظم، ۱۰ سالہ رضیہ بیجوم اور ۱۲ سالہ ارم فاروق نامی تین لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ۶۰ سالہ احمد دین بھی معذوری کی زندگی سے نجات پاگئے۔ یہ چاروں پاکستانی نژاد برطانوی ہیں۔

ریحانہ کے والد انجینئر محمد اعظم نے روتے ہوئے بتایا کہ ریحانہ پیدائشی طور پر ایک

بالکل معزور بچی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں نے حرکت نہ کرتے تھے۔ خاص طور پر وہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں تک کو حرکت نہیں دے سکتی تھی۔ خوشی اور اطمینان کے آنسو بہاتے ہوئے محمد اعظم نے بتایا کہ اس نے لندن کا کوئی دواخانہ، ہسپتال اور ماہر خصوصی نہیں چھوڑا۔ سب نے اس کی بچی کے علاج سے مایوسی کا اظہار کیا۔ بالآخر خود انہوں نے بھی اسے اللہ کی رضا سمجھ کر صبر کرلیا۔

ریحانہ کے والد مزکورہ دورے میں اس کے ساتھ سب سے پہلے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچے۔ یہاں پہنچتے ہی انہوں نے اپنی معزور بچی کی نفسیاتی کیفیت میں ایک نمایاں تبدیلی کا مشاہدہ کیا۔ وہ بے حد خوش اور پر امید نظر آنے لگی۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حرم کعبہ میں حاضری کے لیے وہ خاصی بے چین تھی۔

مکہ مکرمہ پہنچ کران سب نے عمرہ ادا کیا اور پھر خوب آب زم زم پی کر اپنے ہوٹل آ گئے۔ ریحانہ کے والد نے ہوٹل آتے ہی اپنی لڑکی کی صحت میں نمایاں بہتری محسوس کی۔ چناں چہ عمرے کے اگلے ہی روز انہوں نے دیکھا کہ ریحانہ اس مرتبہ انگلیوں کو حرکت دینے کے قابل ہوگئی۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ شائد کوئی خواب دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بہت غور سے اپنی بیٹی کی انگلیوں کو دیکھا۔ وہ واقعی انہیں حرکت دی رہی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ رب کعبہ کے سامنے سربسجود ہوگئے۔

دوسری لڑکی رضیہ بیجوم کی بائیں آنکھ بے کار تھی، لیکن عمرے کی ادائیگی کے بعد اس نے محسوس کیا کہ وہ اپنی معزور آنکھ سے دیکھ سکتی ہے۔ اس نے یہ بات اپنے والدین کو نہیں بتائی۔ اگلے روز اس کی بینائی میں مزید اضافہ ہوا اور وہ زیادہ بہتر دیکھنے لگی۔ آخر اس نے اپنے والدین کو یہ خوشخبری سنادی۔

ارم فاروق ٹھیک طور پر بول نہیں سکتی تھی۔ اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی۔ عمرے کی ادائیگی کے بعد بھی اس کے لیے زبان سے دعائیں وغیرہ ادا کرنا بہت مشکل تھا، لیکن اس کے ادائیگی کے بعد روانی سے بولنے لگی۔

۶۰ سالہ احمد دین عمرہ ادا کرنے سے پہلے اپنے دائیں ہاتھ کے پیر کو حرکت دینے سے قاصر تھے، لیکن طواف وعمرہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے خوب آب زمزم پیا تو ان کے دائیں ہاتھ اور پاؤں میں حرکت آ گئی۔

لندن سے عمرہ ادا کرنے کے لیے آنے والے ان معزوروں کے ساتھ آئے ہوئے ماہر نفسیات ڈاکٹر اے۔اے۔خان کے مطابق اللہ کی قدرت کے ان کرشموں پر وہ خود حیران ہیں تاہم ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔سائنس بے شک بہت ترقی کرگئی ہے،لیکن وہ قدرت الٰہی اور تبدیلی تقدیر کی کوئی وضاحت نہیں کرسکتی۔

ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم یوتھ کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حدیث دوہرائی کہ: (آب) زم زم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے'' اور اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

ایک مراکشی خاتون کے پورے بدن میں سرطان سرایت کرگیا تھا اور معالجین نے اسے ناقابل علاج قرار دے دیا تھا،لیکن مسجد الحرام میں پہنچ کر اس نے جوں ہی زمزم پیا وہ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئی۔

ڈاکٹر اسے زندہ دیکھ کر حیران رہ گئے!:

دنیا بہت ترقی کرگئی ہے،سائنس اپنے عروج پر ہے۔میڈیکل سائنس نے بڑے معرکے سر کیے،سرجری اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔پلاسٹک سرجری متعارف ہوچکی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم اب بھی جدید سائنس کو روشنی دکھا رہی ہے۔طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہماری جدید ترین میڈیکل سائنس کو انگلی پکڑ کر چلا رہی ہے؟اس کا مظاہرہ حال ہی میں جہلم میں ہوا ہے۔

جہلم کی ایک خاتون امتیاز بیگم عمر تقریباً پچاس سال،لاہور میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے،جو میو ہسپتال میں ڈرائیور ہے۔اس خاتون کو ایک خاص قسم کی الرجی ہوگئی،جس کے نتیجے میں اس کا جسم پھوڑوں سے بھر گیا۔پھوڑے بھی ایسے خوفناک کہ پون انچ گہرے اور نصف انچ چوڑے۔سارے جسم پر پھیلے ہوئے ان پھوڑوں میں پیپ بھری ہوئی تھی۔نہ لیٹ سکے،نہ بیٹھ سکے اور نہ کپڑے تبدیل کرسکے۔جسم کو ایک چادر میں لپیٹے رکھتی تھی۔

لاہور کے مشہور ومعروف ماہرین امراض جلد نے بے بسی کا اظہار کردیا کہ اب اس

مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یوں یہ خاتون موت سے ہمکنار ہونے کے لیے آ گئی تاکہ اپنے بچوں کے درمیان دم دے دے، تو ان کو بھی کچھ تسلی ہو جائے۔

خوش قسمتی سے جہلم میں چند ڈاکٹروں نے مل کر ایک پرائیویٹ ہسپتال کھول رکھا ہے جس کے کرتا دھرتا میجر ڈاکٹر یوسف اور کیپٹن ڈاکٹر زمرد بیگ ہے۔ ان لوگوں نے یہاں ہسپتال کا پورا ماحول پیدا کر رکھا ہے اور دن رات علاج معالجہ، آپریشن وغیرہ جاری رکھتے ہیں۔ اس خاتون کی خوش قسمتی کہ اس کا میاں اسے اس ہسپتال میں لے آیا۔ ڈاکٹروں نے دیکھا بھالا، معائنہ کیا اور اس خیال سے کہ مریضہ آنے والی موت کو پہلے ہی ذہنی طور پر قبول کر چکی ہے، انہوں نے ایک نیا تجربہ کرنے کا ارادہ کیا۔ خاتون کو ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ میجر ڈاکٹر یوسف صاحب کو طلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شغف ہے۔ انہوں نے کیپٹن ڈاکٹر زمرد بیگ، صلاح الدین اور ڈاکٹر امتیاز سے صلاح مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ خاتون کا علاج طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کیا جائے۔

چناں چہ مریضہ کے جسم پر شہد اور روغن زیتون کے آمیزے کی لپائی کی گئی۔ یہ ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ یہ آمیزہ رستے ہوئے پھوڑوں پر لگتا تو مریضہ کو تکلیف ہوتی لیکن مرتی کیا نہ کرتی! وہ ڈاکٹروں کی رہنمائی میں موت پنجہ آزمائی کرنے لگی۔

کچھ عرصہ بعد مریضہ نے افاقہ محسوس کیا۔ اس موقعہ پر ان قابل احترام ڈاکٹروں سے ایک تاریخی غلطی ہو گئی کہ رستے ہوئے ناگوار پھوڑوں کی تصویر نہ لی جا سکی جو، کہ طبی دنیا کے لیے بے مثال ریکارڈ تھا۔

روغن زیتون اور شہد کا علاج جاری رہا اور کم و بیش تین ماہ کے عرصہ میں یہ رستے پھوڑے مکمل طور پر بھر گئے، جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ مکمل صحت کے بعد ان زندہ دل معالجوں نے امتیاز بیگم کو سرخ لباس پہنا کر لاہور بھیجا۔ وہاں کے ماہر امراض جلد نے امتیاز بیگم کو دیکھا تو اسے زندہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر جب انہیں علاج کی تفصیل بتائی گئی تو وہ مسلمان ہونے کے ناطے طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال پر تو پہلے ہی یقین رکھتے تھے لیکن اس تازہ واقعہ نے ان سب کو حیران کر دیا۔

یہ واقعہ روشنی کی ایک ایسی کرن ہے جس کی چمک ہم گمراہ مسلمان اکثر نظر انداز کیے

رکھتے ہیں۔ امریکہ میں اب ایسے ادارے قائم ہو چکے ہیں جو قرآن وحدیث پر کمپیوٹر کے ذریعے سے ریسرچ کررہے ہیں اوران کی حیرانی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیڑھ ہزار سال پہلے کہی ہوئی باتیں سائنس کی ہر میزان اور کسوٹی پر نہ صرف پوری اتر رہی ہیں، بلکہ وہ لوگ جو تحقیقات کررہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب کے معجزات کی سچائی دیکھ کر دنگ رہ گئے ہیں۔

باب نمبر: ۲۲
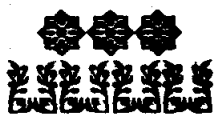
مجاہدین کے ساتھ اللہ کی مدد کے سچے واقعات

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے:

ان نا قابل یقین واقعات کا تزکرہ جو افغان جہاد میں دیکھے اور سنے گئے:

اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اصول ہمیشہ کے لیے ہوا کرتے ہیں اور زمانوں کی مناسبت سے تبدیل نہیں ہوتے۔ اگر قرون اولیٰ کے مجاہدین کی مدد فرشتوں کے ذریعہ ہوتی تھی تو آج بھی اگر کسی جگہ مجاہدین اللہ کی مقرر کردہ شرائط پوری کردیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کو بھی یقیناً اپنے فرشتے بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال میں فرماتے ہیں، اگر تم میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم ہوں گے تو وہ دوسو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور جب افغان مجاہدین نے روس کے ہوائی جہازوں، ٹینکوں اور جدید ترین اسلحہ سے لیس فوج کے سامنے ثابت قدمی دکھادی تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں روسی کافروں پر غالب کردیا۔ یہاں تک کہ روس کے انتہائی تربیت یافتہ وحشی اور خونی فوجی دستے سپٹناز جس کا نام سن کر ہی یورپ میں لوگوں پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے وہ بھی افغانستان میں عبرتناک شکست سے دوچار ہوگئے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ افغان ہر حالت میں ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر نہ آنے والے راستوں سے مدد کی۔ سورۃ توبہ میں جنگ حنین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مسلمانو! اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ......اور مدد کو ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہ آتے تھے۔"

(آیات ۲۵ تا ۲۷)

سرزمین افغانستان میں بھی اللہ تعالیٰ نے نظر نہ آنے والے لشکروں سے مجاہدین کی مدد کی اور وہاں ایسی ایسی کرامات دیکھنے میں آئیں کہ عقل حیران رہ گئی۔ جہاد افغانستان

کی کامیابی اور روسیوں کی شکست بھی ایک معجزہ ہے اور ابھی تک بہت سوں کے لیے ایک ناقابل یقین حقیقت بھی۔ سابق صدر شہید ضیاء الحق اکثر کہا کرتے تھے کہ افغانستان سے روسی فوج کی واپسی بیسویں صدی کا معجزہ ہوگی انہیں اس معجزہ کے رونما ہونے کا بھی پورا پورا یقین تھا اس لیے وہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ معجزہ انشاء اللہ بہت جلد رونما ہونے والا ہے۔ افغانستان میں جہاں افغان مجاہدین نے ناقابل یقین بہادری اور استقامت کی مثالیں قائم کی ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی ایسے ہی مدد کی۔ جس طرح بدر اور حنین میں کی تھی۔ میں متعدد بار افغانستان گیا اور مجاہدین سے کئی ایمان افروز واقعات سنے۔ میں ان واقعات کو لکھنے سے کتراتا رہا کہ مبادا قارئین مجھے ایک کمزور عقیدہ رکھنے والا تو ہم پرست نہ کہنے لگیں۔ میں نے ایک دفعہ اپنے اس خدشہ کا اظہار مدیر،، آئین،، جناب مظفر بیگ صاحب سے کیا تو انہوں نے کہا کہ افغانستان میں روس کی شکست سے بڑا ناقابل یقین واقعہ اور کیا ہوگا اس لیے افغانستان میں سب کچھ ممکن ہے۔ میں نے جو ایمان افروز واقعات سنے تھے ان میں سے کچھ کا انتخاب کیا ہے اور وہ آج آپ کو سنا رہا ہوں۔

دشمنوں کے ذریعہ اللہ کی مدد کا مشاہدہ:

بنی اسرائیل کے تین افراد کا واقعہ تو آپ نے یقیناً پڑھا یا سنا ہوگا کہ جب وہ ایک غار میں پھنس گئے اور غار کا منہ بند ہو گیا تو ان تینوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو غار کا منہ کھل گیا۔ اس سے ملتا جلتا ایمان افروز واقعہ اپریل ۱۹۸۶ کی لڑائی میں صوبہ پکتیا میں مجاہدین کے ژاور مرکز میں پیش آیا۔

ژاور مرکز پر روس کی بہت بڑی فوج نے حملہ کر دیا اور مرکز کے تین اطراف کمانڈوز اتار دیئے گئے۔ مرکز پر درجنوں طیارے بمباری کر رہے تھے۔ ہزار ہزار پونڈ کے بم گرائے جا رہے تھے اور ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے جہاز میں سے جہاز نکل رہے ہوں۔ مجاہدین بمباری سے بچنے کے لیے پہاڑ کے اندر کھودی گئی ایک غار میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ غار پچھلی طرف سے بند تھی۔

اب ژاور مرکز میں غاروں کو پچھلی طرف سے آپس میں ملا دیا گیا ہے تا کہ اگر کسی غار

کا منہ بند بھی ہو جائے تو پچھلے راستے سے نکلا جا سکے۔ ایک بہت بڑا بم غار کے منہ پر گرا اور پہاڑ کا ہزاروں ٹن ملبہ نیچے آ پڑا اور غار کا منہ بند ہو گیا (یاد رہے کہ یہ پہاڑ مٹی کا بنا ہوا تھا)۔ چالیس کے قریب مجاہدین ملبہ کے نیچے دب کر شہید ہو گئے اور باقی اندر پھنس گئے۔ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا بمباری بند ہونے کی بھی کوئی امید نہ تھی اور اگر بمباری بند بھی ہو جاتی تو غار کا منہ کھولنے کے لیے ہزاروں ٹن ملبہ کب مجاہدین ہٹا پاتے، اس وقت تک اندر پھنسے ہوئے مجاہدین سانس بند ہونے سے شہید ہو چکے ہوتے۔

غار کے اندر پھنسے ہوئے مجاہدین کو مرنے کا کوئی دکھ نہ تھا اس لیے وہ اللہ کی راہ میں مر رہے تھے۔ دکھ صرف اس بات کا تھا کہ وہ بے بسی کی موت مر رہے ہیں۔ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ مدد کے لیے دعا مانگی یہ تمام مجاہدین دنیا کی نگاہوں سے اوجھل تھے ایک تاریک غار میں بند تھے لیکن دیکھنے والا تو انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے دلوں کا حال بھی جانتا تھا اور ان کی درخواست بھی سن رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کی دعا کو بہت جلد شرف قبولیت بخشا اور غار کا منہ کھل گیا۔

ہوا یہ کہ دشمن کے طیارے مسلسل بمباری کر رہے تھے روسیوں کی کوشش یہ تھی کہ مرکز میں کوئی متنفس زندہ باقی نہ رہے تاکہ کوئی ان کے کمانڈوز کا راستہ روکنے والا نہ ہو۔ اسی کوشش میں ان طیاروں سے مزید بم اسی غار کے منہ پر پڑے ہوئے ملبہ پر گرے اور ان کے پھٹنے سے ملبہ دور دور تک بکھر گیا اور غار کا منہ کھل گیا۔ اللہ نے اپنے بندوں کو آزاد کرنے کا کام ان کے دشمنوں ہی سے لے لیا۔

ژاور مرکز پر اپریل ۱۹۸۶ء کی لڑائی میں دشمن نے قبضہ کر لیا تھا اگرچہ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ قبضہ برقرار نہ رکھ سکا مگر جانے سے پہلے پورے مرکز میں بارودی سرنگیں بچھا گیا۔ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا اور مجاہدین ابھی تک بارودی سرنگوں کی صفائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ پہاڑ کے دامن میں ملبہ کے نیچے انہیں ایک شہید کی لاش ملی۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد بھی لاش بالکل تازہ تھی اور خون اسی طرح بہ رہا تھا جیسے تازہ دم شہید ہونے والے کے جسم سے بہتا ہے۔ اس کے جسم سے ایک عجیب وغریب خوشبو نکل رہی تھی۔ اس واقعہ کے راوی ہیں مجاہد خان ولی جنہوں نے یہ واقعہ مجھے جون ۱۹۸۶ء میں بتایا۔

بارش نے بارودی سرنگیں صاف کر دیں:

یہ واقعہ ۱۹۸۲ء کا ہے اور اس کا راوی بھی مجاہد خان ولی ہے۔ مجاہد خان ولی صوبہ پکتیا کی تحصیل وزی کے ایک گاؤں رجی خیل کا رہنے والا ہے اور داؤد کے آخری زمانہ سے جہاد میں شریک ہے۔ وہ بتاتا ہے:

ڈبگئ صوبہ پکتیا میں ایک قلعہ تھا۔ دشمن کا ایک اہم فوجی کیمپ اور تھانہ بھی تھا۔ مجاہدین نے اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور دشمن کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ گوریلا جنگ میں تیز نقل و حرکت بہت اہم چیز ہوتی ہے۔ اس نقل و حرکت کو کم کرنے کے لیے دشمن مجاہدین کے راستوں پر بارودی سرنگیں بچھا دیتا تھا۔ بارودی سرنگیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ٹینک شکن بھی اور اینٹی پرسنل کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک امبریلا مائنز ہوتی ہیں جو ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ گرائی جاتی ہیں امبریلا (چھتری) کی وجہ سے گراتے وقت تو نہیں پھٹیں مگر جونہی ان پر کسی کا پاؤں پڑتا ہے تو پھٹ جاتی ہیں اور آدمی کو ہلاک یا شدید زخمی کر دیتی ہیں۔ ڈبگئ کے علاقہ میں بھی ۱۹۸۲ء میں دشمن نے ایسی ہی بارودی سرنگیں بہت بڑی تعداد میں مجاہدین کی مراکز کے ارد گرد اور راستوں پر گرا دیں۔ بارودی سرنگیں اپنی شکل اور رنگ میں بالکل پتھر کے ٹکڑوں سے ملتی تھیں اور راہ چلتے ہوئے کو ان کی شناخت بہت مشکل تھی۔ کئی مجاہدین ان بارودی سرنگوں سے شدید زخمی ہو گئے اور مجاہدین کی نقل و حرکت محدود ہو کے رہ گئی۔ مجاہدین بہت پریشان ہو گئے۔ وسیع و عریض علاقے سے ان سرنگوں کی صفائی بہت بڑا مسئلہ تھا۔ جنگ کی صورتحال فوری اور تیز اقدام کا تقاضا کر رہی تھی۔ لیکن مجاہدین تو قدم تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کی صفائی کیسے کی جائے۔ کمانڈر جلال الدین حقانی نے یہ صورتحال دیکھ کر مجاہدین کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کے حضور مدد کے لیے دعا مانگی۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بھیج دیا جو زبردست طوفان بن کر آئے۔ بڑے بڑے اولے بارش کی طرح برسنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا علاقہ بارودی سرنگوں سے صاف ہو گیا۔

روسیوں کی بارودی سرنگیں ناکارہ ہو گئیں:

پچھلے واقعہ سے بھی زیادہ ناقابل یقین اور ایمان افروز واقعہ صوبہ کاپیسا کے علاقے

وادی پنج شیر میں پیش آیا۔ یہ وہی وادی پنج شیر ہے جس نے اپنے مایہ ناز کمانڈر انجینئر احمد شاہ مسعود کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء کے آخر میں ایک مرحلہ ایسا آیا کہ روس کے فوجی دستوں نے وادی پنج شیر کی کئی اہم پہاڑی چوٹیوں پر قبضہ کرلیا۔ یہ قبضہ عارضی ثابت ہوا۔ روسی دستوں کو مجاہدین نے جلدی ہی ان علاقوں سے بھگا دیا مگر وہ جانے سے پہلے حسب عادت اینٹی پرسنل بارودی سرنگیں اور بہت بڑی تعداد میں بوبی ٹریپس پورے علاقے میں بچھا گئے۔ بارودی سرنگوں کو بارش اور پانی سے محفوظ بنانے کے لیے ان پر پلاسٹک کور بھی چڑھا دیا جاتا ہے۔ پلاسٹک اگر پھٹ جائے تو پانی اندر داخل ہوکر بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔ کئی مجاہدین ان بارودی سرنگوں سے زخمی ہوگئے۔ سردیوں کی وجہ سے مجاہدین نے بارودی سرنگوں کی صفائی کا کام معطل کردیا۔ جب ۱۹۸۴ء کے موسم بہار میں دوبارہ صفائی شروع کی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تمام بارودی سرنگیں ضائع ہوچکی ہیں اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے روسیوں کے اس جدید اسلحہ کو ناکارہ بنانے کا کام چوہوں سے لیا تھا۔ ہوا یوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جنگلی اور پہاڑی چوہوں نے اپنے تیز دانتوں سے تمام بارودی سرنگوں اور بوبی ٹریپس کا پلاسٹک کور اکھاڑ دیا اور پانی نے بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنا دیا۔ اس واقعہ نے مکہ میں ابابیلوں، نمرود کے ساتھ مچھروں اور نبی کریم کے غار ثور کے مکڑی والے واقعہ کی یاد تازہ کردی۔

روسیوں کے ٹینک اور بلڈوزر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے:

صوبہ وردک کے ۲۵ سالہ مجاہد محمد فاروق خان نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ گریجویٹ ہیں۔ نور محمد ترہ کئی کے زمانہ سے جہاد میں شریک ہیں اور جمعیت اسلامی افغانستان سے ان کا تنظیمی تعلق ہے۔ انہوں نے یہ واقعہ مجھے اس وقت بتایا جب میں ۱۵/اپریل ۱۹۸۸ء کو صوبہ پکتیا میں جمعیت اسلامی کے مرکز ''غنڈ حضرت علی'' میں تھا۔

محمد فاروق خان نے بتایا کہ صوبہ وردک میں شہدا کا ایک قبرستان ہے۔ روسی اس قبرستان کو ختم کر کے وہاں عمارتیں بنانا چاہتے تھے۔ قبرستان کو ختم کرنے کے لیے وہ ٹینکوں اور بلڈوزر کے ساتھ وہاں پہنچے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ان کے لیے ناقابل یقین تھا جونہی اگلا ٹینک قبرستان کی حدود میں داخل ہوا وہ خود بخود دو ٹکڑے ہوگیا۔

دوسرے ٹینک رک گئے۔ روسی اپنے ٹینک کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی بچوں کا کھلونا تھا جس پر کسی نے پاؤں رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا تھا اب انہوں نے اپنے بلڈوزر کو آگے بڑھایا اور ایک شہید کی قبر برابر کرنے لگے تو وہ بھی دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد روسی ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے۔

محمد فاروق خاں نے اپنے بھائی کا بھی واقعہ سنایا جو روسی ظلم و تشدد کا منہ بولتا شاہکار اور مجاہدین کی استقامت اور ایثار کا بھی ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔

فاروق خاں کے بڑے بھائی نجیب اللہ فوج میں لیفٹیننٹ تھے۔ ترہ کئی جب برسرِ اقتدار آیا تو نجیب اللہ کو اخوان المسلمین کا حامی ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاری کے بعد جیل میں ان پر تشدد کی انتہا کر دی گئی بجلی کے جھٹکے دینے سے لے کر پلاسوں سے اس کے ناخن اکھاڑے گئے اور آنکھوں میں مرچیں ڈالی گئیں لیکن اس مرد مجاہد کے حوصلہ میں پھر بھی فرق نہ آیا۔ اس نے مجاہدین کے خلاف روسیوں کا آلہ کار بننے سے انکار کر دیا تو اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر زمین پر لٹا دیا گیا اور پھر اس کے اوپر سے ٹینک گزار کر شہید کر دیا۔ یہ واقعہ قندھار چھاؤنی میں پیش آیا۔

کپڑے گولیوں سے چھلنی:

لاہور کی صحافت "زندہ معجزہ و ادب کی معروف شخصیت محترم منہاج الدین اصلاحی صاحب بیان کرتے ہیں میں پشاور میں حزب اسلامی کے دفتر میں مقیم تھا کہ وہاں ایک مجاہد آیا۔ اس کے کپڑے گولیوں سے چھلنی چھلنی ہو چکے تھے مگر مجاہد بالکل ٹھیک ٹھاک تھا میرے پوچھنے پر مجاہد نے بتایا کہ یہ سب اللہ کی مدد کی وجہ سے ہوا ورنہ کیسے ممکن ہے۔ کہ گولیاں لباس کو چھلنی کر دیں اور پہننے والے کو کوئی گولی چھو کر نہ جائے۔

دشمن آپس میں الجھ گئے:

ڈاکٹر احسان اللہ خاں ترین (میو ہسپتال) بیان کرتے ہیں کہ حاجی جلال الدین حقانی نے بتایا،، دشمن کی فوج نے ستی کنڈاؤ کو عبور کر کے زدران پر حملہ کر دیا تھا۔ ستی کنڈاؤ۔ یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں گردیز خوست روڈ میدانی علاقہ چھوڑ کر پہاڑوں میں

داخل ہو جاتی ہے یہ جگہ گردیز سے ۸۔۷ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ خوست گردیز روڈ کا کافی حصہ اوسمونائی نالہ (اور بعض لوگ اسے دریائے زدران بھی کہتے ہیں) کے ساتھ ساتھ ہے۔ ایک جگہ خوست گردیز روڈ نالے کو کراس کرتی ہے اور اس جگہ نالے پر پل بنا ہوا ہے) دشمن ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ مسلح تھا۔ حملہ بہت شدید تھا۔ ہم اسے زیادہ دیر نہ روک سکے اور وہ آگے بڑھتا رہا۔ جن مجاہدین کے پاس اسلحہ ختم ہو گیا تھا وہ واپس بستی میں چلے گئے۔ میرے ساتھ صرف ساٹھ مجاہدین رہ گئے ہم نے آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کیا مگر ہمارے پاس بھی اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

جس جگہ سڑک نالے کو کراس کرتی ہے اور پل بنا ہوا ہے وہاں قریب ہی ہم چھپے ہوئے تھے۔ میں نے مجاہدین کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور مدد کے لیے دعا مانگی۔ کنکریاں ہاتھ میں لیں اور دل ہی دل میں اللہ کے حضور گزارش کی کہ یا اللہ ہماری مدد کر اور ان کنکریوں کو ابابیل کی کنکریوں کی طرح دشمن کے لیے تباہ کن بنا دے۔ ان کنکریوں کی طرح جنہوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو بھوسہ بنا ڈالا تھا۔ آج ہاتھیوں کی جگہ ٹینک آگئے ہیں مگر اے اللہ اگر تو چاہے تو یہ کنکریاں ٹینک شکن گولوں میں بدل سکتی ہیں۔ یہ دعا کر کے میں نے کنکریاں دشمن کے ٹینکوں کی طرف پھینک دیں۔ جونہی میں نے کنکریاں پھینکیں ایک مجاہد جو پل کے قریب چھپا بیٹھا تھا اور ٹینک پل پر سے گزر رہا تھا، اس مجاہد نے پل پر دستی بم پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ ایک بکتر بند گاڑی کے قریب جا کر پھٹا گاڑی کے ڈرائیور نے سمجھا کے ٹینک شکن بارودی سرنگ پھٹی ہے گاڑی کو ہچکولے لگے اور وہ بد حواس ہو گیا۔ اس کی بدحواسی سے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں آپس میں ٹکرا کر گہرے نالے میں گرنے لگیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حملہ کرنے والے نے یہ سمجھا کہ مجاہدین کے بہت بڑے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، اس نے ہتھیار ڈال دیئے اس سے بڑی اللہ کی مدد کیا ہو سکتی تھی کہ تقریباً ۶۰ مجاہدین کے سامنے ۲۰۰۰ فوجی ہتھیا ڈالے کھڑے تھے۔

مجاہد نے دنیا میں جنت کو دیکھا اور شہید ہو گیا:

درج ذیل واقعہ کے راوی بھی ڈاکٹر احسان اللہ مرین صاحب ہیں۔ وہ ایک مجاہد عبدالحمید خاں کا تزکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

۳۰ سالہ باریش، سخت جسم کا مالک عبدالحمید صوبہ تخلان کا رہنے والا تھا۔فروری ۱۹۸۱ء میں میری اس سے میران شاہ میں ملاقات ہوئی۔افغانستان جانے کے لیے بطور ہمارے رہبر کے اس کی ذمہ داری لگی۔تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ وہ ایک دینی مدرسہ کا طالب علم تھا کہ کارمل فوجی اسے پکڑ کر لے گئے اور فوج میں جبری بھرتی کر لیا ۶ ماہ تک وہ ارگن چھاؤنی میں رہا۔مجاہدین اور کارمل فوج کے درمیان ایک جھڑپ کے دوران میں وہ فرار ہو کر مجاہدین سے آملا۔وہ ایک نیک، خوش اخلاق اور عبادت گزار نوجوان تھا جس سے ملنے والا ہر فرد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

اسی عبدالحمید کی شہادت کے بعد مولانا جلال الدین حقانی صاحب نے بتایا صبح کی نماز کے بعد عبدالحمید میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا کہ میں آج شہید ہو جاؤں گا۔کچھ باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔"میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا پچھلے چند دنوں سے جب بھی میں بیٹھتا ہوں تو مجھ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور جنت کے مناظر میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں اور آج مجھے ایسے لگا ہے کہ جیسے میں خود جنت کے اندر داخل ہو رہا ہوں۔"

اس کے بعد اس نے اپنے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) روپے جو اسے قلعہ نیک محمد کی فتح کے بعد بطور غنیمت ملے تھے مجھے دیتے ہوئے کہا "یہ ۱۴ ہزار روپے آپ رکھ لیں۔ان پیسوں کی میرے والدین کو کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں ان روپیوں کا گوشت خرید کر مجاہدین میں تقسیم کر دینا۔میری شہادت کے بعد میری بندوق فلاں مجاہد کو دے دینا، گھڑی فلاں مجاہد کو اور کپڑے فلاں فلاں لوگوں کو"اس کے بعد وہ چلا گیا۔

شام کو حملے کا پروگرام تھا حملے کے دوراں میں ایک بارودی سرنگ پر اس کا پاؤں پڑا اور وہ شہید ہو گیا۔اس کی شہادت محاذ ارگن پر اسی جگہ ہوئی جہاں سے وہ روسی فوج سے فرار ہو کر مجاہدین سے ملا تھا۔یہ واقعہ جنوری یا فروری ۱۹۸۴ء میں پیش آیا۔

وہ مجاہد آدھے جسم کے ساتھ ۲ گھنٹہ لڑتا رہا:

صوبہ پکتیا میں زدران کے علاقے میں فخری گاؤں ہے۔گاؤں کے مغرب میں پہاڑی کے اوپر شہیدوں کا قبرستان ہے۔اسی قبرستان میں صوبہ تخلان کی تحصیل نہرین

کے رہنے والے ایک تیس سالہ کمانڈر مولوی ظریف شہید کی قبر بھی ہے۔ مولوی ظریف شہید کی جرات و بہادری کی داستانیں اب بھی مجاہدین بڑی عقیدت و محبت سناتے ہیں۔ آپ ان کی زندگی کے آخری معرکے کی روداد سے اندازہ لگالیں کہ وہ کیسے مجاہد تھے اس معرکے میں جب وہ ٹینکوں کے ایک کانوائے کا مقابلہ کررہے تھے تو توپ کے ایک گولے سے ان کی چھاتی کا دایاں حصہ اور بازو مکمل طور پر علیحدہ ہوگیا۔ اس کے بعد بھی مولوی ظریف دو گھنٹے تک زندہ رہے اور ان دو گھنٹوں میں بھی وہ مجاہدین کی مکمل رہنمائی کرتے رہے اور انہوں نے محاذ سے پیچھے جانے سے انکار کردیا۔ دو گھنٹے کے اندر اندر ہی دشمن کو شکست فاش ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی مولوی ظریف کی روح بھی جنت کی طرف پرواز کرگئی۔ طب کی دنیا میں آدھے جسم کے علیحدہ ہوجانے کے بعد دو گھنٹے ہوش و حواس کے ساتھ زندہ رہنا معجزے سے کم نہیں۔ لیکن یہ معجزہ رونما ہوا اس لیے کہ ایک طرف اللہ مجاہدین کو فتح سے ہمکنار چاہتا تھا دوسری طرف وہ اپنے مخلص بندے کو اس کے ساتھیوں کی فتح دکھا دینا چاہتا تھا۔

غیبی اسلحہ کی مدد:

صوبہ پکتیکا میں ہم ایک ٹرالی میں سفر کررہے تھے۔ ٹرالی میں راکٹ لانچر کے گولے بھی پڑے ہوئے تھے۔ علاقہ میدانی تھا اور دشمن نے ہمارے راستے میں گھات لگائی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی دشمن نے ہم پر فائرنگ شروع کردی۔ حملہ اچانک تھا۔ اس کے باوجود ہم ٹرالی سے چھلانگیں لگا کر زمین پر لیٹنے میں کامیاب ہوگئے۔ ٹرالی پر پڑے ہوئے گولہ بارود کے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

''مولانا جلال الدین حقانی چند مجاہدین کے ہمراہ ایک مسجد میں موجود تھے۔ کہ ایک ٹینک اور چند بکتر بند گاڑیوں نے مسجد کا محاصرہ کرلیا، مولانا کے پاس اعشاریہ اڑتیں کا ایک پستول اور دیسی ساخت کی ایک رائفل تھی۔ مولانا کچھ دیر رائفل کے ساتھ فائرنگ کرتے رہے مگر ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں پر اس فائرنگ کا کیا اثر ہوسکتا تھا۔ ٹینک اور گاڑیاں مسجد کے قریب پہنچ گئیں اس وقت مجاہدین کے پاس جو مزید سامان جنگ موجود تھا وہ مٹی کے تیل کا کنستر اور گدھے پر بوجھ لاددینے والا بوریا تھا۔ مولانا حقانی صاحب

دونوں چیزیں لیکر مسجد کے اوپر چڑھ گئے گدھے پر بوجھ لادنے والے بوریئے کو تیل میں بھگوکر آگ لگائی اور اسے ٹینک کے اوپر پھینک دیا۔ ٹینک کا ڈرائیور تو کچھ نا سمجھ سکا اور گھبرا کر ٹینک سے باہر نکل آیا اور اس کے ساتھ مولانا کی گولیوں کا نشانہ بن گا۔ ٹینک کے پیچھے کچھ فاصلہ پر بکتر بند گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اب مولانا نے تیل کا کنستر دے کر ایک مجاہد کو ان کے عقب میں بھیجا۔ وہ چھپتا چھپاتا گاڑیوں کے عقب میں پہنچ گیا اور گاڑیوں کے عین پیچھے تیل چھڑک کر آگ لگادی۔ بکتر بند گاڑیوں میں سوار فوجی حواس باختہ ہو کر نیچے کود گئے کیونکہ ٹینک میں بھی آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور پیچھے بھی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے اس آگ سے دشمن کا کچھ نہیں بگڑ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں ماؤف کردی تھیں۔

اس مرحلے پر ایک فوجی نے عین اس وقت مولانا پر فائر کیا جب وہ ایک غیر مسلح مجاہد کو اپنا پستول اور گولیوں والی بیلٹ پکڑا رہے تھے گولی بیلٹ کو چیرتی ہوئی مولانا کے ساتھی کو لگی اور وہ شہید ہوگیا۔ مولانا کی جوابی گولی سے فوجی بھی ہلاک ہوگیا اور بقیہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ''مولانا کے پاس گولیاں ختم ہوچکی تھیں اور وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہے تھے کہ انہیں ایک طرف سے آواز سنائی دی۔'' جلال الدین پریشان مت ہو یہ اسلحہ لے لو۔'' مولانا چونک کر دائیں جانب جدھر سے اواز آئی تھی دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلہ پر اسلحہ سے لدا ہوا ایک فوجی ٹرک کھڑا ہے قریب جاکر دیکھتے ہیں تو اس میں کوئی فوجی سوار نہ تھا اور نہ اس کے قرب وجوار میں کوئی فرد تھا بڑی آوازیں دیں اور ڈھونڈا مگر کوئی فرد نظر نہ آیا۔ مولانا نے جلدی سے ایک مجاہد کو آواز دی۔ اس مجاہد نے چند روز قبل ہی مولانا کے سامنے مرضی سے ہتھیار ڈالے تھے اور فوجی سے مجاہد بن گیا تھا۔ وہ ڈرائیونگ بھی خوب جانتا تھا۔ مولانا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ٹرک میں سوار ہوئے اور محفوظ مقام کی طرف روانہ ہوگئے۔

چند مجاہدین کا ہزاروں فوجیوں سے مقابلہ:

یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے۔ عید کے موقعہ پر لوگ گھروں میں عید منانے میں مصروف تھے کہ دشمن کا ایک کانوائے گریز سے خوست کی طرف متحرک ہوا۔ کانوائے کئی ہزار

فوجیوں، بیسیوں ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں پر مشتمل تھا۔ راستے کی حفاظت پر مامور چند مجاہدین نے اسے بڑی کامیابی سے روکے رکھا فائرنگ کی آواز سن کر بہت سے دیگر مجاہدین بھی آنے لگے اور ان کی تعداد پانچ سو ہوگئی۔ یہ پانچ سو آدمی صرف دیسی ساخت کی رائفلوں۔ کلہاڑیوں اور ڈنڈوں سے مسلح تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف تیس دن تک دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ کانوائے کو بھی تباہ و برباد کر کر کے رکھ دیا اور خدا کے منکر دشمن کو آخر وقت تک اندازہ نہ ہو سکا کہ چند نفوس کس قدر معمولی ہتھیاروں کے ساتھ اس کے راستے میں حائل ہو گئے تھے۔ آگ لگ گئی۔ راکٹ لانچر کے گولے بھی پھٹنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا رخ دشمن کی طرف کر دیا جس سے نہ صرف دشمن بھاگ اٹھا بلکہ ہم بھی زندہ بچ گئے۔ یہ واقعہ مولانا فضل الرحمان خلیل امیر حرکۃ المجاہدین نے مئی ۱۹۸۷ء کو مجھ سے بیان کیا تھا۔

لاش سے عجیب خوشبو:

ارگن کے علاقہ میں ایک بنگالی مجاہد شہید ہو گیا۔ ہم نے اس کی لاش کو جنگل میں دفنایا۔ جونہی لاش دفنائی گئی اس کی قبر سے عجیب و غریب خوشبو نکل کر دور دور تک پورے جنگل میں پھیل گئی۔ اس خوشبو کو سونگھ کر ہر فرد اللہ کی حمد بیان کرنے لگا۔ یقیناً یہ خوشبو بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی اور اس کے انعام و اکرام میں سے شہید کے لیے ایک انعام تھی۔

یہ واقعہ حمید اللہ خاں سابق ڈی آئی جی بلوچستان، کراچی، سرحد نے اسلام آباد میں ۲ رستمبر کو ایک اجلاس میں بتایا۔

ایک ماہ پرانی لاش خوشبو سے مہکتی ہوئی:

صوبہ پکتیا میں جاجی چھاؤنی کے قریب فیض پوسٹ کے کمانڈر عبدالقادر ڈگراں بتاتے ہیں۔

رمضان المبارک کے بعد ۱۹۸۷ء میں عید الفطر کے دن عربی مجاہدین کے مرکز ''الجدید پر روسیوں نے حملہ کر دیا۔ حملہ اچانک تھا۔ مجاہدین کی تعداد بھی اس وقت نہ

ہونے کے برابر تھی۔ کمانڈر عبدالرحمٰن نے کہا ”**وسارعوالی مغفرة من ربکم والجنته**“ اس پر پانچ مجاہدین آگے بڑھے انہوں نے آدھ گھنٹے تک دشمن کے حملے کو روکے رکھا۔ اسی دوران میں دوسرے مجاہدین بھی آ گئے۔ اس لڑائی میں مجاہد عبداللہ مصری نے شہادت پائی ان کی لاش نہ مل سکی۔ مجاہدین کا خیال تھا کہ شاید دشمن کے فوجی انہیں گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ ایک ماہ بعد مرکز کے قریب گھومنے والے چند مشکوک آدمیوں کو مجاہدین نے گرفتار کیا۔ تفتیش کے دوران میں انہوں نے بتایا کہ یہاں سے کچھ دور جنگل میں سے گزر کر آ رہے تھے کہ ایک جگہ ایک عجیب وغریب خوشبو کا احساس ہوا۔ ایسی خوشبو سے ہم پوری زندگی میں ہم کبھی آشنا نہ ہوئے تھے ہم میں سے کوئی بھی یہ نہ بتا سکا کہ یہ خوشبو کس پھول کی ہے۔ ہم خوشبو کی سمت بڑھنے لگے۔ ہم چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے تو وہاں ایک لاش دیکھی اور یہ خوشبو اسی لاش سے پھوٹ پھوٹ کر جنگل میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سن کر مجاہدین لاش کو تلاش کرنے چل پڑے۔ انہیں زیادہ وقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ خوشبو نے خود ان کی راہنمائی کی لاش کو دیکھا تو یہ انکے اپنے ساتھی عبداللہ مصری کی لاش تھی۔ جو دشمن کا مقابلہ کرتے کرتے آگے نکل گئے تھے اور شہید ہو گئے تھے اب ایک ماہ بعد بھی لاش ملی تو ایسے دکھائی دے رہی تھی جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ ہے۔ لاش جنگلی جانوروں سے بھی مکمل محفوظ تھی اور اس کے جسم سے نکلنے والی خوشبو سے اردگرد کا پورا علاقہ مہک رہا تھا۔

۵ مجاہدین نے ۲۲ فوجیوں کو گرفتار کیا:

اس واقعے کے راوی اسلم شیروانی صاحب ڈائیرکٹر اسلامک سنٹر اسلام آباد ہیں۔ انہیں چکری گاؤں کے رہنے والے ایک مجاہد محمد صدیق نے بتایا کہ ایک دفعہ ہماری دشمن سے ایسے عالم میں جھڑپ ہوئی کہ ہم تعداد میں صرف پانچ ساتھی تھے اور دشمن کی تعداد جیسا کہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا، وہ ٹینکوں کے علاوہ بائیس فوجیوں پر مشتمل تھی۔ ہمارے پاس اسلحہ بھی برائے نام تھا۔ لیکن ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جب ایک مجاہد نے جس کے ہاتھ میں صرف ایک گرنیڈ تھا، دشمن کو بلند آواز میں کہا کہ ہتھیار پھینک دو، تمہاری خیر نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسی دہشت ڈال دی کہ بالکل غیر متوقع

طور پر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اس طرح ۲ ٹینکوں سمیت ۲۲ فوجیوں کو ۵ مجاہدین نے گرفتار کرلیا۔ اس سے پہلے وہ ہمیں ہتھیار پھینکنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ لیکن وہ ہمارے لیے بے معنی تھیں۔ جب یہی بات ہماری طرف سے کہی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بے معنی نہ رہنے دیا۔

ایک بزرگ کی خواب میں نصیحت:

"تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو تمہیں ان درختوں پر سے لٹکا ہوا گوشت ملے گا۔"

صوبہ پکتیا کے معروف کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی بیان کرتے ہیں۔

یہ جہاد کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مجاہدین کی حالت ہر لحاظ سے خراب تھی۔ اسلحہ نہ سامان خورد ونوش، اکثر مجاہدین کی جائیدادوں اور اثاثوں کو کمیونسٹوں نے نذر آتش کر دیا ہوا تھا۔ (جلال الدین حقانی کا گھر بھی نذر آتش کر دیا گیا تھا اور راقم نے ۱۹۸۸ء میں حاجی صاحب کا تباہ شدہ گھر دیکھا تھا جہاں اب مٹی اور کوئلوں کی راکھ پڑی تھی، حاجی صاحب کے بھائیوں اور دوسرے مجاہدین کے گھر بھی نذر آتش کئے ہوئے تھے) پاکستان نے بھی ابھی مجاہدین کی مدد شروع نہیں کی تھی۔ مجاہدین کئی دن سے بھوکے تھے۔ میں بہت پریشان تھا کہ خوراک کا انتظام کیسے کروں۔ نماز فجر پڑھ کے فارغ ہوا تو قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی پریشانی کی حالت میں مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں ایک بزرگ نظر آئے۔ وہ بہت غصے میں تھے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے" جلال الدین تم پریشان کیوں ہو۔ جب تم جہاد نہیں کر رہے تھے تو تمہیں کون رزق دیتا تھا تم تیس سال کی عمر تک جہاد سے غافل رہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتا رہا اب جب کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہو تو کیا تمہیں اپنے رزق پر اعتماد نہیں رہا کہ وہ اب بھی تمہیں اور تمہارے ساتھ دوسرے مجاہدین کو رزق دے سکتا ہے۔ خدا پر پورا بھروسہ رکھو اور اس کے متعلق کسی بدگمانی کو اپنے ذہن میں نہ آنے دو۔ تم جب اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے تو اللہ بھی تم پر کبھی رزق کی تنگی نہیں آنے دے گا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے قریبی درختوں کی طرف اشارہ کر کے کہا" تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے تو تمہیں ان درختوں سے گوشت لٹکتا ہوا ملے گا۔

اس کے ساتھ ہی میرے آنکھ کھل گئی۔ خواب نے میرے حوصلہ کو مزید بلند کر دیا اور میری پریشانی جاتی رہی، تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دو بکرے پکڑے ہماری طرف آ رہا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا کہ یہ بکرے اللہ کی راہ میں میری طرف سے قبول کرو۔ پھر بکرے لانے والے نے بکرے ذبح کئے اور ان کو درختوں کے ساتھ لٹکا دیا۔ ان درختوں کے ساتھ جن کی طرف خواب میں بزرگ نے اشارہ کیا تھا۔

اس واقعہ میں ہم سب کے لیے ایک نصیحت ہے کہ جو بھی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اللہ بھی اس کی مدد کے لیے سب کچھ کرتا ہے لیکن اس مدد کے لیے استقامت شرط ہے۔

تاجکستان کے محاذ پر نصرت خداوندی:

میں جب دریا والی قرارگاہ میں آیا تو کمانڈر عیسیٰ خان صاحب نے بتایا کہ آج آپ نے پوسٹ پر حملہ کرنا ہے۔ جب میں نے ساتھیوں کو یہ خبر سنائی تو سب ساتھی خوشی سے اچھل پڑے اور ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے۔ ہوا ایسے تھا کہ اچانک آلور سے پیغام آیا کہ ہم نے کل بڑی پوسٹ پر حملہ کرنا ہے اس لیے آج آپ لوگ سرغار کی دفاعی پوسٹ پر حملہ کریں تاکہ دشمن کی طاقت منتشر ہو جائے۔

کمانڈر ابوموسیٰ کی کمان میں دس پاکستانی ساتھی اور دس تاجکی ساتھی جن کی کمان ایک تاجکی ساتھی کر رہا تھا جس کا نام بھی ابوموسیٰ تھا اب طے پایا کہ ظہر کی نماز ایک بہتے ہوئے چشمے کے کنارے ایک بہت بڑا پتھر تھا وہاں پڑھنی تھی۔

اب ہمارا قافلہ جو دس مجاہدین پر مشتمل تھا پہاڑوں سے گزرتا ہوا وہاں پہنچا جہاں پتھر کے نیچے ہم نے اسلحہ وغیرہ دفن کیا ہوا تھا۔ ہم نے وہاں سے حسب توفیق گولیاں اٹھائیں اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ یہ مجاہدین کا قافلہ مشکل ترین راہوں سے گزرتا ہوا اس پتھر تک پہنچ گیا جہاں طے پایا تھا۔ یہ راستہ اتنا مشکل تھا کہ بعض جگہوں پر رسی پکڑ کر اور بعض جگہوں سے ساتھیوں کی مدد سے اوپر نیچے ہوتے ہوئے گزرنا پڑا۔ وہاں ایک ساتھی نے آٹا گوندھا اور پتھر پر روٹیاں پکائیں۔ ہم نے نماز ظہر ادا کی تاجکی بھائی کچھ لیٹ ہو گئے

تھے اس لیے آج حملہ مقررہ وقت پر نہیں کر سکتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آلور والے مجاہدین نے دوسرے دن حملہ کرنا تھا اس لیے طے یہ پایا کہ آج رات نہیں بلکہ کل رات حملہ کیا جائے اور دن کو ترسد کیا جائے۔

ہم نے وہاں اپنے خنجروں سے جگہ ہموار کی اور رات وہاں گزاری صبح کو پھر اپنا سفر شروع کیا اور ایک جگہ پر ساتھیوں کو کمانڈر ابو موسیٰ نے روک دیا اور کہا کہ ہم وہاں جا کر ترسد (ریکی) کرتے ہیں آپ لوگ ظہر تک وہاں پہنچ جانا اور مجھے اپنی ساتھ کیا اور دو تین تاجکی ساتھیوں کو بھی اور چل دیئے۔ اب ہمارے گائیڈ دو تھے جو ہمیں راستہ بتا رہے تھے۔

اب دو راستے ہو گئے۔ اور دونوں گائیڈ علیحدہ علیحدہ راستوں پر چل پڑے ایک گائیڈ کے پیچھے میں تھا اور دوسرے گائیڈ کے پیچھے دوسرے سب ساتھی۔ اب میں جب اوپر چڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ راستہ اس سے زیادہ مشکل ہے۔ میں جس پتھر پر پاؤں رکھتا وہی گرتا۔ خدا خدا کر کے اوپر پہنچے اور خوب ترسد کیا اب حملہ کرنا تھا۔

راستہ مشکل ہونے کی وجہ سے ساتھی شام کے وقت پہنچے جبکہ ظہر کو پہنچنا تھا اور آگے بھی جانا تھا۔ بہر حال خدا کا نام لے کر چل پڑے چاند بھی اپنی کرنیں چھوڑ رہا تھا اور مجاہدین کو راستہ دکھا رہا تھا۔ ادھر خدا دشمن کو اندھا کر رہا تھا۔ ہم جب چل رہے تھے تو وہاں بڑے بڑے پتے تھے جو بہت زیادہ آواز پیدا کر رہے تھے اور ہم بغیر کسی پرواہ کے مسلسل چل رہے تھے اور دشمن دوسری پوسٹ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ آلور والوں نے وہاں حملہ کر دیا تھا۔

اب ہم کو پوسٹ نہیں مل رہی تھی ایک پہاڑ پر گئے اور نیچے دیکھا تو پوسٹ نہیں تھی اسی طرح دوسرے پر پھر تیسرے پر بھی جب نظر نہ آئی تو ساتھی بھی مایوس ہونے لگے لیکن پھر بھی خدا کی مدد کام آئی۔ ہوا اس طرح کہ دشمن نے اپنے پہرے کے لیے روشنی والا گولہ فائر کیا اور ہمیں پوسٹ نظر آ گئی۔

اب ہم ایک ایک کر کے پوسٹ کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ تقریباً اب دشمن کو کچھ شک ہوا تو عین اس وقت دشمن کے پہرے دار نے روشنی کا گولہ چلایا جب کہ ہم دشمن سے پچاس میٹر کے فاصلے پر تھے۔ اور بالکل کوئی آڑ نہیں تھی۔ ہم چند ساتھی تھے جو بغیر

آڑ کے سب سے آگے تھے۔ اب دشمن نے ہمیں دیکھ لیا اور ہمارے اوپر فائر کھول دیا گولیاں ہمارے ارد گرد تقریباً چھ انچ کے فاصلے پر لگیں لیکن کسی مجاہد کو خراش تک نہ آئی یہ اللہ کی نصرت تھی۔ ورنہ گولیاں ہم سے قریب بھی تھیں اور درمیان بھی۔ اب ہم نے بھی فائر کھول دیا اب رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا دونوں طرف سے فائرنگ کا تبادلہ ہوا اور اچانک ابو موسی بھائی کی ایل ایم جی خاموش ہوگئی۔ جب ان کی گن بند ہوئی تو ان کا کہنا ہے کہ وہ وقت میرے لیے اتنا تکلیف دہ تھا کہ خدا ہی جانتا ہے۔ بہر حال وہ گھبرائے ہوئے دوسرے ایل ایم جی والے کے پاس چلے گئے۔ جن کا نام بھائی ابو زید تھا وہ بھی تقریباً اپنی گولیاں ختم کرنے والے تھے اور ہمارے پاس بھی بہت تھوڑی گولیاں رہ گئیں تھیں۔

ادھر ہمارے اوپر دوسری پوسٹ سے ثلقہ مارٹر اور سب بھاری اسلحہ دشمن استعمال کر رہا تھا اور ہمارے پاس کیا تھا کلاشن کوفیں اور دو ایل ایم جی جن میں ایک خراب ہو چکی تھی اور ۲ راکٹ لانچر بس اور یہ بھی ختم ہو گیا تو بھائی ابو موسی نے کہا کہ واپس چلیں اب اگر دونوں ایل ایم جی چلتیں تو گولیاں ختم ہو جاتیں لیکن اللہ کے کام میں خیر ہی ہوتی ہے ایک کو پہلے ہی خراب کر دیا اب دونوں کی گولیاں ایک میں چلنی تھیں اس لیے اب انہوں نے ہمیں کور فائر دیا اور ہم بغیر کسی نقصان کے واپس پہنچ گئے۔ کسی ساتھی کو خراش تک نہ لگی اس کاروائی میں ہمارے ایک ساتھ کی پانی پینے والی بوتل میں سوراخ ہو گیا جو کہ انہوں نے اپنے پیٹ میں لگائی ہوئی تھی لیکن ان کو خراش تک نہ آئی۔

ہمارے ساتھیوں کی فائرنگ سے دشمن کا وائرلیس سیٹ تباہ ہو گیا۔ بہت سے فوجی مردار ہوئے اور بچی کچھی کسر صبح کوان کے ہیلی کاپٹروں نے کر دی جو وائرلیس نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھے کہ یہ پوسٹ مجاہدین نے پکڑ لی ہے اور صبح کو دس ہیلی کاپٹروں نے اپنی ہی پوسٹ پر خوب بمباری کی غلطی کی وجہ سے۔ بعد میں عربی بھائیوں نے دوربین سے دشمن کے مردار فوجیوں کی لاشیں گنیں انہوں نے بتایا کہ دس لاشیں اور بہت سے زخمی ہم نے دشمن کو اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اور دشمن نے خود بھی اقرار کیا۔

یہ اللہ کی مدد اور نصرت تھی ورنہ ہم کیا کر سکتے تھے دشمن کی طاقت کے سامنے اور ہم سب ساتھی بالکل خیریت سے اپنی قرار گاہوں میں پہنچ گئے

عرب شہداء کے محیر العقول واقعات

عبداللہ الکعبی کی کرامت:

عبداللہ الکعبی کا تعلق قطر سے ہے دیگر بہت سے عرب نو جوانوں کے طرح یہ بھی امریکہ میں زیر تعلیم تھے مگر جہاد کی خوشبو انہیں افغانستان لے آئی اور انہوں نے قتال کے فریضے کو زندہ کرنے کا عزم کرلیا۔ وہ قندھار کے علاقے میں مصروف جہاد ہو گئے اور نو مہینے تک میدان جہاد میں رہے اسی دوران ایک گولی ان کے ٹخنے کے نیچے لگی اور دوسری جانب ٹخنے سے نکل گئی مگر نہ تو انہوں نے کوئی تکلیف محسوس کی اور نہ ہی ہڈی کو کوئی نقصان پہنچا۔ سبحان اللہ!!!

کھجور کی ٹہنی:

عبدالعزیز بن قاسم دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر جام شہادت نوش فرما گئے جنگی حالات کی وجہ سے انہیں قبلہ رخ دفن نہ کیا جاسکا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک مجاہد عبدالولی الشمیری نے ان کی قبر کو کھودا تا کہ قبلہ رخ دفن کریں تو انہیں ایسا ہی پایا جیسا کہ دفن کے وقت تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جب انہیں قبر سے نکالا گیا تو ان کے زخموں سے خون جاری تھا۔

دشمن کا گولہ یا ذریعہ نجات:

ابوالحسن المدنی عرب مجاہدین کے سرخیل اور ہمہ وقت جہاد کے لیے تیار رہنے والے مجاہدین کے قائد ہیں۔ جب بھی انہیں افغانستان کے کسی علاقے میں گرم معرکے کی خبر ملتی ہے وہ مجاہدین کے لیے مختلف قسم کا امدادی سامان لے کر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

جب ۱۹۸۶ء میں گورینسان پر آخری حملے کی تیاری تھی اس وقت ابوالحسن مجاہدین کے لیے امدادی سامان لے کر بڑی تیزی کے ساتھ محاذ پر جا پہنچے جنگ کی ابتداء ہی میں دشمن کے طیاروں نے شدید بمباری شروع کردی وہ حفاظتی تدبیر کے طور پر ایک قریبی کھوہ میں چلے گئے اچانک ایک بم آ کر گرا اور اس غار کا منہ بالکل بند ہو گیا جس میں یہ

حضرات موجود تھے۔ خود ابوالحسن نے بتایا کہ ہم کافی دیر تک کلمہ شہادت پڑھتے رہے اور موت کا انتظار کرتے رہے اسی اثناء میں طیارے نے ایک اور بڑا بم پھینکا جو کہ غار کے قریب گر کر پھٹا اور اس کے ٹکڑوں نے غار کا منہ کھول دیا۔ اور ہم غار سے صحیح سالم نکل آئے اور عالم برزخ سے دوبارہ عالم دنیا میں لوٹ آئے۔

میدان جہاد کی دعا:

عبداللہ انس فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف عازم کوچ ہوئے دونوں علاقوں کی درمیانی مسافت گیارہ گھنٹے کی تھی موسم اچھا ہونے کی وجہ سے ہم سہولت اور آسانی کے ساتھ راستہ پار کر رہے تھے ابھی ہم سات گھنٹے ہی چلے تھی کہ برف باری شروع ہوگئی جسکی وجہ سے راستے اور وہ نشانات جن سے ہمیں منزل کی رہنمائی تھی برف میں چھپ گئے ریخ بستہ ہواؤں نے جسم سے جان نکال لی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہم نے کوشش کی کہ قریب میں کوئی آبادی ہو مگر کسی بھی آبادی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ پس ہم بیٹھ گئے اور ہمیں ڈر ہو گیا کہ زندہ بچنا اب ناممکن ہے ہمارے گرد ایک ایسا مجاہد بھی تھا جو اس قسم کے ایک اور جگہ اس مرحلے سے دوچار ہو چکا تھا وہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ایسے ہی برفانی طوفان میں پھنس گیا تھا طوفان میں اس کے سوا کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا یہ رات اسے گزشتہ رات کی یاد دلا رہی تھی وہ بطور عجوبے کے بچ گیا تھا مگر آج بچنے کی امید مدہم تھیں اہل قافلہ کی نظریں اپنے نیک بندے امیر عبداللہ انس کی طرف اٹھیں کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اور آفات میں مشکل کشائی کرنے والے رب کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں شدید برف باری، ڈاکوؤں کا خوف جنگلی جانوروں کے ڈر نے سب اہل قافلہ پر خوف کی کیفیت طاری کی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن انس نے رب العزت کے حضور میں ہاتھ اٹھائے دیگر تمام رفقاء کے ہاتھ کانپ اٹھے حالاں کہ نجات کے ظاہری اسباب بالکل ختم تھے ابھی دعا کئے ہوئے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ سخت برف باری ایک دم تھم گئی۔

اور مطلع بالکل صاف ہو گیا اس وقت شام کے سات بجے تھے عبداللہ انس کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک مجھ پر نیند طاری ہو گئی اور میں اس وقت جاگا جب ایک

افغان مجاہد مجھے کہہ رہا تھا کہ مولوی انس اٹھو فجر طلوع ہو چکی ہے میں اٹھا مگر مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسی کٹھن رات کیسے گزر گئی گویا کہ یہ ایک بجلی کی کوندتھی جو غائب ہو گئی اور مجھے زندگی بھر ایسی مزے دار اور پرسکون نیند نہیں آئی جیسی اس رات میں آئی۔

میری خالی کلاشنکوف کی سامنے کفار کے ۱۸ فوجی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے:

مختلف مقامات سے تعلق رکھنے والے تمام مجاہدین باری مرکز میں پہنچ چکے تھے کل انہوں نے دشمن کے خلاف ایک فیصلہ کن عظیم معرکے میں حصہ لینا تھا موت سے بالکل بے خوف و خطر شہادت کی زندگی کے یہ طلب گار بہت خوش نظر آ رہے تھے گفتگو کے دوران ان مجاہدین نے اپنے محبوب کمانڈر سادگی اور عاجزی کے پیکر تاریخ ساز مجاہد نڈر عبدالرشید سے درخواست کی کہ وہ اپنی کسی جنگ کا واقعہ سنائیں تا کہ ساتھیوں کے جزبات کو مزید تقویت حاصل ہو کمانڈر صاحب کافی انکار کرنے کے بعد ساتھیوں کے اصرار کے سامنے مجبور ہو گئے اور انہوں نے اپنے سیدھے سادے الفاظ میں ایک حیرت انگیز واقعہ سنا کر اپنے رفقاء کی آتش شجاعت کو مزید بھڑکا دیا۔

میں جب نیا نیا خوست کے محاذ پر آیا تو دلی تمنا تھی کہ زیادہ سے زیادہ جنگوں میں شرکت کی جائے مگر کافی دن گزرنے کے باوجود بھی اس کا موقعہ نہ مل سکا اکثر ایسا ہوتا کہ جب ہم کسی کام سے محاذ سے واپس جاتے تو جنگ ہو جاتی اور ہم محروم رہ جاتے۔ ایک مرتبہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک جنگ میں شرکت نہ ہو جائے محاذ سے نہیں ہٹوں گا اسی اثناء میں پنجاب کے کسی علاقے میں مولانا جلال الدین حقانی کا جلسہ تھا۔ تمام ساتھی اس میں شرکت کے ارادے سے روانہ ہو گئے مجھے بھی سب نے جانے کے لیے کہا لیکن میں نے محاذ سے جانا گوارہ نہ کیا۔ پاکستانی ساتھیوں میں سے صرف میں اور میرا ایک اور ساتھی محاذ پر رہ گئے۔

اللہ کی قدرت دیکھئے کہ ساتھیوں کے روانہ ہونے کے بعد ایک جنگ کا پروگرام بن گیا۔ اس جنگ کی کمان حقانی صاحب کے کمانڈر رسید حنیف شاہ الحسینی کر رہے تھے ہم

کمانڈر شرین جمال کی قیادت میں جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے جب ہم میدان جنگ میں پہنچے تو تعارض شروع ہو چکا تھا ہم تاخیر سے پہنچے تھے لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ دشمن کی کئی چوکیوں کی طرف مجاہدین کی کامیاب پیش قدمی ہو رہی تھی بعض چوکیاں ختم بھی ہو گئی تھیں۔

میں اکیلا ان مفتوحہ چوکیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ایک پانی کے نالے میں چھپ کر بیٹھ گیا دشمن کی طرف سے بھرپور آخری دفاعی کوشش ہو رہی تھی اور گولیوں کی بوچھاڑ بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ اچانک میرا دوسرا پاکستانی ساتھی بھی وہاں پہنچ گیا سامنے دشمن کی ایک اہم چوکی تھی جہاں سے دشمن آگ برسا رہا تھا۔ ایک عجیب بات یہ بھی تھی کہ میری کلاشنکوف خالی تھی اس میں ایک گولی بھی نہ تھی گولیوں سے بھرے میگزین ہمارے ایک افغانی بھائی مرزا خان کے پاس رہ گئے تھے میرے دل میں یہ یقین پختہ ہو چکا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو ہم اس چوکی پر حملہ کرتے ہیں مگر گولیوں کی اس متواتر بارش نے اسے اس سے باز رکھا لیکن میری کیفیت اس وقت کچھ اور تھی میں نے اللہ کا نام لیا اور آگ کے اس سیلاب میں کود گیا گولیوں کی پرواہ کئے بغیر میں بھاگتا ہوا دشمن کے اس مورچے پر گیا اور پوری قوت سے نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اس اواز نے دشمن میں تہلکہ برپا کر دیا یہ صدا ان پر بجلی بن کر گری جب میں نے دشمن کو تسلیم کرنیکی آواز لگائی تو وہاں پر موجود دشمن کے اٹھارہ فوجیوں نے اپنی کالاشنکوفیں رکھ دیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے یہ عجیب منظر تھا کہ ایک کافر مومن کے سامنے (جس کے پاس ایک خالی کالاشنکوف تھی کفار کے اٹھارہ تربیت یافتہ فوجی ہاتھ اٹھائے ہوئے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

واقعی جہاد کی برکت سے اللہ پاک کافروں کے دل میں بڑا رعب ڈال دیتے ہیں میں نے فوراً اپنے دوسرے ساتھی کو آواز دی وہ بھی اوپر آ گیا۔ اسی طرح ہمارا افغانی ساتھی زلیون مرزا خان بھی پہنچ گیا۔ ان اٹھار فوجیوں کے علاوہ وہاں پر دشمن کا ایک روسی ساخت کا ٹینک بھی موجود تھا جس کا ڈرائیور اور توپچی فرار ہو چکے تھے میں نے ان فوجیوں سے بات کر کے پوچھا کہ تم میں سے کوئی یہ چلانا جانتا ہے انہوں نے انکار میں جواب دیا میں نے خود ٹینک میں داخل ہو کر اسے چلانے کی کوشش کی لیکن میں اس سے نابلد تھا

بالآخر اس ٹینک کو جلا دیا اور ان اٹھارہ فوجیوں کو لے کر دشمن کا محاصرہ توڑتا ہوا اپنے رفقا تک پہنچ گیا چناں چہ مال غنیمت میں اٹھارہ فوجی ۱۸ کلاشنکوفیں حاصل ہوئیں۔

پہاڑوں کا شیر اسامہ بن لادن کے ساتھ اللہ کی مدد کا واقعہ:

اسامہ بن لادن:۔ ''میں موت سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوا بطور ایک مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ مرنے کے بعد ہم جنت میں جائیں گے'' ایک دفعہ روسیوں سے صرف ۳۰ گز دور تھا اور وہ مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھ پر زبردست بمباری جاری تھی لیکن میرا دل بے خوف تھا۔ میں اس وقت اس قدر مطمئن تھا کہ گولیوں کی چھاؤں میں مجھے نیند آ گئی۔ ایسے تجربے کا تزکرہ مسلمانوں کی پرانی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ میں نے ایک ۱۲۰ ایم ایم کا مارٹر شیل اپنے اوپر گرتے ہوئے دیکھا جو پھٹ نہیں سکا روسی طیاروں نے ہمارے صدر دفتر پر چار اور بم گرائے لیکن ان میں سے کوئی نہیں پھٹا۔ ہم نے سوویت یونین کو ذلت آمیز شکست دی روسی بھاگ کھڑے ہوئے۔

جہاد افغانستان اور نصرت خداوندی کا ایک واقعہ:

بندہ ناچیز کے دل میں بھی شوق جہاد پیدا ہوا اس وقت میں دار العلوم کراچی میں زیر تعلیم تھا چھٹی لیکر کچھ احباب کے ساتھ افغانستان کا رخ کیا میران شاہ جب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کابل پر حملہ ہو رہا ہے کچھ ساتھیوں نے بڑے شوق سے حملے میں حصہ لیا بعد ازیں چار اسباب سے مغرب کی طرف قلعہ لقمان کی شمالی جانب حکومت کے کچھ مورچوں کو قبضہ کرنا تھا راستے میں دشمن نے مائنز بچھائے ہوئے تھے ہمارے ساتھی سب ناتجربہ کار تھے امیر نے حکم جاری کیا کہ سب ایک قطار بنا کر چلیں اور قطار سے ادھر ادھر نہ نکلنا ہو سکتا ہے مائنز بچھے ہوں لیکن طالبان ان چیزوں کی پرواہ کیے بغیر وہ اس طرح بھاگتے رہے اور ایسی خوشی سے دوڑتے کہ گویا بارات جا رہی ہو اچانک ہمارے سب ساتھی قطار میں جانے لگے اچانک کیا دیکھا کہ ایک لومڑی مری ہوئی پڑی ہے جب تحقیق کی تو اس جگہ سب مائن ہی مائن تھے راستے میں دائیں بائیں مائن چھپائے ہوئے تھے اور ایک مائن جو بالکل راستے کے درمیان میں تھا وہ لومڑی کے ذریعہ سے پھٹ گیا تھا دشمن کا خیال تھا

کہ جب ایک پھٹ جائے گا تو طالبان دائیں بائیں دوڑیں گے پھر اور بھی پھٹ جائیں گے لیکن جب خدا بچانا چاہے تو کون ہے مسعود، کون ہے ربانی جو مارے، مارنے والا تو رب ہے نہ کہ مسعود اور ربانی۔

مغرب کے بعد حملہ کے لیے روانہ ہوئے رات دس بجے دشمن کے مورچوں کے قریب پہاڑ کے نیچے تہہ خانہ میں بیٹھ گئے کہ کب حکم ملے تو حملہ کریں حکم ملتے ہی عقاب کی طرح حملہ کرنے لگے نعرہ تکبیر بلند ہوا سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں تھے آگے بڑھتے بڑھتے دشمن کے تین مورچوں پر قبضہ کرلیا ہمارے تین چار ساتھی زخمی ہوئے دشمن کا ایک فوجی زندہ پکڑا گیا۔

زخمیوں کو لانے کے لیے امیر نے بندہ کو حکم دیا نیچے اترنے لگے تو ایک افغانی ساتھی نے مجھے فی الفور روکا پھر اسی ساتھی نے زمین سے تین بالشت اوپر ہاتھ اپنے سامنے پھیلا دیئے اور مجھے کہا کہ اس کے اوپر سے گزر جاؤ میں افغانی ساتھی کے ہاتھوں کے اوپر سے گزر گیا میں نے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ مائن کا تار ہے جب یہ تار پاؤں سے لگ جائے تو پھٹ جاتا ہے اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے لیکن پھر بھی اس افغانی ساتھی نے مائن کے تار کو دیکھ لیا تھا اس کو کہتے ہیں نصرت خداوندی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ان کے حق ہونے پر دل مزید مطمئن ہوا۔

طالبان حق تعالیٰ کے وہ سپاہی ہیں کہ رات کے اندھیروں کی پرواہ کیے بغیر راستے کی رکاوٹوں کی پرواہ کیے بغیر بھوک اور پیاس کو برداشت کرتے ہوئے قدم آگے بڑھاتے ہیں تو اس آیت مبارکہ کا مصداق **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** ٹھیرتے ہیں تو رب ذوالجلال نے کابل کی فتح نصیب فرمائی جو بہت سارے لوگ اس سے قاصر رہے ماربل کے اعلیٰ قسم کے پہاڑ دریافت ہوئے اور گیس کے ذخیرے دریافت ہوئے تو اس آیت مبارکہ کا مصداق بن گئے **ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبه** وہ دن دور نہیں ہے کہ انشاء اللہ افغانستان کے پہاڑوں سے موتی اور جواہرات نکلیں گے آج بھی اللہ وہی ہے جو بدر میں تھا اور احد میں تھا آسمان وہی ہے زمین وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال برس پہلے تھی اگر آج بھی اس خدائے وحدہ لاشریک کے احکام پر چلیں تو نصرت خداوندی قدم چومے گی اور اس کی

زندہ جاوید مثال طالبان افغانستان ہیں۔

نوٹ: اگر آپ حضرات مجاہدین کے ساتھ اللہ مدد کے اور اور برکات جاننا چاہتے ہے تو ''دنیا بھر کے مجاہدین کے ساتھ اللہ مدد کے سچے واقعات'' ضرور پڑھے۔

باب نمبر: ۲۳
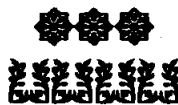
مسلمانوں پر کفار کے مظالم کے واقعات

سرب عیسائیوں نے زندہ مسلمانوں کو تندروں میں پکایا:

روسی کمیونزم کا عفریت اپنی موت آپ مرنے کے بعد یورپی ملک یوگوسلاویہ ٹوٹ کر کئی ریاستوں میں منقسم ہوا جن میں یورپ کی واحد مسلمان ریاست بوسنیا بھی تھی۔ سرب عیسائیوں کے پاس درست ہے یوگوسلاویہ کا اسلحہ اور منظم فوج تھی۔ اسے دیار مغرب کے عیسائی ممالک کی مادی، اور اخلاقی سرپرستی بھی میسر تھی۔ برطانوی وزیر اعظم جان میجر نے اپنے وزیر خارجہ جان ڈوگلس کے نام خط میں کھلے بندوں تسلیم کیا تھا کہ بوسنیائی مسلمانوں کی نسل کشی ملکہ برطانیہ کی سرکاری پالیسی ہے۔ امریکہ اور اس کے گھڑے کی مچھلی اقوام متحدہ کی قراردادوں اور اقدامات کی لیپا پوتی کا اصل مطلب بھی یہی تھا۔ بے یار و مددگار نہتے بوسنیائی مسلمانوں برسوں کٹتے، لٹتے، پٹتے رہے جبکہ انسانی حقوق، بنیادی حقوق، اقوام متحدہ کے منظور کردہ حقوق اور انسانی ہمدردیوں کے یہ علمبردار ان کی مظلومیت اور کسمپرسی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ سرب درندوں کے مظالم کی ایک رپورٹ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۷/۷/۱۹۹۶ کی درج ذیل ہے۔

"سراجیو (انٹرنیشنل ڈیسک) بوسنیا میں ڈھائی لاکھ مسلمانوں کے قتل عام اور مغربی ذرائع ابلاغ کے جھوٹ، مسلمانوں کی مظلومیت، اقوام متحدہ اور امریکہ کے شرمناک کردار پر ایک یورپی صحافی ٹیوڈور ولاکسن نے دل ہلا دینے والی رپورٹ پیش کی ہے۔ ٹیوڈور رقمطراز ہے کہ ایک شہر میں واشنگٹن پوسٹ کا رپورٹر پیٹر ماس مریجہ نامی ایک ۱۷ سالہ نوجوان اور خوبصورت بوسنیائی لڑکی سے ملا جو سربوں کی "نسلی صفائی" یا نسل کشی سے کسی طرح بچ گئی تھی۔ ایک سربی جنگی لیڈر اسے اور اس کی چھوٹی بہن کو اس کے گھر سے کھینچ کر ایک محفوظ گھر میں لے گیا۔ اس نے اس کی بہن کو ایک کمرے میں پھینک دیا اور سرب گارڈوں سے کہا کہ "اس سے سوال کرو لیکن بہت زیادہ نہیں" اور ہنس دیا۔ وہ ۱۵

سالہ لڑکی مرگئی۔ مریجہ پھر بھی خوش قسمت تھی۔ اسے خفیہ طور پر اس کی ماں کے پاس لوٹادیا گیا۔ بہت ساری بوسنیائی مسلم لڑکیاں اپنے تجربات بتانے کے لیے زندہ نہیں رہیں۔
بوسنیا کے جن علاقوں پر سربوں کا قبضہ ہوا وہاں مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر یا سڑکوں سے پکڑ کر دریاؤں کے پلوں پر لے جایا گیا جہاں ان کی گردنیں کاٹ دی گئیں اوران کے اجسام کو دریا میں دھکیل دیا گیا۔ یا پھر انہیں کھلے ہوئے گڑھوں کے سامنے ذبح کیا جاتا۔ اس کے فوراً بعد ان پر مٹی ڈال دی جاتی تاکہ وہ خونیں مٹی میں لت پت ہو کر موت کا لقمہ بنیں بہت سارے کنسنٹریشن کیمپوں میں سربوں نے یا تو رائفلوں کے بٹوں سے یا دھاردار ہتھوڑوں سے کھوپڑیوں کو پھاڑ ڈالا۔ انہوں نے مظلوموں کو تندوروں میں زندہ پکا بھی دیا۔ یہ کہیں زیادہ مذہب جرمنوں کی وحشیانہ نقل تھی جنھوں نے ''شکاروں'' کو جلانے سے پہلے کم از کم زہریلی گیس سے ماردیا تھا۔
سربوں نے اپنے بوسنیائی قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے چاقوؤں، قینچیوں اور سمیٹ کے بنے ہوئے بلا کو استعمال کیا یا اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دیا۔ یہ قیدی جنگی جوان نہیں تھے بلکہ وہ مسلمان تھے جنہیں سڑکوں سے اٹھالیا گیا تھا اور جنہیں وہ پکڑ نہ سکے تو سربوں نے اپنی طاقتوں رائفلوں سے گولیاں برسائیں یا آرٹلری سے ان پر حملہ کیا اور بمباری کی۔ ۱۰ لاکھ بوسنیائی مسلمانوں سے تقریباً ڈھائی لاکھ ایک ایسی نسل کشی میں ختم کر دیئے گئے جو جرمنوں کے ہاتھوں ہوئی۔ نسل کشی سے بھی زیادہ دہشت ناک تھی کیوں کہ اسے سرب سماج کے ہر شعبے اور حصے کی حمایت حاصل تھی اور مسلمانوں کو قتل کرنے کا جب انہیں موقع ملتا تو ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے وہ ہاتھا پائی بھی کر بیٹھتے۔ جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو میرے جیسے لوگ مغربی ذرائع ابلاغ پر یقین کئے ہوئے تھے جو ہمیں یہ بتا رہے تھے کہ دونوں ہی پارٹیاں مجرم ہیں اور دونوں ہی نے ایک دوسرے کو قتل کیا ہے۔ اس نے دراصل مغرب کی کسی بھی پارٹی کی مدد نہ کرنے کی پالیسی کی تصدیق کی حالاں کہ غیر مسلم بوسنیائیوں کی مدد نہ کرنے کا مطلب تھا کہ نہتے مسلم سربوں کو انہیں قتل کرنے کی چھوٹ دے دی جائے۔ ہتھیاروں کی سپلائی پر پابندی لگانا ہی اقوام متحدہ کا واحد اقدام تھا۔ اقوام متحدہ نے مسلمانوں کی نسل کشی میں بھرپور طور پر حصہ لیا۔ ایک شہر میں تو اقوام متحدہ کے دستوں نے باقاعدہ سرچ لائٹوں کی روشنی بھاگتے

ہوئے مسلمانوں پر ڈالی تاکہ سرب انہیں آسانی سے نشانہ بنا سکیں۔

سربوں کی سرپرستی کرنے والے ممالک کا سربراہ برطانیہ تھا۔ اس کی قیادت ایک سیاستدان لارڈ مارون کے ہاتھ میں تھی جس کے نام سے وہ پلان جانا جاتا ہے جسے مارون پلان کہا جاتا ہے۔ جس کے مطابق سربوں کو بوسنیا کے ان حصوں پر قبضہ برقرار رکھنے کا حق دیا گیا جہاں سے انہوں نے مسلمانوں کا صفایا کر دیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں خود اس کی اپنی پارٹی کے لیڈر کا کہنا ہے کہ اس کے پاس ایک مکمل بدمعاش ہونے کی بھی صلاحیت ہے۔

اقوام متحدہ کے فرنچ کمانڈر نے یہ کہہ کر قتل عام کو روکنے سے معذوری ظاہری کی کہ بلقان کی حالت ایسی ہے جہاں ہر شخص دوسرے سے خوفزدہ ہے اور جس سے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ (یعنی سربوں کو مسلمانوں کا قتل عام کرنے دیا جائے کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے) میڈیا نے بھی اپنے آنکھ بند کر لی۔"

۷۵ ہزار زائد مسلمان لڑکیوں کی آبروریزی کی گئی:

اقوام متحدہ کا امدادی سامان کروشیا کے بازاروں میں فروخت ہوتا ہے، مسلمان برف سے سحر و افطار کرتے ہیں۔

نشہ میں دھت کروشیائی فوجی کیمپوں میں گھس کر لڑکیوں سے زیادتی کرتے ہیں اور امدادی سامان چھین کر لے جاتے ہیں۔

ہمیں کھانا اور کپڑا نہیں، اسقاط حمل کی گولیاں چاہئیں، مسلمان لڑکیوں کی اپیل۔

(انصار برنی)

بوسنیا کے بارے میں ویسٹرن میڈیا جو کچھ پیش کر رہا ہے بوسنیا کے حالات اس سے کہیں زیادہ سنگین ہیں بوسنیا دنیا کے نقشے میں آزاد ہے مگر وہ آزاد نہیں ہے جگہ جگہ آگ لگی ہے اور انسانی اعضاء بکھرے پڑے ہیں جنہیں کتے کھا رہے ہیں۔ یہ بات بوسنیا سے واپسی پر انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ کے چیئرمین انصار برنی ایڈوکیٹ نے ایک پریس کانفرنس میں بتائی انہوں نے بتایا کہ بوسنیا مسلمانوں کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا اقوام متحدہ کی جانب سے جو امدادی سامان بھیجا گیا تھا وہ کروشین اور سربین لے گئے ہیں۔

کروشیا میں جو کیمپ ہیں ان کے اندر کروشین فوجی نشے کی حالت میں داخل ہو کر عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور سامان چھین کر لے جاتے ہیں اور یہ سامان کروشیا کے بازاروں میں فروخت ہو رہا ہے اسپتالوں میں دوا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلمان سحری کے وقت برف کھا کر روزہ رکھتے ہیں اور افطار بھی برف سے ہی کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ ۷۵ ہزار سے زائد عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت، دری کی گئی ہے جس میں سے کوئی ۱۲ ہزار لڑکیاں حاملہ ہیں انہوں نے بتایا کہ مسلم لڑکیوں کا کہنا ہے کہ انہیں نہ تو کھانا چاہیے نہ ہی کپڑا چاہیے بلکہ انہیں جس طرح بھی ہو اسقاط حمل کی گولیاں جلد مل جانی چاہئیں انہوں نے بتایا کہ ہماری کوشش ہے کہ وہ حاملہ لڑکیاں جو ایک یا دو ماہ کے حمل سے ہیں انہیں کسی طرح دوا پہنچا دی جائے انہوں نے بتایا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو جو امدادی سامان بھیجا جا رہا ہے اس سے کروشیا امیر ترین ملک بن رہا ہے انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ اور امریکہ کیوں خاموش ہے کیا مسلمانوں کی مدد کرنا اس کے فرض میں شامل نہیں ہے انہوں نے کہا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے کے لیے انہیں جدا کیا جا رہا ہے اور انہیں وہاں سے نکال کر جرمنی، ہالینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور اسرائیل تک پہنچا دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک عورت نے بتایا کہ اس کے آٹھ بچے ہیں مگر اب اسے نہیں معلوم کہ اس کے بچے اور شوہر کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری یہ کوشش ہے کہ تمام کیمپوں کا سروے کر کے ان کی فہرست بنائی جائے تاکہ بچھڑے ہوئے پھر دوبارہ مل سکیں۔

نائیجیریا میں عیسائیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام:

عیسائی پادریوں کے یہ کہنے کے بعد کہ شرعی قوانین کا فوراً قلع قمع کر دو، ورنہ یہ عیسائیت کی بقا کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔ عیسائی خون خوار جنونی بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور صرف دو دنوں میں ایک ہزار کے قریب مسلمانوں کو شہید کر دیا، بیسیوں مسجدیں اور کروڑوں کی جائیدادیں جلا دیں۔ انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کب تک ان گھٹیا ہتھکنڈوں، دہشت گردی اور سازشوں سے اللہ کی مخلوق پر ظلم و ستم کرتے رہیں گے۔

مسلم اکثریت کے حامل اور آبادی کے لحاظ سے براعظم افریقہ کے سب سے بڑے ملک نائیجیریا میں مسلمان، عیسائی انتہا پسندوں کے ہاتھوں مسلسل قتل ہو رہے ہیں۔ نائیجیریا کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ اور رقبہ ۳۵۶۶۶۷ مربع میل ہے۔ شمالی علاقوں میں مسلمانوں اور جنوب میں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ مجموعی طور پر مسلمان ۶۵ فی صد سے زیادہ ہیں، اس کے باوجود ملک کا کوئی سرکاری مذہب نہیں۔ نائیجیریا میں مجموعی طور پر ۲۵۰ قبائل آباد ہیں مگر یوروبا کی اکثریت عیسائیوں اور ہاؤسا کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ نائیجیریا کئی دہائیوں سے قبائلی اور لسانی فسادات کی لپیٹ میں ہے اور صرف گزشتہ ۹ ماہ میں ۱۲۰۰ سے زیادہ افراد ان لسانی فسادات کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

نائیجیریا براعظم افریقہ میں ہے مگر اس کے حکمران عیسائی ہیں۔ نائیجیریا کے موجودہ صدر الوسی گن اوبسانجو بھی عیسائی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا عیسائی سیاست دانوں اور پادریوں کا بنیادی کام ہے۔ اسی نفرت کے نتیجے میں شمالی نائیجیریا کے جن جن علاقوں میں عیسائی اکثریت میں ہیں، وہاں ۱۹۸۷ء سے مسلمانوں کا مسلسل قتل عام ہو رہا ہے۔ فوج میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر جرنیلوں اور دیگر فوجی افسروں میں عیسائی ہی غالب اکثریت رکھتے ہیں۔ صدر اوبسانجو سمیت دیگر عیسائی لیڈر اسلام کو نائیجیریا کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر نائیجیریا میں مسلمان منظم ہو گئے تو افریقہ میں ایک اور سوڈان پیدا ہو جائے گا، بلکہ اس سے کہیں زیادہ طاقت ور۔

براعظم افریقہ دنیا کا واحد براعظم ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور صلیبی دنیا اپنی تمام کوششوں کے باوجود اسے عیسائی براعظم بنانے میں ناکام ہو چکی ہے لیکن اس کی سازشیں جاری ہیں۔ چونکہ نائیجیریا قدرتی وسائل اور افرادی قوت سے بھی مالا مال ہے، یہ تیل پیدا کرنے والا دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے باعث مغربی قوتوں نے اسے مستحکم نہیں ہونے دیا۔ مسلسل بغاوتیں اور لسانی جھگڑے اس ملک کا مقدر بنا دیئے گئے ہیں۔ مغربی حکومتوں اور مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے یہاں کرپشن کے نفوذ اور تشدد پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اربوں ڈالر کا تیل برآمد کرنے کے

باوجود لسانی فسادات اور کرپشن کے باعث یہ ملک ترقی اور خوش حالی کی منزل حاصل نہیں کرسکا۔ حکمران جرنیلوں کا ٹولہ اور ان کے ساتھی یہاں کے امیر ترین لوگ ہیں، جب کہ نصف سے زیادہ آبادی کا خطہ غربت سے بھی نچلی سطح پر زندگی گزار رہا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں فی کس آمدنی ۱۰۰۰ ڈالر تھی، جو اب ۲۵۰ ڈالر سالانہ سے بھی کم ہو چکی ہے۔ یہ بھی اطلاعت ہیں کہ کرپٹ جرنیل، جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حصہ دار بھی ہیں۔ انتہا پسند عیسائیوں کو اسلحہ اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں، جس کا مقصد مسلمانوں کو ہر حالت میں پسماندہ رکھنا ہے۔ مسلم کش پالیسی کے باعث مغربی طاقتوں نے نائیجیریا کے حکمرانوں کو ''سب اچھا'' کا سرٹیفکیٹ دیا ہوا ہے۔

ترکی کے سابق وزیراعظم نجم الدین اربکان نائیجیریا کی سیاسی و معاشی اہمیت سے آگاہ تھے، اسی لیے انہوں نے نائیجیریا کو ترقی پذیر ممالک کی تنظیم D-8 میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس دعوت کا یہاں کے مسلمانوں نے خیر مقدم کیا، مغرب کے آلہ کار عیسائی اقلیت نے اسے پسند نہ کیا۔ D-8 کے سربراہی اجلاس میں نائیجیریا کے سربراہ کے بجائے دوسری افراد نے شرکت کی۔ یہاں کی عیسائی اقلیت اسلام کی اس قدر دشمن ہے کہ اسے کسی اسلامی تنظیم میں نائیجیریا کا بطور مبصر شامل ہونا بھی پسند نہیں اور وہ اسے بھی ''اسلامائزیشن'' کے لیے خفیہ سازش سمجھتی ہے۔ یہاں کی مسلم اکثریت نے جب بھی اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے آواز بلند کی، اسے بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

اپریل ۱۹۹۱ء میں شمالی ریاست کاسینہ (Katsina) میں اسلامی نظام کے حق میں ہونے والے مظاہروں میں ۵۰۰ سے زیادہ افراد کو قتل کیا گیا۔ ۷ جنوری ۱۹۹۲ء کو ایک ایسے ہی مظاہرے میں ۴ افراد کو ہلاک ۲۹ کو زخمی اور ۲۶۳ کو گرفتار کرلیا گیا۔ ایک دوسرے شمالی ریاست کادونہ سے ۸۰ کلو میٹر دور زاویہ میں اسلامی سنٹر پر عیسائیوں نے حملہ کر کے لاتعداد افراد ہلاک کر دیئے۔ کئی دیگر شہر اور قصبے بھی فسادات کی لپیٹ میں آگئے۔ مسلم کش فسادات کا یہ سلسلہ وقفوں وقفوں سے جاری رہا۔

یہ گزشتہ سال ۱۹ ستمبر کی بات ہے کہ ریاست زمفارا کے دارالحکومت گساؤ میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ریاست کے ۳۹ سالہ گورنر احمد ثانی نے کہا:

''اللہ کا حکم ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، یہ نہیں کہ بعض باتوں کو مانو اور بعض کو چھوڑ دو۔'' یہ کہہ کر انہوں نے مجمع سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ اسلامی شریعت کے نفاذ میں میرا ساتھ دیں گے۔ مجمع نے یک زبان ہو کر اعلان کیا کہ ہم ساتھ دیں گے۔ انہوں نے یہ بات ایک بار پھر پوچھی تو انہیں پہلے والا ہی جواب ملا اور پوری فضا ''اللہ اکبر'' کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ریاست کی اسمبلی نے اکتوبر میں شرعی قوانین کے نفاذ کے لیے بل پاس کر لیے۔

مسلم علاقوں میں شریعت نافذ کرنے کا اعلان مقبولیت حاصل کرنے کا آسان طریقہ ہے۔ زمفارا کے گورنر کی طرح کئی دیگر ریاستوں نے بھی عوام سے وعدہ کیا کہ وہ بھی شرعی قوانین نافذ کر دیں گے۔ ان ریاستوں میں نائیجیریا، سکوٹو، گامے کادوانہ، کاستینہ وغیرہ شامل ہیں۔

ان علانات سے عیسائی اقلیت بھڑک اٹھی۔ عیسائی لیڈروں نے اسے آئین کے منافی اقدام قرار دیا، حالاں کہ نائیجیریا کے دستور کی دفعہ ۴، ۵ اور ۶ کے تحت ریاستوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی حدود میں عدل و انصاف کے لیے قانون سازی کر سکتی ہیں۔ زمفارا میں عیسائی لیڈر پیٹر ڈیمو نے کہا کہ احمد ثانی جب سے برسر اقتدار آیا ہے، عیسائیوں میں تشویش بڑھ گئی ہے۔ پادریوں، مقامی عیسائی تنظیموں، عیسائیوں کی عالمی تنظیم کرسچن سالیڈریٹی، انٹرنیشنل اور امریکی کانگریس کے بعض اراکین نے ایک طوفان کھڑا کر دیا عیسائیوں نے مسلمانوں پر باقاعدہ حملے شروع کر دیئے۔

زمفارا میں تو تقریباً ساری آبادی ہی مسلمان ہے اور عیسائی نہ ہونے کے برابر ہیں، جب کہ کادوانہ میں جہاں عیسائی اقلیت قابل ذکر تعداد میں ہیں، انہوں نے شرعی قوانین کے نفاذ کے خلاف پر تشدد مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ماہ فروری میں ہونے والے اس قتل عام میں تین سو سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ حملہ آور عیسائی لاٹھیوں، ڈنڈوں چھروں اور خود کار ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں کو نذر آتش کرنے کے لیے وہ پیٹرول کے ڈبے بھی ساتھ لائے تھے۔ یہ ایک منصوبہ بند حملہ تھا۔ سی این این کے مطابق وینگارڈ کے علاقے میں یونیورسٹی کے قریب ۲۱۰ مسلمانوں کی مسخ شدہ لاشیں ملیں ہیں۔ شہر کی پولیس

کے مطابق ۹۰ افراد کی لاشیں شہر کے اردگرد دیہاتوں، مسجدوں اور چرچوں سے برآمد ہوئیں ہیں۔ سیکڑوں گھروں اور درجنوں مساجد کو بھی عیسائیوں نے نذر آتش کر دیا۔ شہر میں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں کے برابر ہے۔ مگر یہ حملہ اچانک تھا، اس لیے بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ جب مسلمانوں نے دفاعی حملہ کیا تو سو (۱۰۰) کے قریب حملہ آور عیسائی جہنم واصل ہو گئے اور چند چرچ بھی مشتعل نوجوانوں کا نشانہ بن گئے۔

۲۹ر فروری کی خبروں کے مطابق نائیجیریا کے ایک اور شمالی شہر عابہ میں عیسائیوں نے ۴۵۰ سے زیادہ ہاؤسا قبیلے کے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ نیوز ایجنسی اے ایف کے مطابق عیسائی انتہا پسندوں نے مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ سفارتی ذرائع اور مبصرین نے اسے ایک قتل عام قرار دیا۔ عیسائیوں نے ایک مسجد بھی جلادی اور سڑکیں بلاک کر کے مسلمان عورتوں، بچوں اور مردوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ عینی شاہدوں کے مطابق گلیاں لاشوں سے بھر گئیں۔

زمفارا میں نافذ کیے گئے شرعی قوانین کی حیثیت مسلمانوں کے پرسنل لاز سے زیادہ نہ تھی اور عیسائیوں پر ان کا اطلاق بھی نہ ہوتا تھا۔ عملاً یہ معاشرتی اصلاح کے قوانین تھے۔ زمفارا کے دارالحکومت گساؤ کے ایک دینی مدرسے کے پرنسپل سالم عثمان محمد کے مطابق شرعی قوانین کے نفاذ سے پہلے ریاست میں فسق و فجور عام تھا، چوریوں، شراب نوشی اور دوسری برائیوں کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں اسلامی شریعت صدیوں نافذ رہی، مگر برطانیہ نے ہمارے معاشرے کو سیکولر بنانے کے لیے برائیوں کو عام کر دیا اور شرعی قوانین ختم کر دیے۔

گورنر احمد ثانی نے جسم فروشی کے خاتمے کی بھی کوشش کی اور پیشہ چھوڑنے والی طوائفوں کے لیے مراعات کا اعلان بھی کیا۔ بیشتر طوائفیں اپنے اڈوں سے غائب ہو گئیں جب کہ ۳۰ طوائفوں نے اس پیش کش سے فائدہ اٹھایا۔ گورنر نے مخلوط تعلیم کے خاتمے اور خواتین کے لیے الگ سفری ٹرانسپورٹ کے لیے بھی کئی اقدام کیے، مگر صلیبی صدر اوبسانجو کو اسلامی قوانین کا نفاذ کسی طور پر منظور نہ تھا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ خاموشی سے زمفارا میں عیسائی پولیس کمشنر لگا دیا جس نے آتے ہی اعلان کیا کہ شرعی قوانین سے متعلق اسے کوئی ہدایات نہیں ملیں اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کو یہ کام کرنے

دے گا۔

صلیبی صدر اوبسانجو نے شرعی قوانین کے نفاذ کو آئین کی خلاف ورزی قرار دیا اور کہا کہ:

کسی کو سنگسار کرنا یا اس کے ہاتھ کاٹنا آئین کے خلاف ہے۔ اس نے کہا کہ شریعت کوئی مرتب قانون نہیں، بلکہ یہ قرآن مجید اور دیگر کتب کے محض حوالے فراہم کرتی ہے کہ یہ قانون کون سی قسم کا ہے۔ صدر اوبسانجو بذاتِ خود امریکہ گیا اور صدر کلنٹن سے ہدایات لیں کہ شرعی قوانین نافذ کرنے والی ریاستوں سے کیسے نمٹنا ہے۔ مغربی میڈیا نے بھی اوبسانجو کا مکمل ساتھ دیا۔

نائیجیریا کے مذہبی عیسائی رہنماؤں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہسٹریا کے مریض ہوں۔ انہوں نے اشتعال انگیز تقریروں سے صلیبی اقلیت کو خون خوار بنا دیا۔ ایک چرچ نے اعلان کیا کہ شرعی قوانین کے نفاذ کو نہ روکا گیا تو نائیجیریا ایک ''مسلم بنیاد پرست ریاست'' بن جائے گا۔ پنیٹی کوسٹل چرچ، رومن کیتھولک بشپ سب چیخنے لگے۔ کہ شرعی قوانین کا فوراً قلع قمع کر دو، ورنہ یہ عیسائیت کی بقا کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔ یہ بیانات پڑھنے اور تقریریں سننے کے بعد عیسائی خون خوار جنونی بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور صرف دو دنوں میں ایک ہزار کے قریب مسلمان شہید کر دیئے، بیسیوں مسجدیں اور کروڑوں کی جائیدادیں جلا دیں۔ شرعی قوانین نافذ کرنے والی ریاستوں پر اس قدر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ ان قوانین کو واپس لینے پر مجبور ہو گئیں۔ الجزائر اور ترکی کے بعد صلیبی جمہوریت کا یہ ایک اور خوف ناک چہرہ ہے۔ یہ جمہوری دہشت گردی کی بدترین شکل ہے۔ اہلِ مغرب کو سوچنا چاہئے کہ وہ کب تک ان گھٹیا ہتھکنڈوں، دہشت گردی اور سازشوں سے اللہ کی مخلوق کو اسلام سے دور رکھ سکیں گے۔

کوسوو کی بیٹیوں پر سرب فوج کے جنسی مظالم:

البانیہ کے دارالخلافہ ترانہ کے ایک سابق اسپورٹس ہال میں بزرگ اور کمزور ترین مہاجر فوج کے گندے گدّوں پر لیٹے ہوئے ہیں جب کہ ان بستروں کی قطاروں کے درمیان بچوں کا ایک گروہ کپڑے کے چیتھڑوں سے لپٹے ایک فٹ بال سے کھیل رہا ہے

سابق سیلز گرل ڈریٹا ایک بستر پر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہے اور اسے کھانا کھانے کے لیے منتیں کر رہی ہے ڈیٹا کی عمر ۲۹ سال ہے اس کی آنکھیں کالی ہیں اور اس کے گہرے براؤن رنگ کے بال اس کی کمر تک پہنچتے ہیں۔

اس کا پورا خاندان صدمے کی حالت میں ہے کئی دن پہلے سرب فوجیوں نے جنوبی کوسوو میں واقع ان کے گاؤں سے انہیں نکالا اور بغیر آرام کے چار دن اور چار راتوں تک البانوی سرحد کی جانب پیدل چلنے پر مجبور کیا ڈریٹا کا باپ محمد آنسوؤں سے رندھی ہوئی آواز میں اپنے گاؤں کی تسخیر بیان کرتا ہے ''ہمیں رمضان کے مہینے میں ہمارے گھروں سے جبراً باہر نکالا گیا پھر سرب سپاہیوں نے قتل عام شروع کر دیا اور جہاں بھی انہیں خوبصورت خواتین نظر آئیں انہوں نے ان کی عصمت دری کی۔

مہاجر کیمپ میں کوسوو کی خواتین کے ساتھ سربوں کی زیادتی کی کئی کہانیاں گردش کر رہی ہیں مگر محمد کہتا ہے کہ اسے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے مجبور رکھا گیا وہ کہتا ہے، میرے دونوں طرف ایک سرب سپاہی کھڑا ہو گیا انہوں نے اپنی رائفلوں کے بٹ سے میری کمر میں ضربیں لگائیں اور وہ مجھے حرکت کرنے سے روک رہے تھے سرب چاہتے تھے کہ میں ان کی غلیظ کارستانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اس طرح سرب سپاہیوں نے اس بزرگ کی پھٹی ہوئی آنکھوں کے سامنے اس کی بیٹی کے ساتھ زیادتی کی۔

ڈریٹا ۲۷ مارچ کو اپنے والدین، اپنی بہن، بہنوئی اور ان کے آٹھ بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں تھی۔ اس دن ڈریٹا روزے سے تھی اچانک سربیائی خصوصی پولیس کے یونیفارم میں ملبوس چار افراد اس گھر میں داخل ہوئے ان کے چہروں پر نقابیں چڑھی تھیں۔ ڈریٹا کہتی ہے ''گھر میں گھستے ہی انہوں نے ہر طرف فرنیچر اور کھڑکیوں پر فائرنگ کرنا اور سہمے ہوئے اہل خانہ پر چیخنا چلانا شروع کر دیا وہ پوچھ رہے تھے کہ خواتین اور لڑکیاں کہاں ہیں۔ انہوں نے سب لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا مگر والد نے جواب دیا کہ وہ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ ہی باہر جائیں گے۔

اس کے بعد ان سپاہیوں میں سے ایک نے اپنا نقاب اتارا تو ڈریٹا نے اسے اپنے سرب پڑوسی کے طور پر پہچانا جس کے ساتھ وہ پلی بڑھی تھی۔ اسکول گئی تھی اور ہوم ورک کیا تھا بہر حال گزشتہ دس سالوں میں سربوں نے کوسوو کی البانوی نژاد آبادی کو اسکول

جانے اور مناسب کام کرنے سے روکا تھا۔ان کے درمیان بات چیت بند تھی۔ڈریٹا کہتی ہے جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اسے قتل کرنا چاہا مگر میرے ہاتھوں میں آس پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے میں یہ کام کرسکتی۔بہر حال خیالوں ہی خیالوں میں، میں نے اسے قتل کر دیا۔"

اس سپاہی نے ڈریٹا کو پیٹنا شروع کیا اور پولیس کپتان نے اس کے والد سے کہا: "تمہاری بیٹی کسی سرب کی اچھی بیوی ثابت ہوگی" میرے باپ اور ماں کے منہ سے بے اختیار نہیں نہیں کی گردان نکلنے لگی مگر سپاہیوں نے مجھے کھینچ کر میرے والدین سے علیحدہ کر دیا۔

سپاہیوں نے مجھے کسی زیادہ آرام دہ جگہ کی طرف چلنے کو کہا میں نے دروازے کی جانب چند قدم بڑھائے مگر کہاں جاتی۔میرے والد نے میرے پیچھے آنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اسے زدوکوب کیا اور پھر وہ مجھے بھی مارنے لگے۔میں سوچ رہی تھی کہ اگر انہوں نے مجھے قتل ہی کرنا ہے تو بہتر ہے کہ یہیں میرے خاندان کے ساتھ ہی مجھے مار دیں۔"

ڈریٹا کی آواز بھرا جاتی ہے اور اس کا سر جھک جاتا ہے وہ مدھم آواز میں کہتی ہے "انہوں نے مجھے دروازے کے سامنے لٹایا اور میرے ساتھ نازیبا حرکات شروع کر دیں میرے پڑوسی نے میرے ساتھ زیادتی کی دوسرے سپاہیوں نے مجھے مارا پیٹا اور کئی نے زبردستی میرے بوسے لیے۔میرا پورا خاندان وہیں موجود تھا۔اس وقت میں نے سوچنا شروع کیا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے اگر اس کا وجود ہوتا تو وہ یہ سب کچھ نہ ہونے دیتا۔"

ڈریٹا نے بتایا۔اس کے بعد سپائیوں نے کہا کہ وہ اسے زندہ جلا دیں گے مگر انہوں نے ایسا کیا نہیں۔اگر وہ مجھے قتل کر دیتے تو میرے لیے بہتر ہوتا۔میں خود بھی خودکشی کرنا چاہ رہی تھی۔اب میں کس لیے زندہ رہوں؟

کوسوو کی مہاجر خواتین کے ساتھ (انفرادی اور اجتماعی) زیادتیوں کے کئی واقعات ہوئے ہیں مگر ان میں اکثر اس کا اعتراف کرنے سے جھجھکتی ہیں۔ڈریٹا ان چند خواتین میں شامل ہے جنہوں نے برملا اس کا اظہار کیا ہے۔ترانا کے البانیہ سنٹر فاردی کونسلنگ آف ویمن اینڈ گرلز کی کونسلر اینگلی ٹینا جرمتی کہتی ہے کہ ان میں سے اکثر خواتین

ان تجربات کے بارے میں اس لیے بات نہیں کرنا چاہتیں کہ ان کے ساتھ سماجی بے ناموسی کا داغ لگا ہوا ہے ان میں سے اکثر کہتی ہیں کہ ان کے ساتھ نہیں دیگر خواتین کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے'' زیادہ سے زیادہ ڈھکے چھپے الفاظوں میں جبر کی کہانیاں سنائی ہیں۔''

اینگلی ٹینا کہتی ہے ''جنسی زیادتی کوسوو کے کسی بھی خاندان کے لیے آخری تذلیل ہے۔ کوسوو کی عورتیں شادی کرنے اور بچے پالنے کے خواب دیکھتی ہیں اور زیادتی کے قدامت پرست ثقافت کے سبب وہ سمجھتی ہیں کہ اب ان کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہے اور یہ ان کے دشمن کی اذیت ہے مزید یہ کہ اگر زیادتی کا شکار ہونے والی کوئی عورت حاملہ ہوجائے تو وہ دشمن کے بچے کو جنم دے گی اور اسے بھی اس نسلی جنگ میں فتح سمجھا جاتا ہے۔

اینگلی ٹینا بتاتی ہے کہ متاثرہ عورتوں کا زیادتی کے بارے میں بات کرنے سے گریز کرنا حملوں کی درست تفصیلات مرتب کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ بہرحال سلامتی اور تعاون کے لیے یورپ کی تنظیم او ایس سی ای میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ۷۰۰ واقعات ریکارڈ کرائے گئے ہیں جن میں جنسی زیادتی، قتل، جسمانی تشدد اور جبری بے دخلی شامل ہے۔ یہ تنظیم یہ ظاہر نہیں کر رہی کہ ان میں سے کتنے واقعات میں جنسی جبر کا عنصر بھی شامل ہے۔ بہرحال اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ نے اعتراف کیا ہے کہ کوسوو میں جنسی تشدد کے واقعات بڑی سطح پر ہوئے ہیں۔

چشم دید گواہوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ سرب سپاہی سرحد کے راستے پر سڑکوں کے کنارے عورتوں کے ساتھ کھلے عام زیادتی کرتے ہیں۔ انہوں نے ''ریپ کیمپوں'' ہوٹلوں اور گھروں میں خواتین کے گروہوں کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اس ''جنگی حکمت عملی'' کو سربوں نے بوسنیا کی جنگ میں بھی استعمال کیا تھا۔ اکثر سپاہی اس مذموم کام کے لیے خوبصورت ترین عورتوں کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کے ساتھ زیادتی کرنے سے قبل مختلف انداز سے ان کی توہین کرتے ہیں۔

امدادی کارکن زیادتی کی شکار عورتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ

انہیں مہاجر کیمپوں سے نکال کر خاندانی گھروں میں منتقل کریں اور صلاح مشوروں اور دیگر ذرائع سے انہیں رواجی زندگی کی طرف لے جائیں۔ اس وقت ڈریٹا اور اس کے گھر والوں کو ترانا میں ایک البانوی خاندان کے ہاں رکھا گیا ہے۔ ڈریٹا کو کام مل گیا ہے اور وہ مہاجر بچوں کی مدد کے لیے ایک کیمپ میں کونسلنگ کے فرائض انجام دیتی ہے۔ پھر بھی اس کے ذہن پر اس تجربے کے منفی اثرات قائم ہیں وہ کہتی ہے۔ ''میں اب بھی اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتی اور میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی حتیٰ کہ فی الحال میں زندہ رہنا بھی نہیں چاہتی۔''

کسووا میں مسلمانوں کی اجتماعی قبریں:

سربوں نے نیٹو کے فضائی حملوں کے دوران میں کسووا کے مسلمانوں کو جس بڑے پیمانے پر قتل کیا اس کی گواہی بستیوں کے کھنڈرات اور ندی نالوں میں بکھرے پڑے انسانی ڈھانچے اور بڑی بڑی اجتماعی قبریں دے رہی ہیں۔ مسلمانوں کو کس قدر لوٹا اور جائیدادوں کو تباہ کیا گیا اس کا اندازہ تو شاید ہو جائے مگر کس تعداد میں مسلمان قتل کیے گئے اس کی صحیح تعداد شاید کبھی معلوم نہ ہو سکے کیوں کہ ان گنت مسلمانوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا اور بے شمار اجتماعی قبروں کا کوئی نشان نہیں۔

کسووا لبریشن آرمی نے ایک قبر دریافت کی جس میں سے تین سو سے زیادہ لاشیں برآمد ہوئیں۔ عینی شاہدین نے بتایا کہ ان لاشوں کو تین اپریل کی شب دفنایا گیا تھا۔ یہ افراد سرب افواج کے ظلم و انتقام سے بچنے کے لیے البانیہ کی طرف جا رہے تھے کہ سرب فوجیوں نے انہیں پکڑ لیا اور اس کے بعد قتل کر کے ایک ہی قبر میں دفنا دیا۔ جرمن فوجیوں نے سیلائن نامی قصبہ میں ایک اجتماعی قبر سے ۱۱۹ لاشیں نکالیں۔ ہیگ میں یوگوسلاویہ کے جنگی جرائم کی تحقیقات کرنے والے ٹریبونل کی ترجمان پال رسلے نے بتایا ہے کہ سرب افواج نے کسووا میں مسلمانوں کی اجتماعی قبروں کے نشان مٹا ڈالے ہیں۔

مسلمان اب جو اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے ہیں تو تباہ شدہ اور جلے ہوئے مکانات کے کھنڈرات میں انہیں ہڈیاں مل رہی ہیں یا پھر مقتولین کے بال یا بالوں کے بغیر کھوپڑیاں۔ ایک گاؤں کورینکا جو دارالحکومت پرسٹینا کے جنوب مغرب ۴۵ میل کے

فاصلے پر واقع ہے کے باشندوں نے بتایا کہ ۲۷ اور ۲۸ راپریل کو سربوں نے ۱۵۵ نہتے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا۔ قتل کا سلسلہ طلوع آفتاب کے ساتھ شروع ہوا۔ اس قتل و غارت سے بچ جانے والے لیگ نکمن گجاج نے بتایا کہ صبح سات سے بارہ بجے تک قتل و غارت کا سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ واپس آنے والوں میں سے کچھ نے اخباری نمائندوں کو تین اجتماعی قبریں دکھائیں جن میں ۶۰ تا ۷۰ لاشیں تھیں۔ ایک جلے ہوئے گھر میں ٹوٹی ہوئی چھت پر پانچ آدمیوں کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے پڑے تھے، اس کے قریب ہی دو قبروں میں دو مقتول دفن تھے۔

سرب پولیس، پیراملٹری فورس اور فوجیوں نے گاؤں پر قبضہ کرنے کے بعد دوسرے دن قتل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس گاؤں کی ایک عورت فلورامیتوری جو بچ جانے میں کامیاب ہوگئی تھی، نے بتایا ''۱۶ سال سے زائد عمر کا جو فرد بھی انہیں ملا انہوں نے قتل کر ڈالا۔'' ''بچے اور عورتیں بھی'' اس نے مزید بتایا کہ سرب فوجیوں نے مسلمانوں پر گولیوں کی نشانہ بازی کی، ان کے گھر جلائے اور خانہ بدوشوں سے کہا کہ انہیں دفنا دیں۔ مسلمانوں کی قبریں تنگ تھیں اس لیے بعض کے ہاتھ قبروں سے باہر رہ گئے۔ ایک گھر کے قریب ۵ لاشوں کو آگ لگانے سے پہلے ان کے بازو اور ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔

کسینک کے قریب ایک اجتماعی قبر کے بارے میں وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ۸ اور ۹ راپریل کو اجتماعی قتل کا واقعہ پیش آیا۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کو بلاامتیاز قتل کیا گیا۔ تین ماہ کے بچے کو بھی نہ بخشا گیا۔ چھوٹے بچوں کو ڈنڈوں، رائفلوں کے بٹوں یا پھر ہینڈ گرینیڈوں سے مارا گیا۔ زخمیوں کو پستولوں کی گولیاں مار کر ختم کیا گیا۔ جرمن فوجیوں نے بتایا کہ سربوں نے آخری منٹ تک لوٹ مار، قتل اور جلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ پرشٹینا کے جنوب مغرب میں ۴۰ میل دور ولیکا کروسا گاؤں میں ولندیزی فوج کے امن دستوں نے ۲۰ لاشوں کو دیکھا ۱۴ جون کو برطانوی دستوں نے کسینک قصبہ میں مٹی کی ڈھیر دیکھے۔ فوجیوں کا خیال تھا کہ سربوں نے اجتماعی قبر سے نعشیں نکال کر الگ الگ کر کے دفنائی ہیں۔ ایک ایک کر کے دفنانے سے پہلے یہاں ۸۱ لاشیں ایک قبر میں دفنائی گئی تھیں۔ علاقہ کے لوگوں نے امن دستوں کو دو اور اجتماعی قبریں بھی دکھائیں، قریبی گاؤں میں برطانوی فوجیوں نے گولیوں سے چھلنی کپڑوں کا ڈھیر دیکھا اور قبریں بھی۔ چار گھر

بھی نذر آتش کئے گئے تھے۔ایک دیہاتی نے بتایا کہ یہاں ۱۳۵افراد قتل کئے گئے تھے۔ کورنیکا کے قریب وجاکوویکا میں ایک گورکن نے بتایا کہ اس نے ایک قتل عام کے بعد دو سولاشوں کو دفنایا تھا۔

اجتماعی قبروں کی دریافت کا سلسلہ جاری ہے۔اجتماعی قبروں کے علاوہ جنگلوں، پہاڑوں اور ندی نالوں میں نہ جانے کتنی انسانی لاشیں بے گوروکفن پڑی ہیں اور کتنی کو جنگلی درندے کھا گئے ہیں۔

جنگ کسووا کا ایک اور المناک پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ سینکڑوں جوان عورتوں کو ''جنسی غلام'' بنا کر برطانیہ کے قحبہ خانوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ان میں سے بعض کو خرید کر، بعض کو اغواء کر کے اور بعض کو کام کا جھانسہ دے کر جعلی پاسپورٹوں پر برطانیہ کے قحبہ خانوں میں پہنچایا گیا ہے۔اس تجارت کا انکشاف سنڈے ٹائمز نے کیا ہے۔اس اخبار کا ایک رپورٹر البانیہ کے دارالحکومت ترانہ میں خود کو ایک ایسے بزنس مین کا ''ایجنٹ'' ظاہر کر کے اس گروہ میں گھسا جسے مانچسٹر اور گلاسگو میں اپنے ''کلبوں'' میں کام کے لیے لڑکیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔''ایجنٹ'' کے رابطے پر ایک شخص نے اسے نوجوان، خوبصورت، اور چالاک لڑکیوں کی پیش کش کی۔اس شخص نے بتایا کہ اٹلی اور جرمنی کے لیے ایک عورت کی قیمت ۸۳۰ پاؤنڈ جب کہ برطانیہ کے حساب سے ۱۳۳۰ پاؤنڈ ہوگی۔''ایجنٹ'' کے ایک سوال پر اسے بتایا گیا کہ یہ لڑکیاں شمالی البانیہ کے دیہات سے آئی ہیں۔ان لڑکیوں کے اتہ پتہ سے لاعلم ہیں۔دیگر لڑکیاں کسووا کی لڑائی کے باعث اس گھناؤنے کام کے لیے مجبور ہوئیں۔لندن میں البانوی زیر زمین رابطوں کو استعمال کرتے ہوئے سنڈے ٹائمز کا ایک رپورٹر کسووا کی عورت ڈجلما سے ملا جسے طوائف بننے پر مجبور کیا گیا تھا۔اس عورت نے کسووا سے برطانیہ تک کے دل دہلا دینے والے سفر کی روداد سنائی اور بتایا کہ وہ کس طرح ایک عام عورت سے طوائف بنی۔ڈجلما نے بتایا کہ سربیا نے کسووا کے مسلمانوں پر ظلم کا پہاڑ توڑا ہوا تھا۔مردوں کو قتل اور خواتین کو زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا۔ اس نے بتایا کہ وہ اسی ظلم وستم کے بنا پر وہاں سے نکلی اور جرمنی وغیرہ سے ہوتے ہوئے قحبہ خانے میں پہنچ گئی۔

ابزرور کا نمائندہ جوناتھن سٹیل لکھتا ہے کہ سرب افواج نے مغربی کسووا میں برفپوش

پہاڑوں پر کئی دنوں تک مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا پیچھا کیا اور بے رحمی سے ان پر گولیاں برسائیں۔ رات کے وقت سرب سرچ لائٹ کا استعمال بھی کرتے تا کہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر مسلمان بارڈر پار نہ کر جائیں۔ ایک جگہ تو سرب فوجی ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ پہاڑی چراگاہ میں موجود مسلمانوں کو قتل کرنے بھی پہنچ گئے۔ مقامی سربوں نے اپنے اپنے ہمسایوں کو قتل کرانے میں سرب فوج کا خوب ساتھ دیا۔ لیوبینک گاؤں میں قتل عام اپریل کے مہینہ میں شروع ہوا۔ امن دستوں نے بتایا کہ اجتماعی قبریں تقریباً ۳۵۰ لاشیں دفنائی گئی ہیں۔

امریکی وکیل مائیکل سیٹکو جو گم شدہ افراد کے سلسلے میں مہاجرین کی مدد کر رہا ہے اس نے پہاڑوں پر ۴ دنوں کے دوران قتل عام کی جگہوں کی سینکڑوں تصویریں بنائی ہیں۔ اور بچ جانے والے افراد سے بڑی تعداد میں انٹرویوز کیے ہیں۔ عینی شاہدوں نے بتایا کہ سربو نے لاشوں کو رسوں کے ذریعے اوپر کھینچا اور ہیلی کاپٹروں میں رکھ کر لے گئے۔ ''برف میں کھڑے ہو کر تصور کریں کہ آپ کی فیملی بھی آپ کے ساتھ ہے اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے سرب چھاتہ بردار آپ کے اوپر اتار دیئے گئے ہیں اور کچھ سرب آپ کی پشت سے اوپر چڑھ رہے ہیں، برف پر تمہارے نقش قدم بھی نظر آ رہے ہیں (آگے اور پیچھے قاتلوں کو دیکھ کر) آپ کس قدر دہشت زدہ ہو جائیں گے'' ۱۰ ر جولائی کو فارم ہاؤس کے کچن میں اپنے والدین میں بیٹھی ہوئی ۲۵ سالہ اربنیشا ہسکاج نے بتایا کہ وہ پانچ گھنٹے تک برف پر چہرہ رکھے الٹی لیٹی رہی تا کہ گیارہ افراد کو قتل کرنے والے سرب فوجی اسے بھی مردہ سمجھیں۔

یکم اپریل کو گاؤں کے زیریں حصے میں۔ ۱۸۰ افراد کو قتل کیا گیا مگر بالائی حصے والے لوگ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ اربنیشا اور اس کے والدین زیادہ وقت پہاڑوں میں چھپ کر گزارتے اور کبھی کبھی دو تین گھنٹے سونے کے لیے رات کو گھر واپس آتے۔ اربنیشا نے ظلم کی کئی داستانیں سنائیں۔ ہر داستان لخراش ہے۔

یہ اسلامی تاریخ کا دردناک المیہ ہے کہ ایک ارب ۲۵ کروڑ ہوتے ہوئے بھی مسلمان اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں، ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہم مسلمان من حیث الملت بے غیرت اور بزدل ہو

چکے ہیں، اسی لیے کشمیر کی بیٹیاں بمبئی اور کلکتہ میں بک رہی ہیں، کسووا اور بوسنیا کی برطانیہ میں، اراکان و بنگلہ دیش کی کلکتہ میں مگر ہم پھر بھی صلیبیوں اور ہندوؤں سے دوستی کے خواہاں ہیں۔

اسرائیلی بربریت ناقابل اعتبار:

قرآن کریم کی رو سے یہود اور عیسائی کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ لیکن مسلمان پھر بھی ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے یا ان کے وعدوں پر اعتماد کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ جس کا تازہ تلخ تجربہ سردار فدایان یاسر عرفات کو ہوا۔ اسرائیل کے پشت پناہ امریکہ کے سربراہ نے یقین دلایا تھا کہ اگر مسلح فدائین لبنان کو پرامن طریقے سے خالی کر دیں اور دوسرے ممالک کو چلے جائیں تو جنگ بندی کی صورت میں ان کے اہل وعیال کی حفاظت کی جائے گی۔

جس پر اعتماد کرتے ہوئے یاسر عرفات نے یہ منصوبہ منظور کر لیا اور فدائین نے اپنے لواحقین کا کشت وخون روکنے کے لیے لبنان چھوڑ دیا۔ فدائین کے جانے کی دیر تھی کہ امریکہ کی شہ اور ایماء پر اسرائیل نے ان کے اہل وعیال سے ایسی خون کی ہولی کھیلی جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ جب لبنان میں اسرائیلی درندوں نے ''صابرہ''، ''شطیلہ'' میں خون کے دریا بہا دیئے تو اس وقت یاسر عرفات نے کہا کہ ''میں نے ریگن (صدر امریکہ) پر اعتماد کر کے زندگی میں پہلی بار دھوکا کھایا ہے'' انہیں دوسرا سخت صدمہ اس وقت ہوا جب فلسطینیوں کے قتل عام کا عربوں کو احساس تک نہ ہوا۔ تو انہوں نے کہا کہ ''کیا عربوں کو اس وقت سانپ سونگھ گیا تھا؟'' اس سانحہ عظیم کی اہمیت گھٹانے کے لیے امریکی پریس نے بھی دنیا کو دھوکا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر بربریت کے اس مظاہرہ کی داستان الم دوسرے براہ راست ذرائع سے فی الفور منظر عام پر آ گئی ہے۔ جن کی تفصیل نے دنیا کو دنگ کر کے رکھ دیا۔

قیامت کا ہفتہ:

قیامت کا یہ ہفتہ ۱۵ ر ستمبر ۸۲ء سے ۲۲ ر ستمبر کے درمیان منایا گیا۔ تحریک آزادی

فلسطین کی مرکزی ورکنگ کمیٹی کے رکن اور سعودی عرب میں فلسطین کے سفیر جناب ابوشاکر کے مطابق قتل عام کا یہ ڈرامہ کھیلنے کے لیے سب سے پہلے دھوکہ اور فریب سے فدائین سے بیروت خالی کرالیا گیا اور ان کے لواحقین کو فلسطین کی دو خیمہ بستیوں ''صابرہ'' اور شطیلہ میں بہ بہانہ حفاظت جمع کر دیا گیا۔ جن کے پاس بوقت حملہ نہ کوئی اسلحہ تھا اور نہ کوئی فدائی مفرور۔

جہاں پچیس ہزار (۲۵۰۰) افراد کو تھوک کے حساب سے موت کے گھاٹ اتار کر سفاکیت و بربریت کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ جس کی تفصیل سے دنیا کے ظالم ترین انسانوں کی بھی روحیں کانپ اٹھیں اور اس کے مقابلہ میں انہیں اپنی ستم رانیاں بھی ہیچ نظر آنے لگیں۔

بربریت کی انتہاء:

جس اسرائیلی دستہ نے صابرہ اور شطیلہ پر حملہ کرنا تھا اسے خصوصی طور پر انتہائی نشہ آور شراب پلائی گئی۔ اس قتل عام کی تحقیقات کرنے والے کمیشن کے روبرو بیان دیتے ہوئے اس ریز رو دستہ کے ایک اسرائیلی قاتل نے بتایا کہ ''خیمہ بستیوں پر حملے سے قبل ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ ہم کس مشن پر روانہ ہو رہے ہیں ہمیں حملہ سے کئی گھنٹے پہلے ایک خصوصی طعام گاہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں انواع واقسام کے کھانے اور بہت نشہ آور شراب کے ڈھیر لگے تھے۔ جہاں خوبصوت لڑکیاں ہماری خدمت کر رہی تھیں۔ یہاں بہت دیر اودھم مچانے کے بعد ہمیں مسلح کیا گیا۔ پھر ہم پہلے صابرہ اور شطیلہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں سے فدائین جا چکے تھے۔ لہٰذا کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ ہوئی۔ ہم نے ایک ایک گھر میں گھس کر عورتوں کے کپڑے پھاڑے۔ انہیں بے آبرو کیا۔ مردوں اور بچوں کو ان کی خواتین کے سامنے گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔'' بیان کی اختتام پر اس فوجی نے کہا کہ ''یہ سب کچھ میں ضمیر کی خلش کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہہ رہا ہوں۔''

ایک بوڑھی عورت جو کہ حملے میں اپنی ٹانگ گنوا بیٹھی تھی نے روتی ہوئی آواز میں کہا کہ ''جب ہم لوگوں پر حملہ ہوا تو ہماری گلی کی عورتوں نے ایک گھر میں پناہ لی۔ ظالم درندے گلی کے مردوں اور بچوں کو شہید کرنے کے بعد ہم تک پہنچے تو فوجیوں نے ہمیں

لائن میں کھڑا کر دیا۔ پھر ہم سے نوجوان بچیوں کو کمرے سے باہر نکال لیا گیا۔ فوجیوں نے کہا کہ ان بوڑھیوں کو مارنے کا کیا فائدہ۔ جس پر ان کے ایک کمانڈر نے چیخ کر کہا ”ان سب کو گولی مار دو یہ فدائیوں کو جنم دیتی ہیں۔“

غرض یہ کہ جب ان بستیوں پر حملہ ہوا کسی کو بھی نہیں بخشا گیا۔ چند دنوں کے معصوم بچوں سے لے کر بڑے، بوڑھوں، اور نوجوان لڑکیوں تک کو تہ تیغ کر دیا گیا، جو کوئی بھی سامنے آیا اسے گولی ماردی گئی حتیٰ کہ ناداروں اور مریضوں پر بھی کسی نے رحم نہ کھایا، ایک نگاہ تک نہ ڈالی، لہٰذا جو مریض اور نادار گھروں کے کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے تھے، انہیں بستی پر بلڈوزر چلاتے وقت زندہ درگور کر دیا گیا، بچوں کو ماؤں سے الگ کر کے شہید کیا گیا۔

فلسطینی ذرائع کے مطابق صابرہ اور شطیلہ میں شہید ہونے والوں کی تعداد ۲۵ ہزار سے زیادہ ہے۔ ان ذرائع کے مطابق اس قتل عام کے کافی دنوں بعد صابرہ کے نواح میں دس کے قریب اجتماعی قبروں کا انکشاف ہوا۔ اس میں سے ہر ایک قبر میں سینکڑوں کی تعداد میں مرد و زن دفن تھے۔ یہ قبریں حملہ آوروں نے پوری رازداری سے تیار کیں اور پھر بے بس و بے کس مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے بعد لاشوں کو ٹرکوں میں کوڑے کرکٹ کی طرح بھر بھر کر یہاں دفنایا گیا۔ ان ذرائع کے مطابق اب بھی سینکڑوں گھروں کے ہزاروں افراد لاپتہ ہیں۔ جن کے بارے میں قیاس غالب ہے کہ وہ بھی کسی اندھی قبر کے بطن کا ایندھن بن گئے ہوں گے۔“

کمینگی کا مظاہرہ:

”مصدقہ اطلاعات کے مطابق مسلمانوں کو اپنے شہداء کے کفن دفن سے کئی روز تک جبراً روکے رکھا گیا، تاکہ نعشیں بقید حیات مسلمانوں کے لیے عبرت کا تازیانہ بنی رہیں، اور خاص طور پر معروف مسلمانوں کو سرعام چوراہوں میں کھڑا کر کے گولیاں ماری گئیں۔“

دوسری طرف یہودیوں کے معاون عیسائیوں کی بعض انسانی بھلائی کی رضاکارانہ تنظیموں نے وہ گھناؤنا کردار ادا کیا۔ جس کو سن کر انسانیت کا سر بار ندامت سے سرنگوں

ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان تنظیموں نے امدادی خوراک کے پیکٹوں میں ایسا زہر ملا دیا جو خوراک کھانے والوں کو خونی پیچس اور دوسری خوفناک بیماریوں میں مبتلا کر دیتا تھا۔ یوں خدمت انسانی کے نام پر انسانی قدروں کا خوب مذاق اڑایا گیا اور فدائیوں کے بیروت سے انخلاء کے بعد ان کے لواحقین کو خون میں نہلایا گیا۔" (نوائے وقت جمعہ ایڈیشن دسمبر ۸۲ء)

چشم دید حالات:

سنگاپور سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر سوی چائی ایک غیر ملکی طبی مشن میں شامل تھیں، جو قیامت کے اس ہفتہ میں بیروت کے غزہ ہسپتال میں رضا کار سرجن کی حیثیت سی کام کر رہی تھی وہ اس روح فرسا تاریخی لمحات کی لمحہ بہ لمحہ یادداشتیں اپنے روزنامچہ میں تحریر کرتی رہیں۔ جواب منظر عام پر آ گئی ہیں، اس چشم دید گواہ کی ڈائری کے مطابق ۱۵ر ستمبر ۱۹۸۲ء سے لے کر ۲۲ر ستمبر ۱۹۸۲ء تک جس طرح صابرہ اور شطیلہ کیمپوں میں بے گناہ فلسطینیوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، اس کی چشم دید تفصیل ملتی ہے۔ اس ڈائری کی رو سے۔ "ان گنت فلسطینیوں کی خون سے ہولی کھیلنے کا پہلے سے پروگرام بنایا گیا اور بچوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کو ایک ساتھ ان کے گھروں میں بھون دیا گیا اور آنکھوں کے چراغ گل کر دیئے گئے۔ زخمیوں اور مرنے والوں کی نوعیت سے صاف پتہ چلتا تھا کہ انہیں گھر میں داخل ہو کر قتل کیا گیا۔"

۱۶ر ستمبر جمعرات کو جب رات ڈھلی تو تقریباً دو ہزار پناہ گزین ہسپتال میں آ گئے۔ اسی دوران اور بھی بہت سے اس امید پر ہسپتال کے پاس پہنچ گئے کہ شاید انہیں پناہ مل جائے، ہسپتال کی سیڑھیاں، صحن غرض ہر جگہ بچوں اور عوتوں اور دوسرے لوگوں سے بھر گئیں۔ تمام رات غزہ ہسپتال کے اردگرد موجود کیمپوں میں آگ لگی رہی اور گولیوں کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۸ر ستمبر بروز ہفتہ پونے سات بجے صبح عجیب دردناک منظر تھا۔ بچوں اور عورتوں کی لمبی قطاریں یونیسیف کی عمارت کے اس صحن کے گرد جمع ہو گئیں۔ ان سب کے گرد فوجیوں کے مختلف دستوں نے حلقے بنا رکھے تھے۔ یہ فوجی نہ تو لبنانی تھے، نہ لبنانی وردی میں تھے۔ ایک اندازہ کے مطابق ان بچوں اور عورتوں کی تعداد ۸۰۰ سے ۱۰۰۰ تک

تھی۔ اور کچھ فاصلے پر بلڈوزر نیم شکستہ عمارتوں کو بغیر کسی منصوبے کے گرا رہے تھے اور ان مکانوں میں موجود زندہ لوگ نعشیں بن بن کر ساتھ ہی ملبے کے ڈھیر تلے دفن ہوتے جا رہے تھے۔

عورتوں میں سے ایک نے اپنے ایک شیر خوار بچے کو اس امید پر ایک غیر ملکی ڈاکٹر کی گود میں دے دیا کہ شاید وہ اس طرح بچ جائے۔ لیکن فوجیوں نے دوبارہ اس کی ماتا کو مجبور کیا کہ وہ اپنا بچہ واپس لے لے اور اسے اپنے انجام تک پہنچنے دے۔

۱۸ ر ستمبر بروز ہفتہ صبح ساڑھے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے کے درمیان ۲۰ منٹ سے آدھ گھنٹہ مسلسل مشین گنیں چلتی رہیں، سٹین گنوں کی آواز اور بچوں کی چیخ و پکار آپس میں گڈمڈ ہو کر رہ گئیں، قیامت صغریٰ کا سماں تھا، جب گولیاں چلانے کا سلسلہ بند ہوا تو سکوت مرگ طاری تھا۔

ساڑھے نو بجے کے لگ بھگ دردناک مناظر دیکھ کر آنے والے بی بی سی کے ایک نمائندہ نے بتایا کہ گلیوں، بازاروں اور کیمپوں میں عورتوں اور بچوں کی خون آلود نعشوں کے ڈھیر لگے پڑے ہیں، یہ نعشیں دس دس اور پندرہ پندرہ کے گروپ میں پڑی ہیں۔

دس بجے صبح کینٹن فلم کے عملے کے کچھ ارکان نے صابرہ میں گولیوں کا نشانہ بنا دیئے جانے والے ان گنت فلسطینی بچوں اور عورتوں کی نعشوں کی فلم تیار کی، جو مختلف سڑکوں کے دونوں طرف الٹی سیدھی پڑی تھیں، جب ہم نے اس فلم کی ''ویڈیو'' دیکھی تو نعشوں میں کچھ چہرے وہ تھے جن کو ہم نے تھوڑی دیر پہلے اپنی چھان بین کے دوران فوجیوں کے حلقوں اور گھیراؤ میں دیکھا تھا۔

۱۹ ر ستمبر بروز اتوار صبح کے وقت میڈیکل ٹیم کے ارکان نے صابرہ اور شطیلہ کیمپوں میں دیکھا کہ ہر طرف نعشیں ہی نعشیں بکھری ہوئی پڑی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ مختلف خاندانوں کو ایک ساتھ ہی قتل کیا گیا ہو، اس وقت تک انٹرنیشنل ریڈ کراس کو اس کی سرسری گنتی کے مطابق ۱۵۰۰ سے زائد معصوم فلسطینی گولیوں کا نشانہ بنائے جا چکے تھے، ان بچوں کی شام کو ہی تلاش کی جاری تھی، جن کی گردنیں اگلی صبح اڑائی جانے والی تھیں، ان میں ایک بچہ پورے عملہ سے مانوس تھا، اسے آخری بار دس بارہ بجے زندہ دیکھا گیا، اس کے بعد اس گلاب کو کسی نے نہیں دیکھا، بلکہ اگلے روز صبح کے وقت اس کی نعش دیکھی گئی۔

اسرائیلی ہیڈکوارٹرز سے صابرہ اور شطیلہ کے کیمپ جہاں قتل عام ہوا، آسانی سے دکھائی دیتے ہیں اور اعلیٰ اسرائیلی حکام سب کچھ بچشم خود دیکھتے رہے۔ تمام سڑکوں پر عملاً اسرائیلی فوجیوں کا کنٹرول تھا، اور اخبار نویسوں کو اندر جانے اور بے رحمی سے قتل کیے جانے والے فلسطینی بچوں، عورتوں، اور جوانوں کی فلم بندی کی اجازت دے دی گئی تھی۔

۲۲/ستمبر بدھ تک گنی جانے والی نعشیں ۳۴۰۰ سو سے زیادہ تھیں۔ قتل عام اسرائیلوں کی طرف سے ان کی نگرانی میں ہوا۔ اس مقصد کے لیے کرائے کے فوجی اور کچھ اسرائیلی دستے استعمال کیے گئے، بعض فلنجسوں کو بھی اس لیے استعمال کیا گیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں نفرت زیادہ ہو جائے۔ (نوائے وقت میگزین)

قتل عام کی فلمیں:

فلسطینی کیمپوں میں موجود بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام پر جب پوری دنیا کانپ اٹھی تو اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ خود اسرائیل نے نام نہاد اسرائیلی کمیشن مقرر کیا، جس کے روبرو اسرائیلی وزیراعظم اور وزیر دفاع کے بیانات سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ ان گنت فلسطینیوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا پہلے سے باقاعدہ پروگرام بنایا گیا تھا اور بچوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کو ایک ساتھ ایک ہاتھ سے ان کے گھروں میں بھون کر موقعہ پر ہی ان کی فلمیں تیار کرائی گئیں، اسرائیلی وزیراعظم بیگن اور وزیر دفاع شیرون اپنے دیگر اعلیٰ حکام کے ساتھ اسرائیلی ہیڈکوارٹر سے قتل عام کا یہ منظر دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔

بیگن کی بربریت:

وزیراعظم بیگن ایک قصاب کی حیثیت سے پہلے بھی ایسے قتل عام کا تجربہ ۱۹۴۸ء کو یروشلم کے نواحی قصبہ دیر یاسین میں کر چکا تھا۔ جس کی تفصیل سے بی بی سی ٹیلی ویژن کے سینئر سائنس ایڈیٹر ڈاکٹر کارل سباغ نے دنیا کو آگاہ کیا۔ اس نے بیگن کی سفا کی کے سلسلہ میں گذشتہ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں اپنے پندرہ روزہ جریدہ ''ولڈ میزیسن'' میں یہ انکشاف کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اسرائیل میں منعقد ہونے والے میڈیکل اولمپکس میں حصہ لینے

والے ڈاکٹروں سے کہا گیا تھا کہ انہیں یروشلم کے نواح میں واقع ایک بستی میں ذہنی امراض کے سرکاری ہسپتال کے دورہ پر لے جایا جائے گا۔ وہاں جا کر ایک رات کے پچھلے حصہ میں بیگن کی قیادت میں ایک سو بتیس چھاپہ ماروں نے مذکورہ بالا گاؤں کا محاصرہ کر کے اس کی دو تہائی آبادی کو قتل کر دیا۔ جس میں مرد، عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

کشمیری خواتین بھارتی بھیڑیوں کے نرغے میں:

وادی کشمیر میں مسلمان خواتین کی عصمتوں کے جنازے سوال کرتے ہیں عزت و آبرو پر جان نچھاور کر دینے والے غیرت مند مسلمان کہاں ہیں؟

میرا نام دلاور خان ہے۔ عمر ۱۵ سال ہے۔ تعلیم قابلیت صرف آٹھویں جماعت تک ہے۔ میں دارہ پورہ (کپواڑہ) کا باشندہ ہوں۔ میں نہایت ہی کمسن ہوں، لیکن اب کمسنی میں بالغ ہو چکا ہوں، اسے آپ ذہنی بلاغت کہہ سکتے ہیں۔ جسمانی طور پر تو میں ایک چھوٹا لڑکا ہوں، لیکن میں نے اپنے سے کئی بڑے بڑے فوجیوں کو مار ڈالا ہے۔

میرا ذہن محدود تھا۔ میری دنیا میرے گاؤں تک ہی محدود تھی۔ میں غلامی اور آزادی، نفع اور نقصان کی سوچ سے دور تھا۔ میری دوڑ گھر سے کھیت اور اسکول تک محدود تھی۔ اچانک ۲۶ رجنوری ۱۹۹۰ء سے کشمیر میں طوفان کی لہر جاگ اٹھی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لہر اس سے بھی ایک سال قبل جاگ اٹھی تھی۔

لیکن میں نے پہلی بار ۲۶ رجنوری کے روز شام کو اپنے گاؤں کی مسجد سے ہندوستان کے خلاف نعرے گونجتے ہوئے سنے۔

اس قسم کے نعرے جن میں آزادی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ میرے لیے بالکل نئے تھے۔ اخبارات اور ریڈیو سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق فوجی دستوں نے ہزاروں حریت پسندوں کو جام شہادت نوش کرایا۔

یہ کیسا سماں ہے؟ کیا کچھ ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ غلامی اور آزادی کے فرق سے میں ناآشنا تھا۔ البتہ اردو پڑھ سکتا ہوں اور اسے سمجھتا بھی ہوں۔ جگہ جگہ دیواروں پر ''ہم کیا چاہتے ہیں۔ آزادی!'' کے الفاظ لکھے ہوئے دیکھے۔

۲۶ رجنوری سے ۱۰ رفروری ۱۹۹۰ء تک میں غلامی اور آزادی کے اتار چڑھاؤ سے۔ بالکل الگ تھلگ رہا۔ غلامی کیا ہے اور لوگ آزادی کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس پر میں نے کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔

۱۰ رفروری کو میں اپنی بہن کے ساتھ ہائے ہامہ گیا، یہ پہلا موقع تھا کہ میں اپنی بہن کے ساتھ کہیں جا رہا ہوں۔ ہماری پندرہ سالہ زندگی قرب و جوار کے کھیتوں اور کھلیانوں میں گزری ہے۔ البتہ میں اور میری بہن نے کبھی فوجی جوانوں کو نہیں دیکھا تھا۔ آج زندگی میں پہلی بار وردی پہنے ہتھیاروں سے لیس فوجی جوان گشت پر نکلے دیکھے۔ فوجی جوانوں کو دیکھ کر ہم دونوں پریشان سے ہو گئے۔

ہائے ہامہ تک سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا حسب معمولی ہم پیدل چلنے لگے۔ جنگل کے دامن کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہم کوئی فوجی جوانوں کے سامنے سے گزرنا پڑا۔ فوجی جوان میری بہن کو دیکھ کر فقرے کسنے لگے۔ آگے جا کر ایک بندوق بردار فوجی جوان سے سامنا ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا، تمہارے پاس ''پاس'' ہے؟

میں نے پوچھا ''وہ کیا ہوتا ہے؟''

''میں بتاؤں وہ کیا ہوتا ہے۔'' کہتے ہوئے اسنے میری بہن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میری بہن چلانے لگی۔ اس تنہائی میں میرے سوا میری بہن کی آواز کسی اور نے نہیں سنی، خدا نے سنی ہوگی۔ فوجی جوان نے اپنی بندوق کی نال میری بہن کے سینے پر رکھ کر اسے چپ ہونے کو کہا۔ میں نے غصہ ہو کر اس کی بندوق کو جھٹکا دیا، فوجی جوان نے بندوق کی بٹ سے میرے سر پر وار کیا۔ میرا سر چکرا گیا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

کچھ دیر کے بعد جب میں ہوش میں آیا، میں نے دیکھا، بہن نے میرا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے اور بال بکھرے ہوئے تھے، وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔

میں نے اپنی بہن ریشما سے پوچھا کہ فوجی جوان کہاں گیا؟ میری بہن نے جواب دینے کے بجائے میری طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''اس نے تمہیں چھوا تو نہیں؟'' میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ریشما پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ اس نے اپنے آنسوؤں سے مجھے سب کچھ بتا دیا۔

میرے منہ سے اچانک نکلا ”کیا ہوا؟“

”جو نہیں ہونا تھا، وہی ہوا، بھیا۔ ! بس غلامی!“ میں نے ریشما سے اور کچھ نہ پوچھا بلکہ اسے سہارا دے کر اپنے ساتھ لیا۔ بہت دور جا کر میں نے ضبط کر کے ریشما سے پوچھا۔

”یہ غلامی کیا ہے؟“

”جس کے ہم غلام ہیں وہ جب چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور ہم اف تک کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔“

اپنی بہن کی یہ بات برچھی بن کر میرے دل میں اتر گئی۔ میں نے اسی وقت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں حاضر مان کر وعدہ کیا کہ ”میں غلامی کے خلاف لڑوں گا اور آج سے ہی لڑوں گا۔“

میرے ابو اکثر کہا کرتے تھے کہ بچے ملک اور قوم کے معمار ہوتے ہیں۔ بچے والدین کے خوابوں کی تعبیر ہوتے ہیں۔ میرے ابو مجھ سے پیار کرتے وقت اکثر کہا کرتے تھے کہ تم ریشما کے ساتھ ہمیشہ شفقت سے رہنا اور اس کی حفاظت کرنا۔

ریشما کے ساتھ فوجی جوان کے اس برتاؤ کے وقت مجھے میرے باپ کی باتیں یاد آئیں۔ میں انتقامی جذبے سے سرشار تھا کہ میری بہن نے مجھ سے کہا۔

”فوجی جوان نے جو کچھ میرے ساتھ کیا یہ تم کسی کو نہیں بتانا، گھر میں بھی کسی کو نہیں، کیوں کہ میں ابھی کنواری ہوں۔“ میں اس کی دلیل کو سمجھ گیا اور اس راز کو اپنے سینے میں دفن کر دیا۔

گھر واپس آ کر میں مسلسل سات روز تک بالکل بے چین رہا۔ میری نیند اور آرام گویا مجھ پر حرام ہو گیا۔ ظلم اور ظالم کے خلاف لڑنے کا میں نے پہلے ہی تہیہ کر لیا تھا مگر کیا کروں؟

اس دوران میں نے سن لیا تھا، لڑکے سرحد پار جا کر ہتھیار حاصل کر کے آتے ہیں۔ ارادہ تو میں نے بھی کیا لیکن سفر لیے نہ زادراہ تھا اور نہ کوئی ہمسفر تھا۔

میں نے پہلی بار گھر میں چوری کی اور باپ کی چادر چرائی اسے سرینگر آ کر زینہ کدل میں ایک دوکان پر سو روپے میں بیچ دیا۔ گھر واپس لوٹا، رات گزری، صبح ہوئی۔ میں نے

ایک نان فروش کی طرف رجوع کیا۔ بیس روپے کی روٹیاں لے کر میں گھر سے نکل گیا۔ گھر والوں سے میں نے کچھ بھی نہیں کہا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟ اور کیا کرنے جا رہا ہوں۔ جنگل کی طرف تن تنہا روانہ ہوگیا۔ شام کا وقت آیا، ایک گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ یہاں دور دور تک پانی کا کہیں نشان تک نہ تھا، چاروں طرف جنگلی جانوروں کا شور وغل تھا۔ میں نے رات ایک دیودار کے درخت کے سائے میں گزاری، چند روٹیاں تو کھا لیں، لیکن پانی کے لیے گلا خشک ہو رہا تھا، دوسرے روز صبح آگے نکل گیا۔

چلتے چلتے ایک اونچے پہاڑ پر پہنچ گیا۔ یہاں برف کی تہہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔ میں نے برف کے ساتھ روٹیاں کھا لیں۔ شام کو میں ایک اور برفیلے پہاڑ پر پہنچ گیا۔ تھکاوٹ سے آگے چلنے کی سکت نہ تھی۔ میرے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے۔ رات بھر اس پہاڑ پر سردی سے تھرتھراتا رہا۔ صبح ہوئی تو ہمت کر کے چل پڑا۔ میں وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھ لیتا تھا۔ کبھی برف سے منہ دھو لیتا تو کبھی تیمم کرتا۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں، لیکن راستے کا کوئی علم نہ تھا۔ میں شاید اصلی راہ سے بھٹک گیا تھا۔ کیوں کہ پانچ روز چلنے کے بعد بھی بستی کے کہیں آثار نظر نہیں آئے۔ میری ساری روٹیاں ختم ہو چکی تھیں بھوک سے نڈھال ہو کر اب چلا بھی نہیں جا سکتا۔ چلوں بھی تو کس راستے سے؟ اتنے میں ایک کوا میرے سر پر سے گزرا، میں نے اس پر نظریں جما دیں، وہ جس طرف گیا اسی طرف میں نے اپنے قدم بڑھا دیئے۔

شام تک چلتے چلتے میں بہت نڈھال ہوگیا، جب میری ہمت جواب دے گئی تو ایک پتھر پر بیٹھ کر یکایک مری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ غیر ارادی طور پر میں رونے لگا۔ نہ جانے اپنی حالت زار پر یا اپنی بہن کی لٹی ہوئی عصمت پر؟

بہن کو یاد کر کے میں گریبان میں منہ ڈال کر رونے لگا۔ روتے روتے میں بے حال ہوگیا۔ جب میں بیدار ہوا تو اس وقت دن چڑھ آیا تھا۔

اگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوتا کہ میں اپنی بہن کی عزت کا بدلہ لینے کی مہم پر جا رہا ہوں تو شاید میں ہمت ہار کر بیٹھ جاتا، لیکن انتقامی جذبے نے مجھے آگے بڑھا دیا۔ آخر کار چلتے چلتے میں نے راستے میں ایک بندوق پڑی دیکھی۔ اندازہ ہوا یہ کسی مجھ جیسے جاں باز کی ہی گری ہوگی؟ میں نے یہ بندوق اٹھائی، اس سے میری ہمت سی بندھ گئی، بندوق

چلانا تو مجھے آتا نہیں تھا لیکن اسے اپنے کندھے پر اسی طرح لٹکا لیا، جس طرح فوجی رکھتے ہیں۔ میں بھوکا پیاسا تھکا ہارا آگے بڑھا۔

منزل پر پہنچ کر میری خوب آؤ بھگت کی گئی، جب میں نے اپنا ماجرا بیان کیا تو میری بے حد عزت کی گئی، جس کیمپ میں مجھے بھیجا گیا۔ وہاں واحد ایک میں ہی کمسن تھا۔ تین مہینے کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد مجھے ایک کلاشنکوف ایک پستول اور ایک گرنیڈ سے لیس کر کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ میں صرف دو دن اور ایک رات کا سفر طے کر کے رات کے وقت گھر پہنچا۔ ابو میری فکر میں مرے جا رہے تھے، ماں پریشان تھیں۔ بہن گم سم تھی، مجھ کو پا کر سب گھر والے خوشی سے گویا جھوم اٹھے۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ میں اس دوران کہاں تھا، میری زبان پر گویا مہر تھی۔

دوسرے روز میں نے خدا کا نام لے کر ان ظالموں کے خلاف اسی ہائے ہامہ روڈ پر تاک میں رہ کر فوجی جوانوں پر اچانک فائرنگ کی، میں نے گشت پر نکلے سبھی جوانوں کو ڈھیر کر دیا۔ یہ حملہ ان پر خلاف توقع اچانک ہوا اس لیے وہ سنبھلنے سے پہلے ہی گر پڑے۔ پچھلے چار مہینوں میں، میں نے کتنے فوجیوں اور سیکورٹی فوجیوں کو مارا اس کا میں نے کوئی حساب نہیں رکھا۔ میں نے جب بھی کوئی ایکشن لیا اپنی بہن کی عصمت لوٹنے والوں سے بدلہ لینے کا تصور کر کے کیا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں میں اس غلامی کے خلاف لڑوں گا، جس غلامی نے میری بہن سے جوہر عصمت لوٹ لیا۔

میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں حالات بدل گئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ہم کشمیری، فوجیوں کا نام سن کر کانپتے تھے۔ اب کشمیر کا بچہ بچہ آزادی کا متوالا ہے، کیوں کہ آزادی کی موت غلامی کی زندگی سے بہتر ہے۔ (روزنامہ الصفا نیوز: ۳ر ستمبر ۱۹۹۰ء)

ایک متاثر کنبہ:

۵ر مارچ ۱۹۹۰ء کو بڈگام روڈ پر پیر باغ کے پاس فائرنگ ہوئی، یہ فائرنگ کس نے کی اور کن پر کی گئی۔ اس کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا، فائرنگ کے چند گھنٹوں کے بعد سیکورٹی فورسز کے جوان پیر باغ کے ایک مکان میں گھس گئے اور اس گھر کے سبھی مردوں اور عورتوں کی مار پیٹ کی گئی۔ ان سے پوچھا گیا۔

''فائرنگ کس نے کی؟ اور وہ بھاگ کر کہاں گئے؟''

جب ان گھر والوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان سبھوں کی دوبارہ پٹائی شروع کی۔ اس پٹائی کے دوران ایک ادھیڑ عمر خاتون کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بجائے اس کے کہ اسے مرہم پٹی کے لیے باہر جانے کا موقع دیا جاتا، اس کے برعکس مردوں اور عورتوں کو دو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بند کر دیا مردوں کے کمرے کے دروازے پر باہر سے کنڈا چڑھا کر سپاہی مستورات کے کمرے میں گھس گئے۔ جب انہیں کپڑے اتارنے کے لیے کہا گیا تو سبھی خواتین ششدر ہو کر رہ گئیں۔ حکم عدولی پر اس گھرانے کی پانچ مستورات جن میں لڑکیاں بھی شامل تھیں، انہیں زبردستی پکڑ کر ان کی عصمت دری کی گئی۔ زور اور زبردستی سے باری باری عصمت دری کا یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ جب منہ کالا کر کے سیکورٹی کے جوان چلے گئے تو مردوں کا کمرہ کھول کر انہیں چھڑا لیا گیا، گھر کی مستوارات کی حالت دیکھ کر یہ لوگ دم بخود ہو گئے۔

جب وہ سنبھل گئے تو انہوں نے مشورہ کر کے خاموش رہنے کے بجائے حکام کے پاس شکایت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ اس قسم کی بربریت دوبارہ دہرائی نہ جا سکے اور ملزموں کو عبرت ناک سزا مل سکے۔

ان دنوں امر سنگھ کالج سرینگر کے پاس منی سیکرٹریٹ ہوا کرتا تھا۔ حمید نانہالی ایڈمنسٹریشن کے ایک رکن کے طور پر یہاں ڈیوٹی دے رہا تھا۔ حادثے کی شکار پانچوں مستورات مردوں کے ہمراہ حمید نانہالی کے پاس منی سیکریٹریٹ آ گئیں اور شکایت درج کرائی۔ کشمیر میں وائس آف امریکہ کے نمائندے مسٹر قیصر مرزا کی موجودگی میں حمید بانہالی نے ہوم سیکریٹری محمود الرحمان اور گورنر کے مشیر جمیل قریشی کو اس حادثے کے بارے میں مطلع کیا۔ انہوں نے سینٹرل ریزرو پولیس فورس اور بارڈر سیکورٹی فورسز کے دو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ طلب کئے اور ان سے پیر باغ کے ایک گھرانے کی پانچ خواتین کی اجتماعی آبروریزی کی نہ صرف شکایت کی، بلکہ انہیں اس کیس کی انکوائری کرانے کی بھی ہدایات دی گئیں۔

قیصر مرزا نے ان پانچوں شکایت کنندہ خواتین کا بیان قلم بند کیا اور ان کے فوٹو بھی لیے۔

۲؍ستمبر ۱۹۹۰ء کو بیر باغ راولپورہ کے ایک اور گھرانے میں چار ایئر فورس کے جوانوں نے ایک عورت کی عزت پر حملہ کیا، اس عورت کی چیخ و پکار سے ہمسائے یہاں آئے ان میں ممنوعہ عسکری تنظیم کا ایک جوان بھی شامل تھا۔ اس نے ایئر فورس کے جوانوں کے بھاگنے کا راستہ بند کر دیا ار اپنے ساتھیوں کو فوری طور پر یہاں آنے کی اطلاع بھیج دی۔

چناں چہ حزب المجاہدین کے مسلح جوانوں نے ایئر فورس کے ان چار جوانوں پر فائرنگ کر کے، انہیں عصمت دری کی سزا دی۔

تین جوان موقع پر ہی ہلاک ہوئے، ایک زخمی حالت میں بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

اگلے روز مقامی اخبارات کے ذریعے حزب المجاہدین نے اس قتل کی ذمہ داری قبول کر لی۔

کشمیر میں تاریک دن خوفناک راتیں:

کمیٹی فار انی شیٹیو آن کشمیر انسانی حقوق کی وہ تنظیم ہے جس نے پہلی بار وادی کشمیر سے باہر کی دنیا کو، کشمیری عوام پر بھارت سرکار کے سفاکانہ مظالم سے متعارف کرایا، اس کمیٹی کی خواتین ممبر پر مشتمل ایک چار رکنی وفد نے کشمیر کا دورہ کیا اور تفصیل کے ساتھ بھارتی فوج اور سیکورٹی فورسز کے کشمیری عوام پر مظالم کی تحقیقات کی، اس طویل رپورٹ میں کشمیری خواتین پر زیادتیوں کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ اس وفد میں:

(۱) سکینہ حسن

(۲) پرمیلا لیوس

(۳) نندتیا ہکسر اور سہامنی مولے شامل ہیں۔

کشمیری عورت کو نہ صرف انتہا پسندوں کی بڑھتی ہوئی زیادتیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، بلکہ وہ فوجی تشدد کا بھی شکار بن رہی ہیں۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کشمیر عورت اتنے بڑے پیمانے پر ننگی بربریت کا نشانہ بن رہی ہے۔ یہاں بہت سی عورتوں کی عصمت دری کی گئی، لڑکیوں کو سیکورٹی فورسز کے جوانوں کے ساتھ جبری بوس و کنار میں ملوث ہونا پڑا۔ ان کے والدین اور بھائیوں کے سامنے بے حرمتی کی گئی۔ ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے باپ

اور بھائی کے اعضاء تناسل میں بجلی کے جھٹکے دیئے جانے کا منظر دیکھیں۔

عورتوں کے انسانی حقوق کے اتلاف کا کوئی تفصیلی ریکارڈ نہیں ہے، لیکن چار مقامات (بطور کیس اسٹیڈی) جن کی تحقیقات کی گئی ہے وہ اذیت پسندی کے جذبات اور وادی میں تعینات سیکورٹی فورسز کے جوانوں کی ہندو گردی و مسلم منافرت کی ایک نمایاں مثال ہے، جو بیان کی جاتی ہے۔

موضع ہوگام ضلع پلوامہ:

یہ تقریباً ۵ ہزار افراد پر مشتمل گاؤں ہے۔ پانچ سال قبل کشمیر لائٹ انفنٹری کے ایک ڈویژن نے اس گاؤں میں ۱۸۰ ایکڑ زمین گاؤں والوں سے خریدی اور مالکوں کو اس کا معقول معاوضہ ادا کیا گیا۔ گاؤں والوں کو نہ تو جوانوں کی تعداد کا پتہ ہے اور نہ متعلقہ افسر کا نام معلوم ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں نہ تو اس یونٹ سے سروکار تھا اور نہ یونٹ کے سپاہیوں سے انہیں کوئی شکایت ہے تا آں کہ ۲۸ رمئی ۱۹۹۰ء کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس روز کچھ بچوں نے دو دکانوں پر چاک سے JKLF لکھ دیا، تقریباً ۱۱ بجے جموں و کشمیر لائٹ انفنٹری کے جوان مزید ایک سو سیکورٹی فورسز کے ہمراہ ٹرکوں اور جیپوں میں آ کر گاؤں میں داخل ہوئے۔ انہوں نے فلیگ مارچ کیا اور راہ میں جو بھی ہاتھ لگ گیا اس کو مارا پیٹا گیا، کئی افراد سخت زخمی ہوئے اور ۱۲ جون ۱۹۹۰ء کو جب وفد کے ارکان گاؤں میں پہنچے اس وقت تک ان میں سے چار اسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے نام یہ ہے:

(۱) عبدالقیوم بٹ عمر ۱۴ سال

(۲) محمد امین (ان کی ٹانگ دانستہ توڑ دی گئی تھی) عمر ۲۰ سال

(۳) گل محمد کھانڈے عمر ۳۰ سال

(۴) علی محمد ڈار عمر ۱۸ سال۔

ان سیکورٹی جوانوں نے مکانوں اور دکانوں کے چوبی دروازے توڑ دیئے۔ مکینوں اور دکانداروں کو زدوکوب کیا اور کھڑکیاں دروازے توڑ کر مکانات کی تلاشی لینی شروع کی، تلاشی کی آڑ میں اجناس میں مٹی کا تیل ڈال کر اسے ناقابل استعمال بنا دیا۔

انہوں نے ایک خاتون اسکول ٹیچر کا پتہ معلوم کیا لیکن گاؤں والوں نے لاعلمی ظاہر کی، حالاں کہ گاؤں والوں نے اسے چھپا دیا تھا۔

اسی گاؤں میں دوسرا واقعہ ۲۰ ر مئی ۹۰ء کو ہوا شام کے وقت کاشتکار اپنے کھیتوں کو جا رہے تھے۔ کیوں کہ یہ زمانہ دھان کی فصل لگانے کا تھا اور اس گاؤں کی پانی سپلائی کی باری شام کے وقت آتی ہے۔ سیکورٹی جوانوں نے ان کاشتکاروں کو پکڑ لیا اور چار افراد کو باندھ کر درخت سے الٹا لٹکا دیا۔ یہ افراد غلام محمد ڈار عمر ۵۰ سال، عبدالرزاق و نبی عمر ۵۵ سال، دولٹر کے جاوید احمد ڈار، عمر ۱۲ سال اور محمد اشرف ڈار عمر ۱۰ سال ہیں۔ ان چاروں کو ساڑھے تین گھنٹے الٹا لٹکائے رکھا گیا اور گاؤں کے بزرگوں کی مداخلت پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ تیسرا واقعہ ۳ ر جون ۱۹۹۰ء کو ہوا جب کہ یہی فورس شام پانچ بجے گاؤں میں گھس آئی پہلے انہوں نے گاؤں کے تمام مردوں کو اپنے اپنے گھروں سے نکل کر گاؤں کے چوک میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر انہوں نے ۲۵۵ آدمیوں کو رسیوں سے درختوں کی ساتھ مویشیوں کی طرح باندھ دیا۔ انہوں نے ۲۶ مکانون کی تلاشی لی، جس کے دوران بہت سی عورتوں اور لڑکیوں کی بے حرمتی کی گئی، ان میں سے جس کسی عورت یا لڑکی نے مزاحمت کی اس کو بالوں سے پکڑ کر ان کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے انہیں ننگا کیا گیا۔

رشی ڈار کی ستر سالہ بیوہ فضی اپنے گھر میں اپنی بہوؤں کے ساتھ بیٹھی تھی، اس کے بیٹے کھیت پر گئے ہوئے تھے۔ بارہ فوجیوں نے ان عورتوں کا گھیراؤ کیا، انہیں ایک رسی دکھا کر کہا گیا، تمہیں اس رسی سے باندھا جائے گا۔ خبردار اگر کوئی حرکت کی، انہوں نے ایک بہو سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ گھر کے اندر چلے فضی نے مداخلت کی تو جوانوں نے اسے زدوکوب کیا، اس کی بہوؤں نے مداخلت کر کے اس کا بچاؤ کیا، اس بیچ بچاؤ میں سپاہیوں نے ساس بہوؤں کی ناقابل بیان بے عزتی کی۔ عبدالغنی ڈار کی ۳۰ سالہ بیوی رحمتی کو سپاہی اپنے ہمراہ تلاشی کے بہانے اندر لے جانا چاہتے تھے، جب رحمتی نے اندر جانے سے انکار کیا تو اس کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے، ایک سپاہی نے بندوق کی ناک سے اس کے پستان زخمی کر دیئے دوسرے سپاہیوں نے مارنا پیٹنا شروع کیا، وہ چار ماہ کی حاملہ تھی۔ ان کی گھر کا سامان باہر پھینک کر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا۔

غلام محمد ڈار کی بیوی نے بتایا کہ اس کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ وقوعہ کے وقت

دو بڑے بیٹے کھیتوں پر تھے اور دو چھوٹے بیٹوں اور ایک چھوٹی بیٹی کے ساتھ وہ گھر پر تھی۔ چھ فوجی جوان اس کے گھر میں آئے اور اسے گردن سے پکڑ کر گھر کے اندر لے گئے، اس نے شور مچانا شروع کیا ان کے ایک ۱۴ سالہ بیٹے نے بیچ بچاؤ کرنا چاہا تو اس کو مارا پیٹا گیا اور ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ ان جوانوں نے میری بری حالت دیکھی۔

راجہ نامی ایک عورت جو چار لڑکیوں اور ایک بیٹے کی ماں ہے، واقعہ کے وقت گھر پر اپنی سب سے چھوٹی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ تھی۔ فوجیوں کو آتے دیکھ کر باقی تین لڑکیاں بھاگ گئیں۔ اس کا شوہر بھی کھیت پر گیا ہوا تھا، سات فوجی جوان گھر میں گھس کر اسے بانہوں سے پکڑ کر اوپری منزل پر لے گئے۔ اس نے بتی جلادی، لیکن جوانوں نے اسے بجھادیا۔ اس کے کپڑے اتار کر آبروریزی کرنے لگے تو اس نے شور مچایا، قبل اس کے کہ وہ بھاگ جاتی اسے فرش پر زور سے پٹخ دیا گیا۔ اس کے بچوں نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا۔ علی محمد مسگر کی بیوی شمیمہ کا بیان ہے:

سپاہی میرے شوہر علی محمد کو اپنے ساتھ لے گئے اور اسے ایک دوکان کے سامنے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ سپاہی میرے پاس آئے مجھے کھینچ کر گھر کے اندر لے گئے۔ مجھے زمین پر لٹا دیا گیا۔ ایک سپاہی نے میرے بازو پکڑ لیے دوسرے نے میرے سینے پر بندوق رکھ دی اور تیسرا عصمت دری کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے شور مچایا، تو اسے دوسرے کمرے میں لے گئے اور ان سے الماری کھولنے کو کہا گیا۔ قبل اس کے کہ وہ الماری کھول دیتی، اس کو بانہوں سے پکڑ کر پھر فرش پر گرادیا گیا۔ پڑوسی کا ایک دس سالہ بچہ یہاں سو رہا تھا اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ شمیم کی قمیض اور شلوار پھاڑ دی گئی اور شور مچانے سے باز رکھنے کے لیے اس کے منہ میں کپڑے ٹھونس دیئے گئے۔ باری باری اس کی عصمت دری کی گئی وہ بے ہوش ہوگئی اور اسی حالت میں اس کے شوہر نے گھر آ کر اس کو بے ہوشی کی حالت میں پایا۔

اگلے روز ۱۰ ر جون کو گاؤں کے دو بزرگ محمد عبداللہ ڈار اور غلام محمد اس واقعہ کی رپورٹ درج کرانے ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس بارے میں کچھ کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ وہ دونوں بزرگ واپس آئے اور اونتی پور کے پولیس اسٹیشن میں

انہوں نے رپورٹ درج کرائی، پولیس نے ہدایت کی کہ پلوامہ کے ہیلتھ سینٹر میں شمیمہ کا ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے، اس سے اگلے روز ڈی سی اور ڈی ایس پی دونوں نے گاؤں آ کر شمیمہ کا بیان ریکارڈ کیا۔ اس کے بعد گاؤں کے نمبر دار محمد امین ڈار اور چوکیدار محمد شمیم ڈار کے ہمراہ فوجی کیمپ گئے، وہاں سے واپس آ کر یہ لوگ ڈپٹی کمشنر اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے پاس گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ گاؤں کا محاصرہ اور تلاشیاں بغیر ضابطہ کی کارروائی پوری کیسے کیں؟ وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے، البتہ یہ کہا کہ زنا بالجبر میں ملوث سبھی افراد کو دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔

فوج کے ہاتھوں باقی گاؤں والوں کو بھی زبردست تکالیف اٹھانی پڑیں۔ فوجیوں نے ایک لڑکے فیض محمد کے سر کے بال یہ کہہ کر مونڈ دیئے کہ یہ پاکستان کا ہمدرد ہے۔ درختوں سے گاؤں کے جن مردوں کو باندھا گیا تھا، انہیں رات کے ۱۱ بجے چھوڑ دیا گیا۔

کپواڑہ بارڈر پر آخری قصبہ ہے۔ یہ ضلع کا ہیڈ کوارٹر ہے اور سری نگر سے ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہ قصبہ پاکستان کے ساتھ اصل لائن آف کنٹرول کی ۵ کلو میٹر کی سیکورٹی بیلٹ کے اندر آتا ہے۔ اس ضلع میں چھ فوجی ہیڈ کوارٹر ہیں۔ یہاں کے افراد ۱۹۴۷ء سے ہی فوجوں کی موجودگی کے عادی ہیں، سرحدی دیہات سے ہجرت کرنے والوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔

۱۱ رجون ۱۹۹۰ء کو جب ہم اس قصبہ میں پہنچے تو ہمیں بتایا گیا اس سے گزشتہ رات قصبہ کے کچھ علاقوں کا محاصرہ کر کے تلاشیوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا، جس کے خلاف قصبہ میں ہڑتال تھی۔ تمام دوکانیں اور کاروباری ادارے بند تھے۔

ہم نے ایک متاثرہ علاقہ ملک محلہ میں جا کر کچھ عورتوں اور مردوں کے انٹرویو لیے، انہوں نے بتایا کہ ۱۰ اور ۱۱ رجون کی درمیانی رات کو ان میں سے کچھ باشندے فٹبال کا ورلڈ کپ میچ ٹی وی پر دیکھتے ہوئے جاگ رہے تھے، جب کہ رات کو ۱۲ بج کر ۵ منٹ پر بم پھٹنے کی آواز سنائی دی، جس کے بعد فائرنگ کی آواز سنائی دی، جو بیس منٹ تک جاری رہی۔ اس کے فوراً بعد فوج نے گاؤں کا محاصرہ کر کے تمام مردوں اور لڑکوں کو شاہراہ پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ ان کے وہاں جمع ہونے کے بعد فوجیوں نے واپس آ کر مکانات کی تلاشی لینی شروع کر دی، جب کہ گھروں میں صرف عورتیں اور لڑکیاں رہ گئی تھیں۔ انہوں

نے عورتوں کو مارا پیٹا، گالیاں دیں۔ ان کے پوشیدہ اعضاء کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔

عبدالمجید ملک عمر ۲۰ سال کے ساتھ گھر میں چار افراد تھے یہ سبھی نابینا ہیں۔ خانہ تلاشی کے دوران جب سپاہیوں نے یہاں چار نوجوان دیکھے تو انہیں مارنے پیٹنے لگے۔ عبدالمجید نے جب انہیں بتایا کہ ہم سب نابینا ہیں، تو ایک سپاہی نے بندوق کی نال ان کی آنکھ میں گھسیڑ کر کہا کہ وہ نابینا بنتا ہے، اصل میں وہ پاکستانی ایجنٹ ہے۔ ان کی مار پیٹ کرنے کے ساتھ ان کے گھر کا سامان تہس نہس کر دیا گیا۔ گھر میں رکھی ہوئی اجناس باہر پھینک دیا گیا۔

رفیقہ عبدالاحد ملک کی ۲۲ سالہ بیوی ہے۔ فوجی رات کے ڈیڑھ بجے اس کے گھر میں گھس آئے، مردوں کو باہر نکال کر عورتوں کو گھر میں بند کر کے رفیقہ کے ساتھ اور دو عورتوں کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ رفیقہ کی ۱۸ سالہ نند چھ ماہ کی حاملہ تھی۔ اسے بھی مارا پیٹا گیا کہ ان کے جسموں پر نیل کے دھبے پڑ گئے۔ یہ لوگ پولٹری کرتے ہیں۔ مختلف افراد کو ادا کرنے کے لیے گھر میں چار ہزار روپے تھے، جو فوجی اپنے ساتھ لے گئے۔

صباح ثناء اللہ میر کی پندرہ سالہ لڑکی ہے۔ پانچ سپاہی اس کے کمرے میں گھس آئے انہوں نے اس کے ہاتھ مروڑ کر اس کے منہ میں بندوق کی نال ٹھونس دی اور پوچھا کہ بتاؤ فائرنگ کہاں سے ہو رہی تھی، جب اس نے لاعلمی ظاہر کی، تو اسے بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ اس کے گال اور پستان کھینچے گئے، قبل اس کے کہ فوجی اس کی عصمت لوٹتے اس کی ماں راجہ نے بیٹی کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

فوجیوں نے ایک اور لڑکی ثمینہ پر دست درازی کر دی۔ تین سپاہیوں نے اسے شلوار کا کمر بند کھولنے کو کہا، اس نے مدافعت کی، انہوں نے اس کے سینہ پر بندوق رکھ کر زبردستی اس کی آبروریزی کی، اس کے گھر فوجی ایک سونے کی انگوٹھی، نیکلس اور چار چوڑیاں لے گئے۔

۳۰ سالہ عائشہ چار لڑکیوں اور ایک چار سالہ بچے کی ماں ہے۔ تین فوجیوں نے اس کے کپڑے پھاڑ کر اس کی عصمت لوٹنے کی کوشش کی، وہ بھاگ کے ورانڈے کی چھت پر چلی گئی اور باہر کھڑے فوجی آفیسر سے رحم کی اپیل کی۔ آفیسر نے اسے جواب دیا کہ وہ گھر کے اندر خاموش رہے ورنہ اس کے شوہر کو، جو ہمارے قبضے میں ہے، انسے جان سے

مار دیا جائے گا، چناں چہ اسے پکڑ کر کمرے میں لایا گیا، جہاں اس کی عزت لوٹی گئی۔

عبدالغنی ملک کی بہو نسرین گھر کے مردوں کے ساتھ باہر نکل آئی۔ عبدالغنی کپوارہ کے ڈاک خانے میں ڈاکیا ہے۔ فوجی نسرین کو پکڑ کر گھر کے اندر لے گئے۔ اسے بستر پر لٹا کر کپڑے اتارنے کو کہا۔ اسی دوران اس کا شوہر بیوی کو بچانے آ گیا، تو اسے مارا پیٹا گیا، لاٹھیوں اور بندوق کی بٹوں سے اس کے جسم کے انگ انگ کو زخمی کر دیا گیا اور اسے اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دیا گیا عبدالغنی سے چھٹکارا پا کر یہ سپاہی پھر نسرین کے پاس آئے، اس کے پستانوں اور رانوں کو مسلا گیا۔ اس کے گالوں کو بوسوں سے داغدار کیا گیا، اس کا کہنا ہے وہ عصمت دری کے مرحلے سے گزرنے سے بچ گئی۔

حاجی عزیزہ بیگم اپنے گھر میں سو رہی تھی۔ جب چار بجے صبح فوجی جوان اس کے گھر میں گھس آئے اس کے دروازے کو کھٹکھٹایا، جس پر اس کے بیٹے غلام محمد نے دروازہ کھولا، پندرہ مسلح جوان اندر گھس آئے ان میں سے کچھ نے مردوں کو گھر سے باہر نکال دیا، ایک فوجی نے اس سے پوچھا کہ اس نے اپنی قمیض کے اندر کیا چھپا رکھا ہے۔ اس نے بتا دیا کہ وہ نو ماہ کی حاملہ ہے، لیکن فوجی اس سے یہی پوچھتے رہے کہ اس کے اندر کیا ہے۔ انہوں نے اس کے کپڑے اتارنے کو کہا، اس نے انکار کیا، ایک فوجی نے آگے بڑھ کر فرن اوپر اٹھا کر بندوق کی نلی اس کے پیٹ میں گھسا دی اور بار بار دوہرا کر پوچھا کہ یہاں کیا چھپا رکھا ہے، اس کی تین سالہ بیٹی روتی ہوئی اس کے پاس آئی سپاہی نے اسے دھکا مار کر ایک طرف پھینک دیا۔ وہ بار بار اس سے کپڑے اتارنے کی ضد کرتے رہے، اس کے گالوں کو نوچا، اس کے پستانوں کو کھینچا، اس کی رانوں کو دبایا۔ یہ سلسلہ تب تک جاری رہا جب تک وہ بے ہوش ہو گئی۔

غلام رسول خان گھڑی ساز کی ۱۵ سالہ بیٹی محمودہ اپنے باپ کی ساتھ ایک دوکان کے بالائی حصے میں رہتی ہے۔ فوجی اس کے باپ کو پکڑ کر لے گئے، تو وہ کمرے میں اکیلی رہ گئی، اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پانچ فوجی جوان یہاں آئے، انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر آ کر اس کے کپڑے پھاڑ دیئے، قبل اس کے کہ اس کی عصمت لٹ جاتی، کمال پھرتی سے اٹھ کر کھڑکی سے کود گئی۔ نیچے فرش پر گرتے ہی اس کے دونوں ٹخنے زخمی ہو گئے، وہ بے ہوش ہو گئی۔ ان کے رشتہ داروں کا خیال ہے اس کا ٹخنہ ٹوٹ گیا ہے، لیکن

کرفیو کے باعث اسے کوئی طبی امداد پہنچائی نہیں جاسکی، محلہ کے تقریباً تمام افراد نے کہا ان کی عورتوں اورلڑکیوں میں کسی کی عصمت دری ہوئی، کسی کی بے عزتی ہوئی اور کوئی دست درازی کا شکار ہوئی۔ ان کے گھر کے زیورات، قیمتی سامان اور نقدی فوجی جوان لوٹ کر لے گئے۔

جب ہم ملک محلّہ کے افراد سے انٹرویو لے رہے تھے، خبر آئی کہ کپوارہ کی ڈپٹی کمشنر مشتاق احمد عشائی نے فوجی دستے کے بریگیڈیئر کو طلب کیا ہے اور چوک میں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو گئے ہیں۔ مار پیٹ سے جسموں پر لگے زخم اور خراشیں دکھائی جارہی ہیں اور نابینا خاندان بتارہا ہے کہ کس طرح ان کو مارا پیٹا گیا۔

بریگیڈیئر سی پی منوہرن کو جب عورتوں کی ساتھ کی گئی دست درازی اور زیادتیوں کی تفصیل بتائی گئی تو بریگیڈیئر کے باڈی گارڈ زور زور سے کہنے لگے، یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں لوگوں نے بتایا، فوجی افسران نے اسی دوران دھمکیاں دیں۔

ہم سے لوگوں نے پوچھا کہ انہوں نے رسمی کارروائی کے طور پر رپورٹ کیوں درج نہیں کرائی، انہوں نے بتایا ڈپٹی کمشنر ایک اچھا آدمی ہے مگر بے بس ہے، اگر ہمیں امید ہوتی کہ قصورواروں کو سزا ملے گی، تو ہم ضرور ایف آئی آر درج کراتے، مگر ہم جانتے ہیں ہماری شکایات پر دھیان دینے والا کوئی نہیں ہے۔

بوسنیا......اجتماعی قبر سے نعشوں کی تین تین تہیں برآمد:

معلوم ہوتا ہے جب انہیں گولی ماری گئی تو یہ منہ کے بل گڑھے میں گرے۔ (ماہرین)

''مشرق بوسنیا میں اجتماعی قبروں کا پتہ چلانے والی جنگی جرائم کی تحقیقاتی ٹیم نے بدھ کو مزید نعشیں نکالی ہیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ یہ گذشتہ سال سربوں کے قاتل سکواڈ کے ہاتھوں قتل عام میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی نعشیں ہیں۔ اس ٹیم کا کہنا ہے کہ انہوں نے قبر کا صرف ایک تہائی حصہ کھودا ہے اور اس میں بری طرح خراب ہوئی نعشوں کی قریباً تین تین تہیں دیکھی ہیں۔ ٹیم کے ماہر ولیم ہیگنڈ نے بتایا کہ قریباً ۴۰ نعشیں برآمد ہوچکی ہیں اس اجتماعی قبر کو بڑی احتیاط سے ماپا گیا ہے اور اس کی تصاویر بھی اتاری گئی ہیں۔ نعشوں کی پوزیشن اس طرح سے ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انہیں گولی ماری گئی تھی

تو اس وقت وہ اونچی جگہ سے گڑھے میں منہ کے بل گرے ہیں، دونعشوں کے ہاتھ ابھی تک رسی سے کمر کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔'' (بحوالہ رواداری اور ضرب)

ستر افراد کو زندہ جلادیا گیا:

بوسنیا کے شہر گراڈ کے ایک مسلمان خاندان پر توڑے جانے والے مظالم یورپی اخباروں میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں، ۲۷؍جون کو زہرہ طور نامی خاتون جو ایک ٹیکسٹائل فیکٹری میں کام کرتی تھی وہ کام سے واپس گھر آئی تو دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی، اس نے دروازہ کھولا تو سامنے چھ سات پولیس والے کھڑے تھے جنہوں نے اسے اس کی دو بہنوں ان کے بچوں اور ماں کو گھر سے نکلنے کا حکم دیا۔ اس کے بھانجوں اور بھانجییوں کی عمر دو سے سات سال کے درمیان تھیں۔ ان آٹھ افراد پر مشتمل خاندان کو بندوقوں کی نوک پر ایک ایسے مکان میں بند کر دیا گیا جہاں پہلے ساٹھ ستر افراد قید تھے۔ گھر کے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو تالے لگا کر بند کر دیا گیا۔ پھر چاروں طرف سے پیٹرول ڈال کر آگ لگادی گئی۔ کرفیو کے وقت آگ اس لیے لگائی گئی تھی تاکہ کوئی شخص کسی طرح اس قید خانے سے بچ کر نکل بھی جائے تو سربی فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بن جائے۔ آگ بھڑکی تو بچوں اور عورتوں نے چلانا شروع کر دیا لیکن یہ سب کچھ بے سود ثابت ہوا۔ ان کے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ آخر کار سب قیدی دھوئیں کی گھٹن اور آگ لگنے کے سبب جل کر ہلاک ہوگئے۔ صرف زہرہ جس نے حواس قابو میں رکھے تھے کسی طرح اس مکان سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی مگر اس کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ گھر سے باہر عیسائی فوجی شراب پی کر دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔ کچھ موسیقی سن رہے تھے، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی چیخیں بھی ان کے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے میں ناکام رہیں۔

زہرہ چھپتی چھپاتی اس گھر سے نکل کر ایک قبرستان میں پہنچی پھر اٹھارہ روز کا پیدل سفر طے کرنے کے بعد وہ عورت میڈیڈا کے علاقے میں قائم جرمنی کے اس کیمپ میں پہنچی جہاں ہزاروں بوسینی پناہ لیے ہوئے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ جھلسے ہوئے تھے جو ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔

برہنہ مسلم لڑکیاں "ہر ایک کے استعمال کے لیے":

نیوز ویک کا نمائندہ لکھتا ہے کہ:

مشرقی بوسنیا میں تزلا کے قریب ایک عینی شاہد نے دہشت ناک منظر دیکھا کہ تین مسلمان نوجوان لڑکیاں کمر تک ننگی خار دار تار لگے باڑے کے اندر "ہر ایک کے استعمال کے لیے" کھڑی تھیں۔ عینی شاہد بتاتا ہے کہ تین دن کی اجتماعی عصمت دری کے بعد ان پر مٹی کا تیل چھڑک کر انہیں زندہ جلا دیا گیا۔ (بحوالہ "اردو ڈائجسٹ")

عصمت دری بھی قتل بھی:

مسلمان عورتوں کی عصمت دری سے ہمارا مورال بلند ہوتا ہے:

"ایک سرب کمانڈر جو مسلمان قیدی عورتوں کا انچارج ہے۔ اس نے سونجا کیفے کے ہوٹل میں قیدی عورتوں کی ایک جیل بنا رکھی ہے۔ وہاں عورتوں کی اجتماعی عصمت دری اور بے رحمانہ قتل کیا جاتا ہے۔ کمانڈر ہوٹل میں قید مسلمان عورتوں کی عصمت دری اور قتل کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: اس سے فوجیوں کا مورال بلند ہوتا ہے۔"

سربین عیسائی رضا کار ہیرک بتاتا ہے:

"ہمیں بھی ہوٹل ترغیب سے لے جایا گیا۔ موٹل کی جیل میں ۱۲ سال سے ۳۵ سال تک عمر کی خواتین بند تھیں۔ کمانڈر نے ہمیں ترغیب دیتے ہوئے کہا "تم ان کے ساتھ جو چاہو کرو۔ تم انہیں یہاں سے لے جا سکتے ہو۔ ہمارے پاس ان کے لیے خوراک نہیں ہے، اس لیے انہیں واپس ہرگز نہ لانا" امینہ، سینہ، امیلہ اور فاطمہ بھی ان عورتوں میں شامل تھیں جنہیں عصمت دری کے بعد قتل کر دیا گیا۔ ہم نے بندوق کی ناک پر فاطمہ کو کار میں بٹھایا اور ترک پہاڑ پر لے گئے۔ وہ تیس سال کی خوبصورت عورت تھی۔ ہم نے گاڑی کو ایک چھوٹے سے پل پر روکا اور اسے باہر نکلنے کو کہا۔ اس کی پشت ہماری طرف تھی۔ وہ تین چار قدم بمشکل چلی ہوگی کہ میں نے اسے پیچھے سے شوٹ کر دیا۔ میں اس کے قریب گیا تاکہ یقین کر سکوں کہ وہ مر چکی ہے۔ وہ مر چکی تھی۔

"کچھ عورتوں کی عصمت دری اور قتل کے بعد سڑک کے ساتھ ہی پھینک دیتے تھے،

کچھ کی لاشوں کو جھاڑیوں میں چھپا دیتے تھے۔ ہم ہوٹل میں دوسرے تیسرے دن جاتے عیاشی کے لیے خواتین کو لاتے اور عصمت دری کے بعد قتل کر دیتے۔ جب بھی ہوٹل جاتے ہر بار پہلے سے زیادہ خواتین وہاں موجود پاتے۔ عورت کا حصول وہاں کوئی مسئلہ نہ تھا۔ چابی لیجیے اور کمرے میں داخل ہو جائیے پھر جو چاہے عورتوں سے کیجیے۔''

۱۲ سالہ لڑکی کی مسلسل ۹ دن تک اجتماعی عصمت دری:

''آبروریزی کے جرم کا اندوہناک واقعہ ایک معصوم ۱۲ سالہ مسلمان بچی وسویجا کے ساتھ بھی پیش آیا جسے اس کے گاؤں جیلیک سے بے دخل کر کے مشرق بوسنیا کے قصبے فوکا کے ایک کیمپ میں ۷۰ دوسرے افراد بشمول عورتوں، بچوں اور بوڑھے مردوں کے ساتھ رکھا گیا اور بعد ازاں شیطانی ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ اس معصوم بچی نے اپنی داستان بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسے ایک روز اس کیمپ سے دور ایک خالی فلیٹ میں لے جایا گیا اور سربوں نے اس نازک اور معصوم بچی کو درندگی کا نشانہ بنایا۔

اس کرب ناک واقعے کی یاد نے اس کی آنکھوں میں آنسو دے دیئے اور بلبلاتے ہوئے اس نے کہا کہ میری عصمت کو داغ لگانے کے بعد مجھے مختلف سربوں نے مسلسل ۹ راتوں تک اس تشدد کا نشانہ بنایا اور اس کے بعد ایک روز میری ماں، مجھے اور دوسری عورتوں کو بھی مجموعی طور پر ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے بعد ۱۷ ستمبر کو اسے سربیائی فوجیوں کے تبادلے میں سراجیو کے ایک کیمپ میں بھیج دیا گیا جہاں وہ اپنی ماں اور ایک چھوٹی بہن کے ہمراہ رہ رہی ہے۔''

حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے کتے اور بلی کے بچے رکھ دیئے آٹھ سال سے لے کر ستر سال تک کی کوئی بھی عورت ظالموں سے بچ نہ سکی:

''سرب درندوں نے مسلمان حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کیے اور وہاں کتے اور بلی کے بچے رکھ کے پیٹ سی ڈالے۔ پچاس ہزار عورتوں کی عزتیں لوٹیں جن میں آٹھ سال کی بچیوں سے لے کر ستر سال کی بوڑھیاں بھی شامل ہیں۔

واشنگٹن کا صحافی پیٹر ماس کہتا ہے کہ مرسیحہ نامی ایک سترہ سالہ خوبصورت بوسنیائی لڑکی سے میں ملا، یہ مظلومہ کسی طرح بچ گئی تھی۔ اس کی چھوٹی بہن بھی اس کے ساتھ تھی مگر سرب فوجی انہیں بھی گھر سے گھسیٹ کر لے گئے۔ فوجی کمانڈر نے ایک کو ایک کمرے میں پھینک دیا اور لڑکی کو مذاق کرتے ہوئے اسے سرب درندوں کے حوالے کیا اور انہیں کہا، ''اس سے سوال کرو لیکن بہت زیادہ نہیں'' اور پھر شیطان نے قہقہہ لگایا۔

غرض اس پندرہ سالہ لڑکی کے ساتھ ظالموں نے نہ جانے کیا کیا ظلم کیا کہ وہ جان سے ہار بیٹھی جب کہ مرسیحہ کسی طرح سے بچ نکلی۔

انگریز صحافی کہتا ہے کہ بوسنیا کی بہت سی لڑکیوں پر جو بیتی اب وہ سنانے کے لیے زندہ نہیں یعنی ان ظالموں کے ہاتھوں عزتیں لٹوانے کے بعد جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔''

مردہ ماں سے بدفعلی کرو، معصوم بیٹے کو حکم:

''عالمی خبر رساں ایجنسی رائٹر کی خبر کے مطابق:

ایک ۳۰ سالہ مسلم بوسنین خاتون ٹروچ کے نظر بندی میں محصور اپنے کم عمر لڑکے کو کھانا پہنچانے گئی تو اسے روک کر اس کے شوہر کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی گئی اور جب وہ کیمپ کی نگران سرب کمانڈر کے حسب منشا معلومات فراہم کرنے سے قاصر رہی تو اسے زدوکوب کیا گیا اور اس کا لباس تار تار کر دیا گیا جب وہ اپنے ننگے جسم کو چھپانے کے لیے دوہری ہوئی تو اس کے سر میں گولی مار کر اسے زمین پر ڈھیر کر دیا گیا۔

جب خاتون کا بیٹا اپنی ماں کی مدد کے لیے آگے بڑھا تو سرب فوجیوں نے اسے دبوچ لیا۔ نشہ میں دھت ایک سرب فوجی افسر نے بندوق کی نوک پر بدنصیب لڑکے سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے کپڑے اتار دے اور اپنی مردہ ماں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرے۔ جب لڑکے نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو اسے بھی گولیوں کی باڑھ مار کر ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سلا دیا گیا۔'' (دوادی اور مغرب)

سرب کمانڈروں نے میرے سامنے میری بیٹی کی عصمت کو تار تار کیا:

فوکا کی ایک چودہ سالہ لڑکی اپنے اوپر بیتنے والے مظالم کی داستان سناتے ہوئے

بے حال ہو گی۔ اس نے بتایا:

ایک سرب کمانڈر مجھے کمرے میں لے گیا۔ اس نے مجھے دھکا دیا اور میں خوف سے کانپنے لگے۔ میں سوچ رہی تھی کہ وہ میرا گلہ کاٹ دے گا۔ اس نے مجھ سے پوچھا ''کیا تم نے کبھی...... (ناقابل بیان الفاظ)''میں نے گڑگڑا کر التجا کی کہ وہ میری ساتھ ایسا نہ کرے۔ مگر اس نے مجھے دھکا دے کر کوچ (بستر) میں گرادیا۔ میرے کپڑے پھاڑ دیئے مجھے مارا۔ میں چیخ چلا رہی تھی۔ میری چیخیں بند کرنے کے لیے اس نے میرا منہ بند کردیا۔

اس کے بعد لڑکی اپنی کہانی جاری نہ رکھ سکی۔ اس کی ماں نے بتایا: ''میں اپنی بچی کی چیخیں سن رہی تھی۔ وہ مجھے مدد کے لیے پکار رہی تھی کہ مجھے ان درندوں سے بچاؤں لیکن وہاں میں کچھ نہ کرسکتی تھی۔ اس کی اذیت ناک چیخیں مجھے پاگل کئے جا رہی تھیں۔ میں نے کمانڈر کو یہ کہتے ہوئے سنا ''کتیا! کیا تمہیں مزا آرہا ہے۔'' اس کے ساتھ وہ مزید وحشت پر اتر آتا۔ میں نے بچی کی آوازیں سنی لیکن کتا کمانڈر نہ رکا۔ ایک دوسرے کمرے میں میری بہن کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں ایک لڑکی کو مکمل ننگا اور بے ہوش دیکھا۔ اسے بری طرح پیٹا گیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ ایک ہی وقت میں کئی آدمیوں نے منہ کالا کیا ہے۔'' (بحوالہ ''بیدار ڈائجسٹ'')

باب نمبر: ۲۴

قبر کی زندگی کے چند واقعات

آج سے تقریباً بیس سال قبل قبر کشائی کے لیے میں ایک میڈیکل آفیسر کے ساتھ گیا۔ یہ قبر کوٹ مٹھن کے قصبے کے باہر ایک قبرستان میں واقع تھی اور قبر والے کو مرے ہوئے پانچ دن گذرے تھے۔

جب قبر کھولی گئی تو میں وہاں موجود تھا۔ قبر، کالی چمکدار موٹی مکھیوں اور موٹے کیڑوں سے بھری ہوئی تھی اور قبر کی تہہ پر سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے۔

نظارہ اتنا ڈراؤنا تھا کہ وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے حتیٰ کہ سرکاری افسران جو ہمارے ساتھ تھے وہ اس نظارے کی تاب نہ لاسکے۔ سب سے بڑا مسئلہ مردہ کو نکال کر اس کی چیر پھاڑ کرنا تھا۔ مردے کو نکالنے کے لیے بڑے جتن کیے گئے بڑی مشکل سے دو مزدور پولیس کے ڈر سے رسیوں کی ذریعہ مردے کو باہر نکال کر لائے۔

کیڑوں کے انبار اور مکھیوں کی جھنڈ دیکھ کر ایک مزدور بیہوش ہو گیا اور شام تک مر گیا۔ جب مجھے یہ منظر یاد آتا ہے تو پسینہ آ جاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ میرے ساتھ قبر میں کیا سلوک ہوگا۔ اگر مرنے سے پہلے قبر کی تیاری کر لی تو اچھا سلوک ممکن ہے ورنہ ہمیشہ کے لیے ناکامی ہے۔ اللہ تعالے ہمیں مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرے ایک دوست ڈاکٹر قانون طب (فارنزک میڈیسن) سے منسلک ہیں اور قبر کشائی کے لیے ان کو سرکار کی طرف سے اکثر جانا پڑتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ قبر کشائی کی مردے کو بطور امانت رکھا گیا تھا کیوں کہ اس کو خاص جگہ منتقل کرنا تھا۔

جب قبر کھودی گئی تو اس قدر سخت بدبو نکلی کہ مردے کے تمام رشتے دار بھاگ گئے اور قبر سے ایک عجیب قسم کا سانپ نکلا جو دنیا میں نہیں دیکھا جاتا۔

پورا دن انتظار کرنے کے باوجود بدبو کم نہ ہوئی تو تنگ آ کر ایسی حالت میں مردے

کا معائنہ کیا گیا۔ یہ منظر بھی بہت پریشان کن تھا اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب پریشان تھے۔

یہ واقعات اس لیے لکھے گئے ہیں کہ ہم قبر کی تیاری میں لگ جائیں پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے اور قبر وحشر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ یہ چند روز فانی زندگی ہر صورت میں گذر جاتی ہے اصل فکر آخرت کی ہونا چاہئے کہ اصل اور دائمی زندگی ہی آخرت میں ملنے والی زندگی ہے۔

مردہ کے منہ پر سانپ:

جب منگلہ ڈیم پاکستان تعمیر ہو رہا تھا اور بند باندھا جا رہا تھا اور مٹی ادھر سے ادھر اکٹھی کی جا رہی تھی تو اس کام کے دوران بلڈوزر نے ایک قبر کو کھول دیا۔ اس قبر میں ایک مردہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے منہ کے اوپر ایک سانپ بیٹھا ہوا وقفہ وقفہ سے ڈس رہا تھا۔

یہ نظارہ وہاں کے تمام لوگوں نے دیکھا چناں چہ کچھ اللہ والوں نے ذکر اذکار شروع کر دیا اور اس مردے کے لیے تخفیف عذاب کے لیے درود شریف اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد یہ سانپ کہیں غائب ہو گیا۔

یہ واقعہ وہاں کے ایک انجینئر نے بتایا جو ان دنوں بند کے بنانے پر مامور تھا۔

قبر میں خوشبودار پانی:

محترم محمد حسین صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں ملتان کے قریب ایک اسٹیشن شیر شاہ نامی ہے۔ چند سال ہوئے وہاں پر ایک اسٹیشن ماسٹر متعین تھا جو کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر ہمیشہ پٹی باندھے رکھتا تھا۔ وہ دن میں دو تین بار پٹی کھول کر اپنی ہتھیلی کو چاٹ لیتا تھا۔ کسی دوست کے بے حد اصرار پر اس اسٹیشن ماسٹر نے جو واقعہ سنایا وہ کچھ یوں ہے کہ ملازمت میں آنے سے پہلے میں پیشہ ور کفن چور تھا۔ جو مردہ صبح دفن ہوتا میں رات کو قبر کھود کر کفن نکال لیتا اور دھو کر فروخت کر دیتا۔ ایک رات میں میں نے ایک قبر کھولی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مردہ کا منہ کھلا ہے اور قبر کی چھت میں سے قطرے مردہ کے منہ میں گر رہے ہیں

حالاں کہ قبر کے باہر تمام جگہ خشک تھی پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ پھر میں اپنا ہاتھ قبر کے اندر بڑھایا تو وہ پانی اتنا خوشبودار تھا کہ دنیا کی کوی چیز اتنی خوشبودار نہیں۔ پھر میں نے وہ پانی چکھا تو وہ اتنا لذیز پانی تھا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی لذیز نہیں چکھی۔ یہ دیکھ کر میں نے اس برے فعل یعنی کفن چوری سے سچی توبہ کی۔ اب حالت یہ ہے کہ پانی تو کب کا ختم ہو چکا ہے لیکن ہتھیلی پر پٹی باندھ رکھی ہے دن میں دو تین بار اس ہتھیلی کو چاٹ لیتا ہوں نہ خوشبو میں کمی آئی ہے نہ لذت میں۔ (فرید میگزین)

صدیوں پرانی شہید کی نعش اور اس کی غذا:

یہ تقریباً تیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ، میرے ایک دوست محکمہ انہار میں سپرنٹنڈنٹ انجینئر تھے، ان کا ایک بیٹا پاگل تھا جس کو وہ اکثر باندھ کر رکھتے تھے ورنہ وہ گھر کی اشیاء توڑ پھوڑ دیتا۔ ایک روز نوکر کی بے توجہی کی وجہ سے وہ لڑکا ڈرائنگ روم میں گھس گیا اور ہزاروں روپے کا نقصان کر ڈالا، وہ دوست اس کو پکڑ کر میرے پاس لائے اور تقریباً روتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کا کچھ کریں، اس نے ہمارے ناک میں دم کیا ہوا ہے، ورنہ میں اس کا گلا گھونٹ دوں گا، میں نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ اللہ سے ڈرو، ایسی بات مت کرو، ورنہ قیامت کے روز یہ تمہارے لیے سزا کا سبب بن جائے گا، اس پر وہ دوست کہنے لگے کہ مرنے کے بعد (نعوذ باللہ) کس نے جینا ہے اور کون پوچھے گا، میں اس پر چپ رہا کہ کہیں مزید کفریہ کلمات نہ کہہ ڈالے، چناں چہ بات ختم ہوگئی۔

چند دنوں کے بعد میرے یہ دوست ڈیرہ غازی خان کینال (جو تونسہ بیراج سے نکالی جارہی تھی اور اس کی کھدائی کا کام مکمل ہو چکا تھا) کے معائنہ کے لیے گئے، وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ مزدور ایک جگہ جمع ہیں اور شور مچا ہوا ہے، انجینئر صاحب کو دیکھ کر مزدور ان کے پاس آئے اور بتایا کہ نہر کی تہہ میں ایک سوراخ سے انسانی جسم کا ایک حصہ نظر آرہا ہے، انجینئر صاحب نے خود جا کر دیکھا اور اوپر کی مٹی ہٹانے کو کہا، جب مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے پوری انسانی نعش نظر آرہی تھی، اس نعش میں دو باتیں حیران کن تھیں ایک تو اس کے کپڑے خون آلود تھے جس سے اندازہ ہوا کہ یہ کسی شہید کی نعش ہے، دوسرے اس کے منہ کے اوپر ایک پھل نما چیز رکھی ہوئی تھی جس میں سے وقفہ وقفہ کے بعد کچھ

قطرے نعش کے منہ میں گر رہے تھے، نہر کی گہرائی تقریباً بیس فٹ تھی اور یہ نعش اس سے بھی نیچے مٹی میں محفوظ تھی، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اس آدمی کو دنیا سے کوچ کئے صدیاں گزر چکی ہیں۔

اسی شام کو انجینئر صاحب میرے گھر آئے اور مجھے پورا واقعہ سنا کر کہنے لگے کہ قرآن پاک میں یہ جو کہا گیا ہے کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں، میں اس آیت کی زندہ مثال دیکھ کر آیا ہوں، اور مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے، جس میں یوم حساب بھی ہے کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اس شہید کو بھی کھا جاتی جو صدیوں سے زمین کے اندر محفوظ ہے۔ کہنے لگے کہ ایسا لگتا تھا جیسے مردہ اس وقت کے انتظار میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی دیں گے اور اس میں روح پھونکیں گے، اور یہ یوم حساب کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا۔

میں نے انجینئر صاحب سے عرض کیا کہ آپ کے اور ہمارے قیامت پر ایمان لانے میں فرق ہے، ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ایمان لے آئے اور آپ نے جب تک مشاہدہ نہیں کیا آپ کو یقین نہ آیا۔ اس واقعہ کے بعد انجینئر صاحب اپنے لڑکے کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے بھی باز آ گئے اور آخرت کے بارے میں اپنی سابقہ آزاد خیال سے بھی پکی توبہ کر لی۔

فوجی کی ٹانگ گھٹنے تک گلی ہوئی تھی:

جناب محمد حسین خان ایم۔ اے لکھتے ہیں آج سے تقریباً تین سال قبل کا واقعہ ہے کہ ایک فوجی نوجوان لاہور سے چوبرجی کے پاس بس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ان دنوں رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ تبلیغ والوں کی بسیں گذر رہی تھیں۔ فوجی ہاتھ دیتا رہا کوئی بس رک نہیں رہی تھی۔ ایک بس والوں نے بس روک کر فوجی کو بٹھا لیا۔ راستہ میں کسی نے اسے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ فوجی نوجوان نے خرابی صحت کا عذر پیش کیا۔ دعوت دینے والے نے کہا آپ کی صحت تو بظاہر قابل رشک ہے؟ آپ اجتماع میں شرکت نہ کریں لیکن جھوٹ تو نہ بولیں۔ اس پر فوجی نے اپنی پتلون کا ایک پائنچہ اونچا کر کے اپنی ٹانگ دکھائی تو معلوم ہوا کہ ٹخنے سے گھٹنے تک ٹانگ گلی ہوئی ہے جیسے جلی ہوئی ہے۔ بس

میں سوار سب لوگ متوجہ ہو گئے اور فوجی جوان سے حقیقت حال دریافت کی۔

اس نے بتایا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران اس کی نائٹ ڈیوٹی چونڈہ کے قبرستان کے پاس تھی۔ سنگین لگی ہوئی رائفل اور بیٹری میرے پاس تھی۔ ایک قبر سے چیخوں کی آواز مجھے سنائی دی۔ تجسس حال کے لیے میں نے سنگین سے قبر میں سوراخ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مردہ کی کھوپڑی پر ایک بڑا سا بچھو ڈنگ مار رہا ہے جس سے ہڈیوں کا ڈھانچہ اچھلتا ہے اور چیخوں کی آوازیں آتی ہیں۔ میں نے سنگین سے بچھو کو کھوپڑی سے علیحدہ کیا تو بچھو قبر سے باہر نکل آیا اور میرا تعاقب کرنے لگا۔ میں گاؤں کی طرف بھاگا۔ گاؤں سے باہر پانی سے بھرا ہوا چھپڑ (جوہڑ) تھا میں اس میں داخل ہو گیا دوسری طرف میری ٹانگ ابھی چھپڑ میں تھی کہ بچھو بھی چھپڑ پر پہنچ گیا۔ بچھو نے پانی میں ڈنگ مارا تو پانی ابلنے لگ گیا اور میری جو ٹانگ پانی میں تھی وہ گل سڑ گئی۔ حکومت پاکستان کی طرف سے اس کا بہت علاج کیا گیا مگر آرام نہ ہوا پھر بغرض علاج مجھے امریکہ بھیجا گیا مگر شفا نہیں ہوئی۔ عام لوگ جو بس میں سوار تھے عذاب الٰہی کا یہ نمونہ دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ (فریدیہ میگزین ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۲ء)

تین قبروں کے علاوہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں:

احمد پور شرقیہ میں ایک نیک خاتون دینی مدرسہ کی مہتمم تھیں، اس کو ایک لاعلاج مرض لاحق ہو گیا، میرے پاس بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل ہوئی اور وہیں وفات پائی، ان کے علاج پر اٹھنے والے اخراجات کراچی سے ایک حاجی صاحب (جو ہمارے ایک پروفیسر صاحب کے سسر ہیں) بھیجا کرتے تھے۔

جب یہ نیک خاتون فوت ہو گئی تو حاجی صاحب کو کراچی میں اطلاع دی گئی، وہ تشریف لائے اور سیدھے اس بی بی کی قبر پر گئے۔ واپس آ کر سب نے پہلے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے بی بی کی قبر میں اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اگلے روز حاجی صاحب پھر قبرستان تشریف لے گئے اور جب واپس لوٹے تو بے حد غمگین تھے، آتے ہی رونا شروع کر دیا کھانا پینا بند کر دیا، مگر نماز کی پابندی جاری رہی، ہر وقت استغفار میں مشغول رہتے، تین دن کھانا پینا بند کرنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ تو ڈاکٹر

صاحب جوان کے داماد تھے مجھے لے گئے، جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حاجی صاحب مسجد میں پڑے ہوئے آہستہ آہستہ اللہ سے استغفار اور آہ و زاری کر رہے ہیں، آواز میں اتنا درد اور سوز تھا کہ پاس بیٹھنے والے پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا، میں نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی، میرے بار بار کے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے ان کو کشف قبور کا وظیفہ بتایا تھا، وہ انہوں نے پہلے روز اس بی بی کی قبر پر گیا تو نہایت اچھی خبر ملی، دوسرے روز ساتھ والی قبروں پر وہی وظیفہ پڑھا تو دیکھا کہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں اور مردے آگ میں تڑپ رہے ہیں، کسی قبر میں آگ کم ہے کسی میں زیادہ حتیٰ کہ پورے قبرستان میں صرف تین قبریں اس آگ سے محفوظ تھیں۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ منظر دیکھ کر روؤں نا تو اور کیا کروں، اللہ سے ان کے لیے تخفیفِ عذاب کی دعا مانگ رہا ہوں، ایسا دردناک عذاب ہے کہ اگر آپ دیکھ لیں تو ذہنی توازن کھو بیٹھیں یا دہشت سے مر جائیں، پھر حاجی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنایا جس کا مفہوم یہ کہ عذاب قبر اس قدر دردناک ہے کہ اگر انسان اس کو دیکھ لیں یا آواز سن لیں تو پاگل ہو کر جنگلوں میں بھاگ جائیں اور اپنے مردے دفن کرنا بند کر دیں۔

عذاب قبر کی وجہ سے مردے کی چیخ و پکار:

چند سال قبل ایک جماعت کے ساتھ ایبٹ آباد جانا ہوا، شہر کی ایک بستی کی مسجد میں قیام کیا، مسجد کے ساتھ ہی قبرستان تھا، پروگرام کے مطابق ہم لوگوں نے گشت کر کے مقامی لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور قبر و حشر کی بات شروع کی، بات سنتے ہی مقامی لوگوں نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ ہم لوگ پریشان ہو گئے کہ اتنا اثر تو آج تک کسی نے بھی نہیں لیا اور نہ ہی ہمارے اوپر ہوا ہے۔

ہماری استفسار پر ایک مقامی ساتھی نے بتایا کہ اصل میں اس بستی والے عذاب قبر کا نمونہ دیکھ چکے ہیں، پھر اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ایک عوت کی قبر ہے جس کو مرے ہوئے تقریباً ساٹھ سال بیت چکے ہیں، ایک روز صبح کی نماز کے

بعد قبرستان سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں، تلاش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ آوازیں اسی قبر کے اندر سے آرہی ہیں، قبر بہت پرانی اور پختہ تھی۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا آوازیں بلند ہوتی گئیں، بستی والوں پر عجیب دہشت سی طاری ہوگئی۔ عورتوں اور بچوں نے بھی رونا شروع کر دیا، چناں چہ ایک عالم دین کو بلایا گیا تو انہوں نے بتایا کہ قبر کے اندر عورت کو عذاب ہورہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نمونہ آپ سب بستی والوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دکھایا ہے کہ اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مان کے چلو گے تو اس بڑے حادثہ سے بچ جاؤ گے۔

چناں چہ سب لوگوں نے ذکر اذکار استغفار درود شریف اور قرآن کریم پڑھ کر مرحومہ کی روح کو ایصال ثواب پہنچایا اور عصر کی نماز کے وقت وہ خوفناک آواز اور چیخ و پکار بند ہوگئی، ہم لوگ جب بھی قبر اور آخرت کی بات کرتے تو بستی والوں پر گریہ طاری ہوجاتا۔

قبر میں فرحت انگیز خوشبو:

چند برس پہلے کی بات ہے راجن پور کے قبرستان میں ایک مردہ کو دفن کرنے کے لیے ایک قبر تیار کی گئی، ابھی تک لوگ مردے کو لے کر پہنچے نہیں تھے کہ پورے قبرستان میں عجیب فرحت انگیز خوشبو مہک رہی تھی، لوگ حیران ہوئے کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے جب کہ قبرستان میں صرف دو جال کے درخت اور چند جنگلی پودے تھے جو کہ خوشبو نہیں دے سکتے تھے، تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ خوشبو کا منبع نئی تیار کی گئی قبر کے تہہ میں موجود ایک سوراخ ہے لوگوں نے جب اس سوارخ کو بڑا کیا تو نیچے سے ایک اور قبر نکلی جس میں ایک سفید ریش بزرگ ہمیشہ کی نیند سو رہے تھے، قابل حیرت بات یہ تھی کہ ان کی نعش کے اوپر ایک بڑا پھول پڑا ہوا تھا، اور خوشبو دے رہا تھا، تمام شہر کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ لاہور میں فوت ہوئے اور وہ وہیں دفن ہوئے، دفن کے بعد ان کی قبر سے خوشبو آنا شروع ہوگئی، عقیدت مندوں نے قبر کی مٹی جس سے خوشبو آرہی تھی اٹھانا شروع کر دی، بتانے والے بتاتے ہیں کہ قبر کے اردگرد

گڑھے پڑنے شروع ہو گئے، جن کو باہر سے مٹی لا کر بھر دیا جاتا اور اس مٹی سے پھر خوشبو آنی شروع ہو جاتی، یہ سلسلہ چالیس روز تک جاری رہا، میں ان دنوں سعودعرب میں بطور فزیشن کام کر رہا تھا، وہاں مجھے حضرت لاہوری صاحب کے ایک مرید نے ان کی قبر کی مٹی دکھائی جس میں اس وقت تک خوشبو آ رہی تھی۔

عذاب قبر کا عبرت انگیز واقعہ:

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے ایک ملنے والے تھے مولوی مصطفیٰ صاحب انہوں نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ:

دلی میں جمنا میں سیلاب آیا جس سے قرب کے قبرستان کی کچھ قبریں اکھڑ گئیں ایک قبر کھلی تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ مردہ پڑا ہوا ہے اور اس کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا کیڑا ہے۔ وہ جب ڈنک مارتا ہے تو پوری لاش لرز جاتی ہے، تھرتھرا جاتی ہے اور اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لاش اپنی اصلی کیفیت پر آ جاتی ہے تو وہ پھر ڈنگ مارتا ہے لاش کی پھر وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں اور حیران ہیں۔ ایک دھوبی تھا، جمنا کے گھاٹ پر آیا تھا اس سے دیکھا نہیں گیا، اس نے ایک کنکر اس کو مارا تو وہ کیڑا اچھلا اور اس دھوبی کی پیشانی پر آ کر ڈنک مارا، اور پھر وہیں جا کر بیٹھ گیا تو وہ دھوبی چلانے لگا اور تڑپنے لگا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا کہ سنو! مجھے ایسی تکلیف ہے کہ مجھے نہ صرف ایک بچھو اور ایک سانپ نے کاٹا ہے اور نہ صرف آگ کا کوئی شعلہ میرے بدن پر رکھ دیا گیا ہے بلکہ مجھے ایسی تکلیف ہے کہ میری بدن کے ایک ایک عضو میں بلکہ ایک ایک رونگٹے اور بال میں گویا ہزاروں لاکھوں بچھو اور آگ کی چنگاریاں بھر دی گئی ہوں، ایسی کیفیت ہے۔

چناں چہ وہ تین دن تک یوں ہی تڑپتا رہا پھر انتقال کر گیا تو مولوی مصطفیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ:

میں سمجھ گیا کہ یہ اس دنیا کا کیڑا نہیں بلکہ برزخ کے عذاب کی شکل ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کے لیے دوسرا علاج ہے۔ قریب جا کر ہمت کر کے بیٹھا اور کچھ سورتیں "یٰسین شریف، اور قل ھو اللہ احد" وغیرہ پڑھنا شروع کیا، جب میں نے قرآن کریم کی

تلاوت شروع کی تو وہ کیڑا چھوٹا ہونا شروع ہوا اور ہوتے ہوتے ذرا سا ہو کر ختم ہو گیا، جب وہ ختم ہو گیا تو ہم لوگ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب سے نجات دی اس کا کفن برابر کر کے قبر بند کر دی گئی، اب اس سے گناہوں کی سزا کا اندازہ لگایئے، معلوم نہیں اس نے کون سا جرم ہوا ہوگا خدا کے غضب کی کون سی شکل اس میں ہو، کچھ نہیں کہہ سکتے۔

قبر کی آگ سے ہاتھ جل گیا:

آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یوپی کے ایک مشہور شہر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شہر کے ایک حصے میں وہاں کا وسیع اور قدیم قبرستان ہے۔ اتفاق سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس کے جنازے کو لے کر لوگ قبرستان پہنچے۔ جب قبر تیار ہو گئی اور میت کو اس میں اتار کر تختے لگائے جانے لگے تو جو لوگ قبر میں ساتھ اترے تھے ان میں ایک صاحب کے، جو سرہانے کی طرف تھے، کچھ ضروری کاغذات جیب سے نکل کر قبر میں گر گئے، ان کو یہ بھی چل گیا تھا۔ مگر خیال کیا کہ جب تختے لگا کر نکلنے لگیں گے تو یہ چیز اٹھا لیں گے۔ مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وہ نکلتے وقت یہ چیز اٹھانا بھول گئے۔ لیکن جوں ہی مٹی دینے کا وقت آیا تو انہیں فوراً یاد آ گیا اور شور مچایا کہ ٹھہریئے، میرے کچھ نہایت اہم کاغذات قبر میں رہ گئے ہیں انہیں اٹھانے کا موقع دیجیے۔

مجمع میں کچھ لوگوں نے اختلاف بھی کیا کہ اب تختے لگ جانے کے بعد قبر کھولنا مناسب نہیں ہے۔ مگر ان کا اصرار بڑھتا ہی رہا اور بتایا کہ اگر یہ کاغذات نہیں ملیں گے تو مجھے شدید مالی نقصان پہنچ جائے گا۔ غرض اسی افراتفری میں مٹی ڈالنے کا کام ملتوی ہو گیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ مفتی شہر سے مشورہ کیا جائے چناں چہ صاحب معاملہ اور دوسرے لوگ فوراً مفتی شہر کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ جن صاحب کا سامان قبر میں رہ گیا ہے۔ وہی خود صرف اسی جگہ کا تختہ ہٹا کر اپنا سامان اٹھا لیں جہاں ان کے خیال میں وہ سامان گرا ہے۔

یہ لوگ فوراً قبرستان واپس آئے جہاں لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے اور مفتی صاحب کی رائے سے سب کو مطلع کیا۔

بالآخر سب لوگوں نے صاحب معاملہ کو اجازت دے دی کہ آپ کو جس جگہ اپنا سامان گرنا یاد ہو صرف اسی جگہ سے تختہ ہٹا کر اٹھالیجیے۔ انہوں نے کہا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ وہ سرہانے گرا تھا چناں چہ انہوں نے سرہانے سے ایک تختہ ہٹا کر جیسے ہی اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا فوراً چیختے ہوئے ہاتھ باہر نکال لیا اور یہ کہہ کر تڑپنے لگے کہ ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی، ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی۔

لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہوگیا۔ جیسے تیسے مٹی ڈال کر قبر تو بند کر دی گئی اور لوگوں نے ان کے ہاتھ کو اچھی طرح دیکھنا شروع کیا۔ بظاہر وہ ہاتھ بالکل صحیح و سلامت تھا اور کسی طرح کے جلنے کی کوئی علامت نہ تھی۔ لوگوں نے ان کو سمجھایا بھی کہ بھائی تمہارا ہاتھ تو بالکل ٹھیک ہے پھر تم کیوں اتنا تڑپ رہے ہو لیکن ان کی چیخ و کراہ کے سامنے کسی کی کوئی بات نہ چل سکی۔ اسی عالم میں چارپائی پر ڈال کر لوگ ان کے گھر لائے اور یہاں بھی بے قراری اور تڑپ کا وہی حال تھا۔

لوگوں کی رائے ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا جائے۔ اتفاق سے اس زمانے میں شہر کے سول سرجن مسلمان تھے۔ لوگ ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے جدید آلات کی مدد سے سارے ہاتھ کا معائنہ کیا مگر ان کو جلنے یا آگ لگنے کی کوئی علامت نہیں مل سکی۔ ساری کھال بالکل ٹھیک تھی، رگوں میں خون کی آمد و رفت حسب دستور تھی، ہڈی اور گوشت وغیرہ سب اپنے حال پر باقی تھے مگر وہ یہی کہے جا رہے تھے کہ ہاتھ جل گیا اور آگ لگ گئی۔

ان کی تڑپ اور بے چینی کسی سے دیکھی نہیں جا رہی تھی ایک چیخ اور کراہ تھی جو سارے گرد و پیش کو دہلائے ہوئے تھی۔ سول سرجن اور ان کے ڈاکٹروں کی پوری جماعت حیران اور سارے عزیز و اقارب ششدر، کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اسی طرح تین دن اور تین رات تڑپنے کے بعد وہ بھی اپنے مالک سے جا ملے۔

(بحوالہ: دارالسلام مالیر کوٹلہ۔ مئی ۹۳ء)

مخیّر سیٹھ کی لاش اور اجنبی کا واویلا:

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بمبئی میں تھا، وہاں ایک سیٹھ ایسا بھی تھا جو اس

وسیع وعریض شہر کے تقریباً سبھی حلقوں میں خاصا معروف تھا۔ اس کے کاروباری سلسلے بہت پھیلے ہوئے تھے اور دولت کا بھی کوئی اندازہ نہ تھا۔ قسمت کا کچھ ایسا چکر تھا کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا، منافع بخش ہی ہوتا۔ وہ بظاہر مخیر بھی بہت تھا۔ یتیموں، بیواؤں کی بہت مدد کرتا اور اکثر کو ماہوار وظائف بھی دیتا۔

علاوہ ازیں حکومت کے بعض خیراتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ کرنا خدا کا کہ ایک دن یہ سیٹھ فوت ہو گیا۔ لوگوں کو بہت رنج ہوا اور جب جنازہ اٹھا، تو ایک مخلوق ہمراہ تھی۔ میں بھی اس ہجوم میں شامل تھا اور سوچ رہا تھا کہ سیٹھ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کے جنازے میں اتنے زیادہ لوگ شامل ہیں، ایک وہ ہیں کہ مرتے ہیں تو ان کا جنازہ اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

میں انہیں سوچوں میں خدا جانے کب تک غلطان رہتا اگر ایک حسین وجمیل شخص، جو گیروے رنگ کا لباس زیب تن کئے تھا، اچانک ہی کہیں سے نمودار ہو کر جنازے میں شریک نہ ہو جاتا۔ اس اجنبی شخص کا قد سب سے نکلتا ہوا تھا اور اس کی شخصیت کی رعنائی ایسی نہ تھی کہ کسی کی بھی آنکھوں میں چھپے بغیر رہتی، اور یوں اگر وہ خاموشی کے ساتھ بھی جنازے کی مشایعت کرتا، تو ہجوم کی توجہ کا مرکز بنے بغیر نہ رہتا۔ مگر اس نے جنازے میں شمولیت کے ساتھ ہی اپنی آہ وبکا سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور سبھی کی نظریں دفعتہً اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ اس سے بے نیاز بے تحاشا روئے چلا جا رہا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے، اس جم غفیر میں کوئی فرد بھی اسے نہ جانتا تھا۔ تاہم اس کے غم واندوہ سے اس کے گریہ وبکا سے ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یقیناً یہ کوئی سیٹھ کا قریبی رشتے دار ہے جو کہیں دور پار سے آیا ہے اور اگر رشتے دار نہیں تو پھر سیٹھ کا اس سے سلوک یقیناً انتہائی فیاضانہ رہا ہو گا۔

غرض یہ کہ جنازے میں شامل ہر شخص اپنے طور پر اس کے غیر معمولی غم واندوہ کی توجیہہ گھڑ کے مطمئن ہو گیا۔ وہ حسین وجمیل اجنبی اس انداز سے آہ وبکا کئے چلا جا رہا تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے کلیجے شق ہو رہے تھے اور آنکھیں تر۔ جنازہ جب قبرستان پہنچا تو اس نے تدفین میں بھی انتہائی دلسوزی، مستعدی اور گریہ وزاری سے حصہ لیا۔ تدفین سے جب فراغت پائی جا چکی، تو اس اجنبی نے اچانک شور مچانا شروع کر دیا کہ

سیٹھ کو سپردخاک کرتے وقت میری دس ہزار کی ہنڈی قبر ہی میں رہ گئی ہے، اسے نکالا جائے۔

اس زمانے میں دس ہزار کی رقم دس لاکھ سے کم نہ تھی، مگر پھر بھی لوگ متذبذب تھے کہ ہنڈی نکالنے کے لیے قبر کھولی جائے یا نہ کھولی جائے، کیوں کہ بہت ممکن تھا کہ ہنڈی کہیں اور گری ہو اور اسے اب پتہ چلا ہو، چناں چہ جب لوگوں نے اس سے اس خدشے اور امکان کا اظہار کیا، تو اس نے باصرار کہا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ ہنڈی قبر ہی میں گری ہے، کیوں کہ جنازہ پڑھتے وقت وہ میری جیب میں تھی۔ ویسے بھی قبر ابھی ابھی تو بنی ہے۔ اسے دوبارہ کھولنے میں حرج ہی کیا ہے۔ کوئی معمولی رقم کا معاملہ تو ہے نہیں کہ اس کے لیے تگ و دو ہی نہ کی جائے۔ اس کی اس بات پر کچھ اور لوگ بھی اس کے ہمنوا بن گئے اور پھر قبر کھول کر ہنڈی نکالنے کا فیصلہ ہو گیا۔

قبر کھولی جانے لگی۔ میں قبر کے بالکل کنارے پر کھڑا تھا اور بہت انہماک سے یہ پوری کارروائی دیکھ رہا تھا اور اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بھی بٹا رہا تھا۔ ابھی آدھی سے بھی تھوڑی ہی قبر کھولی جا سکی ہوگی کہ اچانک ایک بہت بڑا شعلہ لپکا جس پر قبر کھولنے والے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے کو دوڑے اور کچھ دور جا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بعض افراد نے جی کڑا کر کے قبر کے اندر جھانکا، لیکن وہ بھی چیخیں مارتے ہوئے الٹے پاؤں واپس بھاگے اور ان میں سے بھی کچھ حواس کھو بیٹھے۔ کیسے بتاؤں قبر کے اندر کا منظر کیا تھا! آج بھی مدتیں گزر جانے کے بعد، اس منظر کا تصور کرتا ہوں تو روح فنا ہو جاتی ہے اور سکون غارت ہونے لگتا ہے۔

جس وقت قبر کھولنے والے چیخ مار کر پیچھے کو دوڑے، میں اس وقت قریب ہی کھڑا تھا اور چونکہ خاصا نڈر واقع ہوا تھا، اس لیے حیرت و تجسس کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں نے قبر کے اندر جھانکا اف وہ منظر، وہ روح فرسا منظر اللہ کسی دشمن کو بھی یہ منظر نہ دکھائے، وہی سیٹھ جس کی موت پر میں ابھی ابھی رشک کر رہا تھا اور جسے قبر میں ہم نے ابھی ابھی قبلہ رخ لٹایا تھا، اب اس کا حال یہ تھا کہ اس کے اوپر کا دھڑ اوپر کو اٹھا ہوا تھا اور ایک خوفناک اژدھا اس کی ٹانگوں پر بیٹھا اس کی زبان کو، جو پہلے ہی باہر کو نکلی ہوئی تھی، منہ سے پکڑے مزید باہر کی طرف کھینچ رہا تھا اور ایسا کرتے ہوئے کبھی کبھی پھنکارتا تو اس

کے منہ سے شعلے سے نکلتے جن کی زد میں آنے سے سیٹھ کا منہ کالا دھواں ہو رہا تھا۔
ہائے! وہی منہ، وہی چہرہ جس پر کبھی سرخی و صباحت کے ڈیرے رہتے تھے، آج وہ اتنا ڈراؤنا اور بھیانک تھا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی اور پھر اسی پر بس نہیں، قبر میں نہ جانے کہاں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک شعلہ سا لپکتا اور سیٹھ کے تمام وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا، سوچتا ہوں کہ جب یہ منظر دیکھنے والوں کے حواس گم ہو رہے تھے تو جس پر یہ سب کچھ بیت رہی تھی، اس کا حال کیا ہوگا۔
میں جو اپنے آپ کو خاصے مضبوط دل اور اعصاب کا مالک سمجھتا ہوں، وہ منظر بمشکل ہی ایک نظر دیکھ سکا اور پھر مارے خوف اور گھبراہٹ کے پیچھے ہٹ آیا، مگر کچھ اس عالم میں کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ تھا اور دل تھا کہ دھونکنی کی طرح سینے کے اندر چل رہا تھا۔ قبرستان میں موجود دیگر افراد کی حالت بھی مجھ سے کچھ مختلف نہ تھی، بلکہ اور زیادہ بدتر تھی۔ سب پر ایک عجیب ناقابل بیان سراسیمگی طاری تھی اور کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ کیا قبر کو یونہی کھلا چھوڑ کر گھروں کی راہ لی جائے یا جیسے بھی ہو، اسے بند کیا جائے۔ چند جیدار جوانوں نے جی کڑا کر کے اور وہ بھی اس وقت جب شعلہ لپکنا بند ہو گیا تھا، قبر پر جلدی سے کچھ تختے رکھ کر مٹی ڈال دی، مگر سب ایک دوسرے کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ رہے ہوں کہ سیٹھ کے ساتھ قبر میں جو بیت رہی ہے، وہ اس کے کن گناہوں کی سزا ہو سکتی ہے، میرا اپنا یہ حال ہوا کہ کئی دن تک بول سکا نہ سو سکا نہ کچھ کھا پی سکا۔ ایک بزرگ نے پانی دم کر کے پینے کو دیا، تو کہیں ہوش ٹھکانے آئے، میرے علاوہ اس شخص کا یہی حال ہوا جس نے عذاب قبر کا یہ خوفناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بہت دیر بعد ان لوگوں کی حالت نارمل ہوئی۔ مگر اس عبرت ناک انگیز منظر یا واقعے کا انتہائی حیرت انگیز پہلو ابھی میں نے بتایا ہی نہیں اور وہ یہ کہ قبر کھلنے کے فوراً بعد وہ انتہائی حسین و جمیل اجنبی کہ جس کے ہنڈی گم ہونے کی دہائی دینے پر قبر کھولی گئی تھی، کہیں نظر نہ آیا، قبر بند کیے جانے کے بعد قبرستان میں بھی اسے ہر طرف ڈھونڈا گیا مگر وہ وہاں ہوتا تو ملتا! جس کے ہنڈی گم ہونے کی دہائی دینے پر قبر کھولی گئی تھی، کہیں نظر نہ آیا، قبر بند کیے جانے کے بعد قبرستان میں بھی اسے ہر طرف ڈھونڈا گیا، مگر وہ وہاں ہوتا تو ملتا! جس طرح وہ جنازے میں شرکت کے لیے اچانک

کہیں سے نمودار ہوا تھا، ویسے ہی اچانک گم ہو گیا، مگر ہمارے ذہنوں میں بے شمار سوالات کو جنم دے گیا۔ وہ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ کیا وہ خدا کی طرف سے فرستادہ کوئی فرشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے اور عذاب آخرت پر ان کا یقین پختہ کرنے کے لیے اس طریقے سے بھیجا تھا اور اس نے ہنڈی کے گم ہونے کا صرف بہانہ کیا تھا تاکہ اس طرح قبر کھلوا کر اندر کا منظر ان آنکھوں کو بھی دکھا سکے جن پر غفلت و مدہوشی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت کیا تھی، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو آج تک اس بات پر حیران ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شخص کون ہو سکتا تھا۔ ہاں جی، خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

حافظ، قبر اور روپے:

انسانی زندگی مختلف واقعات، تجربات اور حادثات کا مرقع ہے۔ آئے دن زندگی کی مختلف راہوں میں کوئی نہ کوئی واقعہ، کوئی نیا تجربہ، کوئی انوکھی بات پیش آتی رہتی ہے۔ کچھ واقعات تو عام قسم کے ہوتے ہیں جو جلدی ہی ذہنوں سے اتر کر نسیان کی نذر ہو جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی معاشرتی زندگی کی انہیں راہوں میں انسان کے ساتھ ایسے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں جو عام واقعات سے ہٹ کر بڑے ہی عجیب، انوکھے اور پراسرار ہوتے ہیں اور ہزار سوچ و بچار کرنے کے باوجود بھی بھید نہیں کھلتا کہ حقیقت کیا تھی۔ ایسے واقعات اپنی اسی انفرادیت، پراسراریت اور اچنبھے پن کی وجہ سے دیر تک ذہنوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ تحیر، اسرار اور تجسس سے بھرپور ایک ایسا ہی سچا واقعہ پیش خدمت ہے۔

گزشتہ برس کی بات ہے میں اپنی بڑی خالہ کے گاؤں (شاہ پور) گیا ہوا تھا۔ یہ گاؤں نہیں بلکہ ایک قصبہ ہے۔ وہاں بازار ہے اور کافی دکانیں ہیں۔ خالہ کے گھر کے پاس ہی ایک موچی کی دکان تھی جو آرڈر پر جوتے تیار کر کے فروخت کرتا تھا۔ یہ موچی بڑا دلچسپ اور ہنس مکھ انسان تھا۔ بازار آتے جاتے اس سے واقفیت ہو گئی۔ اب میں دن میں ایک دو بار ضرور موچی کی دکان پر بیٹھتا۔ گپ شب ہوتی رہتی۔ دو چار دن یہاں بیٹھنے سے میں نے محسوس کیا کہ موچی ہر بیس پچیس منٹ کی بعد اپنی دائیں ہاتھ کی چھوٹی

انگلی پاس رکھے ہوئے کونڈے کے پانی میں ڈبوتا ہے۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ چمڑے کو نرم کرنے کی خاطر پانی میں ڈبوتا ہے لیکن میرے غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چمڑے کو تو ضرورت کے وقت ہی پانی میں ڈبوتا ہے لیکن اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو باقاعدگی سے وقفے وقفے کے بعد پانی میں ڈبوتا ہے۔ ایک عجیب اور انوکھی بات یہ کہ جب بھی وہ اپنی انگلی کو پانی میں ڈبوتا تھا تو ہلکی سی ''شوں'' کی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے کسی نے کوئی گرم لوہے کی چیز کو پانی میں ڈبویا ہو۔ یہ انگلی کو وقفے وقفے سے پانی میں ڈبونے کی بات سے میں متجسس اور شوں کی آواز پیدا ہونے کی بات سے متعجب تھا اور پھر اسی تجسس اور تعجب کے زیر اثر موچی سے اس کے متعلق پوچھا کہ ''یہ کیا معاملہ ہے؟'' لیکن موچی نے ٹال دیا اس پر میرا تجسس مزید بڑھا اور میں پوچھنے پر بضد ہو گیا۔ میرے بے حد اصرار پر موچی نے بڑی عجیب وغریب کہانی سنائی۔ یہ عجیب اور پراسرار کہانی اسی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

''میں یہاں گزشتہ دس سال سے رہائش پذیر ہوں۔ میرے محلہ میں ایک نابینا آدمی جو مجرد تھا رہتا تھا۔ اس نابینے آدمی، (جسے اب میں حافظ صاحب کہوں گا) کی میرے پاس زیادہ بیٹھک تھی۔ اسی دوستی کی بناء پر وہ میرے پاس کبھی کبھی کچھ روپے بطور امانت رکھ جاتا تھا اور بوقت ضرورت مجھ سے لے لیتا تھا۔ وہ روپے جمع تو زیادہ کراتا لیکن واپس کم لیتا اس طرح حافظ کے میرے پاس روپے جمع ہوتے گئے اور یہ روپے جمع ہوتے ہوتے پانچ ہزار روپے کی رقم جمع ہو گئی۔

پھر اچانک حافظ کی میرے پاس آمد بند ہو گئی۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں۔ میں اسی روز شام کو حافظ صاحب کی عیادت کے لیے گیا۔ دیکھا تو حافظ صاحب کو بخار تھا اور ان کی صحت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ ان کی کمزور صحت دیکھ کر ان کی امانت کا خیال آیا اور کہا:

''حافظ جی! اپنی امانت مجھ سے لے لو۔''

اس پر حافظ صاحب بولے۔ ''یہ روپے اپنے پاس ہی رکھو میں تندرست ہو کر واپس لے لوں گا۔'' ''لیکن اگر آپ مر گئے تو؟'' میں نے ازراہ مذاق کہا۔

''تو پھر یہ روپے کسی اور کو مت دینا بلکہ میری قبر میں میرے سرہانے رکھ دینا'' حافظ

نے بڑی سنجیدگی سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ صاحب دوسرے دن ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حافظ کے مرنے سے مجھے اس کی رقم کی کافی تشویش ہوئی۔ تب میں نے محلہ کے دو تین سیانے آدمیوں سے اس بات کا ذکر کیا اور انہیں حافظ کی وصیت ''اگر میں مر گیا تو روپے میری قبر میں رکھ دینا'' بھی بتائی۔ ان آدمیوں نے مشورہ دیا کہ ''اگر حافظ نے ایسا ہی کہا تو پھر روپے قبر میں رکھ دینے چاہئیں'' چناں چہ تجہیز و تکفین کے بعد جب دفنانے کا وقت آیا اور اسے قبر میں اتارا گیا تو میں نے حافظ کی وصیت کے مطابق سب کے سامنے روپوں کی تھیلی اس کے سرہانے قبر میں رکھ دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد قبر بند کر دی گئی اور تمام مٹی قبر پر ڈال دی گئی۔ یوں یہ پانچ ہزار روپے حافظ کے ساتھ ہی قبر میں دفنا دیئے گئے اور دفنانے کے بعد ہم سب لوگ قبرستان سے واپس اپنے اپنے گھروں کو آ گئے۔ رات کو میرے ذہن میں یہ قبر میں رکھے پانچ ہزار روپوں کا بار بار خیال آتا رہا اور میں سوچتا رہا کہ یہ حافظ نے عجیب بات کہی ہے۔ قبر میں ان روپوں کے رکھنے کا کوئی مقصد نہیں۔ چند یوم میں ان نوٹوں کو دیمک لگ جائے گی اور نوٹ ختم ہو جائیں گے کیوں نہ چپکے چوری یہ روپے قبر سے نکال لوں۔ لوگوں کے سامنے تو میں نے حافظ کی وصیت پوری کر ہی دی ہے۔

ذہن میں یہ خیال آتے ہیں عملی طور پر اس کام کے لیے تیار ہو گیا۔ ٹارچ لی، مکمل انتظام کیا، کمبل اوڑھا اور قبرستان کی طرف چل دیا۔ باہر شدید سردی اور اندھیرا تھا۔ میرے دل میں طرح طرح کے خوف اور ڈر پیدا ہو رہے تھے لیکن دولت کے لالچ کے زیر اثر ڈر اور خوف کے باوجود میں قبرستان میں پہنچ گیا۔ قبرستان میں ہر طرف خاموشی، سناٹا اور ہو کا عالم تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قبر کی تمام مٹی پرے کر ڈالی اور قبر میں اترنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ کی مزید محنت سے لحد پر سے تمام مٹی صاف کر ڈالی۔ اب قبر کو ننگا کرنے کا مرحلہ تھا۔ میرا تمام جسم پسینے میں شرابور تھا اور دل بری طرح دھڑک رہا لیکن باوجود ان تمام ڈر، خوف اور دھڑکنوں کے میں نے لحد پر سے لکڑی کے پھٹے اٹھا کر قبر بالکل ننگی کر ڈالی۔ اب حافظ کا مردہ جسم کفن میں ملبوس میرے سامنے تھا لیکن اندھیرے میں صاف نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی روپیوں کی تھیلی کا پتہ چل رہا تھا۔ تب میں نے ٹارچ

پکڑی اور اس کا بٹن دبایا۔ٹارچ کی تیز روشنی جیسے ہی مردہ جسم پر پڑی تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جو روپے میں نے تھیلی میں بند کر کے حافظ کے سرہانے رکھے ہوئے تھے وہ سب کے سب حافظ کے تمام جسم پر ایک خاص ترتیب سے اس طرح بکھرے پڑے تھے کہ حافظ کا مردہ جسم ان میں چھپ گیا تھا اور تھیلی اپنی جگہ خالی پڑی تھی۔

قبر میں مردہ جسم پر بکھرے نوٹوں کے عجیب منظر سے میں شدید حیران تھا اور اسی حیرانی میں واپس آنے لگا لیکن پھر ایک تجسس کے زیر اثر رک گیا اور ڈرتے ڈرتے ایک سو روپے والے نوٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پرے ہٹانے کی کوشش کی۔ جیسے ہی میری انگلی حافظ کے جسم پر چپکے ہوئے نوٹ سے چھوئی انگلی میں شدید قسم کی چبھن اور جلن پیدا ہوئی جیسے کسی زہریلے بچھو نے ڈنگ مارا ہو یا پھر میری انگلی بجلی کی ہائی پاور کرنٹ والی ننگی تار کو چھو گئی ہو۔شدت تکلیف سے میں نے جلدی سے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور قبر سے باہر آ گیا۔جلدی جلدی قبر پر مٹی ہموار کی اور واپس پلٹا۔شدید تکلیف سے میر برا حال ہو رہا تھا درد سے انگلی پھٹی جا رہی تھی۔

میں چند ہی قدم واپس آیا تھا کہ یکبارگی میرے پاؤں سے کوئی سخت شے ٹکرائی اور میں دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔معاً میرے چند قدم آگے ایک تیز روشنی پیدا ہوئی اور تھوڑی دور آگے جا کر بجھ گئی۔قبرستان میں آدھی رات کو مردوں کے درمیان یہ منظر دیکھ کر میرے اوسان گم ہو گئے، سانس رک گیا اور مارے ڈر خوف اور حیرت و استعجاب کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی۔شدید سردی کے باوجود جسم پسینے پسینے ہو گیا لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔بڑی مشکل سے اٹھا حواس باختہ گھر کی طرف بھاگا اور جیسے تیسے قبرستان کی سرحد کے قریب پہنچ گیا۔ابھی میں قبرستان کے اندر تھا کہ پھر میرے پاؤں سے کوئی سخت شے ٹکرائی اور میں گرتے گرتے بمشکل بچا۔عین اس وقت میرے سامنے پھر ایک تیز روشنی کا شعلہ بلند ہوا اور ساتھ ہی ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی۔ٹھوکر، تیز روشنی کا شعلہ اور خوفناک چیخ ان سب باتوں سے میں انتہائی خوفزدہ ہو گیا۔جسم سے شدت خوف و ہراس اور ڈر غم کی وجہ سے جان نکلی چلی جا رہی تھی لیکن اب میں قبرستان کی حد سے باہر آ گیا تھا۔ میں نے ہمت کی اور جیسے تیسے گھر کی طرف بھاگا۔جسم پسینے میں شرابور تھا۔کلیجہ اچھل اچھل کر منہ کو آ رہا تھا۔آخر گرتا پڑتا، ڈرتا مرتا جیسے تیسے گھر پہنچ گیا۔گھر پہنچتے ہی مجھے تیز

بخار چڑھ گیا۔ طبیعت انتہائی خراب ہوگئی اور کئی روز تک صاحب فراش رہا۔

اس عجیب وغریب حادثے کے کئی روز کے بعد میری طبیعت سنبھلی اور ہوش وحواس درست ہوئے اور میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ صحت تو ٹھیک ہوگئی لیکن انگلی کے درد، جلن اور چبھن میں کوئی افاقہ نہ ہوا اور یہ تکلیف بدستور قائم رہی۔ ہزاروں روپے خرچ کئے سینکڑوں علاج کرائے، بڑے بڑے ڈاکٹرں حکیموں کو دکھایا۔ لیکن انگلی کی درد جلن میں کمی نہ ہوئی۔ البتہ پانی میں ڈبونے سے آدھ گھنٹہ تک عارضی طور پر انگلی کی تکلیف میں کمی ہو جاتی ہے لیکن آدھ گھنٹہ بعد پھر تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ جو صرف پانی میں ڈبونے سے ہی وقتی طور پر کم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی طریقہ سے علاج سے دوائی سے تکلیف میں ہرگز کمی نہیں ہوتی لہٰذا اس مجبوری اور تکلیف کے پیش نظر ہر آدھ گھنٹہ بعد اس متاذی انگلی کو پانی میں ڈبونے کا عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

موچی نے مزید بتایا ''اصل میں میری یہ انگلی بے حد گرم ہو جاتی ہے جیسے دہکتا ہوا انگارا۔ جس کا مجھے تو احساس نہیں ہوتا میں تو صرف درد، جلن اور چبھن محسوس کرتا ہوں لیکن اگر کوئی دوسرا اس کیفیت میں جب میری انگلی میں شدید تکلیف ہو رہی ہوتی ہے چھوئے تو اس کا ہاتھ اس طرح جھلس جاتا ہے جیسے اس نے دہکتی ہوئی آگ میں ہاتھ دیا ہو۔ یہی وجہ کہ جب تکلیف بڑھنے پر میں انگلی کو پانی میں ڈبوتا ہوں تو اس سے شوں کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے دہکتے ہوئے کوئلے یا انگارے کو پانی میں ڈبویا ہو۔''

تجربے اور تصدیق کی خاطر میں نے جب موچی کی انگلی کو تکلیف بڑھنے پر پانی میں ڈبونے سے پہلے چھوا تو وہ واقعی آگ کی طرح گرم تھی جس کے چھونے سے میرے ہاتھ میں کافی دیر تک جلن ہوتی رہی۔ موچی اپنی انگلی کو پانی میں ڈبونے کی مجبوری کی یہ عجیب و غریب داستان سنا کر خاموش ہوگیا اور میں اس پراسرار اور عجیب داستان پر حیران ہوتے ہوئے اپنے گھر آ گیا۔

ایم اے انصاری۔

(بحوالہ: نوائے میگزین ۱۸ رجون ۹۳ء)

باب نمبر: ۲۵

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا حشر کیسا ہوا؟

کتب بینی انتہائی دلچسپ مشغلہ ہے مگر ہم جیسے غم کے ماروں کو مسلسل یہ سعادت کہاں نصیب ہوتی ہے؟ پھر بھی کبھی نہ کبھی اس کی لذت چشی کا موقع مل ہی جاتا ہے اس سلسلہ میں بعض اوقات ایسی چیزیں بھی سامنے آجاتی ہیں کہ بے اختیار دل چاہنے لگتا ہے کہ اسے دوسرے بھائیوں تک پہنچایا جائے اور وہ بھی اس لطف سے جو ہمارے لیے انشراح صدر کا باعث ہوا ہے لطف اندوز ہو جائیں۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کو جنت کی بشارت سنائے جن کو اپنے رضوان وخوشنودی کا پروانہ دے انہیں برا بھلا سوائے اس کے اور کون کہہ سکتا ہے جو خدا سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو۔

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ امت کے اکابر میں سے ہیں شواہد النبوۃ میں جو ان کی بہت مشہور کتاب ہے ارقام فرماتے ہیں۔

ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ ایک شخص کوفہ کا رہنے والا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہتا تھا۔ ہمارے ساتھ ہمسفر ہوا ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ نہ مانا ہم نے اس سے کہا کہ ہم سے تو علیحدہ ہو جا۔ چناں چہ جب ہم اس سفر سے واپس ہونے لگے تو ایک روز اسی ہمسفر کا ملازم نظر آیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ہمارے ساتھ گھر واپس چلے۔ اس نے کہا کہ ہمارے آقا کی تو عجیب حالت ہو گئی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ مثل خوک کے ہو گئے ہیں۔

پھر جب ہم اس کے پاس گئے اور اس سے گھر واپس چلنے کے لیے کہا اس نے جواب دیا کہ مجھے عجیب مصیبت پہنچی ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آستین سے نکال کر دکھائے تو واقعی مثل خوک کے تھے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہو لیا لیکن راستہ میں اس سے زیادہ

عجیب تر واقعہ پیش آیا۔ ایک جگہ بہت سے خوک جمع تھے جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو وہ مرکب سے گر کر خوک کی شکل میں ہو کر انہیں کے ساتھ جا ملا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنے والا بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا:

امام بیہقی جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہر چند ہم اسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔

جب ہم نزدیک یمن کے پہنچے ایک جگہ اتر کر سو گئے جب کوچ کا وقت آیا ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگایا وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس کہ میں تم لوگوں سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ میرے سر پر کھڑے فرما رہے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائے گا۔ ہم نے کہا کہ وضو کر۔ اس نے پاؤں سمیٹے ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور دونوں پاؤں اس کے بندر کے سے ہو گئے۔ پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر سر اور منہ تک مسخ پہنچا اور وہ بالکل بندر ہی کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھا اور جلد وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ٹھیک غروب آفتاب کے وقت ہمارا گزر ایک جنگل سے ہوا وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں اس نے جب ان بندروں کو دیکھا تو رسی توڑ کر انہیں میں جا ملا۔

زمین نے تمام لوگوں کو نگل لیا:

محب طبری ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں:۔

ایک جماعت اہل حلب کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کرتی اور سب وشتم کو روا رکھتی تھی امیر مدینہ کے پاس آئی اور بہت مال واسباب عمدہ عمدہ کپڑے اور مختلف قسم کے تحفے تحائف اور سیم وزر ساتھ لائی اور امیر مدینہ کے

سامنے یہ سارے تحائف جو ایک اہل دنیا کو موہ لینے کے لیے بہت تھے پیش کر کے عرض رساں ہوئی کہ یہ تحفے تحائف اور سیم وزر کی یہ پیش کش قبول کر لی جائے اور اس کے صلے میں اتنا کیا جائے کہ حجرہ شریف روضہ اطہر کا دروازہ کھلوا دیا جائے کہ وہ جماعت جسد اطہر حضرات شیخین۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو وہاں سے نکال لے جائے۔

امیر مدینہ کہ خالص دنیا دار اور زر پرست تھا اس سودے کے لیے تیار ہو گیا اور حرم شریف کے دربان کو بلا کر حکم دیا کہ دیکھو جب اور جس وقت یہ لوگ آویں دروازہ حرم شریف کا کھول دینا اور جو کچھ کریں منع نہ کرنا دربان کہتا ہے کہ جب تمام لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر رخصت ہو گئے اور دروازے حرم شریف کے حسب دستور بند ہو گئے۔ باب السلام پر دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی میں نے حسب حکم امیر دروازہ کھول دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ چالیس آدمی کدال اور مشعل لیے کھڑے ہیں۔ یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور میں نے مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر رونا شروع کیا کہ یا الٰہی یہ کیا قیامت نازل ہو گئی۔ سبحان اللہ! اللہ کی قدرت اور صحابہ کی جلالت شان نظر آ گئی جب میں نے دیکھا کہ ابھی یہ لوگ منبر شریف کے قریب بھی نہیں پہنچے تھے کہ زمین ان تمام لوگوں کو مع ان کے مال واسباب کے نگل گئی۔ امیر مدینہ کو قدرۃً انتظار تھا کہ جب یہ نا ہنجار اپنے کام سے فراغت پا چکیں گے تو اس کے پاس ضرور جائیں گے جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تب امیر نے مجھے بلا کر حال پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا بیان کر دیا۔

امیر کہنے لگا تو دیوانہ ہو گیا ہے سمجھ کے کہہ کیا کہتا ہے میں نے کہا اے امیر جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا تو چل کے خود دیکھ لے ان کے بعض کپڑے نمودار ہیں۔

اس روایت کو بسند معتبر جذب القلوب الی دیار المحبوب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

تاریخ کے ان عبرت انگیز اور دلخراش واقعات کو محسوس کر کے بھلا کس مسلمان کا دل گردہ ہے کہ وہ مقدسین اسلام کے خلاف سوء ظن کا ارتکاب کر سکے۔

ایک گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہ کی شکل مسخ ہو گئی:

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو:

شیخ ابن الزعب عینی رحمہ اللہ ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے اور مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اطہر کی زیارت کا شرف حاصل کرتے۔ شیخ چونکہ عربی کے شاعر تھے اس لیے ہر سال ایک قصیدہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم اجمعین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی مدح میں لکھ کر لاتے اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنا مدحیہ قصیدہ پڑھتے۔ شیخ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسب عادت روضہ مقدس کے پاس اپنا قصیدہ پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھے اپنے ساتھ مکان پر چلنے کی دعوت دی۔ میں اس کے ساتھ چل دیا۔ مدینہ منورہ کی تنگ گلیوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک مکان پر پہنچے تو اس شخص نے مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ میں دروازے میں داخل ہوا ہی تھا کہ دروازے کی اوٹ میں چھپے ہوئے دو حبشی نمودار ہوئے۔ بس ایک سیکنڈ بعد ان کے مضبوط بازوؤں کے شکنجے میں تھا۔ وہ مجھے اٹھا کر اندر ایک کمرے میں لے گئے۔ ہمارے پیچھے وہ آدمی تھا۔ اندر جا کر اس بد بخت نے جو کہ شاید سبائی تھا ایک چھری اٹھائی اور حبشیوں کو اشارہ کیا انہوں نے زبردستی میرا منہ کھولا اور اس بد بخت نے میری زبان کاٹ دی اور کہا کہ کیا اسی زبان سے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی مدح کرتا تھا یہ کہہ کر کٹی ہوئی زبان میرے ہاتھ پر رکھ دی اور مجھے چھوڑ دیا۔ شیخ فرماتے ہیں میں وہ کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے روضہ اقدس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اسی عالم میں مجھ پر اونگھ طاری ہوگئی میں دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بائیں جانب عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹی ہوئی زبان میرے ہاتھ سے لی اور اپنا لعاب مبارک لگا کر میرے منہ میں رکھ دی۔ مین بیدار ہوا تو میری زبان بالکل درست تھی۔ شیخ لکھتے ہیں کہ میں آئندہ سال پھر حج کے لیے آیا اور حسب معمول روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنا قصیدہ پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور دعوت قبول کرنے کے لیے کہا گذشتہ سال کا واقعہ یاد آیا لیکن پھر سنت سمجھ کر دعوت قبول کر لی۔ دعوت کے لیے چلے تو چلتے چلتے اسی پہلے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر میں نے خوف محسوس کیا اور قدرتی طور پر میرے قدم رک گئے۔ وہ شخص میرے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ کر قدرے مسکرایا اور کہا کہ حضرت گھبرائیں نہیں اندر آیئے، میں **توکل علی**

اللہ اندر داخل ہوا۔ بالکل پہلے کے برعکس اس نے ایک الگ کمرے میں عزت سے بیٹھایا اور عمدہ کھانا کھلایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں ایک بندر بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے بندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ حضرت آپ اس کو جانتے ہیں۔ میں نے نفی میں جواب دیا اس نے کہا کہ حضرت یہ میرا باپ ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے گذشتہ سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے پر آپ کی زبان کاٹی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل کو مسخ کر کے اسے بندر بنادیا اور یہ ہر وقت اسی جگہ بندھا رہتا ہے۔

باب نمبر:۲۶

عبرت کے چشم کشا مناظر

حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک تین سو سال بعد بعینہٖ دیکھی گئی:

محمد بن اسحاق نے اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دور حکومت میں تستر فتح کیا تو ہرمزان کے مال خانہ میں ایک تخت دیکھا اس پر ایک مردہ لٹایا گیا تھا جس کے سرہانے ایک کتاب رکھی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں نے اس کتاب کو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار کو بلوا کر اس کا ترجمہ کرایا۔ اس کتاب میں حوادث و واقعات آئندہ تحریر تھے۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں تحریر فرمایا ہے کہ اس مردہ کے سرہانے مال رکھا ہوا تھا اور ایک کاغذ پر تحریر تھا کہ جس شخص کا جی چاہے اس میں سے مال بطور قرض مدّت مقررہ کے لیے لے جاسکتا ہے۔ اگر ٹھیک وقت پر واپس کر گیا تو ٹھیک ہے ورنہ مبروص ہو جائے گا یا بیمار ہو جائے گا یہ فتح تیونس کا قصہ ہے، جس کے سردار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ لاش سے چمٹ گئے اور فرمانے لگے قسم ہے رب کعبہ کی یہ لاش حضرت دانیال علیہ السلام کی ہے۔

آپ نے پورا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایت کی کہ لاش کو حنوط لگا کر دفن کر دیا جائے اور نماز جنازہ کے ساتھ تدفین ہو جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام دفن ہوتے ہیں اور اس مال کو بیت المال میں رکھ دیا جائے اور قبر کو پوشیدہ کر دیا جائے تا کہ کوئی جان نہ سکے۔ حسب حکم خلیفہ وقت وہی کیا گیا۔

ابوالعالیہ سے راوی نے پوچھا پھر اس لاش کا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تیرہ قبریں دن میں کھودیں جب رات ہوئی تو تمام لاشیں مع نعش مبارک حضرت دانیال دفن

کر کے زمین برابر کر دی تا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ قحط کے زمانے میں لاش کو کھول دیتے تھے تا کہ بارش ہو جائے۔

ابوالعالیہ نے سوال کرنے پر بتایا کہ وہ لاش غالباً حضرت دانیال علیہ السلام کی تھی جو تین سو سال سے موجود تھی اور اس میں کسی قسم کا بھی تغیر نہیں ہوا تھا حضرت کے چند بال، سر کے پچھلے حصہ کے جھڑ گئے تھے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسد اطہر کو نہ تو زمین کھا سکتی ہے اور نہ درندے۔

بلاذری نے فتح کو والا ہواز کے واقعہ میں لکھا ہے کہ قلعہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کوٹھڑی دیکھی جس پر پردہ پڑا ہوا تھا پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ اس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش ہے جب لوگ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے تو اہل بابل سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ نعش ہم کو دے دے تا کہ اس کی برکت سے ہم اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں۔ بخت نصر بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو قید کر کے بابل میں رکھ دیا تھا۔ یہیں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک نہر میں جو خشک ہو گئی تھی دفن کر دیا۔ پھر بارش میں اس نہر میں پانی بھر گیا۔

(اغاثۃ اللھفان۔ لابن قیم۔ ص: ۲۰۳۔ کتاب الاموال۔ ص: ۳۴۳)

(فتوح البلدان بلاذری۔ ص: ۳۷۱۔ ابن کثیر۔ ج: ۲، ص: ۴۰)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تروتازہ لاش کا مشاہدہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں ایک صحابی تھے جن کی جنتی ہونے کی بشارت دنیا ہی میں دے دی گئی تھی۔ جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ آپ کے مناقب وفضائل بہت ہیں۔ سابق الاسلام تھے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ اس سلسلے میں کفار قریش نے بہت ایذائیں دیں۔ چناں چہ ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر آپ کو دھواں دیا کرتے تھے اور کہا کرتے دین آبائی کی طرف لوٹ آ۔ مگر وہ برابر انکار کرتے رہے۔

آپ کی بیوی اسماء بنت ابی بکر صدیق تھیں۔ اس رشتہ سے آپ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ آپ نے غزوہ خندق و بدر میں اور غزوہ احد کی معرکہ آرائیوں میں داد شجاعت دی۔ کسی غزوہ میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ سب میں شریک ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائی۔

آپ غزوہ بدر میں زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ جب فرشتے غیبی امداد کے طور پر بدر میں اترے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح زرد عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔

آپ بہادر بھی حد درجہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ مکے میں تھے کہ یہ وحشت ناک خبر سنی کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے۔ سنتے ہی بے تاب ہوگئے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ننگے بدن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ اتفاقاً حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ اس عجیب وغریب حالت کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ زبیر کیا ہوا۔ عرض کیا کہ میں نے سنا کہ خدا نخواستہ آپ قتل کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تب تم کیا کرنے والے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں پورے مکہ والوں کو چیلنج کرنے والا تھا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔

آپ بہت صاحب ثروت اور مال دار تھے۔ ہزار غلام تھے جو روزانہ ٹیکس ادا کرتے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس تمام مال کو فی سبیل اللہ تقسیم کیا کرتے تھے۔ گھر کے اندر ایک درہم بھی نہیں جاتا تھا۔ یہی حال بعد وفات رہا کہ گھر میں ایک درہم یا ایک دینار بھی نقد نہیں تھا بلکہ قرضہ چھوڑ گئے تھے۔ جس کا اندازہ ۲۲۵ لاکھ درہم کیا گیا جو ان کی زمین بیچ کر ادا کیا گیا۔

ورثاء نے مال تقسیم کرنے کے لیے جلدی مچائی۔ آپ کے فرزند جناب عبداللہ نے اعلان کر دیا کہ ابھی مال تقسیم نہ ہوگا۔ بلکہ چار سال تک مسلسل حج کے موقع پر اعلان کراؤں گا کہ جس شخص کا بھی زبیر بن العوام پر قرضہ ہو آکر لے جائے۔

جب اس طرف سے اطمینان ہوگیا تب تقسیم کی نوبت آئی۔ تو چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ (درہم یا دینار) دیا گیا۔ یہ تھا ان کی ثروت و دولت کا حال۔ ان کی شہادت بصرہ میں جنگ جمل ۳۶ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

(صفوۃ الصفوہ ابن جوزی)

عورت کے مرد بن جانے کا عجیب وغریب واقعہ:

دور حاضر میں تو اس قسم کی خبریں اکثر اخبارات میں شائع ہوا کرتی ہیں کہ ہندوستان میں یا بیرون ہندوستان میں فلاں عورت مرد بن گئی۔ فلاں مرد عورت بن گیا۔ تو سن کر تعجب ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات عقلاً بعید معلوم ہوتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ کہہ دیا جائے کہ یہ خبر بالکل غلط ہے اور یہ محض یورپ کا پروپیگنڈہ ہے۔ خواہ مخواہ حیرت پسند طبائع کے لیے تفریح کا سامان مہیان کرنا ہے۔

مگر اس کو کیا کہا جائے کہ اس طرح کا ایک نادر واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، جیسے ثقہ محدث ومفسر نے اپنی ذاتی تحقیق کے ساتھ (ذکر امر غریب جداً) کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

فسبحان الفعال لما یشأ فھذا امر لم یقع مثلہ فی العالم الا قلیلاً جداً۔

فرماتے ہیں کہ جب میں امیر ناصر الدین کو بعلبک کی نیابت حاصل ہونے پر مبارک باد دینے کے لیے پہنچا تو وہاں اس بات کا بہت چرچا سنا کہ ایک نوجوان عورت مرد بن گئی ہے۔ حسن اتفاق سے وہ نوجوان بھی موجود تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہی وہ آدمی ہے جو پہلے عورت تھا پھر مردانہ خصوصیات کا حامل ہو کر پورا مرد بن گیا ہے۔ طرابلس اور دمشق وغیرہ میں اس بات کی شہرت ہے۔ میں نے خود اس کو طلب کیا اور بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اس سے سوال کیا۔

اس نے شرماتے ہوئے بتایا کہ میں پندرہ سال تک ایک لڑکی تھا۔ میرے اندر تمام زنانہ صفات تھیں۔ سینا، پرونا، کھانا پکانا اور سوت وغیرہ کا تناسب اچھی طرح کرتا تھا۔ میرے باپ نے میرا نکاح ایک مرد سے کر دیا اور وہ مجھ پر قادر نہ ہوسکا۔ بالآخر طلاق دے دی۔ اس طرح تین مردوں کے پاس گیا سب نے طلاق دے دی۔ پھر یک بہ یک ایسا ہوا کہ میرے پستان جو ابھرے ہوئے تھے دبنے لگے اور مجھ پر رات ودن نیند کا غلبہ رہنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ شرم گاہ کی جگہ سے آلہ تناسل اور فوطہ باہر آنے لگا۔ اب میں بالکل مرد ہوں۔

میں نے سوال کیا، کبھی احتلام بھی ہوا۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں! دو، بار ہو چکا

ہے۔ مگر میں نے اس بات کو گھر والوں پر ظاہر نہیں کیا۔
جب میرے باپ نے میری چوتھی شادی کا انتظام کرنا شروع کر دیا تو میں نے اپنی ماں سے سب باتیں بتا دیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ پہلے تمہارا نام کیا تھا؟ اس نے کہا کہ نفیسہ۔
میں نے پھر اس سے سوال کیا کہ اب تمہارا نام کیا ہے؟
اس نے جواب دیا۔ اب میرا نام عبداللہ رکھا گیا ہے۔
حافظ فرماتے ہیں کہ جب نائب سلطنت دمشق نے یہ واقعہ سنا تو ایک مجمع کے سامنے اس کی تحقیق کی اور تصدیق کے بعد اس کو فوجیوں کا لباس پہنایا۔ وہ ایک خوب صورت نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کی چال ڈھال میں نسوانیت غالب تھی۔ **فسبحان الفعال لما یشاء**۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ ج:۱۴، ص:۲۲۸) (شذرات الذھب۔ ج:۸، ص:۱۷۵)

مردہ زندہ ہو گیا:

قطب ربانی حضرت ابو بکر بن عبداللہ باعلوی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۴ھ حضر موت کے ایک شہر تریم میں ۸۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ حضر موت نہایت معتدل آب و ہوا کا خطہ ہے جس کو بکثرت اولیاء و علماء کے مسکن ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔
صاحب نور السافر تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ حرمین شریفین و بیت المقدس کے بعد اس سر زمین کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بخشی ہے کہ اس میں صلحاء امت کے اکثر حضرات نے زندگی گزاری۔ یہاں تک کہ ایک ہی زمانے میں تین سو حضرات اہل علم و فقہ میں درجہ افتاء کو پہنچے۔
شرکاء بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ستر افراد اسی سر زمین میں بود و باش کے بعد مدفون ہوئے۔ غرض کہ اس خطہ میں قطب ربانی بھی ہوئے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ کے ہم عصر اولیاء و عرفاء نے بالاتفاق آپ کی قطبین کی تصدیق کی ہے۔
آپ کا جود و سخا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ کے دستر خوان کے لیے رمضان المبارک میں ہر روز تیس مینڈھے ذبح کیے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ دو لاکھ دینار کے مقروض ہو گئے جس کو امیر موفق ناصر الدین باحلوان نے حضرت کی زندگی میں ہی ادا کر

دیا۔

خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم مقروض ہو کر نہیں مرو گے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کو توفیق بخشی اس نے میرا تمام قرض ادا کر دیا۔

آپ سخت مجاہدہ کرتے تھے۔

مجاہدہ:

منقول ہے کہ تیس سال سے زیادہ دنوں تک راتوں کی نیند ترک کر دی تھی اور ہمہ وقت ذکر و شغل میں مصروف رہا کرتے تھے۔

فرعون کی لاش:

تین ہزار برس کے بعد کس طرح برآمد ہوئی؟

مقبرے کی کھدائی کرنے والے تیرا (۱۳) افراد اچانک مر گئے:

مصر کے صحراؤں اور چونے کی بے برگ و گیاہ پہاڑیوں میں سورج چمکتا ہے۔ تو محسوس ہوتا ہے کہ کائنات نقرئی و روپہلی رنگوں میں بھیگ گئی ہے۔ اس وادی کے ایک کنارے پر ہرم نما چوٹی ہے۔ اسے فراعنہ مصر کے مدفن، بادشاہوں کی وادی کی نگہبان ہے۔ اس وادی میں ایک عظیم الشان جلوس رواں دواں ہے۔ مردہ فرعون کے نوعزیز ترین دوست جنازے کو کھینچ رہے ہیں۔ وادی کے عین درمیان ایک کھلا ہوا مقبرہ ہے۔ ان میں سے رقاصاؤں کا ایک طائفہ رقص کرتا ہوا نکلتا ہے۔ دوسری طرف کاہنوں کا ایک گروہ افسوں پھونک رہا ہے۔ تاکہ مرنے والے کو ابدیت نصیب ہو۔ اب شاہی محل کے اعلیٰ حکام جنازے کو تھام لیتے ہیں۔ اور سولہ سیڑھیاں اتر کر اسے مقبرے میں لاتے ہیں۔ لاش پیچ در پیچ کمروں سے گزار کر اصل قبر میں لے جاتے ہیں۔ ان کمروں کی دیواروں اور چھتوں پر مختلف رنگ میں تصویریں اور اشکال بنائی گئی ہیں۔ درمیانی کمرے میں قیمتی پتھر کا ایک چبوترا ہے۔ اندر سے خالی ہے۔ یہی اس فرعون کی قبر ہے۔ قبر کا ڈھکان تیس پینتیس من وزن کا ہے۔ حنوط شدہ لاش خالص سونے کے خول میں بند کر

کے قبر میں رکھ دی جاتی ہے۔ پھر لاش پر مقدس تیل چھڑکا جاتا ہے۔ حنوط کا یہ آخری عمل ہے۔ پہلا عمل اس دن سے پورے ستر دن پہلے شروع ہوا تھا۔

فرعون کی بیوہ خاص قسم کے منتر پڑھتی ہے۔ اس کے بعد موسم بہار کے پھولوں کا گلدستہ آخری تحفہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اس کے بعد لاش کو یکے بعد دیگرے تین کفنوں میں لپیٹا جاتا ہے۔ اور لاش کو آخری بار قبر میں رکھ کر ڈھکنا بند کر دیا جاتا ہے۔ معمار اسے مصالحہ کے ساتھ بند کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر کاہن یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ۔ میں گزرا ہوا کل ہوں۔ میں آج ہوں میں آنے والا کل ہوں۔ فرعون کی آخری زندگی کی سہولت کے لیے قبر سے ملحقہ کمروں میں ضروریات زندگی کی دو ہزار چیزیں رکھی گئی ہیں۔ ان میں رتھ اور کشتیاں بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد خدام تمام دروازوں پر سونے کے مجسمے رکھتے ہیں۔ یہ ان کے دیوتا ہیں۔ جو ان کے خیال کے مطابق تابوت کی حفاظت کریں گے۔ قبر کو جانے والا زمین دوز راستہ کنکروں اور پتھروں سے بند کر دیا گیا۔

یہ مقبرہ فرعون توتن خامن کا ہے یہ اٹھارویں خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اور اس نے بڑی مختصر مدت تک بالائی وزیریں مصر پر حکومت کی تھی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ ۱۳۵۰ ق م میں دفن ہوا تھا۔ اس کے بعد وزیر اعظم فرعون بن بیٹھا اور اس کے بعد فوج کا سالار فرعون رہا۔

اس واقعہ کو تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ چوروں نے سرنگ لگائی اور قبر والے کمرے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے چیزوں کو الٹ پلٹ کیا۔ مگر نہایت معمولی چیزیں ساتھ لے گئے۔ مصری حکام کو اس چوری کی خبر ملی تو انہوں نے چیزوں کو ترتیب سے رکھا اور سرنگ بند کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگلی ایک صدی میں نقب زنوں نے مقبرے کا مکمل صفایا کر دیا۔ اس سے پہلے وہاں ۲۷ فرعون دفن تھے۔ نقب زنوں نے انہیں بھی صاف کر دیا تھا۔ کاہنوں نے فرعونوں کی حنوط شدہ لاشیں وہاں سے نکالیں۔ اور ایک نہ معلوم جگہ پر دفن کر دیں۔ توتون خامن واحد فرعون تھا جس کی لاش گمنامی سے بچ گئی تھی۔

فرعون ہورمہب نے حکم دیا کہ توتن خامن اور پیشرو اخنانوں کے تمام مجسمے تباہ کر دیئے جائیں۔ کیوں کہ انہوں نے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اتن کو اپنا معبود مان لیا تھا۔ اس کے پاداش میں ان کے تمام آثار حتی کہ مقبروں کے نقش و نگار مٹا دیئے گئے۔ آخر کار یہ

مقبرے بالکل مٹ گئے۔ اور زمانے نے ان پر گردوغبار کی تیرہ فٹ دبیز تہہ جمادی۔

تین ہزار برس گزر گئے۔ مصریوں کی تہذیب فنا ہوگئی تھوڑی مدت کے لیے رومیوں نے حکمرانی کی۔ پھر ان کی حکومت کیا گئی، حکومتیں بنیں اور بگڑیں۔ موجودہ زمانہ آ گیا، جس میں ماہرین آثار قدیمہ پر مصر کی مدفون تہذیب کا سراغ لگانے اور اس کی چھان بین کرنے کا جنون سوار ہوگیا۔ ان کی کوششیں رائیگاں نہ گئیں۔ اور وہ تیس خالی مقبروں کو ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گئے ان میں سے ایک بھی نقب زنوں کی دستبرد سے نہیں بچا تھا۔ تاہم اکثر مقامات کی دیواروں کے نقش و نگار محفوظ تھے۔ اور ان کے رنگوں قدیمہ ان نقش و نگار اور تحریروں کا مطلب سمجھ کر مصریوں کے اسرار و رموز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں امریکی ماہر آثار قدیمہ تھوڈرے ڈیوس نے اعلان کیا کہ ''بادشاہوں کی وادی'' میں اب کوئی مقبرہ باقی نہیں۔ لیکن ایک شخص نے یہ فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا نام ہاورڈ کارٹر تھا۔ دنیا کا گراں ترین دفینہ تلاش کرنا اس کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

اس اثناء میں قدیم زبانوں کے ماہرین فرعون کی تحریر کو پڑھ لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی تحریروں سے پتہ چلتا تھا کہ ایک فرعون توتن خامن نام کا بھی تھا۔ وہ نو برس کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا۔ اور نوجوانی ہی میں مر گیا تھا۔ کارٹر کو یقین تھا کہ اس کا مقبرہ بھی بادشاہوں کی وادیٔ میں کسی نہ کسی جگہ ضرور ہوگا۔ ایک دن وہ ایک ٹیلے کی کھدائی کر رہا تھا کہ اسے ایک پیالہ ملا جس پر توتن خامن کا نام کندہ تھا۔ پھر ایک گڑھے سے ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ٹکڑے ملے۔ جن پر اس کی شاہی مہر کے نشانات موجود تھے۔

کارٹر نے اپنی جستجو اور امیدوں کا ذکر ایک متمول برطانوی شخصیت سے کیا۔ جس کا نام ارل آف کارنارون تھا اور جو ۱۹۰۲ء میں بحال صحت کے لیے مصر آیا ہوا تھا۔ مصر میں اسے آثار قدیمہ کی تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ کارٹر نے اسے بادشاہوں کی وادی کی تاریخ سنائی۔ اور بتایا کہ فرعونوں کی لاشوں کو محفوظ رکھنے کے جو محیر العقول انتظامات کئے گئے تھے۔ نقب زنوں نے اسے درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ لارڈ کارنارون نے کارٹر کی مالی سرپرستی قبول کر لی۔ ۱۹۱۴ء میں مصری آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل نے ان دونوں اشخاص کو وادی کی کھدائی کی اجازت دے دی۔ پہلی عالمی جنگ کے باعث کھدائی کے پروگرام

میں گڑبڑ ہوگئی۔ تاہم ۱۹۲۰ء میں دوبارہ کھدائی شروع کر دی گئی۔

۱۹۲۱ء میں کارٹر کے کاریگروں نے متعدد قدیم جھونپڑیوں کی بنیادیں کھود نکالیں۔ کارٹر کی باچھیں کھل گئیں۔ اس کا مطلب تھا کہ ان کی دولت ختم ہو جائے گی۔ مگر تلاش ختم نہیں ہوگی۔ ایک دن انہوں نے کارٹر سے کہا کہ ''تمہیں صرف ۱۲ مہینے کام جاری رکھنے دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں مالی امداد بند کر دوں گا۔''

۱۹۳۱/۲۲ء کے موسم سرما میں کارٹر نے منوں بلکہ ٹنوں کے حساب سے ملبہ صاف کیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو اس نے دوبارہ کھدائی شروع کی۔ اور وادی کے نقشے کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک خاص جگہ انتخاب کی۔ یہ جگہ فرعون ریمیس چہارم کے مقبرہ کے عین نیچے تھی۔ اس نے اپنے اوورسیئر سے کہا۔ ''اس وادی میں بس یہی ایک جگہ کھدائی سے بچی ہے تم اسی جگہ کھدائی شروع کرو۔'' مزدور اور کاریگر تین دنوں تک کھدائی کرتے رہے۔ مگر کچھ نہ ملا۔ چوتھے دن انہیں مزید جھونپڑیوں کی بنیادیں مل گئیں۔

چوتھے دن وہ موقعہ پر پہنچا تو کارکنوں پر عجیب وغریب خاموشی مسلط تھی۔ وہ کام چھوڑ کر ادھر ادھر بیٹھے تھے۔ اس نے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی زینے کے آثار ملے ہیں انہیں صاف کیا گیا تو سترہ سیڑھیاں نکل آئیں۔ کارٹر سوچنے لگا کہ یہ سیڑھیاں کہاں جا کر ختم ہوں گی۔ سات روز مسلسل کھدائی جاری رہی۔ مگر زینوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ ۱۲/ ستمبر کو کسی دروازے کا بالائی حصہ دکھائی دیا۔ دروازہ مضبوط مسالے سے بند کیا گیا تھا۔ اور اس پر فراعنہ مصر کے حکام کی مہریں لگی تھیں۔ کارٹر کا جوش ہوش کی حدوں سے نکل گیا۔ مہروں کی موجودگی سے ظاہر تھا کہ اس مقبرہ میں کسی مقتدر شخصیت کی حنوط شدہ لاش موجود ہے یا رہی ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ مقبرہ محفوظ ہے؟ دروازے کے بالائی حصے پر ایک سوراخ کا بند کیا گیا نشان موجود تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دروازہ بند کرنے کے بعد کوئی شخص اندر داخل ہوا تھا۔ تاہم اس کے بعد دروازے میں داخل ہونے کی کسی کوشش کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ کارٹر نے ایک جگہ سے پلستر اکھاڑا اور چھوٹا سا سوراخ کر کے ٹارچ کے ذریعہ اندر نگاہ ڈالی دروازہ واقعی کسی مقبرے کا تھا۔ یقیناً یہ کسی اہم شخصیت کا مقبرہ تھا۔ کیوں کہ دروازہ سے آگے راستہ کنکروں اور پتھروں سے بند کیا گیا تھا۔ کارٹر نے سوراخ بند کر دیا۔ دروازے پر انتہائی معتمد کارکنوں کا پہرہ لگا دیا۔ اور لارڈ کارنارون

کو بذریعہ تار برقی اپنی دریافت سے آگاہ کیا۔ ۲۴/نومبر کو لارڈ کارنارون اوران کی بیٹی لیڈی ایولین ہرٹ انگلستان سے مصر کی اس وادی میں پہنچ گئے۔ اگلے دن وہ کارٹر کے ساتھ ان سیڑھیوں سے نیچے اترے۔ دروازے کا زیریں حصہ بھی صاف کیا۔ تو مزید مہروں کے نشانات دریافت ہوئے۔ ان میں سے ایک پر توتن خامن کا نام لکھا تھا۔ جب دروازے کو روکنے والے پتھر ہٹا لیے گئے تو سامنے ایک تیس فٹ لمبا راستہ دکھائی دیا۔ رات تک اس کی صفائی کر دی گئی۔ یہ راستہ ایک اور سنگی دروازے پر پہنچ کر ختم ہوگیا۔ اس پر توتن خامن کے افسروں کی مہریں لگی تھیں، اور بالکل صاف پڑھی جاتی تھیں۔

۲۶/نومبر کو انہیں گوہر مقصود مل گیا۔

''میری زندگی کا حاصل بس یہی ایک دن تھا۔'' کارٹر نے کہا ''میں نے کانپتے ہاتھوں سے دروازے کے بالائی حصہ میں ایک سوراخ کیا۔ برے سے محسوس ہوتا تھا کہ دروازے کے پیچھے خالی جگہ ہے۔ میں نے موم بتی کے ذریعے زہریلی گیسوں کا اندازہ لگایا اور پھر اپنی آنکھیں سوراخ پر رکھ دیں۔ لارڈ اور ان کی بیٹی بے صبری کے ساتھ میرے مشاہدات کا انتظار کر رہے تھے۔ پہلے تو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ میری آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہوگئیں۔ کمرے میں قسم قسم کے جانوروں کے مجسمے دکھائی دیئے۔ اور ہر طرف سونا ہی سونا دکھائی دیا۔ اسے حیرت اور مسرت کی انتہا کہہ لیجیے کہ میری زبان گنگ ہوگئی۔ لارڈ کارنارون کی بے صبری انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کیا دکھائی دیا ہے۔'' میں نے کہا کہ بس کچھ نہ پوچھیے۔

اسی اثناء میں ساری دنیا میں دھوم مچ گئی۔ کہ دو برطانوی ماہرین نے ایک محفوظ و مامون مقبرہ تلاش کر لیا ہے۔ آثار قدیمہ کے شوقینوں اور اخبار نامہ نگاروں نے دھاوا بول دیا۔ دنیا کے کونے کونے سے مبارک باد کے تار آنے لگے۔ ۷ارفروری کو دوبارہ کھدائی شروع ہوئی۔ اور وہ دوسرے کمرے تک پہنچ گئے۔ جو اینٹوں سے بند تھا۔ کارٹر نے کانپتے ہاتھوں سے اینٹیں اکھاڑیں۔ سوراخ میں سے ٹارچ کی روشنی پھینکی تو وہ سونے کی ٹھوس دیوار سے ٹکرا کر واپس آ گئی۔ انہوں نے سوراخ بڑا کیا۔ اور یوں ایک عقدہ حل ہوگیا۔ یہ دروازہ مدفن کا تھا۔ دو گھنٹوں کی کوشش سے دروازہ صاف ہوگیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ فرعون توتن خامن کی لاش محفوظ تھی۔ اس کے پیچھے ایک کمرہ تھا اور اس

میں بھی خزانہ رکھا تھا۔ اس خزانے کی مالیت پہلے خزانے سے بھی زیادہ تھی۔

اس کے بعد سوراخ کھلا کیا گیا۔ تاکہ وہ دونوں بہ یک وقت دیکھ سکیں۔ اندر ٹارچ کی روشنی پڑی تو دونوں مبہوت رہ گئے۔ انہوں نے تین ہزار برس سے بند مقبرہ تلاش کر لیا تھا۔ اس کے باوجود محسوس ہوتا تھا کہ یہ مقبرہ ابھی ابھی بند کیا گیا ہے۔ مصری کھدائیوں کی تاریخ میں اس سے بڑا اور معمور خزانہ کبھی دستیاب نہ ہوا تھا۔ ٹارچ کی شعاعوں نے سونے سے منعکس ہو کر کمرے میں چکا چوند پیدا کر دی تھی۔ دروازے کھول کر خزانے کا سرسری جائزہ لیا گیا۔ وہ ایک ایک دریافت پر حیران و پریشان تھا۔ انتہائی جوش و خروش کے عالم میں انہیں بڑی دیر بعد احساس ہوا کہ قبر میں سے حنوط شدہ لاش غائب ہے۔ وہ ایک نئی الجھن میں پڑ گئے یہ مقبرہ ہے یا محض خزانہ ہے۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ کمرے کی ہر چیز جیسے پڑی ہوتی ہے۔ ویسے ہی اس کا فوٹو لیا جائے۔ نمبر لگایا جائے اور اسے محفوظ کر کے بند کیا جائے۔ یہ کام ماہرین کے کرنے کا تھا اور اس کے لیے مہینوں کا وقت درکار تھا۔ جب تک یہ کام مکمل نہ ہو جاتا تب تک دوسرے کمروں کے دروازے کھولنا نامناسب تھا۔

اپریل ۱۹۲۳ء میں لارڈ کارنارون قاہرہ میں انتقال کر گئے چونکہ وہ مقبرہ کی دریافت کے صرف پانچ ماہ بعد اچانک انتقال کر گئے۔ لہٰذا عام لوگوں نے اڑا دی کہ وہ فرعون کی بددعا سے مرا ہے۔ دریافت کے سات سال کے اندر کھدائی کرنے والوں میں بارہ افراد مر گئے۔ اس سے لوگوں کو اس خیال کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ کہ یہ سب کچھ فرعونوں کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ تاہم اصل شخص کارٹر بڑے عرصے تک زندہ رہا۔

تین سال بعد مقبرے کا اصل اسرار فاش ہوا۔ توتن خامن کی حنوط شدہ لاش برآمد ہوگئی۔ اب دنیا والے پوچھ رہے ہیں۔ کہ یہ توتن خامن کون ہے؟ باقی فرعون کے مقبرے لٹ گئے۔ مگر اس فرعون کا مقبرہ کیسے بچ گیا۔

توتون خامن فرعونوں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ تاہم وہ اپنے ہم عصروں اور اپنے عہد کے کاہنوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ چھوٹی عمر ہی میں مر گیا تھا۔ اس کے مرتے ہی سازشوں کا باب کھل گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے شوہر کا تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے ایشیاء کوچک کے حطیطی بادشاہ سے مدد طلب کی۔ مگر اس نے پس و پیش

کیا۔اور یوں فرعون کا وزیراعظم فرعون بن بیٹھا۔چار سال بعد فوج کا سالار رہوالہب خود فرعون بن بیٹھا۔

کارٹر کی یہ دریافت آثار قدیمہ کی تاریخ میں سب سے بڑی دریافت مانی گئی ہے۔ اور اس نے فرعونوں کے زمانے ان کے رسوم ورواج اور عقائد واضح کر دیے ہیں۔

باب نمبر: ۲۷

والدین سے سلوک کا انعام وانجام

والدین کے ساتھ نیک سلوک کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب کتابوں، تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف میں حکم فرمایا ہے، تمام انبیا کرام کو ان کے حقوق کے بارے میں وحی نازل فرمائی اور تاکید فرمائی اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ فرمایا اور ان کی ناراضگی پر اپنی ناراضگی مرتب فرمائی۔ (حبیبہ التحافلین)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے حق میں تفصیلاً ایک ایک چیز سمجھائی جو کتب احادیث میں قیامت تک موجود رہیں گی۔

بطور ڈاکٹر ہم لوگ اپنے سامنے ہر قسم کے لوگ مرتے دیکھتے ہیں۔ بعض اموات ہم سب کے لیے ایک سبق چھوڑ جاتی ہیں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ والدین سے نیک سلوک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس دنیا کے مسائل بھی حل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ایسے موذی مرض سے جن کا ہمارے پاس علاج نہیں اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتے ہیں اور اچھی موت نصیب ہوتی ہے اور جو لوگ اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کو دنیا ہی میں سزا ملتی اور بری موت مرتے ہیں۔

باری تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی قدردانی کو توفیق عنایت فرمائے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کے انجام کی چند مشاہدات جو حقیقت پر مبنی ہیں پیش خدمت ہیں۔

ماں کی دعا:

میں جب فرنٹ پروفیشنل ایم بی بی ایس کا امتحان دے رہا تھا تو بخار چڑھ گیا۔ بخار کے ساتھ اناٹومی کا پرچہ دیا جس میں چھ میں سے ایک سوال بالکل غلط ہو گیا جب گھر واپس آیا تو والدہ صاحبہ نے پرچہ کے متعلق دریافت فرمایا تو میں نے بتایا کہ بخار کی وجہ

سے میرا ایک سوال بالکل غلط ہوگیا ہے میری والدہ صاحبہ نے یقین سے فرمایا کہ میں دعا کروں گی غلط سوال بھی انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

جب میرا نتیجہ نکلا تو میں اپنی کلاس میں اول نمبر پر آیا اور مجھے اول آنے کی وجہ سے تمغہ بھی ملا ماں کی دعا کا اثر ایسا ہوا کہ غلط سوال کے نمبر بھی پورے ملے اور کلاس میں اول پوزیشن رہی۔

ایک پروفیسر صاحب کی حسن خاتمہ پر موت:

ایک پروفیسر صاحب کو دل کا دورہ پڑا دورہ اتنا شدید تھا کہ بچنا محال تھا اور ان کی والدہ ان کے بستر کے قریب بیٹھی یہ دعا کر رہی تھیں جو ہم سب نے سنی۔

''باری تعالیٰ میں اپنے اس لڑکے سے راضی ہوں تو بھی راضی ہوجا''

ہم لوگ تو علاج میں مشغول تھے اور وہ بی بی دعاؤں میں مستغرق تھیں۔ جب پروفیسر صاحب کا آخری وقت آیا تو انہوں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا مسکرائے اور پھر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

والدین کی دعا کا اثر:

۱۹۶۷ء کا واقعہ ہے کہ میں اسٹنٹ پروفیسر ہیڈ آفس کی اسامی کے لیے پبلک سروس کمیشن میں پیش ہوا اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور والدین کی دعاؤں کی وجہ سے مغربی پاکستان میں اول نمبر پر رہا مگر مجھے چند وجوہات کی بناء پر نوکری نہ دی گئی۔ چناں چہ مجھے سعودی عرب جانا پڑا۔ جس کا میرے والدین کو بہت صدمہ ہوا انہوں نے رات دن میری واپسی اور ایسی ہی اسامی پر چناؤ کے لیے دعائیں کیں۔

میرا واپس آنا اور کمیشن کے لیے چنا جانا ناممکن تھا مگر ان بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف مجھے حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ ایک سال کے اندر ہی اندر مجھے وہی اسامی مل گئی جس کا میں اپنے آپ کو اہل سمجھتا تھا اور میری سنیارٹی میں بھی فرق نہ آیا۔

والدین کی دعا کی وجہ سے مہلک مرض سے نجات:

میرے ایک دوست جو کراچی میں بنک آفیسر ہیں چند سال قبل ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے ان کو یرقان کے مرض نے اتنا کمزور کر دیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ پیٹ میں پانی پڑ گیا اور گردوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا اس بنک آفیسر کی نوجوان لڑکیاں تھیں اور والدین کے لیے صرف یہی ایک سہارا تھیں۔

بیماری لاعلاج ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے مجھے کراچی بلایا کہ ان کا آخری وقت تھا میں یہاں سے کراچی گیا اپنے دوست کو زندگی کے آخری لمحات میں دیکھ کر اور اس کی ذمہ داریاں دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوا۔

میرے جانے سے پہلے ۱۸ آفیسرز صاحبان اس کو دیکھ کر جا چکے تھے اور سب نے بتا دیا کہ یہ مرض لاعلاج ہے میں انیسواں فزیشن تھا میں نے بھی ان کی تشخیص اور علاج سے اتفاق کیا مگر ایک چیز کی کمی پائی وہ یہ کہ سنت کے مطابق علاج نہیں ہو رہا۔

میں نے ان کے والدین کو بٹھا کر سمجھایا کہ اگر ہم علاج صدقہ کر کے دو نفل پڑھ کر دعا پڑھنے کے بعد شروع کریں تو مجھے باری تعالیٰ کی ذات سے یقین ہے کہ اس کو شفا ہو گی اس کے والدین کو یہ بھی بتایا کہ والدہ کی دعا اپنے لڑکے کے لیے بہت اثر رکھتی ہے اور باری تعالیٰ اس دعا کو رد نہیں کرتے۔

انہوں نے سنت طریقہ سے وہی علاج شروع کیا جو پہلے جاری تھا اور باری تعالیٰ سے شفا کے لیے متواتر تین دن تک فریاد کرتے رہے وہاں کے سب لوگ بتاتے ہیں کہ تیسرے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی گردوں نے کام کرنا شروع کر دیا یرقان اور پیٹ کا پانی غائب ہونا شروع ہو گیا اور ایک ہفتہ کے اندر اندر باری تعالیٰ نے اسے مکمل شفا دے دی۔

مجھے کراچی سے واپس آئے ہوئے چودہ دن ہوئے تھے میرے اس دوست کا خط ملا جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور تسلیم کیا تھا کہ والدین کی دعا نے اس کو لاعلاج مرض سے مکمل طور پر شفا نصیب فرمائی۔

سائنسی علم کے مطابق ایسے مرض سے بچنا بالکل ہی ناممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سب کام ممکن ہے۔

ان اللّٰہ علی کل شیءٍ قدیر.

''بے شک اللہ ہی ہر شے پر قادر ہیں۔''

والدین کی بددعا سے بری موت کے مشاہدات:

میرے والد صاحب کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا کہ جب اس کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی اور وہ بے چاری اکیلی پڑی رہی اور اس میں مرگئی۔

میں اس جستجو میں تھا کہ جو والدین کے ساتھ برا سلوک رکھا اس کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے زندگی کے ایام گذرتے گئے۔ قریباً اس واقعہ سے تیس سال بعد یہ صاحب جو اپنی والدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے بیمار ہوئے اور بہت کمزور ہوگئے۔

میرے والد صاحب مجھے ان کے علاج کے لیے لے گئے میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے میں نے اس کو غذا بتائی تو رونے لگ گئے اور بتایا کہ اس کے تین لڑکے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں کرتے کئی دنوں سے بیمار پڑا ہوں مگر ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آئے۔

چناں چہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی وہ شخص رات کو تنہائی میں انتقال کرگیا صبح کے وقت جب محلہ والوں نے دیکھا تو چیونٹیاں اس کو کاٹ رہی تھیں اور وہ خدا کو پیارا ہو چکا تھا واقعی والدہ سے زیادتی کرنے والے کو اسی دنیا میں سزا مل کر رہتی ہے۔

ایک نوجوان کی بری موت ماں کو مارنے کی وجہ سے:

میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہوجانے کی وجہ سے مرا۔ تین دن تک حالت نزع میں رہا اتنی بری موت مرا کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے ۴۰ سال کے عرصے میں نہیں دیکھی اس کا منہ نیلا ہوجاتا تھا آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔

مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہوگئی آواز اور زیادہ ہوگئی۔ اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہوگئے۔ چناں چہ اس کو وارڈ سے دور کے ایک کمرے میں

منتقل کر دیا گیا تا کہ آواز کم ہو جائے مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی اس کا والد مجھے یہ کہنے کے لیے آیا کہ اس کو زہر کا ٹیکہ لگا دیں تا کہ مر جائے ہم سے ایسی حالت دیکھی نہیں جاتی۔

میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟ اس کا والد فوراً بول اٹھا یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا یہ بری موت اس کا نتیجہ ہے۔

ماں پر قاتلانہ حملہ کرنے کی وجہ سے زمین میں دھنس گیا:

میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتہ داروں سے ملنے گیا وہاں ایک واقعہ ہوا تھا جو درج کر رہا ہوں۔

اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اس کی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی بہت منت سماجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا اس کی بیوی نے یہ شرط آخری بار رکھی کہ تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو پھر میں تمہارے گھر آوں گی اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر آخر کار اپنی ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔

وہ کسان روزانہ کماد (گنہ) کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے سے لے گیا کہ وہ کماد کا گٹھہ اسکے سر پر رکھوا دے گی۔ چناں چہ والدہ کو کھڑا کیا اور کماد کاٹنا شروع کر دیا اور یکدم اپنی کلہاڑی سے ماں کو ختم کرنے کے ارادے سے حملہ کیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے کلہاڑی دور جا گری اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بچانے کے لیے گاؤں کی طرف بھاگ گئی۔

اسی دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا تو کسان نے چلانا شروع کیا اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا اور معافی مانگتا رہا۔ مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک اس کی آواز بہت دیر کے بعد پہنچی، جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند ہو رہا تھا اسی حالت میں آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہو گیا لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہیں مر گیا۔ یہ چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور تحقیق شدہ ہے۔

باب نمبر: ۲۸

ذکر کی برکات کے آنکھوں دیکھے واقعات

درود شریف اور اللہ کے ذکر کے مشاہدات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود شریف اتنا بڑا عمل ہے کہ خود فرشتے اور اللہ تعالیٰ بھی کرتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے بڑی چیز اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے جنت کا ایک دروازہ ذاکرین کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔

بزرگوں سے کئی دفعہ سنا کہ قیامت کے قریب ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اللہ والوں کے لیے دنیا میں رہنا ناممکن ہو جائے گا وہ جنگلوں میں چلے جائیں گے۔ ان کی غذا اللہ کا ذکر ہوگا۔ اس چیز کا خود بھی مشاہدہ کیا اور ہمارے ایک بزرگ نے بھی کیا۔

مولانا محمد اسلم مرحوم کا واقعہ:

مولانا مرحوم نشتر کالج میں خطیب رہے ہیں ی دفعہ انہوں نے بتایا کہ جب پاکستان بنا تو انہوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ جب ان کا قافلہ امرتسر کے قریب پہنچا تو سکھوں نے حملہ کر کے تقریباً تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ مولانا صاحب اور ان کے تین ساتھی وہاں سے بھاگ کر ایک مکان کے غسل خانہ میں پناہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس غسل خانہ میں انہوں نے تیرہ دن گذارے۔ ہر وقت بھوک پیاس ستاتی تھی۔ مگر جب اللہ کا ذکر اور درود شریف پڑھتے تو بھوک پیاس ختم ہو جاتی۔ ہر وقت موت کا خطرہ تھا۔ سکھوں نے کئی دفعہ اس مکان کی تلاشی لی، مگر ذکر کی برکت سے وہ غسل خانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

تیرہ دن بعد جب ہر طرف لاشوں کے گلنے سڑنے سے بدبو پھیل گئی تو چاروں ساتھی وہاں سے نکل کر پاکستان بڑی دقت کے ساتھ داخل ہوئے۔ اس طرح تیرہ دن انہوں نے بغیر کھائے پیئے گزار دیئے۔ درود شریف اور ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں

یقین نصیب فرمائے۔

ذکر اور درود شریف کی برکت سے بھوک اور پیاس کا ختم ہو جانا:

ایک دفعہ ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ پہاڑوں پر جانا پڑا۔ ایک دن پہاڑوں پر لمبا سفر پیدل کرنا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد سامان سر پر اٹھا کر پیدل چل دیئے۔ دوسری پہاڑی وہاں سے دس میل دور تھی پہاڑ خشک تھا اور دھوپ بہت تیز تھی۔ صبح نو بجے تک کچھ فاصلہ طے ہوا تھا کہ تمام ساتھیوں کو پیاس نے پریشان کر دیا چلنا محال ہو گیا۔

جماعت کے امیر صاحب سے کہا گیا، امیر جماعت کے ساتھ تو اللہ کی مدد ہوتی ہے اس نے ہم سب کو بٹھا کر ذکر اور درود شریف کی ترغیب دی اور قرب قیامت کا حال بتایا تو جب ہم نے ذکر شروع کیا تو کمزوری جاتی رہی پیاس ختم ہو گئی اور ساری جماعت تازہ دم ہو کر چل پڑی۔

اسی طرح ہم نے ذکر اذکار سے شام پانچ بجے تک سفر جاری رکھا جب منزل مقصود پر پہنچے تو وہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ پا کر جان میں جان آئی، افطاری ہم نے اسی ٹھنڈے پانی سے کی۔ الحمد للہ!!!

ایک اژدھے کی موت:

دو سال قبل پتوکی شہر میں جماعت کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا، شہر کے مغرب میں ایک بستی میں جو تین میل دور تھی ایک اور جماعت گئی۔ جب یہ جماعت بستی کے قریب پہنچی تو ایک بڑا کھالا آیا جس میں بڑی بڑی گھاس تھی۔ اس گھاس میں ایک اژدھا تھا جس نے کافی جانور مار ڈالے تھے۔ اور کئی آدمیوں کو بھی نقصان پہنچایا تھا۔ وہاں کے لوگ اس اژدھے سے بہت خوفزدہ تھے، کیوں کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا اور گولی سے اس کو مارنا ناممکن تھا۔

جب یہ جماعت کھالا کے قریب پہنچی تو اژدھے نے ان کو ڈرایا۔ جماعت والوں نے ذکر اذکار شروع کر دیا اور اللہ سے دعا کی کہ جماعت اس کے شر سے بچ جائیں۔ جماعت ابھی ذکر میں مشغول تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ سانپ کا سر نیچے گرتا جا رہا ہے اور

ایک ساتھی نے اس کو پتھر مارا تو اس نے جنبش نہ کی۔ تو پھر سارے ساتھیوں نے اس کو لاٹھیوں سے کچل دیا۔ اللہ کے ذکر اور درود شریف کی برکت سے اژدھا بالکل ختم ہو گیا۔

یہ تفصیلی واقعہ وہاں کے سارے لوگ جانتے ہیں اور ان ہی کی زبانی سنا۔

اوجڑی کیمپ کا واقعہ:

ہر پاکستانی جانتا ہے کہ اوجڑی کیمپ کی آگ کتنی خطرناک تھی۔ سینکڑوں جانیں اس میں ضائع ہوئیں۔ آگ کو بجھانے کے لیے جب غیر ملکی ٹیموں سے پاکستان گورنمنٹ نے بات کی تو انہوں نے چھ سے نو ماہ کا عرصہ مانگا۔ نیز ان کی شرط تھی کہ راولپنڈی اور اسلام آباد دونوں شہر بالکل خالی کرانے ہونگے اور اس آگ کو بجھانے کے لیے خاص KIT منگانی پڑے گی جو آگ بجھانے کے دوران کام کرنے والوں کو پہنائی جائے گی۔

ہمارے ایک جرنل صاحب جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت یقین ہے انہوں نے اپنی ایک ٹیم تیار کی جو ذکر اذکار میں مشغول رہی۔ اور جرنل صاحب اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور اتنا بڑا حادثہ اللہ کی رحمت سے صرف گیارہ دن میں ٹل گیا۔ الحمد للہ۔

آیۃ الکرسی کی برکت سے جن کے حملے سے بچاؤ:

کئی دفعہ سنا تھا کہ چوروں سے بچاؤ کے لیے اور جن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے آیت الکرسی بہت ہی مفید ہے۔ جب میں سعودی عرب بریدہ میں سروس کر رہا تھا تو رہائش کے لیے دو منزلہ فلیٹ نما گھر ملا۔ جو کافی مدت سے خالی پڑا تھا۔ بالکل نیا تھا اور بڑی سڑک پر واقع تھا۔ اوپر والی منزل میں میں نے رہنا شروع کیا اور نیچے کی منزل میں کلینک بنالیا۔

اس فلیٹ میں تین کمرے تھے اور ایک دروازہ باہر کو کھلتا تھا۔ اس میں ایک چھوٹا باورچی خانہ اور غسل خانہ بھی تھا۔ ایک کمرہ ہمیشہ خالی رہتا اور اس کی کنڈی باہر سے بند رہتی۔ درمیان والے کمرے میں میں سوتا تھا اور آخری کمرے کو بطور بیٹھک استعمال

کررہا تھا۔

ایک دن میں نے مچھلی پکائی۔ بازار سے روٹی لینے گیا جب واپس آیا تو پلیٹ بالکل صاف رکھی تھی اور مچھلی غائب تھی۔ اسی طرح ایک دن میں غسل خانے میں جسم پر صابن لگا رہا تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ صابن کی ٹکیہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے تلاش کرنے پر بھی نہ ملی۔

ان دو واقعات نے مجھے کچھ شک میں ڈال دیا کہ میرے علاوہ کوئی اور مخلوق بھی یہاں رہتی ہے۔ میں اللہ کے فضل سے ذکر اذکار درود شریف اور تلاوت وغیرہ کرتا رہتا تھا اس لیے میرا دل مطمئن تھا۔

ایک رات میں سو رہا تھا کہ خالی کمرے میں دھماکہ ہوا میں جاگ گیا، اس کا دروازہ جو باہر سے بند تھا ایک آواز سے کھل گیا اور وہاں سے دس سال کا بچہ میری طرف غصہ کے عالم میں آرہا تھا میں فوراً سمجھ گیا اور آیت الکرسی اونچی اونچی آواز میں پڑھنا شروع کردی۔

جب یہ بچہ مجھ سے دو گز دور تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ بائیں طرف مڑکر باہر دروازے کی طرف جارہا ہے میں اس کو پکڑنے کے لیے بھاگا جب وہ دروازے کے قریب پہنچا تو وہاں سے غائب ہوگیا۔ دروازہ بند تھا اور اس کی چابی میری جیب میں تھی۔ اس واقعہ کے بعد میں بہت محتاط ہوگیا۔ آیت الکرسی پڑھ کر چھت پر سو جاتا اور کچھ نہ ہوتا۔ چند ماہ بعد میں ہسپتال کے کواٹر میں چلا گیا، میرے بعد اس مکان میں ایک شامی ڈاکٹر نے رہنا شروع کردیا۔

ایک دن شامی ڈاکٹر ڈیوٹی پر نہ آیا۔ تو نوکر کو بھیجا گیا تو گھر کے اندر سے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ جب دروازہ توڑ کر کھولا تو شامی ڈاکٹر زخمی پڑا ہوا چلا رہا تھا اس کی ساری کراکری ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔ شامی ڈاکٹر نے بتایا کہ ایک بچے نے جو اس سے بہت طاقتور تھا اسے کراکری سے مارا تھا۔ یہ مکان اس کے بعد غیر آباد ہوگیا۔

باب نمبر:۲۹

نجومیوں اور جعلی پیروں

سے دھوکہ کھانے والوں کے واقعات

بے گناہ مجرم:

غالباً ۱۹۹۰ کا واقعہ ہے کہ بندہ کے پاس علاقائی شہر سے مستری لطف اللہ صاحب تشریف لائے، ماشاءاللہ نمازی پرہیزگار آدمی ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ ان کی عینک کا ایک شیشہ بہت موٹا ہے جو موتیا کے آپریشن کے بعد ہی تجویز کیا جاتا ہے۔ بندہ نے پوچھا بندہ کے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمایئے! کہنے لگے "جونہی میں وہاں اندر داخل ہوا تو ایک شعلہ سا بھڑکا اور میری آنکھ اور سر میں درد شروع ہو گیا، میرا خیال ہے کہ کوئی شرا شرار (جنات) کا وہاں ٹھکانا ہو گیا ہے۔ اس کے علاج کے لیے میں حاجی رفیق صاحب کے پاس گیا تھا انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ کام چھوڑ دیا ہے لہٰذا تمہارے پاس بھیج دیا۔"

بندہ نے عرض کیا، مستری صاحب! آپ کس علاقہ یا جنگل کے مکان کی بات کر رہے ہیں؟ کہا جی اپنی ہی دوکان کی بات ہے، عرض کیا "آپ تقریباً چالیس سال سے اس دوکان میں دن رات مسلسل آتے جاتے ہیں۔ پہلے تو کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، تو اب وہاں جنات کیسے آ گئے؟ میرے نزدیک تو یہ آپ کے آپریشن چشم کا ہی کوئی معاملہ ہے، یا آپ کی دوسری آنکھ میں بھی موتیا پوری طرح اتر آیا ہے ہمارے خاندان میں دو افراد کو تقریباً ایسے ہی واقعات پیش آئے، کہ رات کو اچانک بلبوں کا پودا سا نظر آیا اور سر میں درد ہوا اور نگاہ بند ہو گئی، لہٰذا آپ کسی آنکھوں کے ڈاکٹر سے رجوع کریں، اور باقی رہی یہ جنات کی بات تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تو ان (جنات) کا بابا (ابلیس) ہمارے بابا (آدم علیہ السلام) کے ماتحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ اسے بھی آدم علیہ السلام کو سجدہ (اظہار اطاعت) کا حکم دیا، لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کی امداد ہمارے

ساتھ ہے، اس نافرمان ابلیس کی اولاد (جنات) کے ساتھ نہیں، آپ ان وساوس کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سیدھی سادی شریعت پر حتی المقدور عمل کریں، اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر وقت پیش نظر رکھیں بس دونوں جہانوں کی کامیابی اسی میں ہے۔

فرمانے لگے میں تو خود ان توہمات کا قائل نہیں ہوں مجھے تو ایک صاحب نے گمراہ کر دیا پھر اپنا ایک عجیب واقعہ سنایا کہ یہ بھٹو دور (صدی کے آٹھویں عشرہ) کی بات ہے، ان دنوں ٹی وی پر بڑے پرکشش اور ''عوامی'' پروگرام آیا کرتے تھے، ہمارے شہر میں صرف چند ہی ٹی وی سیٹ تھے، ہمارے گھر میں ٹی وی تھا، محلّہ کے مرد بچے بھی آ کر دیکھتے، اسی بیٹھک میں ایک الماری میں ہماری دوکان کا کیش رکھا ہوتا تھا۔ ایک دن صبح کو میں نے دوکان پر جاتے ہوئے کیش سنبھالا کل ۲۶۰۰۰ روپے تھے، دو تین گھنٹے بعد ضرورت پڑی تو دیکھا کہ چھ ہزار روپے کم تھے، تالا لگا ہوا تھا، گھر میں خواتین کو پوچھا تو سب نے بیک آواز جواب دیا، کہ ابھی تو ہم میں سے وہاں کوئی بھی صفائی کرنے کے لیے گئی ہی نہیں۔ اس پر بڑی حیرانی و پریشانی ہوئی اپنے لڑکوں کو جا کر بتلایا تو انہوں نے بھی گھر آ کر مزید پوچھا تو کچھ پتہ نہ چلا۔

میرے بحمد اللہ کئی بیٹے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ ایک بیٹے نے کہا کہ ہم علاقہ کے مشہور پیر مزمل حسین خان کی گدی پر جا کر ''حساب'' کرواتے ہیں۔ میں نے اس کی مخالفت کی (خود اپنی تحقیق کی بنیاد پر اور وہ یہ) کہ میں چند سال پیشتر وہاں مستری کا کام کچھ عرصہ کرتا رہا وہاں میں روزانہ دیکھتا کہ پیدل، سائیکل، موٹر سائیکل اور کارواں والے مرد و عورت بے شمار آتے، اور پیر صاحب سے اپنی مشکلات بیان کرتے تو وہ ان کا اور ماں وغیرہ کا نام پوچھ کر الٹی سیدھی لکیریں بناتے پھر کچھ اور اعداد وغیرہ غالباً جمع تفریق کرتے اور ایک پرانی سی کتاب نکالتے، اس میں سے کچھ دیکھ کر پھر حساب کتاب بناتے اور فرماتے ''تمہیں کسی دشمن نے جو اپنوں میں سے ہی ہے تعویذ ڈالے ہیں'' کسی کو فرماتے جادو کیا ہے، کسی کو جنات، سایہ، اوپری ہوا وغیرہ بتاتے اور اس کی ممکنہ تسلی کرتے۔ اور سائل ان کی حسب دلخواہ خدمت کرتا۔

ایک روز میں نے چھوٹے پیر صاحب سے کہ وہ نسبتاً خوش مزاج اور ذرا بے تکلف

بھی تھے عشاء کے بعد فراغت و تنہائی کے موقعہ پر عرض کیا ''پیر صاحب! بے شمار لوگوں کو میں روزانہ دیکھتا ہوں کہ آپ ایک ہی پرانی اور چھوٹی سی کتاب کھول کر ہر ایک کا حال اور احوال اور ماضی، حال، مستقبل سب کچھ اسے بتا دیتے ہیں۔ میں اس پر بہت ہی حیران ہوتا ہوں کہ کیا اس چھوٹی سی کتاب میں ساری دنیا کے انسانوں کے اعمال نامے درج ہیں؟ آپ ایمان سے سچ سچ بتانا! پیر صاحب یہ سن کر ہنس پڑے، اور فرمایا ''مستری! بات صرف اتنی ہے کہ لوگوں کا ہم پر اعتقاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری روزی کا ذریعہ بنایا ہے ورنہ اس کتاب میں کیا ہونا تھا؟''

میں نے یہی حوالہ جب اپنے بیٹوں کو دیا تو انہوں نے برا سا منہ بنالیا۔ اور کہا کیا ساری دنیا پاگل ہے جوان کے پاس آتی ہے؟ (اس پر میں خاموش ہو گیا) پھر میرے بیٹے وہاں گئے اور انہیں چوری کا سارا واقعہ سنایا، تو پیر صاحب نے پوچھا ''کس پر شک ہے؟'' انہوں نے کہا ''شک کی تحقیق تو ہم خود بھی کر سکتے تھے'' پھر فرمایا، گھر کے جتنے افراد چھوٹے بڑے موجودہ کے نام، عمر اور رشتہ لکھواؤ'' چناں چہ وہ لکھوایا گیا تب حسب معمول وہ ''کتاب خاص'' کھولی گئی اور باقاعدہ حساب و کتاب کیا گیا، اور آخر میں فرمایا ''گھر کی بڑی بہو مجرم ہے۔'' یہ سن کر سب گھر آ گئے اور اس بچاری پر سختی شروع کر دی۔ وہ روتی چلاتی رہی۔ اس کی ساس اور نندوں نے بھی گواہی دی کہ یہ یا اور کوئی بھی گھر کا فرد اس وقت وہاں گیا ہی نہیں مگر جناب کون سنتا ہے ''حساب'' جو کرایا ہے اور اس میں چور کا پتہ چل گیا ہے، تب یقینی بات تو معلوم ہو ہی گئی اب شک کا کیا سوال ہے؟ (غالباً عامل صاحب نے یہاں بھی نفسیاتی حربہ استعمال کیا کہ بہو جو پرائے گھر کی بیٹی ہوتی ہے۔ عموماً ساس اور نندوں کے ''حسن سلوک'' کی شاکی رہتی ہے اور وہ بھی جواباً نہلے پہ دہلا مارتی رہتی ہیں، جس کی وجہ سے نتیجہ خفیہ یا علانیہ فریقین میں چپقلش جاری رہتی ہے۔ مگر اپنی بیٹیاں تو بہر حال اپنی بیٹیاں ہوتی ہیں، لہٰذا عموماً وہ خطا کار ہو کر بھی بے خطا گردانی جاتی ہیں۔

یہ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ لینے دینے کے بات بڑے چھوٹے بنا رکھے ہیں۔ اگر ذرا خالی الذہن ہو کر تھوڑی سی خدا خوفی اختیار کریں تو یہ امر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ یہ اور ایسے لذیذ مگر مکروہ اصول محض شیطان کے حیلے ہیں اور اس کا اثر اور

نتیجہ بھی ضرور نکلتا اور بھگتنا پڑتا ہے کہ بعد میں اس گھر کی ''معصوم'' بیٹی کے ساتھ ضرور وہی سلوک اس کے سسرال میں ہوتا ہے جو وہ خود اپنی ''مجرم'' بھابی کے ساتھ کرتی رہی ہے۔ اس طرح ڈبل نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے کہ دنیا میں تو مکافات عمل یا ادلے کا بدلہ پورا ہو گیا، مگر چونکہ جس شخص پر ظلم کی وجہ سے یہ شامت آئی ہے، اس کے حقوق کی ادائیگی معافی وغیرہ سے نہیں کی، لہٰذا آخرت کا ''وزر'' (بوجھ) سر پر باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں فہم سلیم اور حسن...... عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!)

بہر حال چوری کی رقم تو نہ ملی۔ پھر قدرت خداوندی دیکھئے کہ پانچ چھ دن بعد میرا بارہ تیرہ سالہ لڑکا بھاگا ہوا دوکان پر آیا اور کہا ابا جی! (پڑوسی کے اپنے ہم عمر لڑکے کا نام لے کر کہا) اس کے پاس میں نے سو سو روپے کے کافی سارے نوٹ دیکھئے ہیں اور نیا ٹیپ ریکارڈ بھی اس کے پاس ہے۔ (حالاں کہ وہ بالکل غریب لوگ تھے) میں نے دل میں کہا ''الحمد للہ! ہماری چوری مل گئی'' (غالباً مستری صاحب باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہوں گے) اور پھر میں نے اس کے والد کو بلایا اور کہا تمہارا لڑکا ہمارا چور ہے، اگر رقم دیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تھانے جاتے ہیں۔ وہ غریب ڈر گیا اور کہا مستری جی آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی اس سے پتہ کرتا ہوں۔ (اس لڑکے کے گھر والے اس کی اس حرکت سے بالکل بے خبر تھے) کچھ دیر بعد وہ آیا اور سارا واقعہ سنایا کہ ''میرے لڑکے نے ٹی وی دیکھتے ہوئے آپ کو اس بیٹھک کی الماری سے رقم نکالتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور چابی بھی وہیں مقررہ جگہ پر پردے کے نیچے رکھتے ہوئے بھی دیکھ لی تھی، آپ کے دوکان پر جانے کے بعد وہ تاک میں رہا اور چپکے سے بیٹھک میں داخل ہو گیا، جو کہ گلی کے بالکل ساتھ ہی ملحق تھی، اور صحن اور کمرے آگے تھے اور چابی لے کر چھ ہزار روپے نکال لیے اور تالا بھی لگا دیا، مگر گھبراہٹ اور جلدی میں چابی بجائے اوپر پردہ کے نیچے رکھنے کے پلنگ کے تکیہ کے نیچے رکھ کر رفو چکر ہو گیا۔ یہاں تو رقم ہضم نہیں ہو سکتی تھی، لہٰذا وہ اپنے ننھیال ساہیوال چلا گیا، اور اپنے ماموں زاد ہم عمر لڑکے کے ساتھ مل کر کسی دوسرے شہر سے نیا ٹیپ ریکارڈ خرید لیا، اور اب وہ واپس آیا اور اسی وقت آپ نے مجھے بلا کر اس کی تفتیش کرنے کو کہا، تو اس نے ساری بات اگل دی، دو ہزار تو اس نے اڑا دیئے باقی چار ہزار آپ یہ لے لیں۔ بقایا دو ہزار کی رقم میں آپ کو قسطوں میں ادا کر دوں گا۔''

کیوں جناب!؟ کیا ''دین اور عقل'' کے شکار اور شکاری کے تعین میں کوئی شک ہے؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کا مفہوم: ''جو شخص کسی کاہن (غیب دانی کا دعوی کرنے والے، فال کھولنے، ہاتھ کی لکیریں دکھانے والے) کے پاس گیا اور جو کچھ اس نے بتایا اس کو سچا اور صحیح جانا، تو وہ شخص اس چیز سے بری (باہر) ہوگیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی۔ دوسری روایت میں بری کے بجائے فقد کفر ہے یعنی ایسا شخص منکر ہوگیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ غیب دانی کے داعی کے پاس جانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (مفہوم) یہ تو فال وغیرہ پوچھنے والے پر سرکار عالی کی خفگی کا بیان ہے، بتانے والے کے حال مذموم کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

دیکھئے، کس طرح شیطان نے یہ چکر چلا کر ایمان اور مال کا نقصان کروایا، جان کا نقصان ذہنی طور پر تو سب کو ہوا، خصوصاً وہ بیچاری بہو تو زیادہ ہی اس ''اجر عظیم'' کی مستحق ٹھہری، جسے مجرم گردان کر سرکوبی کی گئی تھی یعنی جانی ومالی اور ایمانی ضرر (نقصان) پہنچا کر ابلیس خوش ہوگیا۔ مقابلۃً اگر توبہ استغفار کرتے، انا للہ وانا الیہ راجعون بکثرت پڑھتے اور کچھ دیر صبر کرتے اور اپنا ایمان مضبوط رکھتے، تو تینوں نقصانات سے بچے رہتے، اور انشاء اللہ عند اللہ اجر کے مستحق بھی ٹھہرتے۔ نیز یہ امر بھی متوقع ہے کہ مال کی زکوۃ کی ادائیگی اور بڑے مستری صاحب کے ''ابطال باطل'' کی دعوت کی برکت سے رقم مسروقہ مل گئی۔ (واللہ اعلم)

عبدالرشید کی ٹانگ کا درد:

کئی سال پہلے کی بات ہے، بندہ کے ایک عزیز عبدالرشید نے جو بوریوالہ کے مضافات میں رہتے ہیں اور اچھے خاصے تنومند جوان آدمی ہیں، اپنا واقعہ سنایا کہ میری ایک ٹانگ میں رینگھن کا درد شروع ہوگیا (جسے وجع الورک، عرق النساء لنگری کا درد اور ڈاکٹر شائی ٹیکا بھی کہتے ہیں۔) گولیاں، انجکشن، مالشیں، پتے باندھنا وغیرہ کوئی علاج کامیاب نہ ہوا حتی کہ میں نے فصد بھی کھلوائی مگر آرام نہ ہوا۔

اچانک ایک دن ہمارے موضع میں ایک منحنی سا شخص، چھوٹی سی داڑھی، سر پر لمبے

لمبے بال، تسبیح اور صندوقچی لیے وارد ہوا اور مشہور کر دیا کہ میں سید اور عامل ہوں۔ سرگودھا سے آیا ہوں۔ شاید اپنے کسی معتقد کے گھر آیا ہو۔ بہر حال مرد کم اور عورتیں زیادہ، اپنی اپنی مشکلات کے دور کروانے کے لیے حاضر خدمت ہونے لگیں۔ جب کچھ زیادہ ہی چرچا ہونے لگا تو میں نے خیال کیا کہ اسی کے پاس جا کر معلوم کروں؟ شاید مجھے مرض کے بجائے کوئی اور ہی چکر نہ ہو۔

میں نے یہ تو پہلے ہی سن رکھا تھا، کہ ہر مصیبت زدہ کو وہ ''تعویذ'' ''جادو'' اور ''سایہ'' (جنات) کی کارستانی ہی بتاتے ہیں، اور اپنی خدمات وہ (غالباً نقدی کے علاوہ) کپڑا، گوشت وغیرہ کی صورت میں کرواتے ہیں (گوشت غالباً اپنے ساتھ میز بانوں کی ہانڈی کا انتظام کرنے کے لیے شامل فرماتے تھے) خیر میں وہاں پہنچا اور اپنا قصہ بیان کیا تو فرمانے لگے تنہائی میں بتاؤں گا۔ کچھ دیر کے بعد لوگ چلے گئے تو میں نے پھر یاد دہانی کروائی، فرمایا تمہارے ہاں کوئی ایسی جگہ (مکان وغیرہ) ہے جہاں رہائش نہ ہو، میں نے کہاں ہاں بکریوں کا باڑہ ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے وہاں چلو اور ہاں تھوڑی سی روئی ساتھ لے لینا! میں اندر روئی لینے چلا گیا اور پھر ہم دونوں باڑہ میں پہنچ گئے۔ میں نے کنڈا کھولا اندر گئے۔ تو پوچھا کوئی چارپائی بھی یہاں موجود ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہا نکالو! میں نے چارپائی نکال کر صحن میں بچھا دی۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اس پر لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کر لو! (میرا نام ولدیت وغیرہ تو پہلے ہی پوچھ رکھا تھا) میں ابھی کلام پڑھ کر تم پر دم کروں گا اور جو خرابی اندر ہوگی وہ باہر آ جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ روئی میرے سینے پر رکھ دی۔ مجھے کچھ شبہ سا ہوا کہ آنکھیں بند کروانے کی کیا ضرورت ہے؟ آخر جو کچھ ہوگا وہ مجھے انہوں نے دکھانا ہی ہے یا پھر شاید اس نے کوئی چکر نہ چلانا ہو، لہٰذا میں نے لیٹ کر آنکھیں بظاہر تو بند کر لیں مگر ایک آنکھ کے کونے سے دیکھتا رہا۔

خیر! شاہ صاحب نے کچھ منہ ہی منہ میں پڑھنا شروع کر دیا، اور چارپائی کے گرد چکر لگانے بھی شروع کر دیئے، یوں تو وہ کھڑے ہو کر پڑھتے اور چکر لگاتے تھے، مگر یہ بات میں نے نوٹ کی کہ میرے سینہ کے برابر آ کر جھکے، اور میرے سینہ پر اس جگہ پھونک سی ماری جہاں روئی رکھی ہوئی تھی۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک چھوٹی سی ڈلی ان کے منہ سے نکل کر پھونک کے ساتھ ہی روئی پر گری۔ میں نے خیال کیا کہ روٹی یا گوشت کا کوئی

ریزہ دانتوں میں رہ گیا ہوگا وہ گرا ہے، مگر جب میں نے یہ دیکھا کہ چند منٹ بعد اس روئی میں سے دھواں نکلنے لگا ہے، تو فوراً مجھے اس عامل کی ساری سکیم سمجھ میں آ گئی، کہ جب میں روئی لینے اندر مکان میں گیا تھا، اس وقت اس نے اپنی صندوقچی میں سے ڈبیہ میں سے فاسفورس کی ڈلی توڑ کر منہ میں رکھ لی، اور اب یہاں اکیلے معمول بنا کر مجھے الو بنانا چاہتا ہے۔ دو تین منٹ بعد جب دھواں ذرا زیادہ ہی نکلنے لگا، تو شاہ صاحب نے بلند آواز میں مجھے کہا ''جوان! آنکھیں کھول کر دیکھو، کتنا زبردست کالا جادو تم پر کیا گیا ہے! تمہاری قسمت اچھی تھی کہ میں عین وقت پر پہنچ گیا، ورنہ تمہارا ''لکھ'' (زرد) بھی نہ رہتا۔ دیکھو! تمہارے سینہ میں سے کالا علم نکل رہا ہے'' مجھے یہ فراڈ دیکھ کر غصہ آیا اور میں نے اسے کہا، کہ ابھی صندوقچی کھول اور وہ پانی والی ڈبیہ میں جو چیز ہے وہ مجھے نکال کر دکھا! تو تو مجھے مراثی معلوم ہوتا ہے، کیا ایسے فراڈ سید کیا کرتے ہیں؟ یہ سن کر اس کا رنگ فق ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، جوان، خدا کی قسم تجھے اور کچھ بھی نہیں۔ ''ریکھن کا دورہ'' ہے اس کا دوائی سے علاج کروالو، اور اللہ کا واسطہ، بولنا مت، اور میری روزی میں لات نہ مارنا، آپ کی بڑی ہی مہربانی ہوگی۔

اسی بستی میں اس نے ایک مریضہ کو جو ''ٹی بی'' کی آخری سٹیج پر تھی، حسب معمول ''تعویذ ڈالے'' بتلائے، عورتوں نے تو حسب معمول اسے تسلیم کرلیا، مگر مردوں میں سے کسی کو شک ہو گیا، تو شاہ صاحب نے فرمایا میں تعویذ نکال کر دکھلا دوں گا۔ چناں چہ مریضہ کا نام والدہ کا نام وغیرہ پوچھ کر مزید ''حساب کتاب'' کر کے فرمایا صحن کی یہ جگہ دو فٹ کھودو! وہ کھودی تو کچھ نہ نکلا تو کہا ایک فٹ اور کھودو۔ مگر کچھ نہ نکلا تو پھر حساب کیا، اور ایک ہاتھ ہٹ کر پھر کھدوائی کروائی وہاں سے بھی کچھ نہ ملا، تو فرمایا بڑی چھاننی لاؤ، وہ لینے گئے، تو انہوں نے پرانی سی لوہے کی پتریوں پر ایک پرانا سا کاغذ لپیٹا ہوا، جس پر مریضہ کا نام اور اس کی والدہ کا نام اور کچھ ہندسے وغیرہ اور اوٹ پٹانگ شکلیں اور الفاظ لکھ کر، پرانے سے سرخ رنگ کے دھاگے سے باندھ کر سامان پہلے ہی تیار کر رکھا تھا، اس گڑھے میں بڑی چابک دستی سے دبا دیا، اور پھر چھانتا آ گیا اور یہ ''تعویذات'' بھی برآمد ہو گئے، اور عامل صاحب کی چاندی بن گئی۔ پرانی پتریاں پرانا کاغذ اور اسی گھر کی مٹی عرصہ سے ڈالے ہوئے تعویذوں کا ثبوت بن گئی۔

نفسیاتی طور پر مریضہ کو اس خیال سے کہ میری تکلیف کی اصل وجہ تو دور ہوگئی، ہفتہ عشرہ ذرا افاقہ محسوس ہوا، اور وہ چائے پینے لگی، شاید کوئی انڈہ وغیرہ بھی کھا لیتی تھی، مگر دسویں دن اچانک ہی فوت ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ شاہ صاحب تو پہلے ہی رفو چکر ہو چکے تھے۔

مفت کے چاول:

کئی سال پیشتر بندے کے ایک دوست ضلع ملتان کے کسی شہر سے تشریف لائے جو دوکاندار تھے اور بندہ ان سے زیادہ ان کے والد سے واقف تھا، جو نہایت صالح پابند صوم و صلوٰۃ اور مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی بنا پر اس دوست کے معاملے سے زیادہ دلچسپی لی۔

اس نے اپنے گھر کا واقعہ، جس سے اس کے گھر والے زیادہ ہی پریشان تھے، بتایا کہ اہلیہ زیادہ تر بیمار رہتی ہے، کل اس نے گلی میں اپنے دروازے کی دہلیز پر خون اور گوشت پڑا دیکھا جس سے وہ اور زیادہ پریشان ہوگئی ہے، کہ کسی نے ہم پر جادو ٹونا کر دیا ہے۔ خیر ان کی تسلی کی کوشش کی، اور احکام شریعت اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی خصوصی تاکید کی، اور کہا کہ یہ محض تھوڑا سا شیطانی چکر، مسلمان کے دل میں صرف وہم ڈالنے کے لیے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ اور نگاہ ہٹانے کے لیے ہوتا ہے، اگر اس چکر میں ''کیوں کیسے اور کون'' کی صورت میں پھنس گئے تو پھر یہ چکر چلتا ہی رہے گا، اور ''دین اور ایمان کے شکاری'' عاملین اپنے مفادات کی خاطر اسے چلاتے ہی رہیں گے، اور اگر مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل مضبوط رکھے تو اس کا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا...... اس پر وہ دوست کہنے لگے میں تو خود ان توہمات کا قائل نہیں ہوں، یہ عورتیں ہی تنگ کر کر کے پاؤں تلے سے زمین نکال دیتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ جادو سحر وغیرہ کا سفلی عمل کرتے ہوں گے مگر بعض اس علم سے بالکل واقف نہ ہوتے ہوئے بھی شرارتاً ایسی حرکات کر گذرتے ہیں، اور جو لوگ ''توہم پرست'' ہیں اس سے ان کی تو جان پر بن جاتی ہے۔ پھر انہوں نے اپنا ہی ایک پر لطف واقعہ سنایا، کہ جس بازار میں میری دوکان ہے اس کی ملحقہ گلی میں ایک نوجوان لڑکا

بڑا چلبلا اور چلتا پرزہ ہے، اکثر میرے ساتھ مجلس رہتی ہے۔

ایک روز مسکراتا ہوا آیا اور کہنے لگا چچا! چاول کھاؤ گے؟ میں نے پوچھا کس خوشی کے؟ کہا یہ نہ پوچھ، بس ہاں کر دے! میں ہنس کر خاموش ہو گیا، دوسرے روز وہ پلیٹ بھر کر گرم گرم چاول لے آیا تو میں نے پھر جب دوبارہ پوچھا، کہ اب تو بتا دے! تو کہنے لگا چچا! تو چاول کھا اور یہ بتا کہ کتنے مزیدار ہیں؟ خیر میں نے اصرار نہیں کیا اور بات آئی گئی ہوئی۔

تقریباً مہینہ یا سوا مہینہ بعد پھر آیا، اور کہنے لگا آج تو (پلاؤ اور زردہ) دونوں کھلاؤں گا، کہو منظور ہے؟ میں نے کہا یار تو بتا تا تو کچھ ہے نہیں کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ کہنے لگا ہاں کر، کبھی بتا بھی دوں گا! تب میں خاموش ہو گیا۔ اس کے دو تین دن بعد میں نے اسی گلی میں دیگیں کھڑکتی اور قوالی سنی، شامیانے لگے دیکھے اور خاصی رونق نظر آئی۔ میں نے زیادہ دلچسپی نہ لی، پھر شام کو وہی نوجوان ہنستا ہوا آیا، ہاتھ میں ٹرے، زردے اور پلاؤ کی پلیٹیں خوشبو سے معمور! بولا لے چچا! موج کر! میں نے انکار تو کیا کرنا تھا صرف وعدہ یاد دلایا، تو کہنے لگا بس ذرا چند دن صبر کر! پھر چند دن بعد اس نے پوری بات من وعن بتائی اور کہا کہ چچا! آپ کو پتہ ہے کہ اسی گلی میں صوفی...... صاحب بھی رہتے ہیں، جو ماشاء اللہ دنیوی امور میں نہایت ہوشیار مگر دینی امور میں صوم وصلوۃ کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ گرفتار اوہام ورواجات بھی ہیں، اگر چہ خود بھی دم و درود کرتے تھے، اور اپنے شہر کی انجمن کے جنرل سیکرٹری بھی تھے، نیز معاشی طور پر خاصے خوشحال تاجر تھے یعنی معمولی اور بے علم ہستی نہ تھے۔

ایک دن ہم چند لڑکوں نے شغل بنایا اور میرے ذمہ لگایا، تو میں نے اس سکیم کے مطابق ایک کاغذ لے کر اس پر خانے سے بنائے اور مختلف اعداد اور اوٹ پٹانگ الفاظ اور تحریر لکھ کر درمیان میں ان صوفی صاحب کا نام لکھ دیا، اور ان کے سونے کے بعد گلی کے اوپر سے ان کے مکان کے صحن میں پھینک دیا۔ سردی کے دن تھے، صفائی کرنے والی عورت نے اٹھا کر دکھایا، اور صوفی صاحب کو علم ہوا تو وہ بھی گھبرائے ہوئے گھر آئے۔ ہندسوں اور اوٹ پٹانگ تحریر کی تو خدا جانے انہوں نے کیا توجیہ کی، مگر اپنا نام دیکھ کر تو بس سٹپٹا ہی گئے، کہ کسی دشمن نے میری ذات کو نشانہ بنایا ہے، لہٰذا اس کا توڑ کرنے کے

لیے دیگر "عملیات" کے ساتھ ایک دیگ چاولوں کی بھی پکائی، اور ساری گلی میں تقسیم کی، تو ہمارے گھر بھی لازماً چاول آنے تھے، چناں چہ چاول آئے اور آپ کو بھی ہم نے کھلائے۔

پھر جب یہ ہماری یہ پہلی کوشش پوری طرح کامیاب ہوگئی اور ہم پر کسی کو شک تک نہ ہوا، تو ہمارا حوصلہ بڑھا اور ہم نے اس سے وسیع سکیم بنائی، تاکہ اچھی قسم کی پُر تکلف غذا کھائی اور کھلائی جائے۔ حسب سابق یہ خدمت بھی میرے سپرد ہوئی، اور ہم نے اس کے اخراجات کے لیے پانچ پانچ روپے چندہ بھی کرلیا، تب میں نے قصائی سے بکرے کی سری خریدی، اور اس پر مزید سرخ رنگ ڈالا تاکہ زیادہ خون آلود اور خوفناک نظر آئے، اور ساتھ ہی ایک "تعویذ" بلکہ کرتا تک دیا مگر اضافہ یہ کیا، کہ سرخ روشنائی سے لکھا کہ خون سے تحریر شدہ معلوم ہو، مزید یہ کہ صوفی صاحب کے نام کے ساتھ ان کی اہلیہ کا نام بھی لکھ دیا، اور ستم بالائے ستم یہ کیا کہ چند سوئیاں بھی تعویذ اور سری میں گاڑ دیں۔ مگر پہلے کی نسبت اس دفعہ مجھے کچھ زیادہ ہی تگ و دو کرنا پڑی، کہ سری کو ان کے مکان کے بیرونی دروازے کی چوکھٹ پر اس زاویہ سے اور اس وقت لٹکانا تھا، جب صوفی صاحب صبح کی نماز کے لیے باہر نکلنے والے ہوں، اگر زیادہ سویرے لٹکائی جاتی، تو کوئی کتا یا بلی جھپٹ لے جاتے، کچھ لیٹ ہو جاتا تو لوگ چلنے پھرنے لگ جاتے اور دیکھ لیتے، بہرحال میں نے خصوصی طور پر ان کا ٹائم ٹیبل نوٹ کیا، اور مذکورہ سری دوسرے لوازمات دروازے کی گلی والی اوپر کی چوکھٹ کے درمیان کنڈے پر باندھ دی، پھر ہماری توقع کے عین مطابق صوفی صاحب نماز کے لیے باہر نکلے، تو دروازہ کھولتے ہی مذکورہ سری ان کے سر مبارک سے ٹکرائی۔ اس اچانک افتاد سے وہ پیچھے کی طرف چاروں شانے چت گر پڑے، اور پھر خصوصاً سری کی ہیبت کذائی دیکھ کر ان کے تو ہوش اڑ گئے۔ گھر بھر جاگ اٹھا اور شور مچ گیا کہ کسی "ظالم" نے بڑا ہی سخت وار کیا ہے۔ اسی شور و غوغا میں دن چڑھ گیا اور گھر والوں نے جمعدار (خاکروب) کو بلایا، خود تو ہاتھ لگانے کی ہمت نہ رکھتے تھے پھر اس کو اتروا کر اور ذرا ہٹ کر سری کے پاس بیٹھ کر ڈرتے ڈرتے بغور معائنہ کیا۔ اور سری کا سارا نقشہ دیکھ کر تو صوفی صاحب کا دل ہی دہل گیا، اور گھر کے باقی افراد کا بھی درجہ بدرجہ حال پتلا ہوگیا۔

پھر خاصی بحث وتمہید کے بعد گھر کی کیبنٹ میں متفقہ قرارداد منظور ہوئی، کہ اس دفعہ تو حد سے زیادہ ہی وار ہوا ہے، لہٰذا کسی معمولی عامل یا عام طریقہ سے اس کا دفعیہ ممکن نہیں، خصوصی طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے، تبھی ہم بچ پائیں گے ورنہ ہمارا کوئی اور ٹھکانا نہیں۔ چناں چہ ''بڑے حضرت صاحب'' یعنی مرشد صاحب کو دور دراز سے خاص طور پر لایا گیا، اور اس کے ساتھ ختم شریف، قوالی، اور محفل میلاد اور حضرت صاحب کے ''تعویذات'' وغیرہ سب مجموعی پروگرام پر عمل ہوا۔ بڑے پیمانہ پر دیگیں چڑھیں، زردہ اور پلاؤ خوب کھایا کھلایا گیا۔ پڑوسی ہونے کے ناطے ہمارے گھر میں بھی زردہ پلاؤ آیا اور اس میں سے آپ کا ''حصہ تبرک'' بھی حاضر خدمت کیا گیا تھا۔

نوٹ: اس ڈرامے کا ہیرو خود بھی صوفی صاحب کا ہم مسلک تھا، مگر مذکورہ اوہام وساوس کا قائل نہ تھا۔

سفید کاغذ پر چڑیل کی شکل بن جانا:

ایک عزیز (نام آپ صوفی محمد حسین فرض کرلیجیے) کسی مریض کو لائے، جن کا معاملہ بھی مروجہ توہمات (سحر جنات، تعویذات کی کارستانی) سے متعلق تھا، حتی الامکان راقم نے مذکورہ غبار کو صاف کرنے اور کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دی۔

اسی سلسلہ میں موجودہ ''دین وایمان کے شکاریوں'' کا ذکر بھی آیا، تو صوفی صاحب نے بتایا، کہ ضلع ملتان کے ایک شہر میں کسی مشہور ''عامل'' کے پاس جانے کا اتفاق ہوا، بیچاری مریضہ کی تکلیف کا سبب ہی ان کے گھر والوں کو معلوم نہ ہوتا تھا، اس کے بغیر ہی وہ مختلف علاج کراتے رہے، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا، وہ لوگ مجھے ساتھ لے گئے کہ سمجھ دار اور جہاندیدہ آدمی ہے۔ عامل صاحب کے ہاں گئے، وہ باری باری ہر ایک کو اندر بلاتا جس کے ساتھ ایک دو تیماردار بھی ہوتے، ہماری باری آئی تو مریضہ کے ساتھ ایک اس کے گھر کا فرد اور ایک میں اندر گئے، ہم نے تھوڑی سی روئیداد مریضہ کی تکلیف کی بتائی، اور کہا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا معاملہ ہے؟ عامل صاحب فرمانے لگے، ''ابھی معلوم ہو جاتا ہے دیکھو تو سہی'' یہ کہہ کر مریضہ کے بدن پر ایک کورا سفید کاغذ (جو بہت سے اس کے پاس پہلے سے رکھے ہوئے تھے اور ساتھ پانی کا بڑا پیالہ بھی دھرا تھا) لے کر مریضہ کے

بدن پر اچھی طرح پھیرا، اور کچھ کلام بھی چپکے چپکے پڑھتا رہا، اور پھر اس نے ہمارے سامنے یہ وہ کاغذ اس پانی میں ڈبو دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ کاغذ ہمیں دکھایا، جو پہلے بالکل سفید تھا مگر اب اس پر ایک خوفناک شکل، بال بکھرے ہوئے، بڑے بڑے دانت، آنکھیں پھٹی ہوئیں صاف نظر آ رہی تھیں، جس سے ہم بڑے حیران ہوئے۔ اب عامل صاحب فرمانے لگے، یہی ہے وہ چڑیل جو اس کو چمٹی ہوئی ہے، اب تو تمہیں کوئی شک نہیں رہا ہوگا کہ اس کو کوئی دوسری تکلیف بیماری وغیرہ کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بطور علاج تعویذات وغیرہ دیئے اور اپنا نذرانہ وصول کیا۔

مگر مجھے اس عامل کی شکل وصورت، طرز گفتگو وغیرہ سے اس پر شک ہو گیا اور میں نے وہ پانی کا بھیگا ہوا کاغذ اٹھانے کی کوشش کی، تو اس نے فوراً اسے اپنے پیچھے پھینک دیا، اس پر میرا شک اور بھی بڑھ گیا اور میں وہیں بیٹھا رہا، کہ دیکھوں، کہ نئے آنے والے کیس میں یہ کیا کرتا ہے؟ میرے ساتھی تو باہر چلے گئے اور نئے لوگ آ گئے، تو عامل صاحب نے مجھے کہا کہ تم باہر چلے جاؤ! میں نے کہا، آپ کو میرے یہاں بیٹھنے سے کیا تکلیف ہے؟ میرے کاغذ چھیننے کی کوشش سے وہ پہلے ہی الرجک تھا، اب جھگڑنا بھی شروع کر دیا کہ تیرا ان (نئے آنے والوں سے) کیا تعلق؟ ادھر میں بھی اڑ گیا اور کہا کہ میں ان سے پیچھے ذرا دور بیٹھا رہوں گا تیرا اس سے کیا بگڑتا ہے؟ مگر وہ نہ مانا۔ اس کے دیگر حواری بھی جھگڑا سن کر اس کی حمایت میں بولنے لگے، اور نئے مریض بھی میرے خلاف ہو گئے، کہ کیوں ہمارا وقت ضائع کرتا ہے؟ خیر میں مجبور ہو کر باہر آ گیا۔

مگر میرا تجسس قائم رہا اور میں کھڑکی کی درزوں سے دیکھتا رہا، کہ نئے مریضوں کے ساتھ یہ کیا معاملہ کرتا ہے؟ جتنا کچھ مجھے نظر آیا وہ وہی ہمارے والا معاملہ تھا، اور جب نئے مریض باہر آئے، تو انہوں نے بھی وہی سارا حال بتایا جو ہماری مریضہ پر گذرا تھا۔ یعنی سفید کاغذ کا بدن پر پھیر کر پانی میں ڈبونا اور کاغذ پر خوفناک شکل ظاہر ہونا اور پھر تعویذات اور فیس! (حالاں کہ ان لوگوں کو ہمارے معاملہ کی کوئی خبر نہ تھی) میں نے ان سے کاغذی بلا کی شکل وصورت دریافت کی تو انہوں نے ہو بہو وہی بتائی، جو ہم نے دیکھی تھی۔ بہرحال میں یہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ''ٹھگ'' ہے، صحیح عامل نہیں، مگر مجھے اس کے سفید کاغذ پر پانی میں ڈبونے سے وہ خوفناک شکل بن جانے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔

راقم نے ان سے کہا کہ جب میں ہندوستان میں اپنے گاؤں اسکول میں پڑھتا تھا، تو حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب کی لائبریری میں ایک کتاب مداریوں کے شعبدوں کے متعلق پڑھی تھی، اس میں کئی ایسی روشنائیوں کا ذکر تھا، جو نظر نہ آتی تھیں، مگر بعدہ کسی چیز کے مس سے وہ نظر آنے لگتی تھیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ اچھی قسم کے صابن کو کاٹ کر قلم کی طرح بنا کر صاف سفید کاغذ پر کچھ لکھا جائے، تو وہ لکھا ہوا بالکل نظر نہیں آتا، مگر جب اس کاغذ کو پانی میں ڈبوئیں تو وہ تحریر بڑی واضح نظر آنے لگتی ہے، اسی طرح اگر پیاز کا پانی نکال کر اس سے سفید کاغذ پر کچھ لکھیں، تو وہ تحریر بالکل نظر نہیں آئے گی، مگر جب اسے آگ کے قریب کیا جائے تو اس کے سینک سے نارنجی رنگ کی نہایت خوشنما تحریر نمودار ہوگی۔

یہ سن کر صوفی صاحب بہت حیران ہوئے، کہ کس طرح شعبدہ بازیوں سے ایسے لوگ عوام کا مال اور ایمان لوٹتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ عزیز زاہد نے بتایا:

ایک ٹھگ نجومی کا واقعہ:

عزیز زاہد نے بتایا کہ والد صاحب نے کراچی شہر میں ایک فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے بہت سے نجومی فال کھولنے اور قسمت کا حال بتانے والے، اپنے بورڈ لگائے براجمان دیکھے۔ والد صاحب غالباً شغلاً یا کچھ معلوماً ایک نجومی کے پاس بیٹھ گئے، اور کچھ حال بیان کیا کہ کئی پریشانیاں ہیں، جو دور نہیں ہورہیں معلوم نہیں کیا وجہ ہے تو اس نے کچھ ہاتھ دیکھا، کچھ کتاب کھولی اور کچھ حساب کتاب کیا، اور پھر ایک سفید کاغذ اٹھا کر اسے اپنے مٹی کے تیل کے چولھے کے پاس سینکا، تو اس کاغذ پر ایک خوفناک شکل اور کچھ ہندسے چوکور خانہ دار اور کچھ لایعنی الفاظ نظر آنے لگے۔ یہ کاغذ اس نے والد صاحب کو دکھایا، اور ذرا گھبرائے سے لہجے میں کہنے لگا، آپ کو تو بہت سی بلائیں چمٹی ہوئیں ہیں، یہ دیکھئے! جنات، جادو اور تعویذ، پتہ نہیں آپ کے کتنے زیادہ دشمن آپ کو ختم کرنے پر متحد ہوگئے ہیں۔ جلد اس کا توڑ کراؤ، ورنہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو کچھ نہیں بنے گا۔" والد صاحب نے اپنی ڈائری سے ایک ورق پھاڑا، اور اس کے سامنے کیا اور کہا کہ اس کو ایک کونے سے ناخن سے پکڑو، اور اپنا کلام اس پر دم کرو، اور پھر مجھے اسی طرح وہی شکل اور

الفاظ وغیرہ اس پر بنے ہوئے دکھاؤ! اس وقت وہ اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا، ابا جی کی یہ بات سن کر اپنی گدی سے تھوڑا سا کھسک کر پرے ہوا، اور بولا ”جوان! میرے ساتھ یہاں بیٹھ جاؤ ایک ہزار روپے یومیہ دوں گا۔“ والد صاحب ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے۔“

ایک نقلی سید کی دھمکی:

ایک صاحب، کاشتکار، خاصی دور سے تشریف لائے، سخت سردی کا موسم تھا کہنے لگے کہ میری بھینس لہو کا پیشاب کرتی ہے، دواؤں سے آرام نہیں آیا، تعویذ دے دو! بندے نے کہا اگر مرض ہے تو دواء سے ہی علاج ہونا چاہئے۔ کہنے لگے شاید نظر بد ہو۔ راقم کو گذشتہ واقعہ ولی محمد کی بھینس کا یاد آیا اور مختصر سا انہیں سنایا کہ اتنی سردیوں میں یہ مرض جو گرمی کے موسم میں تو کسی حد تک ممکن ہوسکتا ہے، اتنی یخ سردی میں تو سمجھ میں نہیں آتا۔

ولی محمد کا واقعہ سن کر اس نے بھی اپنا واقعہ سنایا۔ (غالباً پیر پرست طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے خواہ نقلی پیر بھی ہو اس لفظ کے خلاف کچھ کہنا بھی باعث انقباض وحجاب ہوتا ہوگا) کہ میں تو باہر کھیتوں میں گیا ہوا تھا، گلی میں دروازے پر ایک شخص گھوڑی پر سوار آیا، غالباً دروازہ کھلا ہوا تھا یا دیوار چھوٹی تھی کہ اسے گھوڑی پر بیٹھے ہوئے گھر کے صحن میں پندرہ بیس چوزے نظر آئے، تو کہنے لگا ایک چوزہ مجھے دے دو۔ گھر والی نے اس خیال سے کہ چلو الحمد للہ یہ اتنے سارے ہیں، ان میں سے ایک اس سائل کو دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، چیل یا بلی بھی تو چوزے کو اٹھا لے جاتی ہے، وہ ایک چوزے کو پکڑنے لگی تو چوزے نے شور مچا دیا، جسے سن کر اس کی ماں مرغی بھی بھاگی ہوئی سامنے آگئی، جب اہلیہ نے چوزہ پکڑا اور اس شخص کو دینے لگی تو وہ مرغی (جو بڑی اعلیٰ اور قیمتی تھی کو) دیکھ کر کہنے لگا، نہیں میں چوزہ نہیں لوں گا بلکہ یہ مرغی لوں گا! اہلیہ نے کہا کہ، اپنے خاوند (گھر کے مالک) کی اجازت کے بغیر چوزہ تو اپنی ذمہ داری پر دے سکتی تھی مگر مرغی میں ان کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتی۔

یہ سن کر وہ دھمکیاں دینے لگا کہ تمہیں پتہ نہیں میں کون ہوں؟ میں سید ہوں مجھے خالی واپس کرتے ہو، میں تمہارا اور تمہارے جانوروں کا ستیاناس کردوں گا۔ وغیرہ مگر میری

بیوی نے اسے مرغی نہ دی اور وہ اسی طرح بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ شام کو میں گھر آیا تو مجھے یہ قصہ معلوم ہوا اور پھر دوسرے دن بھینس کو یہ تکلیف ہوگئی۔ اس پر راقم نے کہا کہ یہ نظر بد نہیں، بلکہ یہ بھی وہی معاملہ معلوم ہوتا ہے جو میں نے ولی محمد کا آپ کو سنایا ہے۔ بہر حال اسے اسی شیطانی چکر کے دفع کرنے کے لیے ایمان و یقین کی دعوت کے ساتھ تعویذ وغیرہ بھی دیئے۔ بعد میں وہ صاحب کسی اور کام کے لیے آئے تو انہوں نے بتایا کہ الحمد للہ شفا ہوگئی ہے۔

تحقیق:

ان جدید سیدوں کا حال آپ نے ملاحظہ فرمایا، ایک مرغی کے لیے مسلمان کا بیڑا غرق کرنے کو تیار ہیں، کیا یہ اصلی سید ہیں؟ اعمال سے تو نہیں لگتے، کہ اصلی سیدوں کے نانا جی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی نقصان کا، اور اپنے عزیزوں کا، ان کے قاتلوں تک سے کوئی انتقام نہیں لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید کر دینے والے اور خود مبارک کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں پیوست کر دینے والے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شہید کرنے والوں سے کوئی بدلہ نہیں لیا، بلکہ سب کو معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو دوسرے فتنوں اور ان جدید جعلی سیدوں اور پیروں سے محفوظ فرمائے آمین!

(بحوالہ جنات جادو حقیقت اور علاج)

گوشت کا لوتھڑا:

غالباً ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے، مشرقی پنجاب سے ہجرت کے بعد بندے کا خاندان اور برادرم مولوی محمد عمر کا خاندان جہانیاں بلاک نمبر دو کے ایک مکان میں رہتے تھے، جس میں صرف دو کمرے تھے، ہر خاندن کے لیے ایک کمرہ تھا۔ بندے کی ایک ہمشیرہ (ز) بھی اسی مکان میں رہتی تھیں۔ ان کے سسرال میلسی کے علاقہ میں تھے، اور ان کے بچہ ہونے والا تھا، گرمی اور سردی کا بین بین کا موسم تھا، ہمشیرہ بوقت نماز فجر کمرے سے باہر آئیں، تو صحن میں ایک بڑا ٹکڑا تازہ بتازہ گوشت کا دیکھا۔ بڑی حیران ہوئیں، کہ گلی والا دروازہ تو

بند تھا، لہٰذا کتا بھی اسے اندر نہیں لا سکتا اور بلی اتنے بڑے اور وزنی گوشت کو لے کر دیواریں نہیں پھاند سکتی، اور پھر یہ کہیں سے کھایا ہوا بھی نہیں ہے لہٰذا ضرور یہ کسی کی جادو ٹونے کی شرارت ہے۔

مگر بحمد للہ والدین اور ماموں جی، نانا جی کی تربیت اور دعاؤں سے اس کا اللہ کریم پر یقین وتوکل ایسا محکم تھا کہ فوراً ہی دل نے فیصلہ دے دیا، کہ جس نے بھی یہ کارستانی کی ہے وہ انشاء اللہ ناکام ونامراد ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ذرہ بھر نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر اس نے اس لوتھڑی کو چمٹے سے پکڑا اور بسم اللہ پڑھ کر بلدیہ کے رکھے ہوئے کوڑے کے ڈرم میں باہر گلی میں ڈال دیا۔ دن کو ہماری ضعیف پھوپھی (ن) کو جب یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو وہ بیچاری، پرانے زمانے کی سیدھی سادی عورت، بہت گھبرائی، اور کہنے لگی بیٹی! یہ تو نے کیا غضب کیا، کہ خواسے ہاتھ لگا دیا، تو مجھے کہہ دیتی تو میں اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتی تا کہ جو نقصان پہنچنا ہوتا وہ مجھے پہنچ جاتا، اور تو بچی رہتی، اب تو یہ خطرہ پورا موجود ہے کہ کسی دشمن نے یہ سارا کھڑاگ صرف تیرے لیے کھڑا کیا ہے، کہ خدانخواستہ اس طرح تیرے پیٹ والا بچہ زندہ نہ رہے، اس پر ہمشیرہ نے کہا ''پھوپھی! تو ذرہ بھر بھی فکر نہ کر! نہ مجھے انشاء اللہ کچھ (نقصان) ہوگا اور نہ انشاء اللہ تجھے ہوگا۔'' اور پھر الحمد للہ کسی کو کچھ بھی نہیں ہوا اور وہی اس کے بطن والا بیٹا اب کئی بیٹے بیٹیوں کا باپ ہے بلکہ الحمد للہ اب تو وہ ''نانا جان'' بھی بن چکا ہے۔

باب نمبر: ۳۰

ظالموں کے دردناک انجام کے واقعات

قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کا انجام:

آیئے میں آپ کو اسلامی تاریخ کے چند ظالموں کا انجام سناؤں۔ آپ نے امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان پر ہونے والے ظلم کی داستان ضرور سنی ہوگی۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے سخت تکلیف کے زمانے میں بیر رومہ (رومہ کا کنواں) خرید کر مسلمانوں کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہیں جامع القرآن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جن کی دولت اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لیے وقف تھی۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھوں کو کتابت وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ وہ عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے اقتدار پر فائز ہونے کے باوجود مظلومیت کو پسند کیا اور ظلم تو کیا دفاع کے لیے کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔

اسی امام مظلوم پر سبائی سازش کا شکار ہو کر جب کچھ لوگوں نے ظلم ڈھایا تو رب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک ایک کو زمانے کے لیے عبرت کا مرقع بنا دیا۔

ان میں سودان بن حمران کو جناب ذوالنورین کے غلام قتیرہ نے قتل کر دیا۔

اشتر کو زہر دے کر تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دیا گیا۔

محمد بن ابی بکر کے بارے میں آتا ہے کہ اسے پہلے قتل کیا گیا پھر اس کی لاش کو گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔

عمرو بن الحمق نے خلیفہ ثالث کے سینے پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کئے تھے اسے مرض استقاء ہو گیا تھا۔ اس کے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی جو کسی طرح بجھتی ہی نہ تھی، تیروں کا نشانہ بنایا گیا لیکن وہ بزدل شخص پہلے یا دوسرے تیر میں مر گیا۔

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کا انجام:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام بہت عبرتناک ہوا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام اور مرتبے سے کونسا مسلمان ہے جو ناواقف ہوگا۔ وہ صحابیت کے شرف کے حامل تھے۔

وہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

وہ ابن بتول رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔

ان کا زہد و تقویٰ مثالی تھا۔

وہ صورت وسیرت میں اپنے نانا سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔

مگر ظالموں کو نہ جانے کیا ہو گیا کہ انہوں نے سب کچھ فراموش کر دیا۔ خونی اور مذہبی رشتوں کا بھی پاس نہ رکھا اور خاندان نبوت کے گل ولالہ کو ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی ظلم کے انجام بد سے نہ بچ سکا۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں کوئی بھی ایسا نہ بچا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ بعض اندھے ہو گئے، بعض خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو گئے، بعض پاگل اور دیوانے ہو گئے، بعض کو اذیتیں دے کر قتل کر دیا گیا۔

جب عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ پر قبضہ کر لیا تو اس نے اپنا مشن ہی یہ بنا لیا تھا کہ وہ کربلا میں ستم ڈھانے والوں کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا اور انہیں چن چن کر اپنی خونی تلوار کا نشانہ بناتا تھا۔ اس کے سامنے جب ایسے لوگوں کو لایا جاتا تو وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ کٹوا دیتا، کسی کو تیروں سے مروا دیتا اور کسی کو زندہ جلا دیتا۔

ابو مسلم خراسانی کا انجام:

میں ایک اور ظالم کا انجام آپ کو بتا تا ہوں۔ابو مسلم خراسانی ایک بڑا مشہور شخص گزرا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بنوامیہ کا تختہ الٹ کر بنو عباس کو اقتدار دلایا تھا۔ یہ شخص بنی امیہ کا ازلی دشمن تھا۔اس کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کون اچھا ہے اور کون برا ہے، کون وفادار ہے اور کون غدار ہے، یہ تو بس بنوامیہ کا دشمن تھا۔اس کے نزدیک اموی ہونا گویا بہت بڑا جرم تھا۔اس کے ہمنواؤں نے بنوامیہ کی تڑپتی لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا۔بنوامیہ کے مشہور لوگوں کی قبریں کھدوائیں اور اگر کسی کی صحیح سالم لاش برآمد ہوئی تو لاش کو کوڑے لگوائے اور اسے صلیب پر چڑھا دیا۔

امویوں میں سے بعض نے اگر کوئی ظلم کیا تھا تو ان کو تو اس کی سزا مل ہی گئی مگر عباسی بھی مکافات عمل سے نہ بچ سکے۔عباسیوں کا پہلا خلیفہ سفاح صرف تیس سال کی عمر میں چیچک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا اور اس کے بھائی ابو جعفر منصور نے ابو مسلم خراسانی کو اپنے دربار میں بلا کر قتل کروادیا، اور اس کی لاش کو ایک قالین میں لپیٹ کر دریائے دجلہ کے حوالے کر دیا۔

وہ شخص جو دوسروں کے خلاف سازشیں کرتا رہا تھا آج وہ خود سازش کا شکار ہو گیا۔

وہ ظالم جو بنو عباس کی خاطر بنوامیہ کی گردنیں اڑاتا رہا تھا آج خود اس کی گردن بنو عباس ہی کے ایک فرد کے ہاتھوں اڑادی گئی اور قتل ہونے کے بعد اسے تجہیز و تکفین بھی نصیب نہ ہوئی۔

انسان کتنا احمق ہے۔وہ جب ظلم کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ خود مجھ پر ظلم ہو سکتا ہے۔

جب وہ کسی کی عزت و آبرو خراب کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ میری آبرو بھی لٹ سکتی ہے۔

جب وہ کسی کا دل دکھاتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ میرا دل بھی دکھایا جا سکتا ہے۔

حالاں کہ اس دنیا میں بھی مکافات عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو بویا جاتا ہے وہی کاٹا جاتا ہے۔ہم کتنے نادان ہیں کہ کانٹے بو کر پھولوں کی امید رکھتے ہیں۔آگ جلا کر ٹھنڈک کی توقع رکھتے ہیں۔

روہیلہ اور شاہِ عالم کا انجام:

ہمارے اس مرحوم ہندوستان میں ظلم در ظلم کا ایسا ہی تاریخی واقعہ پیش آچکا ہے۔

ہوا یوں کہ شاہ عالم ثانی نے اپنے محسن نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان کے غوث گڑھ پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا اور ضابطہ خان کے بیوی بچوں کو پکڑ کر قیدی بنالیا۔ ضابطہ خان کے بیٹے غلام قادر روہیلہ کو زنانہ کپڑے پہنا کر اپنے سامنے نچوایا کرتا تھا، اس کی قوتِ مردمی بھی اس نے ختم کرادی تھی۔ شاہ عالم بھول گیا کہ یہ اس شخص کا پوتا ہے جس نے مصیبت کے وقت اس کی مدد کی تھی۔

حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ غلام قادر نے دہلی پر قبضہ کرلیا اور اپنی اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا بدلہ اس طرح لیا کہ سب شہزادوں کو اور شہزادیوں کو سرِ عام نچوایا اور شاہ عالم کو زبردستی یہ منظر دکھلایا، تاکہ اسے اپنی پچھلی حرکتیں یاد آئیں۔

کیا منظر ہوگا جب تیموری خاندان کی بیٹیاں بوڑھے بادشاہ کے سامنے ناچ رہی ہوں گی۔

کیا واقعہ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، اور جو کچھ بویا جاتا ہے وہی کاٹنا بھی پڑتا ہے۔

کل شاہ عالم، غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچایا کرتا تھا، آج اس کے خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں اس کے سامنے ناچ رہی تھیں۔

غلام قادر نے صرف اس پر بس نہیں کیا بلکہ وہ بوڑھے بادشاہ کو زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال ڈالیں۔

بوڑھا بادشاہ کہتا ہی رہا ارے اللہ کے بندے رحم کر یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ سال تک کلام اللہ پڑھتی رہی ہیں، مگر اس پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔

وقت اپنے آپ کو دہراتا ہے اور دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں، آج کے ظالم کل کے مظلوم اور آج کے قاتل کل کے مقتول بنتے ہیں۔ مگر انسان طاقت کے نشہ میں اپنے کل کو فراموش کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت غلام قادر بوڑھے بادشاہ کی آنکھیں نکال چکا تو اسے معلوم ہوا کہ مرہٹوں کی فوج شاہ عالم کی مدد کے لیے دہلی کے قریب آگئی ہے۔ غلام قادر کے

تمام ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے کیوں کہ جب ظالم پر برا وقت آتا ہے تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مشکل ہے ساتھ دے کوئی حال تباہ میں
سایہ بھی چھوڑ جاتا ہے روزِ سیاہ میں

غلام قادر اکیلا ہی گھوڑے پر بھاگ نکلا۔ لیکن بالآخر پکڑا گیا اور مرہٹوں کے سردار سندھیا نے اس پر وہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا۔ سندھیا نے حکم دیا کہ غلام قادر کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر جانوروں کے باڑے میں قید کر دیا جائے اور کھانے میں کھانے کے برابر نمک ملا دیا جائے۔ جب اس سے بھی اس کی انتقام کی آگ نہ بجھی تو ایک دن اس نے نامور سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حجاموں اور لوہاروں کو حکم دیا کہ قینچیوں، استروں اور سنڈاسوں کی مدد سے غلام قادر کے جسم سے گوشت کاٹو اور چھیلو اور گرم گرم داغ بھی لگاتے جاؤ۔

بعض مورخین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ سندھیا نے پہلے غلام قادر روہیلہ کو ایک گدھے پر الٹا سوار کر کے مختلف دکانوں سے بھیک منگوائی۔ پھر اس کی زبان کٹوائی، اس کے بعد اس کی آنکھیں نکلوائیں، پھر ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اسے محض لوتھڑا بنا دیا اور اس کے کان، ناک، آنکھیں اور نیچے کا ہونٹ کاٹ کر شاہ عالم کے پاس بطور تحفہ بھیج دیئے۔ شاہ عالم نے اپنے محسن سے بے وفائی کی تھی اور اس کے بیٹے اور پوتے پر ظلم کیا تھا اسے اس کے ظلم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا، دوسری طرف غلام قادر روہیلہ نے شاہ عالم اور اس کے خاندان والوں پر مظالم ڈھائے تھے اسے بھی اس کے مظالم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا۔

شاہ عالم نے غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچوایا تھا، مگر اسے اپنی آنکھوں سے شہزادوں اور شہزادیوں کا ناچ دیکھنا پڑا۔

غلام قادر نے بڑی بے دردی سے بادشاہ کی آنکھیں نکالی تھیں، سندھیا نے اس سے زیادہ بے دردی اور سنگدلی کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی نکلوا دیں اور ناک، کان، ہونٹ اور جسم کا گوشت بھی کٹوا دیا۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہ تاریخی حقائق و واقعات ہیں، یہ جھوٹی کہانیاں اور بے

بنیادگیں نہیں ہیں، جب کسی نے کسی پر ظلم کیا اور پھر اس نے سچے دل سے توبہ نہ کی اور مظلوم سے معافی نہ مانگی تو وہ خود بھی ظلم کا شکار ہو کر رہا۔

اللہ والے پر زیادتی کا انجام:

دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ پیش آنے والا بڑا عبرت آموز واقعہ سنایا کرتے تھے۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ایک جماعت کا خیال تھا کہ ہندوستان کو تقسیم ہونا چاہئے اور دوسرا گروہ اس تقسیم کے عمل کا مخالف تھا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ ان علماء میں سے تھے جو کانگریس کے حامی تھے اور تقسیم کے خلاف تھے اور ان کی یہ رائے نیک نیتی پر مبنی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کے تقسیم ہونے سے مسلمانوں کی قوت بھی تقسیم ہو جائے گی، کچھ پاکستان میں چلے جائیں گے اور کچھ ہندوستان میں رہ جائیں گے جبکہ اگر وہ متحد رہیں اور احیاء اسلامی کی کوششوں میں لگے رہیں تو وہ دوبارہ ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اس سے پہلے ایک ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کرتے رہیں ہیں۔

دوسرا ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو لوگ تحریک پاکستان کی قیادت کر رہے ہیں ان کی زندگیاں اسلام سے خالی ہیں۔ جب وہ اپنے چھ فٹ کے جسم پر اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو وہ ہزاروں مربع میل پر مشتمل ملک پر کیسے اسلام نافذ کریں گے۔

یہ حضرت مدنی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کی رائے تھی، یہ رائے غلط تھی یا صحیح تھی مجھے اس سے بحث نہیں، میں تو آپ کو وہ عبرت آموز واقعہ سنانے لگا ہوں جو میرے آج کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

مفتی جمیل الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے اسٹیشن پر اترے، وہاں کچھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جنہیں حضرت

سے سیاسی اختلاف تھا، انہوں نے حضرت پر سنگباری شروع کردی، مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ ساتھ تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ کو آڑ میں لے لیا اور خود اپنے آپ کو پتھروں کی بارش کے سامنے کردیا۔ حضرت سیوہاروی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ پتھر مجھ پر برس رہے تھے، ایک پتھر نازک مقام پر بھی لگا، سخت تکلیف ہورہی تھی مگر میں تہیہ کرچکا تھا کہ جب تک بدن میں جان موجود ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

اس سنگباری کے سلسلے کا ایک واقعہ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ملا اور بے اختیار رونے لگا۔ میں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہوں اور جن لوگوں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ پر سنگباری کی تھی ان میں، میں بھی تھا۔ لیکن میں نے صرف سنگباری پر اکتفا نہ کیا بلکہ جوش میں آکر ننگا ہوکر حضرت شیخ الاسلام کے سامنے ناچنے لگا تھا، کچھ عرصہ بعد جب ہندوستان تقسیم ہوا اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو سکھوں نے میرے ساتھ یہ طریقہ اختیار کیا کہ مجھے ایک ستون سے باندھ دیا اور میری بہو بیٹیوں کو مجبور کیا کہ وہ برہنہ ہوکر میرے سامنے اور مجمع کے سامنے ناچیں۔ اس نے کہا کہ اپنی بہو بیٹیوں کی بے حرمتی اور بے آبروئی دیکھ کر میرے ضمیر نے کہا کہ آج کا یہ برہنہ ناچ اس ناچ کا نتیجہ ہے جو تم نے ایک اللہ والے کی اہانت کی غرض سے کیا تھا۔ وہ شخص تو اس زیادتی کو، اس ظلم کو، اس برہنہ ناچ کو بھول چکا ہوگا مگر وہ اللہ تو نہیں بھولتا جس کے بندوں پر ظلم اور زیادتی کی جاتی ہے۔

لاش نہیں ملی:

اسی طرح کا واقعہ مرحوم شورش کاشمیری رحمہ اللہ نے اپنے ہفت روزہ چٹان میں بھی لکھا تھا کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جارہے تھے، مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے جالندھر کے اسٹیشن پر اپنے لیڈر شمس الحق کی قیادت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی توہین کی، انہیں گالیاں دیں، اور برا بھلا کہا۔ شمس الحق نے لیڈری کے زعم میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی بلکہ شاید چہرے پر طمانچہ بھی مارا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ صبر کی تصویر بنے رہے،

آہ تک نہ کی۔ ان نوجوانوں نے واپس جا کر علامہ اقبال رحمہ اللہ کے جگری دوست مولانا عظامی کو اپنا یہ کارنامہ سنایا تو وہ کانپ اٹھے، جسم پر لرزہ سا طاری ہوگیا، کپکپاتی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا "اگر یہ واقعہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی، اسے زمین جگہ نہیں دے گی۔" چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ یہ نوجوان لائل پور (جسے اب فیصل آباد کہا جاتا ہے) میں قتل و غارت کا شکار ہوگیا۔ آج تک اس کی نعش کا پتہ بھی نہیں چلا، نہ کفن ملا نہ قبر نصیب ہوئی۔ خود لیگ والے بھی کچھ نہ بتا سکے، جتنے منہ اتنی باتیں۔ کسی نے کہا اسے اینٹوں کے بھٹے میں زندہ جلا دیا گیا، کسی نے کہا کہ لاش کے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دیئے گئے، کسی نے کہا قیمہ کر کے جانوروں کو کھلا دیا گیا۔ پولیس نے انعام بھی مقرر کیا، اعلانات بھی کیے، مگر اس کی نعش کا پتہ نہ چل سکا۔

اندر کی آگ:

ظالم کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے یعنی اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ قتل ہو جاتا ہے، وہ درندگی کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی آبرو لٹ جاتی ہے، اس کا گھر تباہ ہو جاتا ہے، وہ در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، اس کی نعش بے گور و کفن پڑی رہتی ہے، اسے جنازہ نصیب نہیں ہوتا، وہ اذیت ناک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسے جیل جانا پڑتا ہے......
یہ سب کچھ باہر کا معاملہ ہے، یہ سب خارجی سزائیں ہیں، مگر ایک سزا وہ ہے جو باطنی اور مخفی سزا ہوتی ہے جو باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ ظالم انسان اندر ہی اندر آگ میں جلنے لگتا ہے۔ جب بیماری اور بڑھاپے میں اسے اپنے مظالم یاد آتے ہیں تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے، بھوک ختم ہو جاتی ہے، سکون چھن جاتا ہے، وہ نفسیاتی مریض بن کر رہ جاتا ہے، بظاہر وہ ٹھیک ٹھاک نظر آتا ہے لیکن اندر سے وہ کھوکھلا ہو چکا ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کا انجام:

آپ حجاج بن یوسف کے نام اور شخصیت سے یقیناً ناواقف نہیں ہوں گے۔
اس شخص کو عبدالملک نے مکہ، مدینہ، طائف اور یمن کا نائب مقرر کیا تھا اور اپنے

بھائی بشر کی موت کے بعد اسے عراق بھیج دیا جہاں سے وہ کوفہ میں داخل ہوا، ان مقامات میں بیس سال تک حجاج کا عمل دخل قائم رہا، اس نے کوفہ میں بیٹھ کر زبردست فتوحات حاصل کیں، اس کے دور میں اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند کے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا۔ حتیٰ کہ مسلمان مجاہدین چین تک پہنچ گئے تھے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے قرآن کریم پر اعراب لگوائے، اللہ نے اسے بڑی فصاحت و بلاغت اور شجاعت سے نوازا تھا۔ یہ حافظ قرآن تھا۔ شراب نوشی اور بدکاری سے بچتا تھا، وہ جہاد کا دھنی اور فتوحات کا حریص تھا۔

مگر اس کی ان ساری خوبیوں پر اس کی ایک برائی نے پردہ ڈال دیا اور وہ برائی ہے بھی ایسی کہ تمام خوبیوں پر چھا جاتی ہے اور تمام اچھے اوصاف کو ڈھانپ دیتی ہے اور وہ برائی کیا تھی؟ ظلم!

حجاج ان تمام خوبیوں کے باوجود بہت بڑا ظالم تھا، اس نے اپنی زندگی میں خونخوار درندے کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ ایک طرف اس کے دور کے نامور مجاہدین قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود اللہ کے بندوں، اولیاء اور علماء کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں ہشام بن حسان سے نقل کیا ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے، اس کے جیل خانوں میں ایک ایک دن میں اسی اسی ہزار قیدی بیک وقت رہے ہیں، جن میں سے تیس ہزار عورتیں تھیں۔

اس نے جو آخری قتل کیا ہے وہ عظیم تابعی اور زاہد و پارسا انسان حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قتل تھا۔ انہیں قتل کرانے کے بعد حجاج پر وحشت سوار ہو گئی تھی۔ وہ نفسیاتی مریض بن گیا تھا، جب وہ سوتا تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس کا دامن پکڑ کر کہتے تھے کہ اے دشمن خدا! آخر تو نے مجھے کیوں قتل کیا، میرا جرم کیا تھا؟ جواب میں حجاج کہتا تھا مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے، مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے۔

یہ وہ اندر کی آگ تھی جو جب بھڑک اٹھتی ہے تو امن و سکون سب کچھ راکھ کر دیتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حجاج کو وہ بیماری لگ گئی جسے زمہریری کہا جاتا ہے۔ سخت سردی

کلیجے سے اٹھ کر سارے جسم پر چھا جاتی تھی اور وہ کانپتا جاتا تھا، آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں اور اس قدر قریب رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جل جاتی مگر اسے احساس نہیں ہوتا تھا۔ حکیموں کو بلایا تو انہوں نے بتایا کہ پیٹ میں سرطان ہے۔ ایک طبیب نے گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھ کر حجاج کے حلق میں اتار دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دھاگے کو کھینچا تو اس گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ بہت سارے کیڑے لپٹے ہوئے تھے۔ حجاج جب مادی تدبیروں سے مایوس ہو گیا تو اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کو بلوایا اور ان سے دعا کی درخواست کی، وہ آئے اور حجاج کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے "**قد نهيتك ان تتعرض للصالحين۔**" میں نے تجھے منع کیا تھا کہ نیک بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا، انہیں تنگ نہ کرنا، ان پر ظلم نہ کرنا مگر تو باز نہ آیا۔

آج حجاج باعث عبرت بنا ہوا تھا۔ وہ اندر سے بھی جل رہا تھا اور باہر سے بھی جل رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا، چناں چہ وہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور صرف چالیس دن بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مگر حضرت سعید اور حجاج کی موت میں بڑا فرق تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی، وہ ایسی شان سے دنیا سے رخصت ہوئے کہ بعد میں آنے والے مجاہدین کے لیے ایک سنگ میل قائم کر گئے، وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کا دل مطمئن اور چہرے پر تبسم تھا۔

لیکن حجاج جب دنیا سے جا رہا تھا تو اندر کی آگ میں جل رہا تھا۔ چہرے پر ندامت کی ظلمت تھی، اسے اس کا ایک ایک ظلم یاد آ رہا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تمام صلحاء اور علماء افسردہ تھے لیکن حجاج کی موت پر اللہ کے نیک بندوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حجاج کی موت کی خبر سنی تو وہ خوشی سے رو پڑے۔ مرنے کے بعد اس ڈر سے اس کی قبر کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے تا کہ لوگ اس کی لاش کو باہر نکال کر جلا نہ ڈالیں۔

اللہ اکبر! یہ اندیشے اس شخص کی قبر کے بارے میں ہو رہے تھے جس کے سامنے اس کی زندگی میں لوگ کھڑے ہوتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے ڈر

سے دیوانے بن جایا کرتے تھے۔

ایک قابل عبرت واقعہ:

تقریباً ۸۵ برس پہلے کی بات ہے، اعظم گڑھ کے ایک دیہات میں ایک زمیندار مولا بخش نام کے رہتے تھے۔ مولا بخش اپنے باپ کی تنہا اولاد تھے اور ان کے باپ ابھی زندہ تھے، ان کے رشتہ داروں نے سوچا کہ اگر مولا بخش کا خاتمہ کر دیا جائے تو ان کی جو اولاد ہے وہ محجوب ہو جائے گی، کیوں کہ دادا زندہ ہوگا اور باپ مر چکا ہوگا، اس طرح ان کے حصے کی ساری جائیداد ہم کو مل جائے گی۔ چناں چہ انہوں نے خفیہ طور پر مولا بخش کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

بقرعید قریب تھی، مولا بخش اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر روانہ ہوئے تا کہ وہاں سے عید کا سامان خرید کر لائیں۔ ان کے دشمن پہلے سے اس موقع کی تاک میں تھے، ادھر مولا بخش روانہ ہوئے اور ادھر دشمنوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا، پوری اسکیم طے ہوگئی۔

عصر کا وقت تھا، مولانا بخش کا گھوڑا گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک جنگل میں داخل ہوا جو راستہ میں پڑتا تھا۔ ''ٹھہر جاؤ۔'' اچانک ایک کرخت آواز نے مولا بخش کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دیکھا تو چار آدمی جو لاٹھیوں اور بلموں سے پوری طرح مسلح تھے، ان کے سامنے کھڑے ہیں، اتنے میں ایک نے لپک کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی، اب مولا بخش کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ گھوڑے سے اتر پڑیں۔

''آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو، مولا بخش نے اضطراب آمیز لہجے میں پوچھا۔

''تمہاری جان۔'' بلم کے پیچھے کھڑے ہوئے خونخوار چہروں نے جواب دیا۔

مولا بخش صورت حال کی نزاکت کو پوری طرح سمجھ چکے تھے، انہوں نے چند لمحے سوچا اور اس کے بعد جواب دیا۔

''اچھا عصر کا وقت ہے مجھے نماز پڑھ لینے دو۔''

ہاں تم نماز پڑھ سکتے ہو۔''

مولا بخش مصلیٰ بچھا کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، یہ ان کے لیے صرف نماز نہیں تھی، بلکہ پیش آمدہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے سوچنے کا ایک وقفہ بھی تھا۔ وہ بظاہر

نماز پڑھ رہے تھے مگر حقیقتاً اپنے رب سے سرگوشی کر رہے تھے، وہ ابھی سجدہ میں تھے کہ ان میں سے ایک معمر شخص نے کہا۔

دیکھتے کیا ہو اس سے بہتر وقت نہیں مل سکتا۔ اگر کہیں کوئی راہی آ نکلا تو تمہارا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ بزرگ ساتھی کی بات سب کی سمجھ میں آ گئی اور فوراً ہی ان کے دو طاقتور آدمی مولا بخش کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو گئے۔ سجدے کی حالت ہی میں ایک لاٹھی گردن کے نیچے رکھی گئی اور دوسری گردن کے اوپر، اس کے بعد دونوں طرف سے چاروں آدمیوں نے مل کر دبایا تو مولا بخش کی زبان نکل پڑی، تھوڑی دیر بعد وہ اس دنیا میں نہیں تھے۔ اس کے فوراً بعد دشمنوں نے گھوڑے کو بھی قتل کر دیا اور گھوڑے اور اس کے سوار دونوں کی لاش قریب کے دریا میں بہادی۔

یہ برسات کا زمانہ تھا۔ عین اسی رات کو موسلا دھار بارش ہوئی اور قریباً ایک ہفتہ تک جاری رہی، اس بارش میں نہ صرف قتل کے تمام آثار دھل کر ختم ہو گئے بلکہ بڑھتے ہوئے دریا میں لاش بھی ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئی۔ واقعہ کے بعد مولا بخش کے صاحبزادے عبدالصمد اور ان کے داماد حامد حسن دو ہفتے تک بارش اور سیلاب میں مارے مارے پھرے مگر مولا بخش کا کوئی سراغ نہ ملا۔

جس وقت مولا بخش کا گھوڑا جنگل میں داخل ہوا اور چاروں آدمیوں نے مل کر انہیں گھیر لیا تو مولا بخش کے پیچھے کچھ فاصلے پر گاؤں کا ایک بنیا بھی تھا جو بازار سے آ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی یہ منظر دیکھا تو فوراً کھسک کر ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔ وہ وہیں سے پورا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے بعد کو گھر آ کر مولا بخش کے وارثوں کو سارا واقعہ سنایا۔ رپورٹ ہوئی، پولیس آئی، مگر نہ لاش برآمد ہوئی اور نہ قتل کا کوئی ثبوت فراہم ہوا۔ اس وجہ سے مقدمہ قائم نہ ہو سکا۔ چاروں قاتل بہت خوش تھے کہ چلو قتل بھی کیا اور سزا سے بھی بچے اور مقتول کی ساری جائیداد کا حق بھی مل گیا۔

مگر آخری عدالت کا فیصلہ ابھی باقی تھا۔ اس کے بعد جلد ہی یہ واقعہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے وہ چاروں بیمار ہوئے جنہوں نے مولا بخش اور ان کے گھوڑے کو قتل کیا تھا، ان میں سے ہر ایک کی بیماری موت کی بیماری تھی۔ پہلا شخص جب مرنے کے قریب ہوا تو لوگوں نے سنا کہ وہ سخت اضطراب کی حالت میں کچھ کہہ رہا ہے۔ قریب آ کر کان لگایا تو

صاف طور پر یہ الفاظ اس کی زبان سے نکل رہے تھے۔

''مولا بھائی اپنے گھوڑے سے ہم کو مت کچلیئے، مولا بھائی اپنے گھوڑے سے ہم کو مت کچلیئے۔''

اسی طرح چاروں قاتل بیمار ہوئے اور چاروں اپنے آخروقت میں یہی کہتے ہوئے مر گئے، گویا کہ مقتول اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے جسم کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند رہا تھا۔ موت کے بعد جب نہلانے کے لیے ان کے جسم کا کپڑا اتارا گیا تو یہ قیاس صحیح نکلا، لوگوں نے دیکھا کہ ان کے جسم پر جگہ جگہ گھوڑے کے کھر کے نشانات پڑے ہوئے ہیں، جیسے واقعی کسی گھوڑے نے اپنے کھر سے ان کو پامال کیا ہو۔

اسی طرح چاروں آدمیوں کا خاتمہ ہو گیا، اور وہ یا ان کی اولاد مولا بخش کی جائیداد بھی حاصل نہ کر سکی کیوں کہ دادا زندہ تھے اور انہوں نے مولا بخش کے لڑکوں کے نام ان کا پورا حصہ لکھ دیا۔ آج بھی مولا بخش کے پوتے زندہ سلامت موجود ہیں اور ان کی پوری جائیداد ان کے پوتوں کے قبضہ میں ہے۔ (بحوالہ ذکری۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

اپنے بھائی کا مال ہتھیانے کا انجام:

''شہید خواہ کتنا ہی زخمی کیوں نہ ہو عالم نزع میں اسے زخموں کا درد بس اتنا ہوگا جتنا ایک چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

۱۸۲۴ء کی بات ہے۔ جنگ پھولڑہ میں شاہ اسماعیل کی فوجوں کو مخالفین پر فتح حاصل ہوئی۔ جب دشمن بھاگ گیا تو مجاہد زخمیوں کو پانی پلانے لگے اور ان کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔ ایک زخمی نے پانی پلانے والے مجاہد سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے عالم نزع کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ اس نے مذکورہ حدیث بیان کی تو زخمی مجاہد کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی اور اس نے پانی پینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

''بھائی! ادھر دیکھو نیزہ سینے سے پار ہو گیا ہے اور اس کی نوک دوسری طرف نکل آئی ہے، لیکن درد اور تکلیف نہ ہونے کے برابر ہے، اس لیے اب اپنی پیاس حوض کوثر کے جام ہی سے بجھاؤں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موند لیں۔ یوں اس نے ایمان بالغیب کے حق میں ایک زندہ جاوید شہادت مہیا کر دی۔